امداد الطالبین

فی حل

زاد الطالبین

مؤلف

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

مولانا مفتی محمد شعیب احمد

مکتبہ رحمانیہ

مؤلف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تشریح: مولانا مفتی محمد شعیب احمد

نام کتاب:-------------- امداد الطالبین حل زاد الطالبین

شارح:- - - - - - - - - - مولانا مفتی محمد شعیبؒ احمد

ناشر:- - - - - - - - - مکتبہ رحمانیہ

مطبع:- - - - - - - - لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

صروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

باب سوم : خصوصیات وامتیازات

دوسری نوع کے جملے

اس کی ایک دوسری قسم

نوع آخر منہ

● بعض پیش گوئیوں کا ذکر

اَلْبَابُ الثَّانِیْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مولف

الحمد لله وحده و الصلوة والسلام على من لا نبى بعده وعلى آله واصحابه الذين اوفوا عهده

اما بعد:

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ کی تالیف کردہ کتاب زاد الطالبین کو اللہ نے بہت مقبولیت سے نوازا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصے سے وفاق المدارس العربیہ کے بنین و بنات، دونوں کے نصاب میں شامل ہے۔ اس درجے میں اس کتاب کے رکھنے کے دو بنیادی مقاصد ہیں۔

(۱) نقش اول کے طور پر احادیث کا ذخیرہ طالب علم کے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔

(۲) نحوی ترکیب اور لغوی و صرفی تحقیق کی صورت میں عربیت کی استعداد کو جلا بخشی جا سکے۔

انہی مقاصد کے پیش نظر پہلے کچھ حضرات نے ''زاد الطالبین'' پر اس کی شرح کی صورت میں قابل قدر کام کیا ہے۔ زیر نظر تالیف (امداد الطالبین) بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی اور خدمت حدیث کا شرف حاصل کرنے کی ایک سعی ناتمام ہے۔ یہ شرح اگرچہ ایک طالب علمانہ کاوش ہونے کی وجہ سے وقیع علمی کاموں کی فہرست میں شمار کیے جانے کے قابل نہیں اور نہ ہی ایسا کرنا وقت کی ضرورت تھی۔ لیکن جس درجے کے قارئین اور طلباء کے لیے لکھی گئی ہے، ان کی نفسیات اور ضروریات کا خیال رکھنے کی اپنے تئیں کوشش کی گئی ہے۔

☆ تشریح اور ترجمے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ محض علمی اسلوب ہو کر نہ رہ جائے بلکہ علمی دلچسپی رکھنے والے عوام کے لیے بھی مانوس ہو، تا کہ وہ بھی یکساں طور پر حدیث کے اس مختصر سے ذخیرے سے اپنی طلب و استعداد کے مطابق فائدہ اٹھا سکیں۔

☆ ترکیب میں بھی حتی الوسع تسہیل اور آسانی کا خیال رکھا گیا ہے۔ چنانچہ بعض مشہور نحوی (مگر مشکل) ترکیبوں سے عدول برتا گیا ہے اور جواز کے دائرے میں رہتے ہوئے آسان ترکیبوں کو اختیار کیا گیا۔

☆ ترکیب کو نقشے کی شکل میں لانے کے لیے یہ اسلوب اپنا اختراعی ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے بہتر اسلوب بھی کسی اور کے پاس ہو۔

☆ تخریج احادیث کے سلسلے میں کمپیوٹر پروگرام (مکتبہ شاملہ) پر انحصار کیا گیا ہے۔

☆ شروع میں ذکر کردہ مصنف کے حالات لکھنے میں اگرچہ روضۃ الطالبین کے ابتدایئے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، لیکن زیادہ تر استفادہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے خوش بخت صاحبزادے مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثرؒ صاحب کی مرتب کردہ کتاب ''یادگار صالحین'' سے کیا گیا ہے۔ حالات مولف کا تقریباً سارا مواد اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ ان حضرات کے شکریئے کے ساتھ ساتھ ان تمام اسباب کا ذکر بالخیر اخلاقی فرض ہے جن کی بنا پر یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ آخر میں تمام قارئین، طلباء اور فاضل اساتذہ سے درخواست ہے کہ اگر انہیں کسی بھی حوالے سے کوئی اشکال یا اعتراض یا تجویز ہو تو راقم کو اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ نظر ثانی کے دوران اس کا خیال رکھا جاسکے۔

(مفتی) شعیب احمد

جامعہ دارالتقویٰ۔ لاہور

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

***

حالاتِ مصنّف

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری برنی
(۱۳۴۳ھ-۱۴۲۲ھ)

تمہید:

یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشروں اور قوموں کی زندگیوں پر سب سے مضبوط، دیرپا، گہرے اور وسیع اثرات مذہب کے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ زبان ہی کسی قوم اور ثقافت کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں درست ہیں اور یقیناً درست ہیں تو پھر اردو زبان بلاشبہ مولانا عاشق الٰہی صاحب کا احسان گراں بار اپنے کندھوں پر لیے ہوئے ہے۔ کیونکہ اردو زبان کو نہ مٹنے والی مذہبی تحریرات سے مالا مال کرنے والے مصنفین کی جب بھی کوئی فہرست مرتب کی جائے گی، اس میں اولین درجے کے لوگوں میں مولانا کا نام ضرور لیا جائے گا۔ مولانا کے قلم سے مختلف موضوعات پر دو سو کے قریب چھوٹی بڑی تالیفات وجود میں آئیں۔ جن میں سے ''تحفہ خواتین''، ''شرعی پردہ''، ''امہات المؤمنین''، ''خواتین کے بیس سبق''، ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟''، وغیرہ بیشتر تالیفات ایسی مقبول اور رائج ہیں جو اردو کے تقریباً ہر قاری کی نظر سے گزرتی ہیں۔ مولانا کی تالیفی خصوصیت کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

> ''ہمارے مخدوم بزرگ مولانا عاشق الٰہی ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کی نفع رسانی کے لیے چن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جملوں میں برکت عطا فرمائی ہے۔ ان کی تصانیف اور مضامین عوام و خواص سب کے لیے مفید ثابت ہوئے ہیں اور انہیں بہت قبول عام حاصل ہوا ہے۔ ان کی بعض کتابیں یقیناً لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص کے ساتھ دین کا درد عطا فرمایا ہے۔ اس لیے ان کی باتیں دل پر اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مصنفین کو نصیب ہوتا ہے۔'' (یادگار صالحین ص ۲۴۰)

مولانا کی شخصیت گوناگوں اوصاف اور خصوصیات کی جامع اور حسین مرقع تھی۔ ایک طرف قرآن سے مفسرانہ تعلق ہے تو دوسری طرف حدیث میں محدثانہ شان، فقہ وفتویٰ تو ہر وقت کا مشغلہ اور گویا اوڑھنا بچھونا تھا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ سیال قلم، سہل انداز تحریر، دلنشین انداز بیان، موثر پیرایہ اظہار، تڑپنے والا دل، دین کے ساتھ لگاؤ، کتاب وسنت پر تصلب کی حد تک اعتماد اور وعظ و

تذکیر جیسے اوصاف بھی قسام ازل سے ارزاں ہوئے تھے۔ آپ کی صرف ایک کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کو پڑھ کر کتنے بے عملوں کی زندگیاں بدلیں، اور کتنے غافلوں کو فکر لگی۔ یہ تو حساب سے باہر ہے لیکن اتنا ضرور ریکارڈ پر موجود ہے کہ صرف اس ایک کتاب کو پڑھ کر اب تک ایک ہزار سے زیادہ ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

مولانا کے ان اوصاف کی وجہ سے اگر کوئی عقیدت مند یا حقیقت پسند انہیں اردو زبان کے ابن الجوزی کے نام سے یاد کرنا چاہے تو مشابہت کے بہت سے اسباب اور پہلوؤں کی موجودگی میں کوئی وجہ نہیں کہ اس کو رد کیا جا سکے...... پیش آمدہ سطور میں مولانا کی شخصیت اور ان کے اوصاف وخصوصیات کے حوالے سے کچھ معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مضمون تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: ذاتی حالات۔

باب دوم: تالیفات اور تحریری خدمات۔

باب سوم: خصوصیات وامتیازات۔

***

باب اول

حالات وواقعات

بلند شہر کا محل وقوع:

غیر منقسم ہندوستان یا موجودہ انڈیا کا سب سے گنجان آباد علاقہ صوبہ اتر پردیش ہے جس کی حالیہ مردم شماری کے مطابق آبادی 19 کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ اتر پردیش کو مختصراً (U.P) بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ صوبہ 72 ضلعوں پر مشتمل ہے۔ لکھنؤ اس کا صدر مقام اور دار الحکومت، جبکہ کان پور اس کا سب سے بڑا شہر ہے۔ ہندوستان کے تمام صوبوں میں سے سب سے زیادہ مردم خیز صوبہ بھی یہی ہے۔ سہارنپور، میرٹھ، مظفر نگر، بلند شہر، بجنور، مراد آباد، رام پور، قنوج، جون پور، بدایوں، بریلی، شاہ جہان پور، بہرائچ، رائے بریلی، الہ آباد، آگرہ، علی گڑھ اور باندہ جیسے مشہور اضلاع اسی میں واقع ہیں۔ ازہر الہند یعنی جامعہ دار العلوم دیو بند کے قیام کا شرف پانے والی بستی دیو بند، اسی طرح نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، شاملی اور کیرانہ جیسی مردم خیز اور اپنے باشندوں کی وجہ سے تاریخی مقام کی حامل بستیاں بھی اسی صوبے کا حصہ ہیں۔

یہ صوبہ جغرافیائی اعتبار سے دامن ہمالیہ میں واقع ہے جس کے مشرقی جانب صوبہ بہار، جنوب میں مدھیا پردیش، مغرب کی طرف دلی، راجستھان اور پنجاب اور شمال کی طرف کوہ ہمالیہ اور پھر اس سے آگے نیپال واقع ہے۔ اگر تشبیہاً کہیں تو جو ثقافتی حیثیت اور مرکزیت پاکستان میں صوبۂ پنجاب کو حاصل ہے کچھ اسی طرح کا مقام ہندوستان میں صوبہ اتر پردیش کو حاصل ہے۔

آبائی وطن اور خاندان:

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ کا تعلق بھی اسی صوبے سے ہے۔ مولانا کا اصلی آبائی وطن دلی سے شمال مشرقی جانب ضلع میرٹھ میں واقع موضع جکھیڑا تھا۔ جہاں آپ کے دادا اسد اللہ خان مقیم تھے۔ پھر بعض وجوہات کی بنا پر انہوں نے موضع جکھیڑا چھوڑ کر میرٹھ ہی میں ایک دوسری جگہ موضع پلواڑا میں سکونت اختیار کرلی۔ دادا کی وفات کے بعد دادی اپنی اولاد کو اپنے میکے موضع بسی ڈاکخانہ بگراسی، ضلع بلند شہر میں لے آئیں۔ بلند شہر میرٹھ سے قریب ہی دلی سے جنوب مشرقی جانب واقع ہے۔ اس کے بعد خاندان کا یہی علاقہ مسکن اور وطن بن گیا۔ مولانا کی والدہ موضع بسی کے شیخ رحمت اللہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ مولانا کی عمر پانچ سال کی تھی کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چونکہ مولانا کی تخمینی پیدائش جیسا کہ آگے آئے گا ۱۳۴۳ھ تھی اس لیے والدہ کی وفات

۱۳۴۸ھ بنتی ہے۔ اس کے بعد آپ اپنی دادی کی پرورش میں رہے۔ البتہ مولانا کے والد بڑی دیر تک زندہ رہے انہوں نے مولانا کی کتابیں بھی پڑھیں اور دارالعلوم کراچی میں دفن ہوئے۔ آپ کے والد (صوفی صدیق صاحب رحمہ اللہ) باقاعدہ عالم نہ تھے، درس نظامی کی تعلیم شروع کی تھی تاہم تکمیل نہ کر سکے۔ مذہبی فریضے کے طور پر امامت اور معاشی شغل کے طور پر زراعت اور چھوٹی سی دکان داری کا پیشہ رکھا۔ مولانا کی پردادی کے بھائی محمد اسماعیل صاحب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے مسترشد، ذاکر و شاغل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ان کا اپنے بھانجے، یعنی مولانا کے والد کی تربیت میں خاص دخل تھا اور ان کی بدولت خاندان میں دینداری قائم تھی۔ مولانا کی دو بہنیں تھیں جن میں سے ایک بالکل بچپن میں اور دوسری سترہ سال کی عمر میں فوت ہو گئیں۔ اس لحاظ سے آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔

ولادت:

اس دور میں دیہی علاقوں میں عام طور سے بچوں کی پیدائش کے سنین اور تاریخ محفوظ کرنے کا اہتمام نہیں تھا۔ مولانا بھی انہیں بچوں میں شامل ہیں جنہیں تعیین کے ساتھ اپنا سن ولادت یاد نہیں۔ اگرچہ بعد میں تخمیناً آپ نے اندازہ لگا کر اپنا سن ولادت ۱۳۴۳ھ متعین کر لیا تھا تاہم ایسا ہونے کے باوجود بھی سن ولادت ہی تخمینی طور سے متعین ہو سکا، باقی مہینہ دن وغیرہ کی تعیین نہ ممکن تھی اور نہ ہوئی۔ اس لیے ہم بے تکلف صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ

''مولانا ۱۳۴۳ھ کو موضع بسی ڈاکخانہ بگراسی ❶ ضلع بلند شہر (صوبہ اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔''

نام:

''والد صاحب نے آپ کا نام محمد عاشق رکھا۔''

یہ واضح نہیں کہ یہ نام رکھنے میں والد صاحب کے پیش نظر اس دور کے مشہور عالم اور صاحب قلم بزرگ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ ❷ کا نام تھا یا نہیں؟ بہرحال والد صاحب نے صرف محمد عاشق ہی نام رکھا۔ پھر الٰہی کہاں سے آیا؟ مولانا کے بیٹے لکھتے ہیں:

''والد صاحب جب کچھ بڑے ہوئے تو مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا نام سنا تو بہت پسند آیا تو (اپنے نام کے ساتھ بھی) الٰہی بڑھا دیا۔'' ❸ (یادگار صالحین ص ۳۶)

---

❶ بگراسی بلند شہر سے جنوب مشرقی جانب دریائے گنگا کے بالکل کنارے پر ایک متوسط بستی ہے۔ موضع بسی اس کے کہیں نواح میں واقع ہے۔ تعیین نہیں ہو سکا۔

❷ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (رحمہ اللہ) قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہونے کے علاوہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرستوں میں بھی شامل تھے۔ مولانا صاحب قلم آدمی تھے۔ آپ کی تالیفات میں ترجمہ قرآن، تاریخ اسلام، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل وغیرہ جیسی تالیفات شامل ہیں۔ (دیکھیے یادگار صالحین ص ۳۷)

❸ وجہ تسمیہ یا اضافۃ فی التسمیۃ کے متعلق مذکورہ بالا بیان مولانا کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن کوثر کا ہے جو ان کی کتاب یادگار صالحین میں منقول ہے۔ دوسری طرف خود مولانا کے املائی حالات میں یہ ذکر ہے کہ عاشق کے ساتھ الٰہی کا اضافہ مولانا کے قیام سہارنپور کے زمانہ میں ایک استاذ صاحب کی طرف سے ہوا۔ (بحوالہ خود املائی افادات مشمولہ روضۃ الطالبین ص ۳۱)

بہر حال کچھ بھی ہو مولانا کے والد نے اسی نیت اور مقصد تبرک سے نام رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔لیکن اسے اتفاق کہیے تو بہت حسن اتفاق ہے یا کاتب تقدیر کا انتخاب، اور یہی بات دل کو لگتی ہے کہ شاید اوپر ہی سے یہ فیصلہ تھا کہ عاشق اول جس روش پر تصنیفی و قلمی نقوش چھوڑ رہا ہے، دوسرا عاشق بھی عاشق ثانی بن کر اُس سلسلے کو اسی جذبے، اسی انداز اور اسی لگن سے پورا کرے۔شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے قارئین بلکہ علماء وطلباء بھی دونوں حضرات کو ایک ہی شخصیت سمجھتے ہیں۔چونکہ مولانا کا بھی آبائی وطن تو میرٹھ ہی تھا، اس لیے اس تشابہ یا مغالطے کی وجہ خاصی معقول ہے۔

نسبت:

مولانا کے نام کے ساتھ دو نسبتیں اکثر علیحدہ علیحدہ اور کہیں کہیں اکٹھی بھی آ جاتی ہیں۔جس کی وجہ سے بسا اوقات لوگ اس نام کی دو شخصیات سمجھ لیتے ہیں۔اس مغالطے میں دوسرا اثر مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے التباس کا بھی ہے۔بہر حال میرٹھی کی نسبت تو آپ کے ساتھ بالکل بھی نہیں۔ہاں بلندشہری، اور برنی کی دو نسبتیں آپ کے نام کا حصہ ضرور ہیں۔بلند شہر تو ہندوستان کا ایک شہر ہے جہاں مولانا کا گاؤں ہے اور برن اسی بلندشہر کا پرانا نام تھا۔چنانچہ دونوں نسبتیں بجا ہیں۔مولانا ان کے استعمال میں فرق بھی رکھتے ہیں۔چنانچہ اردو کتابوں میں تو بلندشہری لکھا ہوتا ہے اور عربی تالیفات میں برنی نسبت استعمال ہوتی ہے۔تعدد نسبت کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں:

> ''پہلی بار البرنی لکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ زاد الطالبین کا مسودہ لے کر حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا پھر میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو اس کا ٹائٹل تیار کرنے لگے نام کے آگے جب شہر کی نسبت البلند شہری آئی تو حضرت مفتی صاحب نے اس کو مناسب نہ جانا اور یہ نسبت ذرا عجیب سی محسوس ہونے لگی اس پر میں نے عرض کیا کہ اس کی جگہ البرنی لکھ دیں۔'' (املائی افادات ص ۳۰)

آگے مدینہ منورہ سے والہانہ تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''چونکہ مدینہ منورہ میں تمر برنی (برنی کھجور) ہوتی ہے اس لیے میں نے البرنی بمعنی المدنی محول کرلیا ہے۔''

بہر حال مولانا کی دو نسبتیں ہیں۔ایک بلندشہری اور دوسری برنی۔

تعلیم کا آغاز:

مولانا کی تعلیم خالص اسلامی انداز اور اصول تعلیم پر ہوئی۔یعنی آپ نے سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔اپنے گاؤں میں ہی دس پارے مختلف اساتذہ سے (جن کے نام معلوم نہیں) حفظ کیے۔اس کے بعد باقی کے بیس پارے مولانا حافظ

ؒ دونوں روایتوں یا باتوں میں خاصا تفاوت بلکہ تعارض ہے لیکن املائی افادات تو خود مولف کے ہیں اس لیے راجح ہیں۔جبکہ سوانح حیات متاخر ہونے کی وجہ سے یک گونہ راجحیت رکھتی ہے۔تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے خود ہی کر اپنے ذہن کے مطابق تجویز کرلیا ہو مگر ابھی اسے باقاعدہ نام کا حصہ بنانے کی نوبت نہ آئی ہو۔بعد میں استاذ صاحب کے کہنے پر اس کو باقاعدہ نام کا حصہ بنالیا ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں باتیں قریب قریب پیش آئی ہوں اور ایک دوسرے کی مؤید بن گئی ہوں۔واللہ اعلم۔

محمد صادق سنبھلی پنجابی رحمۃ اللہ سے تقریباً چھ ماہ کے قلیل عرصے میں روزانہ ربع (پاؤ) پارہ سبق سنا کر حفظ کیے۔ حفظ میں کل کتنا عرصہ صرف ہوا یہ واضح نہیں۔ تاہم اتنا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال تھی۔ اور یہ بات شعبان ۱۳۵۵ھ کی ہے۔

مولانا کے مذکورہ استاذ گرامی (محمد صادق سنبھلی صاحب) کے تفصیلی حالات تو معلوم نہیں ہوسکے مگر اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا سنبھلی مردم شناسی، اور تدریس میں کمال کا سلیقہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اول تو اس بچے کو جو مختلف اساتذہ کے پاس صرف دس پارے حفظ کر سکا تھا اور غالباً اس میں خاصا عرصہ لگ گیا تھا کیونکہ مولانا کی عمر بوقت حفظ بارہ سال تھی اور اس سے پہلے کچھ پڑھا نہیں تھا۔ ظاہر ہے یہ دورانیہ حفظ میں ہی خرچ ہوا ہوگا۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ معمولی استعداد کے حاصل اور کبھی پر کبھی مار اساتذہ نے ان کو بھی عام طلباء کے ساتھ جوتا ہوگا جس کی وجہ سے یہ عرصہ ضائع ہوا لیکن مولانا سنبھلی نے اسی بچے کو چھ ماہ میں قرآن پاک مکمل کروادیا اور صرف مکمل ہی نہیں کروایا بلکہ ایسا پختہ کروایا کہ بقول ابن مولانا:

''اسی سال رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنادیا۔'' (یادگار صالحین ص ۴۱)

شعبان میں قرآن مکمل ہوا چونکہ کوئی تاریخ متعین نہیں جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ شعبان کے خاصے دن گزرنے کے بعد ہوا ہوگا۔ کیونکہ عموماً جب تاریخ متعین نہ ہو تو بعد میں قرائن اور آس پاس کے واقعات سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اور کسی مہینے کا ظن غالب تب ہی ہوسکتا ہے جب اس کے خاصے دن گزر چکے ہوں۔ بہر حال مقصد یہ ہے قرآن پاک مکمل ہونے اور رمضان کے چاند طلوع ہونے میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ باقی تھا۔ پھر حافظ بہتر سمجھتے ہیں کہ تراویح میں بھری مسجد میں قرآن سنانے کے لیے کس قدر پختگی چاہیے اور وہ بھی بارہ سال کے بچے کو۔ جس میں جھجک اور ڈر کے سائے بھی ساتھ ساتھ منڈلاتے رہتے ہیں۔ بہر حال چھ یا سات ماہ کے قلیل عرصے میں بیس پارے ختم کروانا اور انہیں پختہ کروانا یہ شاگرد کی قابلیت سے زیادہ استاذ کی قابلیت کا مظہر ہے اور پھر اسی پر بس نہیں کہ صرف قرآن ہی پڑھایا بلکہ بقول ابن مولانا:

''حفظ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ استاذ محترم نے اردو لکھنا پڑھنا بھی سکھادیا'' (یادگار صالحین ص ۴۱)

اس کے ساتھ اس بات کو بھی ملا کر دیکھیے کہ مولانا کے پاس اپنے پڑھنے کے لیے وقت صرف فجر کے بعد سے لے کر ظہر تک کا تھا...... جو بمشکل سات یا آٹھ گھنٹے بنتا ہے...... اسی وقت میں یومیہ پاؤ پارہ پختگی کے ساتھ پڑھنا، پچھلا سنانا، منزل دہرانا، بھی ہوتا تھا اور اردو کی بھی اتنی تعلیم تھی کہ حفظ مکمل ہونے پر اردو لکھنی بھی آگئی اور پڑھنی بھی...... اس سب کچھ کو باطنی معنوں میں اگر استاذ شاگرد کی کرامت کہا جائے تو کہا جائے ورنہ ظاہری اسباب کی حد تک یہ استاد کی قابلیت، تعلیم سے لگن، بے لوث جذبات اور شاگرد سے مخلصانہ لگن اور خیر خواہی جیسے عوامل پر ہی منتج ہوتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ بات آج کل تیزی سے ناپید ہورہی ہے۔

فارسی و عربی تعلیم:

مولانا کے استاذ صاحب نے رمضان میں تراویح میں قرآن کی مصروفیت کے پیش نظر تو کچھ نہ پڑھایا البتہ شوال سے پڑھانا شروع کیا اور بقول ابن مولانا:

''شوال سے مولانا محمد صادق صاحب نے فارسی کا حمد نامہ شروع کرا دیا، مطالبات لطیف، نحو میر، اور صرف میر، دستور المبتدی، فصول اکبری، اور ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی وغیرہ پڑھا دیں۔ اس کے علاوہ صغری، کبری، بھی ان سے پڑھیں اور سارا نصاب تقریباً ایک ہی سال میں پورا ہو گیا۔'' (یادگار ص ۴۳)

یہاں بھی مولانا نے کمال کر دکھایا صرف ایک سال کے عرصے میں ایک طالب علم کو اتنی فارسی پڑھا دی کہ وہ نحو میر، صرف میر فصول اکبری اور ہدایۃ النحو کا حاشیہ پڑھ سکے، اور صرف یہی نہیں بلکہ ہدایۃ النحو اور منیۃ المصلی وغیرہ بھی پڑھا دیں۔ یہ کتابیں عربی کی ہیں جن میں طالب علم کو عربی عبارت پڑھنے کے لیے اچھی خاصی نحوی وصرفی استعداد درکار ہوتی ہے۔ مگر کمال یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک سال میں پورا ہو گیا۔ تخمینی سن ولادت کے لحاظ سے اب مولانا کی عمر تیرہ سال تھی۔

اس کے بعد غالباً خود استاذ صاحب نے کہا ہو گا یا مولانا کے والد کا منشا ہو گا بہر حال مولانا کے والد آپ کو لے کر مراد آباد چلے گئے تاکہ کسی بڑے مدرسے میں داخل کروائیں اور وہاں کے علمی ماحول اور بڑی شخصیات سے استفادہ کریں۔ چونکہ سال کا زیادہ حصہ گزر چکا تھا اس لیے (بظاہر ایک چھوٹے مدرسے) مدرسہ قادریہ، حسن پور، ضلع مراد آباد میں داخلہ مل گیا لیکن یہ سال مزید آگے تعلیمی سرگرمی میں نہ گزر سکا۔ بس یہاں کے قیام میں (جو کہ دو تین ماہ پر مشتمل تھا) مولانا ولی احمد صاحب (خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ) سے نحو میر دہرائی اور مولانا عبد العزیز ٹانڈوی (مرید حضرت تھانوی قدس سرہ) سے بہشتی زیور پڑھی۔

اگلے سال مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخلہ لیا یہاں مولانا صادق سنبھلی (استاذ اول) کے داماد مولانا محمد حیات سنبھلی مدرس تھے۔ یہاں آپ نے دو سال قیام فرمایا اور دو سالوں میں درج ذیل گیارہ کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ مفید الطالبین، نفحۃ العرب، نفحۃ الیمن، کافیہ، شرح جامی، مختصر القدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، نور الانوار، میزان المنطق، قطبی۔

ان کتابوں میں ہمارے مروجہ نصاب کے اعتبار سے منطق میں مرقات اور شرح تہذیب اور ادب میں مقامات شامل نہیں ورنہ باقی تقریباً تین سالوں کا پورا نصاب ہے بلکہ کچھ کتابیں شاید اضافی ہیں۔ یہاں غالباً جماعت بندی کی وجہ سے مولانا کا قدم سست رہا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اچھی استعداد ہو اور دو سال میں اتنی ہی کتابیں ہوں۔

اس کے بعد علی گڑھ کی جامع مسجد میں واقع مدرسہ خلافت میں داخلہ لیا۔ یہاں کل دو سال کا قیام رہا جس میں مولانا فیض الدین بلخی کے پاس مختصر المعانی اور سراجی پڑھیں اور دیگر حضرات مدرسین کے پاس شرح حسامی للبنانی، ہدایہ اول وثانی، سلم العلوم، شرح عقائد اور میبذی پڑھیں۔

شوال ۱۳۶۰ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ یہاں کل تین سال قیام رہا اور ۱۳۶۳ھ شعبان میں یعنی ۲۰ سال کی عمر میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہاں کتب کی ترتیب یوں رہی:

سال اول: کتب: ہدایہ ثالث، ملا حسن (منطق)، توضیح تلویح، دیوان متنبی، دیوان حماسہ، عروض المفتاح۔

اساتذہ: مولانا زکریا قدوسی، مولانا صدیق احمد کشمیری، مولانا اسعد اللہ رامپوری۔

سال دوم کتب: جلالین شریف، مشکوۃ المصابیح، شرح نخبۃ الفکر، حمد اللہ شرح سلم۔

اساتذہ: مولانا عبدالشکور کاملپوری، قاری سعید احمد اجراڑی (مولف: معلم الحجاج)

سال سوم: دورہ حدیث شریف:

سنن نسائی، ابن ماجہ، موطین، بخاری شریف (جلد ثانی)، بخاری (جلد اول)، سنن ابوداؤد، صحیح مسلم، ترمذی وشمائل، طحاوی۔

اساتذہ: مولانا منظور احمد سہارنپوری، مولانا عبداللطیف، مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب، مولانا اسعد اللہ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ۔

یہ تو مولانا کے باقاعدہ علمی سفر کی داستان تھی جو کل تقریباً آٹھ سال پر محیط ہے۔ اس دوران مصنف نے اپنا شوق اور لگاؤ ایک اور فن میں بھی پورا کیا۔ اور وہ ایسے کہ بقول ابن مولانا:

''مظاہر العلوم کے سہ سالہ قیام میں فوائد مکیہ، مقدمہ جزریہ اور شاطبیہ پڑھی اور اپنے استاذ کا شرح شاطبیہ میں ہاتھ بٹایا۔ اسی زمانے میں دو کتابیں بھی لکھیں۔ خلاصۃ البیان کی عربی شرح اور مقدمۃ الجزری کی اردو شرح۔ یہاں کے زمانہ قیام میں ہی حضرت تھانوی اور مولانا الیاس صاحب رحمہما اللہ کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ شعبان ۱۳۶۶ھ میں فیروز پور چھوڑ کر پھر دہلی میں قیام کیا اور ادارہ تبلیغ اسلام سے منسلک ہو گئے۔ تصنیف وتالیف اور تحشیہ کا کام بھی کیا۔ ابھی دو ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ ۲۷ شعبان [1] ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ ہندوستان آزاد ہو گیا۔'' (یادگار صالحین ص ۶۱)

مولانا کی فراغت ۱۳۶۳ھ شعبان میں ہوئی۔ اس وقت سے لے کر ہندوستان کی آزادی تک تین سال ایک ماہ کا عرصہ بنتا ہے۔ اس تین سال کے عرصے میں مولانا نے متعدد مدارس میں تدریس بھی فرمائی، شادی کی سنت بھی ادا ہوئی اور تالیف وتصنیف کا بھی باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ اس زمانے میں آپ نے کیا کیا تالیفات کیں خود آپ ہی سے سنیے:

''جب دورہ پڑھ کر فارغ ہوا تو تیسرے ہی سال ''فضائل صلاۃ وسلام'' لکھی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی ''الدر الثمین'' کا ترجمہ لکھا۔ اور ''اغلاط العوام'' مولفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی اضافات کے ساتھ جدید ترتیب دی۔'' (املائی افادات ص ۳۱)

اس زمانے میں مولانا کی عمر ۲۳ سال تھی۔ اور اب تک آپ کی چار سے پانچ کتابیں باقاعدہ چھپ کر بازار میں آ کر مشتہر ہو چکی تھیں۔ اس دوران آپ کی شادی خانہ آبادی کا تذکرہ بھی آیا ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ شادی کہاں ہوئی تھی۔ انہی دنوں تقسیم ہند اور پیش آمدہ فسادات کی وجہ سے چند ماہ کے لیے مولانا دہلی چھوڑ کر اپنے ننھیال موضع بگراسی میں چلے گئے اور پھر جب حالات میں کچھ سدھار آیا تو بقول ابن المصنف:

[1] شعبان: یہاں شعبان کا لفظ غالباً کتابت کا سہو ہے ورنہ اس کی بجائے رمضان ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہندوستان کی آزادی اور پاکستان کا قیام ۲۷ رمضان کا واقعہ ہے۔ ویسے بھی اسی اقتباس میں ہے کہ شعبان میں فیروز پور سے دہلی آئے اور اس کے دو ماہ بعد تقسیم ہوئی۔ اگر تقسیم شعبان میں ہی ہو تو فیروز پور چھوڑنے اور تقسیم کے درمیان دو ماہ کے عرصے والی بات بے محل ٹھہرتی ہے۔ واللہ اعلم

"دہلی آ گئے اور سلسلۂ تالیف وتصنیف جاری رکھا اور نواب گنج، قصاب پورہ اور کشن گنج تیلی واڑہ میں قیام رہا اور ایک ماہانہ رسالہ یقین بھی جاری کیا جو چھ ماہ بعد بند ہو گیا۔" (یادگار صالحین ص ۶۱)

رسالہ بند ہونے کی وجہ غالباً تقسیم کی وجہ سے معاشی حالات اور مالی مشکلات ہوں گی کیونکہ رسالے مالی تعاون اور قلمی مواد سے چلتے ہیں قلمی مواد تو دینے میں مولانا سے کمی کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ایسا سلیقہ مند اور سیال قلم شخص جو زمانہ طالب علمی میں ہی متداول کتابوں کا مؤلف ہو وہ کیا ایک رسالے کا مہینے بھر میں پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اس لیے بظاہر وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مالی مشکلات اور ملکی حالات کی وجہ سے رسالہ بند ہوا ہوگا۔

تدریس:

یہ بات واضح ہے کہ برصغیر میں اپنے دور کا سب سے زہریلا، خطرناک اور شاطر استعمار (برطانیہ) صدیوں قابض رہا، اور اس نے برصغیر کے ہر تشخص کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن اس کے باوجود آج تک تمام اسلامی ممالک میں سے نمایاں دینی حالت اور رونق برصغیر میں ہی ہے۔ اس کے پیچھے ظاہری اسباب میں سے سب سے اہم اور بنیادی سبب ایسے خالص مدارس دینیہ کا قیام ہے جو صرف شرعی علوم کی حفاظت اور ترویج کے لیے بنائے گئے۔ مدارس ظاہر ہے ملازمتوں کی جگہوں اور کارخانوں کو نہیں کہتے بلکہ وہ جگہیں ہیں درس ہوتا ہو، یہی وجہ ہے کہ مدرسے کے لیے کسی عمارت کی بھی قید نہیں۔ انار کے درخت کے سائے تلے بھی اہل جنوں بیٹھ گئے تو وہی دارالعلوم بن گیا ع

یہی وجہ ہے کہ ارباب فکر ونظر نے اس بنیادی نکتے کو نہایت اہمیت دی۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ شروع میں تدریس سے ہچکچائے مگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے حکماً تدریس پہ لگایا۔ خود حضرت شیخ الہند نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو ایک موقع پر الوداعی نصائح کرتے ہوئے یہ فرمایا تدریس نہ چھوڑنا چاہے ایک طالب علم ہی پڑھنے والا ہو۔ بلکہ اس طائفہ منصورہ (علماء دیوبند) کے کسی بھی ممتاز صاحب علم کو دیکھیے وہ اس راز کو علی وجہ البصیرت پائے ہوئے ہے کہ رجال کار پیدا کرنے کا سب سے کارگر مضبوط اور مؤثر ذریعہ تدریس ہے۔

مظاہر العلوم سے سند فراغت پانے کے بعد بہت سے ابنائے زمانہ کی طرح آپ نے سرکاری ملازمت، امامت خطابت یا کہیں سکول وکالج میں ملازمت کی صورت میں اچھی گزر بسر کی تنخواہ ومراعات تلاش کرنے کی بجائے اپنے اسلاف کے منتخب کردہ راستے کو اختیار کیا اور مدرسے ہی کی معمولی سی تنخواہ اور کسمپرسی کی زندگی کو اختیار کیا۔ اور ایسا تھک ہار کر نہیں کیا کہ پہلے ملازمت وغیرہ تلاش کی ہو اور بعد میں اس طرف لگے ہوں بلکہ اگر دیکھا جائے تو مولانا کی فراغت اور تدریس کے درمیان اتنا وقت ہی نہیں کہ اس میں ایسا احتمال ہو۔ خود فرماتے ہیں:

آج بخاری شریف کا پرچہ لکھا اور کل ہی جا کر مدرسہ مذکورہ میں درس دینا شروع کر دیا۔ (املائی حالات ص ۳۰)

اور بقول ابن المصنف:

''حضرت والد صاحب کی تدریس کا آغاز مدرسہ آثار الولی [1] بٹالہ، ضلع گورداس پور سے ہوا۔'' (یادگار صالحین ص ۶۱)

گویا فارغ ہونے سے پہلے ہی یہ سوچ رکھا تھا کہ کیا کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے۔ مولانا نے اس مدرسے میں کیا پڑھایا یہ واضح نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ مولانا کا یہاں قیام صرف چھ ماہ تک رہا تھا اس کے بعد بقول ابن المصنف:

پھر مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور یہاں بھی چھ ماہ کے قریب قیام رہا۔ اس کے بعد چند ماہ دہلی میں اقامت کی اور اسی دوران شادی خانہ آبادی ہوگئی۔ پھر ایک سال مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ ضلع گڑگاؤں میں پڑھایا۔ (یادگار صالحین)

دہلی میں کل کتنا عرصہ قیام فرمایا اس بارے میں خود فرماتے ہیں: مدرسہ دعائیہ، مدرسہ رحیمیہ، مدرسہ امینیہ، اور مدرسہ کاشف العلوم میں درس دیا، یہ سب مدارس دہلی میں ہیں، آخر الذکر مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین میں واقع ہے۔ دہلی میں آٹھ سال قیام رہا۔ (املائی سوانح ص ۳۰)

دہلی میں کل قیام آٹھ سال ہے اس کے بعد کلکتہ روانگی ہوئی۔ جو ۱۳۷۳ھ کا واقعہ ہے فراغت سے لے کر اب تک دس سال کا دورانیہ ہے جس میں سے آٹھ سال دہلی کا قیام ہے اور دو سال فیروز پور، میرٹھ، گورداس پور وغیرہ کا قیام ہے۔ ان میں سے اول الذکر میں ایک سال اور آخری دو میں چھ چھ ماہ کا عرصہ گزارا۔

یہاں ایک طبعی سوال پیدا ہوتا ہے جسے چھیڑنا نہ جانے مناسب ہے یا نہیں مگر بطور سوانح نگار جب ایک بات ذہن میں آئی ہے تو اس سے صرف نظر کرنا بھی کم از کم حق سوانح سے پہلو تہی ہے...... سوال یہ ہے کہ مولانا نے کل دس سال کی مدت میں قریب قریب سات مدرسوں میں تدریس فرمائی...... جس کا لازمی تقاضا ہے کہ آپ جگہیں بدلتے رہے کہ بیک وقت تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ ظاہر مولانا میں صلاحیت بھی تھی، بات سمجھانے کا سلیقہ بھی تھا۔ تقویٰ وخشیت، بلکہ حضرت شیخ کی بیعت تھی...... اس کے باوجود ایسا کیوں ہوا؟ کیا مولانا بہتر سے بہتر معاوضے کی تلاش میں رہے۔ یہ تو تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ جس نے فارغ ہوتے ہی باوجودیکہ گھریلو حالات بھی اتنے اچھے نہیں تھے، مدرسوں کی استحصالی اوکھلی میں خوشی خوشی سر دیا ہو وہ ایسا کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتا ہے...... اور آپ کی بعد کی زندگی بھی اس پر شاہد ہے۔ اس لیے یہ وجہ تو بن نہیں سکتی...... پھر ذہن اس طرف جاتا ہے کہ غالباً مولانا کی طبیعت اور مزاج بالکل سیدھا تھا، لگی لپٹی اور رکھ رکھاؤ اور بے جا رواداری کے قائل نہ تھے اور یہ بات آپ کے مزاج کا حصہ تھی۔ ایسے حالات میں جبکہ ایک طرف یہ حالت ہو اگرچہ کچھ نہ کچھ تالیفات کا وزن وشہرت بھی تھی دوسری طرف (باستثنائے چند) ارباب انتظام وانصرام کی فطری خواہش یا کمزوری کہ مدرسین سے ان کے کیے گئے ہر سیاہ کو سفید کہنے اور ہر خواہی نخواہی اور ناجائز وجائز ہاں میں ہاں ملانے کا تقاضا ہو...... ظاہر ہے مولانا جیسے حالات میں ایسے آدمی کا چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے

---

[1] یہ مدرسہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا ولی محمد بٹالوی مظاہری نے قائم فرمایا۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے انہی کے نام کی مناسبت سے مدرسے کا نام مدرسہ آثار الولی تجویز فرمایا۔ اب یہ مدرسہ کن حالات میں ہے معلوم نہیں۔ بلکہ صرف یہ مدرسہ ہی کیا ہندوستان کے چپے چپے پر پھیلے ہمارے آثار اور امانتیں کس حال میں ہیں؟ کسے خبر ہے!!

حالات میں کسی کے اخلاص وتقوی کو انانیت اور نصیحت وخیر خواہی کو ادارے کے انتظامی معاملات میں دخل اندازی پر محمول کرنا مشکل نہیں ہوتا......اگر یہ بات ایسے ہی ہے تو یہ مولانا کا کمال درکمال ہے کہ اول تو ایسی پریشانیوں میں بھی اپنا مزاج نہیں چھوڑا اور لگی لپٹی کہنے کی عادت اپنانے کی کوشش نہیں کی۔ دوسرے ان سب ناقدردانیوں کے باوجود شیطان کے نورانی وساوس میں آ کر اپنے نظریہ مدرسہ وتدریس کی افادیت کے پیش نظر مدارس کی دہلیز نہیں چھوڑی اور تاحیات اسی سے وابستہ رہے اور نہ ہی یہ خیال دل میں پہنچنے دیا کہ میں خود مدرسہ بناتا ہوں۔ آگے معلوم ہوگا کہ کہ جب مولانا قدردانوں کے پاس گئے تو پھر یہ صورت حال پیش نہیں آئی کیونکہ اس کے بعد تقریباً بیس سال کا عرصہ دوتین مدارس میں ہی گزارا جن میں سے ایک دارالعلوم کراچی بھی ہے جہاں آپ نے ۱۲ سال گزارے اور وہاں کی انتظامیہ کے لوگ باجودیکہ مولانا کے جلال اور عتاب کا شکار ہوتے مگر مولانا کی قدر پہچانتے اور اسے اخلاص وخیر خواہی پر ہی محمول فرماتے رہے اسی وجہ سے مولانا دارالعلوم کے بے ضابطہ طور پر آخر دم تک مدرس رہے اور مدینہ منورہ کا قیام طویل رخصت سمجھا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے مدارس میں جو ایسی صورت حال پیش آئی تو شاید وجہ دوسری جانب ہی سے تھی۔ واللہ اعلم

دہلی میں دس سالہ قیام تک مولانا کی عمر ۴۰ سال بنتی ہے اس دوران آپ تقریباً سات سال سے متزوج اور پانچ سے کچھ اوپر کتابوں کے مصنف بن چکے تھے اور یہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۳ء کا زمانہ ہے۔

کلکتہ کو روانگی:

دہلی میں قیام کے بعد یہاں سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ کلکتہ جانے کی وجہ کیا بنی؟ دہلی میں قیام پسند نہ آیا یا کلکتہ سے کوئی طلب آئی تھی؟ اس حوالے سے کوئی واضح بات موجود نہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہاں سے کوئی پیش کش یا طلب آئی تھی؟ اس لیے کہ بقول ابن مصنف:

۱۳۷۳ھ میں اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ سے مشورہ کر کے کلکتہ چلے گئے۔ (یادگار ص ۶۲)

بات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی طلب تھی اور جانے میں تردد تھا لیکن اپنے شیخ سے مشورہ کر کے اس تردد کو ختم کیا اور کلکتہ روانہ ہوگئے۔ واللہ اعلم

کلکتہ میں آپ نے کل آٹھ سال قیام فرمایا اور یہاں دو مدرسوں مدرسہ ندائے اسلام اور مدرسہ جامع العلوم کلکتہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ان مدارس میں آپ نے درمیانی کتابوں کی تدریس کی یعنی درجہ رابعہ کے آس پاس کی کتابیں زیر درس رہیں۔ ان دونوں مدارس میں سے بالتعیین معلوم نہیں البتہ ایک مدرسے کے بارے میں ابن المصنف لکھتے ہیں:

آپ اس مدرسہ کے بانی بھی تھے اور ناظم بھی، اور مدرس بھی۔ چند سال بعد مدرسہ مذکورہ سے استعفیٰ دے دیا۔ (یادگار)

اس دوران آپ نے اپنا تصنیفی وتالیفی مشغلہ بھی برابر جاری رکھا۔ آپ کی مقبول عام تالیف زادالطالبین اسی زمانے کی تالیف ہے بلکہ اس کی طباعت بھی اسی زمانے میں کلکتہ سے ہوگئی تھی۔ بلکہ مصنف کے اکابر سے تعلق اور سرپرستی کی مثال ہے کہ اس نسخے پر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تقریظ بھی موجود تھی۔ تقریظ والا وہ نسخہ آج ہمارے سامنے نہیں، ورنہ حضرت

کے کلمات تبریک کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اس دور میں مصنف کے بارے میں اپنے کن جذبات اور توقعات کا اظہار کیا تھا۔

زاد الطالبین کے اس نسخے کی اشاعت بھی اندازہ یہ ہے کہ خود مصنف نے کی تھی کیونکہ مدرسے کے قیام اور وہاں کی تدریس وغیرہ سے استعفیٰ دینے کے بعد آگے ابن المصنف لکھتے ہیں:

''چند سال بعد مدرسے سے استعفیٰ دے دیا اور دینی کتب کی طباعت شروع کر دی اور مکتبہ تعلیم وتبلیغ کے نام سے کتب خانہ قائم کیا۔ تین سال تک کتابوں کی تجارت کی۔'' (یادگار ص ۶۲)

حج بیت اللہ کی سعادت:

کلکتہ میں آٹھ سالہ قیام کے بعد ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۳ء حج کا انتظام ہو گیا اور آپ حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ حج کے بارے میں مزید تفصیلات دستیاب نہیں۔ کاش کہ حج جیسے جذباتی موقع پر اسم بامسمی یعنی عاشق صادق کے حالات وواقعات کا کچھ اندازہ ہو جاتا۔ ویسے تو مولانا پر عمر بھر فراخی کے حالات اس قدر نہیں آئے خصوصاً یہ ابتدائی زمانہ تو تھا ہی ایسا اس لیے اندازہ یہ ہے کہ مولانا نے اپنے مکتبے سے پیسہ اکٹھا کر کے حج کا نظم کیا ہوگا اور خود مکتبہ ہوگا ہی کتنا؟ اتنا بڑا سرمایہ تو پاس تھا نہیں اور پھر گھریلو ذمہ داریاں مزید برآں...... ایسے حالات میں حج کا بندوبست کرنا یقیناً عشق صادق کی ہی کارفرمائی ہو سکتی ہے۔ اندازے اور تخمینے سے تو صرف کلیات ہی کا پتہ لگ سکتا ہے جزئیات اور واقعات تو ہم اپنی سوچ سے اختراع نہیں کر سکتے اس لیے اچھا ہوتا کہ اس موقع کے حالات دستیاب ہو جاتے۔ مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شد

مراد آباد کا قیام:

حج بیت اللہ سے جب آپ واپس ہوئے تو اولاً تو ارادہ یہی تھا کہ کلکتہ ہی واپس جائیں گے لیکن اس دوران اپنے استاذ محترم مولانا محمد حیات صاحب سے ملاقات کرنے اور ان کی زیارت کو جانا ہوا تو انہوں نے کلکتہ جانے سے روک دیا جس کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ استاذ محترم نے کلکتہ جانے میں مصلحت نہ سمجھی ہوگی یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف جب کلکتہ سے حج پر روانہ ہوئے ہوں تو کلکتہ سے اپنا کتب خانہ وغیرہ کسی ٹھکانے لگا کر گئے ہوں۔ اس لیے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مراد آباد سے آپ عارضی قیام کے لیے کلکتہ تشریف لے گئے یا نہیں۔ ان حالات میں استاذ محترم نے یہ سوچا ہوگا کہ اب نئے سرے سے ایک زندگی شروع کرنے کی دشواریاں اٹھانے سے بہتر ہے کہ مولانا سے یہاں ہی استفادہ کیا جائے چنانچہ بقول ابن المصنف:

''استاذ محترم نے کلکتہ جانے سے روک دیا اور اپنے پاس رہنے کا حکم دیا اور جامعہ مذکورہ میں نائب ناظم کا عہدہ سپرد کیا۔ یہاں اڑھائی سال قیام کیا، انتظامی امور کی انجام دہی کے ساتھ بیضاوی شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف کا درس دیا۔'' (یادگار ص ۶۳)

ہجرت پاکستان:

مرادآباد میں مولانا نے ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۹۶۴ء تک قیام کیا۔ اس وقت پاکستان کو بنے قریب قریب سوا سال اور آپ کی عمر کے چالیس سال پورے ہو چکے تھے اس کے بعد آپ نے ہندوستان کو خیر باد کہا اور پاکستان کی طرف ہجرت کے لیے رخت سفر باندھا۔

جامعہ دار العلوم کراچی سے تعلق:

اس ہجرت کے محرکات اور اسباب کیا تھے یہ معلوم نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ پاکستان آنے اور ہندوستان چھوڑنے کی خود آپ کی اپنی خواہش تھی اور دوسری طرف پاکستان میں جامعہ دار العلوم کراچی کی طرف سے آپ کو دعوت باقاعدہ بھی دی گئی تھی۔ جس کی صورت بقول ابن مصنف یہ ہوئی:

> ''کہ مولانا قاری عزیز الرحمٰن لوہاری زید مجدہم نے مولانا سلیم اللہ خان [1] سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک دوست ہیں، جید عالم ہیں جو پاکستان ہجرت کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ سے عرض کیا، حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا بلا لو۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے پاس خط پہنچ گیا جو غالباً مولانا حشمت علی صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت مفتی صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔'' (ص ۶۴)

اس کے کتنے عرصے بعد مولانا روانہ ہوئے اور کب کراچی پہنچے؟ یہ معلوم نہیں یہ البتہ اتنا ہے دن کے ایک بجے کراچی کے سٹیشن پر اترے اور دار العلوم کورنگی تک کا سفر جو کہ چند کلو میٹر سے زیادہ نہیں ناواقفیت کی وجہ سے تقریباً سات گھنٹے میں طے کیا جس کی داستان یادگار صالحین میں موجود ہے۔ یہاں آنے کے بعد مکان وغیرہ کا بندوبست ہو گیا اور پھر بارہ سال کی طویل مدت مولانا نے مفتی شفیع صاحب کے زیر سایہ دار العلوم کی چار دیواری میں گزار دی۔ بلکہ حقیقت میں موت تک مولانا دار العلوم ہی سے وابستہ رہے۔ جس کی صورت یہ تھی کہ جب مولانا مدینہ منورہ کے لیے ہجرت کر کے جانے لگے تو دار العلوم کی انتظامیہ نے آپ کو یہ اعزاز دیا کہ آپ کا مدینہ منورہ کا قیام چاہے جتنا طویل ہو اسے طویل دورانیے کی رخصت شمار کیا جائے گا اور آپ جب بھی واپس آنا چاہیں اور دار العلوم کو اپنے قدوم میمون سے مشرف فرمانا چاہیں دار العلوم حاضر ہے۔

دار العلوم پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو اپنی زندگی کی ایک منزل مل گئی اگر مدینہ منورہ کی ہجرت نہ ہوتی تو اصل منزل اور منتہا گویا مولانا کی زندگی کا یہی ہے۔ اسی وجہ سے مولانا نے یہاں بارہ سال کا طویل دورانیہ گزارا اور افادے واستفادے کا حق ادا کرنے کے ساتھ گزرا۔ جس کی کچھ تفصیل ذیل میں ہے۔ دار العلوم میں آتے ہی آپ نے اپنے آپ کو علمی کاموں میں لگا دیا۔ تدریس میں بھی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ اس کے علاوہ مفتی اعظم صاحب سے استفادے کی صورت بھی بنائی۔ جس کی ترتیب یہ

---

[1] جو کہ اس وقت جامعہ دار العلوم کراچی کے مدرس تھے بعد میں جامعہ فاروقیہ کے نام سے اپنا مدرسہ قائم فرمایا اور تا حال اس کے مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر ہیں۔

ہوئی کہ مفتی صاحب کی جوہر شناس طبیعت نے آپ کو اپنے ساتھ دار الافتاء میں بھی لگایا جس سے فقہ کا اجراء، مسائل کا استحضار و استخراج یا دوسرے لفظوں میں فقہ اور فتوے کا ذوق اور فن حاصل ہوا۔ خود مولانا فرماتے تھے:

''اللہ جل شانہ کا احسان عظیم ہے کہ مجھے مفتی اعظم رحمہ اللہ تک پہنچا دیا اور ان کے زیر سایہ افتاء کی خدمت انجام دینے کا موقع نصیب فرمایا اور مفتی کے لیے جس ذمہ داری، احتیاط، وسعت نظری، اور عوام کی مزاج شناسی کی ضرورت ہے اس کے بارے میں خوب تربیت ملی۔'' (یادگار صالحین ص ۶۷)

مولانا نے اس عبارت کے آخری خط کشیدہ جملے میں نہایت جامعیت اور اختصار کے ساتھ ایک مفتی کی ذمہ داریوں کو بیان فرما دیا ہے۔ واقعتاً یہی وہ چیزیں ہیں جو ایک مفتی کے لیے ناگزیر ہیں ان میں سے اگر ایک بات بھی ناقص ہو تو افتاء کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور درحقیقت یہی وہ اوصاف اور امتیازی خصوصیات ہیں جو ایک عام عالم کو مفتی سے جدا کرتی ہیں۔ سب سے پہلی بات ذمہ داری کا احساس ہے کہ کسی مسئلے میں رائے دینا یا مسئلہ بتانا کتنا ذمہ داری اور بوجھ کا کام ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین رحمہم اللہ اور سلف صالحین ہمیشہ مسئلہ بتانے سے پہلو تہی کرتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی اور یہ بوجھ اپنے سر لے لے۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ سائل ایک آدمی سے چل کر گھومتے پھرتے پھر پہلے آدمی کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ جب ذمہ داری اتنی زیادہ ہے تو ظاہر ہے اس وادی میں قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان کے بہکاوے یا نفس کے ورغلانے یا کسی خارجی پراپیگنڈے اور تاثر میں آ کر فتوے میں فرق پڑ جائے...... پھر ان دونوں صفتوں کے ساتھ ساتھ نظر کی وسعت بھی چاہیے۔

نظر کی وسعت کے دو پہلو ہیں (۱) ایک بالغ نظری سلامت فکر، دور اندیشی اور (۲) دوسرے مطالعہ کی وسعت، مسائل کا استحضار اور کثرت جزئیات کا حفظ وغیرہ تاکہ قیاس کرنے میں ٹھوکر نہ کھائے۔ مولانا نے وسعت نظری کے لفظ میں دونوں باتوں کو ہی سمیٹ دیا ہے۔ پھر مفتی کا تعلق چونکہ عوام سے ہوتا ہے اور عوام تو پھر ہر طرح کے ہوتے ہیں کوئی مخلص، کوئی چکر باز، کوئی نادان اور کوئی سمجھ دار۔ اب یہ ذمہ داری مفتی کی ہے کہ ان کے ہاتھ میں کھلونا بن کر نہ رہ جائے اور ان کے تابع ہو کر فتویٰ نہ دے۔ مولانا نے حضرت مفتی صاحب کی صحبت سے یہ تمام باتیں باقاعدہ نہ صرف سیکھیں بلکہ ان کو عملاً اپنایا بھی۔ چنانچہ مولانا شمس الحق صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''اگر کوئی مستفتی طلاق کے مسئلے میں قابل اطمینان بات نہ کرتا اور مشکوک و مشتبہ تحریر پر اپنے حق میں فتویٰ کا خواہش مند ہوتا تو اس وقت مولانا کا غیظ و غضب دیدنی ہوا کرتا تھا اور اس وقت دار الافتاء میں بس مولانا ہی کی آواز گونجتی تھی۔'' (یادگار صالحین ۷۱)

یہاں موقع کی مناسبت سے اگرچہ قدرے تطویل کا موجب تو ہے مگر ایک بات ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ''میرے والد میرے شیخ'' میں حضرت مفتی صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ والد صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے: فتویٰ اور فقاہت صرف جزئیات یاد کر لینے یا کتابیں پڑھ لینے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مزاج اور ذوق کا نام ہے جو کسی کامل کی تربیت اور صحبت میں رہ کر طویل دور ایسے تک کام کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب آگے لکھتے ہیں ایک آدھ دفعہ عرض

کیا کہ حضرت وہ کیا چیزیں ہیں جو ویسے حاصل نہیں ہوتیں؟ حضرت نے فرمایا اگر وہ چیزیں الفاظ میں آ سکتی ہوتیں تو ان کے لیے کسی ماہر کے پاس رہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

یہی وجہ ہے کہ علماء کے ہاں پہلے بھی اور آج بھی مفتی وہ ہے جس کے بارے میں اس کے بڑے اہل علم یہ کہہ دیں کہ یہ فتوے کا اہل ہے۔ صرف تخصص کر لینے یا ایک آدھ سال تمرین و فتوی نویسی کی مشق سے یہ چیز حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ عالم کی سند جیسے علم کی ضمانت نہیں بلکہ آٹھ سال کتب پڑھنے کی تصدیق ہے ایسے ہی تخصص کی سند بھی دو تین سالہ نصاب پورا کرنے کا وثیقہ ہے فتوے کی اہلیت کی مہر اور ضمانت نہیں۔ ظاہر ہے مولانا عاشق الٰہی صاحب جیسے ذہین مدرس اور چالیس سال کی ذمہ دارانہ عمر کے حامل آدمی کو بھی جو چیز سیکھنے اور حاصل کرنے میں دس بارہ سال کا عرصہ درکار ہو تو ماشما کیا ہیں؟

پھر مولانا کی تربیت کا یہ دورانیہ ایسے نہیں کہ رسمی سے کام اور تعلق پر مشتمل ہو بلکہ یہ مکمل کام اور ہمہ وقتی محنت کا دورانیہ تھا۔ اس دوران مولانا نے کن موڑوں پر کیسے تربیت حاصل کی اور مفتی صاحب نے کیا کیا اصلاحیں اور اصول وضوابط ارشاد فرمائے، اس کی تفصیل معلوم ہو جائے تو کیا کہنے لیکن اتنی بات معلوم ہے کہ مولانا نے اپنے آپ کو اس کام میں کھپا دیا تھا، تبھی تو دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوا تھا۔ چنانچہ ابن المصنف لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں دار الافتاء میں کرتہ اتار کر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ رات کو بیٹھے ہوئے بڑی لگن سے لکھ رہے تھے، اتنے میں حضرت مفتی شفیع صاحب تشریف لے آئے فتاویٰ نویسی میں انہماک دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ہاں مولوی صاحب کام تو ایسے ہی ہوتا ہے۔" (یادگار صالحین ۶۸)

اس تربیت اور حق استفادہ کی انتہا کی بدولت ہی مولانا کو مفتی شفیع صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہما اللہ جیسے ماہر مفتی حضرات نے اجازت حدیث کے ساتھ ساتھ باقاعدہ فتویٰ نویسی اور افتاء کی بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ (دیکھیے یادگار صالحین ۶۷)

مدرسے سے مخلصانہ تعلق:

عام طور سے خصوصاً موجودہ دور میں مدرسین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے بس جو سبق ذمے لگا ہو پڑھا دیا جائے۔ باقی یہ کہ مدرسے میں کیا ہے کہیں کوئی فائدے کی بات ہے یا نقصان ہو رہا ہے اس کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ یہ رویہ اگرچہ ہر لحاظ سے قابل تنقید بھی نہیں بلکہ بہت دفعہ مفید اور قابل تقلید بھی ہے لیکن اگر آدمی اپنی شخصیت اور اخلاص سے کسی جگہ مقام بنا سکے یا دوسرے لفظوں میں اس کی بات مؤثر ہو سکے تو اس کے لیے اس رویے سے اجتناب کرنا ہی عزیمت ہوگا۔ مولانا نے دار العلوم کے قیام کے دوران اپنے آپ کو اس طرز عمل کا ہی پابند بنائے رکھا اور دار العلوم کے مفاد کو اپنا مفاد اور دار العلوم کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے رہے۔ بارہ سالہ قیام میں اس کی مثالیں تو بہت ہوں گی مگر ہم سر دست سوانح سے ایک آدھ مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن المصنف لکھتے ہیں:

"دار العلوم کراچی کے قیام کے دوران کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ تند و تیز ہوا بھی

چل رہی تھی۔ استقبالیہ کے قریب ایک جامن کا درخت لگا ہوا تھا جو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے لگوایا تھا جو ابھی زیادہ مضبوط نہیں ہوا تھا ہوا کی شدت کی وجہ سے اس کے گر جانے کا خطرہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے (اس خطرے سے) کھڑکی کھولی کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت والد صاحب اس درخت کو پکڑے کھڑے ہیں کہ کہیں یہ درخت گر نہ جائے بارش میں بھیگ رہے ہیں، ہوا کی شدت برداشت کر رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ یہ ماجرا دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور اس کا ذکر دار العلوم کے بعض اساتذہ سے فرمایا۔'' (یادگار صالحین ۶۹)

آج کل کے ہمارے جیسے مدرسین کے لیے شاید یہ واقعہ کتنا عجیب ہو اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ جانے اس پر کیا کیا تبصرے ہوں اور اگر خود سے ذہن میں اس جیسا کام کرنے کا داعیہ یا ہلکا سا سوال پیدا ہو تو اس کے جواب میں نہ جانے کتنے کڑے سوالات اور فلسفے سامنے آئیں۔ مثلاً ہم نے تنخواہ اس بات کی تھوڑی لی ہے کہ اندھیری رات میں مینہ تلے کھڑے رہ کر درخت تھامے رہیں، ہم مدرس ہیں نوکر تھوڑی ہیں جو چاپلوسی کرتے پھریں۔ اور ایسے کام تو بے چارے وہ مدرس کرتے جن کی نوکری داؤ پر ہو، آتا جاتا کچھ نہ ہو، ہم تو تیس مار خان مدرس ہیں ہم مدرسے کی مجبوری ہیں مدرسہ ہماری مجبوری نہیں۔ زمین خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست وغیرہ وغیرہ اور نہ جانے کتنے طاغوتی ہتھکنڈے پلک جھپکتے آ کر گزر جاتے ہیں۔ مگر یہاں تو معاملہ دوسرا تھا۔ متعدد مقبول کتابوں کا مصنف، چالیس سال سے زیادہ عمر، طویل تدریسی تجربہ اور فتویٰ نویسی کا دم چھلہ بھی ساتھ میں۔ اس کے باوجود یہ کام اور استاذ کی منشا پہچاننا یہ یقیناً تب ہی ہو سکتا ہے جب دماغ سے علم کے ساتھ ساتھ پنپنے والا انانیت کا متعفن کیڑا مر چکا ہو۔ چنانچہ یہ واقعہ جہاں مولانا کی مدرسے کے ساتھ جذباتی وابستگی اور تعلق کی مثال ہے وہیں بے نفسی، قناعت، اور تواضع وانکساری کا بھی واضح نمونہ ہے۔ مولانا کی اسی للّٰہیت فنائیت اور اخلاص ہی کا ثمرہ تھا کہ ارباب دار العلوم بھی آپ کی قدر کرتے تھے۔ اور آپ کی کڑوی کسیلی کو ہنس کر برداشت کرتے تھے۔ مولانا شمس الحق صاحب لکھتے ہیں:

''مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ جب ہر ماہ مشاہرہ وصول کرنے آتے اور مکتب کی ماہانہ رپورٹ بھی اپنے ساتھ لاتے تو اس وقت ان کو کوتاہیوں پر مواخذہ کرتے ہوئے مولانا کا جلال نمایاں نظر آتا تھا، مگر یہ سب کچھ چونکہ اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس لیے مولانا کے مزاج شناس اس کی وجہ سے بد دل نہیں ہوتے تھے۔'' (یادگار ص ۱۷۱)

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مولانا جب دار العلوم کو اپنا سمجھتے تھے تو ارباب دار العلوم نے بھی اس کی خوب قدر دانی کی اور ان کو بھرپور اپنائیت دی۔ مولانا جب مدینہ منورہ کی ہجرت پر روانہ ہوئے تو مفتی شفیع صاحب نے فرمایا:

''ایسے لگتا ہے جیسے ہمارے گھر کا کوئی آدمی چلا گیا۔''

اور پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ ارباب اہتمام نے تاحیات کا آپ کی اعزازی ملازمت اور دار العلوم سے تدریس کا تعلق باقی رکھا اور اس دور اپنے کو طویل رخصت شمار کیا۔ اور دار العلوم کراچی کا جب دستار فضیلت کا بڑا جلسہ ہوا تو اس میں مولانا نے بڑے اہتمام سے شرکت فرمائی۔

ہجرت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

مولانا نے دار العلوم میں بارہ سال کام کیا اور اس کے بعد اپنی دلی خواہش پوری کرنے کا وقت آ گیا یعنی مدینہ کی خاک میں ابدی نیند سو جانے کا خواب۔ اس لحاظ سے دار العلوم بھی آپ کا ایک نشان راہ لگتا ہے منزل نہیں۔ ۱۳۸۴ھ میں آپ پاکستان آئے اور بارہ سال بعد مدینہ منورہ کی مستقل سکونت کی نیت سے چلے یعنی ۱۳۹۲ھ کو یہ سفر پیش آیا۔

مدینہ منورہ کی ہجرت کا سن کر عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ شاید مولانا کے چاہنے والے وہاں ہوں گے انہوں نے آن کی آن میں اقامے وغیرہ کا کام کروادیا ہوگا اور مولانا یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے ہوں گے۔ ہونا تو یوں ہی چاہئے تھا، لیکن واقع میں ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ عاشق صادق نے محبوب تک پہنچنے میں کئی مراحل طے کئے۔ چنانچہ یہاں سے اصلاً مولانا حج کے لیے روانہ ہوئے نیت وعزم پورا تھا کہ حرمین میں ہی ٹھہریں گے مگر ابھی تک صرف حج کا بندوبست تھا۔ وہاں جا کر ظاہری اسباب کے علاوہ عرفات میں عاشق زار کی زاری کام آئی، خوب گڑگڑا کر دعا مانگی۔ اللہ رب العزت نے اقامہ کا انتظام فرما دیا جس کی بھی ایک داستان ہے جو یادگار صالحین میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد اگلا مرحلہ یہ تھا کہ قیام کہاں کریں۔ مدینہ منورہ میں یا مکہ مکرمہ میں؟ اس سلسلے میں اپنے شیخ ومرشد مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمہ اللہ کو لکھا جو کہ پہلے سے مدینہ منورہ کے مہاجر ہو چکے تھے انہوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں قیام رکھو۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔

مولانا کا مدینہ منورہ کا قیام نہایت اہم اور مفید رہا کیونکہ اپنے شیخ کی اتنے طویل عرصے کے بعد صحبت ومعیت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث فرماتے تھے اللہ نے میرا مددگار ومعاون بھیج دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ کے علمی کاموں میں خوب تعاون کیا۔ اس دوران آپ کو یہ خیال ہوا کہ اپنی کتاب مجانی الاثمار شرح معانی الآثار کا کام پایہ تکمیل کو پہنچائیں۔ حضرت شیخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے اور آپ میں یہ وصف خوب ہے اس لیے آپ ایسی تالیفات کی طرف سر دست توجہ دیں۔ معانی الآثار پڑھنے والے تو اور شروح وحواشی سے بھی فائدہ اٹھا لیں گے۔ چنانچہ مولانا نے یہ زمانہ ایسی اصلاحی تالیفات اور مضامین لکھنے میں صرف کیا، جو عوام میں مقبول ہوئیں اور آپ کے لیے یقیناً ذخیرہ آخرت ہیں۔

وفات حسرت آیات:

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا۔

مولانا کی زندگی کی منزل یہی تھی کہ محبوب کے دربار میں جا پڑیں اور ان کے قدموں پہ جان دے دیں۔ اور نہ جانے کب سے یہ تڑپ دل میں موجود تھی۔ مولانا کے بیٹے لکھتے ہیں:

"بندہ کو بخوبی یاد ہے کہ ایک دفعہ بندہ نے عرض کیا کہ فلاں فیملی سعودیہ جا رہی ہے، وہ لوگ فریج بیچ رہے ہیں لہٰذا خرید لیا جائے فرمایا کہ ہمیں تو خود مدینہ منورہ جانا ہے جہاں جھمی جھمی رحمت برستی ہے۔" (یادگار ص ۷۰)

ایک طویل عرصے سے اس بھینی بھینی رحمت کے حصول کے لیے وہ وہاں پہنچ گئے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ امام مالک مدینہ منورہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے اوران کی خواہش تھی کہ یہیں انتقال ہو اس اندیشے سے مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری جگہ انتقال ہو جائے اور خاک مدینہ کا کفن نصیب نہ ہو۔ بعینہٖ یہی حال مولانا کا بھی تھا کہ حرمین سے باہر جانے سے بہت احتیاط کرتے تھے اسی وجہ سے دارالعلوم کے پچیس سالہ جلسے میں آنے میں تردد تھا لیکن اللہ نے آپ کی اس خواہش کو عملی شکل دی آخری سال جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حسب معمول رمضان کے شروع میں عمرہ کیا وہیں پر طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی، دل کا عارضہ پہلے سے لاحق تھا انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل ہوئے اور کچھ عرصے بعد چراغ سحر ایک دفعہ خوب ٹمٹمایا اور طبیعت بحال ہوگئی۔ اس وجہ سے رخصت ملی اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔ وہاں جا کر ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰۰۱ء کو طبیعت میں دوبارہ تغیر ہوا لیکن آخر تک ملنے والوں سے ملاقات فرماتے رہے اوراپنی تالیفات ومضامین کے بارے میں باتیں اور بعض چیزیں املاء فرماتے رہے۔

بالآخر ظہر کی نماز کے قریب یہ عاشق صادق، اپنے عشق کی طویل داستان رقم کرتے ہوئے جس تمنا اور آرزو کو لے کر ربع صدی سے محبوب کے در پر پڑا تھا، وہ تمنا بار آور ہوئی اور محبوب سے اپنے دیار میں ابدی نیند سونے کی اجازت مل گئی اوراس عاشق زار نے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ اور تبسم کے ساتھ جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ یوں نصف صدی سے زائد دین کی خدمت کرنے والے قلم اورزبان ۷۹ سال کی عمر میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ. پاکستان سے عمرہ پر گئے ہوئے متعدد حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اس کے بعد جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ، اولیاء اللہ اور ائمہ کرام کے پہلو میں لیٹنا نصیب ہوا۔

اس موقع پر مولانا خلیل احمد تھانوی نے متعدد تاریخہائے وفات نکالی ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

۱۔ قال جل شانہ قد افلح من تزکی ۱۴۲۲ھ

۲۔ عالم دانا/محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی/انتقال کر گئے۔

۸۴۲ ۹۶۲ ۱۹۷

۲۰۰۱ء

باب دوم

تالیفات اور تحریری خدمات

علم اور قلم کا رشتہ:

انسانیت کے لیے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے جامع نظام اور دستور العمل یعنی اسلام کی سب سے پہلی وحی میں یہ الفاظ شامل تھے:

الذی علم بالقلم وہ کریم رب جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

اس آیت میں اس سرمدی حقیقت کی طرف اشارہ ہی نہیں بلکہ قریب قریب صراحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ علم اور قلم کا رشتہ بہت گہرا ہے۔ جس میں قلم محتاج الیہ اور علم محتاج ہے۔ دوسرے لفظوں میں قلم خادم اور علم مخدوم ہے۔ جیسے خادم کے بغیر مخدوم کا گزران مشکل ہے ایسے ہی قلم کے بغیر علم کا قرار و ثبات اور دوام و پھیلاؤ مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ اہل بصیرت کہتے ہیں "العلم صید و الکتابة قید" علم ایک آزاد پنچھی ہے جو آپ کے پاس آ گیا ہے اب اگر چاہو کہ یہ تمہارے پاس رہ جائے تو اس کے لیے پنجرہ بناؤ مگر یہ پنجرہ لکڑی یا کیل سے نہیں بلکہ صفحہ و قرطاس سے تیار ہوگا۔ اس پنجرے میں علم محفوظ ہو جائے گا۔ ورنہ وہ علم اڑ جائے گا۔ اسی بات کو دوسرے لفظوں میں یوں تعبیر کیا گیا ہے: ما کتب قر و ما حفظ فر یعنی جس بات کو تحریر کی زنجیر سے جکڑ دیا جائے وہ پابند سلاسل ہو کر ٹک جاتی ہے اور جس کو صرف حافظے کے حوالے کر دیا جائے وہ بات، یہ جادہ جا ہو کر اڑن چھو ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علم کے جویان و متلاشیان نے ہمیشہ سے قلم اپنے کان پہ لگا کر رکھی ہے اور علم کو محفوظ کرتے رہے ہیں۔ انہی مساعی اور قلم کی بدولت آج علم کے کتنے خزینے ہیں جو دفینوں میں تبدیل ہونے سے بچ گئے اور اگلی نسلوں کے لیے وہ محفوظ ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر کوفہ میں امام ابوحنیفہ کے افادات، مدینہ میں امام مالک کے افادات ان کے تلامذہ قلم بند نہ کرتے تو ہم کیا، کتاب الآثار اور موطا امام مالک وغیرہ سے واقف ہو سکتے۔ اگر امام شافعی اپنے علم و ادب کے حسین امتزاج کو قلم سے ہم کنار نہ کرتے تو کتاب الام کی شکل میں عظیم فقہی ذخیرہ امت کے علمی سرمائے کا حصہ ہوتا، لیکن ایک طرف جہاں یہ امتنان و احسان کی کیفیت اور فرحت و فخر کے جذبات ہیں وہیں دوسری طرف افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تمام کے تمام اہل علم نے اپنے علوم و

معارف کو منظر عام پر لانے، انہیں محفوظ کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے کما حقہ قلم کی اس نعمت عظیم سے استفادہ نہیں کیا حالانکہ یہ اہل علم خواہ ماضی قریب کے ہوں یا قرون وسطیٰ واولی کے، یقیناً ایسے تھے کہ جن کے اپنے افکار ونظریات اور علوم و معارف یقیناً امت کے لیے ضروری اور مفید تھے۔ اگر یہ محفوظ ہو جاتے تو کتنے عقدے حل ہوتے، کتنی گتھیاں سلجھتیں، اور کتنی تشنگیاں مٹتیں...... مگر علم وقلم کے باہمی رشتے کی کمزوری اور بعد کی وجہ سے جو ہونا چاہیے تھا نہ ہوسکا اور علم کے کتنے خزینے تھے کہ وہ سربمہر دفینوں میں بدل گئے۔

اے بسا آرزو کہ خاک شد

کم حسراتٍ فی بطون المقابر

یہ تو امت یا علمی طبقے کا اجتماعی نقصان ہے اس کے علاوہ قلمی ربط مفقود ہونے میں خود اہلِ علم کا بھی ایک گونہ سوچا جائے تو نقصان ہوا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے

"یلوح الخط فی القرطاس دهرا و کاتبه رمیم فی التراب"

"لکھنے والا چاہے منوں مٹی میں جا کر بے نشان ہو جائے لیکن اس کی تحریر اپنی قوت اور صلاحیت کے بقدر زمین پر زندہ رہتی اور اپنے تحریر کنندہ کے لیے نیک نامی، دعائے مغفرت اور حصول ثواب وغیرہ کا ذریعہ بنی رہتی ہے۔"

خود ہی دیکھ لیا جائے دنیا میں آنے کو کتنے مضبوط اور وسیع المعلومات عالم آئے ہوں گے مگر ہماری واقفیت انہی سے ہے اور ہم خواہی نہ خواہی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بھی انہی لوگوں کے لیے کرتے ہیں جن کے ساتھ ہمارے ربط وتعلق میں قلم کا واسطہ موجود ہے۔ وگرنہ زمانے کی بے رحم تیز رفتاری اور زود نسیانی میں کون کسے یاد رکھتا ہے۔

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو تم وقت کے صفحات پر

نسلِ نو سے اک یہی تو رابطے رہ جائیں گے

علم وقلم کے اس رشتے کے بیان میں ذرا زیادہ ہی طول ہو گیا ہے مگر یہ موضوع ایسا ہے کہ اگر اس سے کچھ زیادہ لکھ کر بھی اہل علم کو یہ احساس دلایا جاسکے تو کاغذ وروشنائی کا ضیاع نہیں ہوگا...... بہر کیف اب ہم زیر بحث موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا کا تصنیفی ذوق:

عام روش کے برخلاف علم وقلم کے اس ربط اور دعوت وابلاغ میں قلم کی اثر اندازی کا ہمارے ممدوح مولانا عاشق صاحب کو پورا پورا احساس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عمر بھر علم وقلم کے اس رشتے کو قائم رکھا اور کثیر تالیفات وتحریرات کی شکل میں اپنی معلومات، اپنے احساسات وجذبات پڑھنے والوں کے لیے محفوظ کر دیئے۔ مولانا کو تحریر کا ذوق شروع ہی سے ملا تھا۔ خود فرماتے ہیں:

"تصنیف وتالیف میرا فطری ذوق ہے، جب میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں پڑھتا تھا اس وقت نوعمری میں ہی جب نفحۃ الیمن اور مفید الطالبین وغیرہ پڑھی جاتی تھیں عربی ادب میں ایک رسالہ یونہی حکایات وغیرہ کو کاٹ پیٹ

کر لکھا تھا۔'' (املائی افادات ص ۳۱)

مولانا جس زمانے کی بات فرمارہے ہیں یہ ۱۳۵۶ یا ۱۳۵۷ کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۳۴۳ میں پیدائش کے لحاظ سے بمشکل تیرہ یا چودہ سال قرار پاتی ہے۔ اس زمانے میں تصنیف اور وہ بھی عربی ادب کی۔ اب وہ تصنیف ہمارے سامنے تو نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ تصنیف زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہوئی تھی یا نہیں، لیکن بہر حال اس عمر میں ایسی کتاب لکھنے کی ہمت کرنا اور تالیف کر دینا یہ یقیناً پختہ فطری ذوق اور سلیقے پر دلالت کرتا ہے۔ اس کتاب کو ہم آپ کی پہلی کتاب قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ کیا ہوا اس بارے میں مولانا خود فرماتے ہیں:

''تصنیف و تالیف کا سلسلہ مظاہر العلوم سہارنپور کے زمانہ طالب علمی (یعنی ۱۳۶۰) میں شروع ہو گیا تھا۔ مدرسہ کے شیخ التجوید والقراءت کی خدمت میں برابر تین سال تک حاضر ہوتا رہا اور اسی حاضری کے دوران بعض کتب تجوید کا حاشیہ لکھا تھا۔'' حضرت الاستاذ قاری محمد سلمان صاحب رحمہ اللہ بہت محبت کرتے تھے۔ اس زمانے میں شاطبیہ کی شرح لکھ رہے تھے، مجھے اس میں شریک رکھتے تھے۔'' (املائی افادات ص ۳۱)

تالیفی تربیت:

یہ بات زمانہ طالب علمی کی ہے مصنف نے یہاں یہ واضح نہیں فرمایا کہ کن کتب کے حواشی لکھے تھے۔ البتہ ابن المصنف کے بقول:

''مظاہر العلوم کے زمانہ قیام میں خلاصۃ البیان اور مقدمہ جزری لکھی۔'' (ص ۱۵۳)

لیکن ان کا پھر کیا بنا یہ نہیں بتایا اور نہ یہ بتایا ہے کہ اپنے استاذ صاحب کے ساتھ تصنیف میں شرکت کی نوعیت کیا تھی۔ تاہم اتنی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس کتاب میں شرکت فن تجوید سکھانے کی غرض سے تو نہیں۔ اس لیے لامحالہ اس دوران شرکت کرانے کا مقصد، استاذ صاحب کا یہ ہوگا کہ مولانا کے اندر تالیف کا فطری جوہر نکھر کر اور سلجھ کر سامنے آئے اس سلسلے میں عین ممکن ہے اصلاح و ترمیم وغیرہ کا عمل بھی ہوتا ہو۔ کوئی واضح صراحت تو نہیں لیکن ان عقلی احتمالات کی بنیاد پر شاید ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کے ذوق تالیف کو سنوارنے اور نکھارنے میں ان کے استاذ التجوید کا کسی قدر ہاتھ ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس کے علاوہ کسی کی نگرانی میں تالیف کا ذکر نہیں ملتا، ہاں آخر عمر میں حضرت شیخ الحدیث کی نگرانی میں کام کا تذکرہ ہے لیکن وہ زمانہ پختگی کے بعد کا ہے۔ وہاں علمی استفادہ تو ممکن ہے مگر تالیفی تربیت کا استفادہ سمجھ میں نہیں آتا۔ واللہ اعلم

یہ تو زمانہ طالب علمی کی بات تھی اس کے بعد فرماتے ہیں:

''جب دورہ پڑھ کر فارغ ہوا تو تیسرے ہی سال (گویا ۱۳۶۴ھ) فضائل صلوۃ و سلام لکھی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی الدر الثمین کا ترجمہ لکھا اور اغلاط العوام مولفہ حکیم الامت قدس سرہ کی اضافات کے ساتھ جدید ترتیب دی۔'' (املائی افادات)

سلیقہ تالیف:

اس اقتباس سے آپ کی تین طرح کی تالیفی مہارتوں کا پتہ چلتا ہے(۱) تالیف (۲) ترجمہ، (۳) ترتیب وتعلیق یعنی ایڈیٹنگ۔ فضائل صلوۃ وسلام کی تالیف کی درثمین کا ترجمہ کیا اور اغلاط العوام کی ایڈیٹنگ کی۔ اسی دور میں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا رخ عوام کے لیے مفید کتابوں کی تالیف واشاعت کی طرف مڑنے لگ گیا تھا...... درثمین اگر چہ بہت حد تک علماء کے کام کی چیز ہے۔ مگر اغلاط العوام میں خالص عوام مخاطب ہیں اور فضائل صلاۃ وسلام کا رخ بھی عام قارئین کی طرف ہی ہے۔ حضرت مصنف کی تالیفی زندگی کی بے ضابطہ ابتداء سولہ سال کی عمر سے ہوئی اور باضابطہ ۲۰، ۲۱ سال کی عمر سے اور اس کے بعد انہوں نے عمر بھر اس مبارک مشغلے کو جاری رکھا خود فرماتے ہیں:

''اس وقت (یعنی ۱۳۶۴ھ) سے برابر تالیف کا سلسلہ جاری ہے، جب کہیں مدرس ہو گیا تو اس کام میں کمی آ گئی اور جب بھی مدرسی چھوڑی تو کتابیں لکھنے کا خوب موقع ملا۔'' (املائی افادات ص ۳۱)

مصنف گری:

مولانا کا یہ تصنیفی ذوق صرف اپنی ذات تک محدود اور لازمی نہیں تھا بلکہ اپنے داعیانہ جذبے کے باعث وہ اسے دوسروں میں منتقل کرنے کا بھی اہتمام اور فکر رکھتے تھے اس لحاظ سے ہم آپ کو مصنف گر کہہ سکتے ہیں۔ مولانا کے ایک متوسل لکھتے ہیں:

''حضرت نے میرے سے پوچھا کوئی تصنیف بھی کرتے ہو یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا ابھی جاؤ۔ اپنی مشکوۃ شریف دی اور روضہ میں جا کر دس حدیثوں کا ترجمہ لکھ کر لاؤ۔ میں ترجمہ لکھ کر لے آیا اس کے بعد اب تک میری بیس کے قریب چھوٹی بڑی تالیفات ہو چکی ہیں۔'' (یادگار صالحین ۷۵۲)

تصانیف کی تعداد:

۱۳۶۷ھ سے تصنیف کی ابتدا ہوئی اور ۱۴۲۲ھ میں مولانا کا انتقال ہوا۔ اور انتقال کے وقت تک آپ کچھ نہ کچھ لکھتے یا لکھواتے ہی رہے۔ اسی طرح آپ کی ۵۸ سالہ زندگی تالیفی زندگی کہی جا سکتی ہے۔ اس دوران آپ نے کتنی تصنیفات وتالیفات چھوڑیں؟ خود مصنف فرماتے ہیں:

''گزشتہ ہفتے اپنی تالیفات کو شمار کیا تو اسی (۸۰) تک تعداد پہنچی۔''

جبکہ مولانا عبدالرحمن کوثر صاحب ابن المصنف نے یادگار صالحین میں جو تعداد دی ہے وہ ۷۱ تالیفات کی ہے اور املائی افادات آخر میں لگی فہرست میں ۷۲ کتابوں کا عدد ہے اور حافظ بشیر احمد صاحب نے مذکورہ کتاب میں اپنی تحریر میں باقاعدہ ۹۲ تالیفات مع نام کے گنوائی ہیں اور انہوں نے اس کے علاوہ مضمون کے شروع میں یہ لکھا ہے:

ایک اندازے کے مطابق چھوٹے بڑے رسائل کو ملا کر دوسو کے قریب تصنیفات وتالیفات کا عدد بتایا جاتا

ہے۔ لیکن بہت کوشش وجستجو کے باوجود ایک سو سے کچھ اوپر کتابوں کا سراغ مل سکا، جس کی وجہ یہ رہی کہ آپ کی جو تصانیف ہندوستان یا سعودی عرب میں طبع ہوئی ہیں ان تک رسائی حاصل کرنا ہمارے بس سے فی الحال باہر ہے۔" (یادگار صالحین ۹۰۶)

اس طرح ہمارے سامنے آپ کی کتابوں کی یہ تعدادیں آتی ہیں۔ ۸۰، ۷۲، ۷۱، ۹۲، ۱۰۲، ۲۰۰۔ ان سب میں مرکزی حیثیت ۸۰ کو حاصل ہے کیونکہ خود مصنف کا بیان ۸۰ کا ہے مگر یہ تعداد حتمی اور ۹۲ اور ۱۰۲ کے ساتھ معارض نہیں کیونکہ یہ بیان ۱۴۱۲ھ کا ہے، جس کے بعد حضرت المصنف تقریباً دس سال زندہ رہے۔ اس دوران ممکن ہے بارہ یا بیس کتابیں اور تالیف فرمائی ہوں..... لہٰذا ان تین اعداد میں تو آسانی تطبیق ممکن ہے۔ البتہ ۷۱، اور ۷۲ کی تعداد مصنف کی خود ذکر کردہ ۸۰ کی تعداد سے میل نہیں کھاتی۔ مصنف خود ۸۰ کی تعداد بتائیں اور پھر دس سال مزید لکھتے لکھاتے رہے ہوں۔ اس کے باوجود جب تعداد گنی جائے تو وہ ۷۱ یا ۷۲ ہو یہ بظاہر سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے وہ تالیفات بھی شمار کی ہوں گی جو بالکل ابتدائی زمانے اور زمانہ طالب علمی میں لکھی تھیں۔ لیکن بعد کو شمار کرنے والوں کی رسائی ان تک نہیں ہوسکی اس لیے تعداد میں یہ تفاوت آیا ہے۔ یہ توجیہ اس لیے بھی قرین قیاس لگتی ہے کہ مصنف کی ان کتابوں کے صریح ذکر سے بعد کی فہارس خالی ہیں۔ واللہ اعلم

باقی رہا آخری عدد یعنی دوسو اگرچہ ۸۰ کے ساتھ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا کے ضابطے سے عقلاً متصادم نہیں تاہم عادۃ یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کہ دس سال میں ۱۲۰ کتابیں تالیف کی گئی ہوں..... ہاں اگر ۲۰۰ کے عدد میں چھوٹے بڑے رسالے شامل کیے جائیں تو پھر ممکن ہے۔

اس ساری ردوقدح کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کی واقعی وقیع تصانیف کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے اور اگر رسائل ملائے جائیں تو یہ تعداد دوسو تک ہو جائے گی۔ آپ کی کتابوں میں تقریباً گیارہ کتابوں کے انگریزی زبان میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مضامین جو مختلف ماہناموں میں لکھے تھے ان کی تعداد حافظ بشیر صاحب کے حساب کے مطابق ۱۵۲ ہے۔ لیکن ان مضامین میں سے سب سے پرانا مضمون ۱۳۸۷ھ کا ہے جبکہ مصنف کی عمر ۴۴ سال تھی، اس سے پہلے اس سیال قلم نے کیا کچھ نہ لکھا ہوگا اندازہ کرنا مشکل نہیں اس لیے اس تعداد کو مصنف کے مضامین کی حقیقی تعداد کی ترجمانی سمجھنا مشکل ہے۔

کمیت یا کیفیت:

یہ تو مولانا کی کتابوں کی کمیت کے حوالے سے بات تھی جو سوانح نگاری کی حیثیت سے جتنی ضروری تھی کردی گئی ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اعمال کی کمیت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ کیفیت کو دیکھا جاتا ہے۔ اگر اس پہلو سے دیکھیں تو ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ ہی نہیں کہ جس سے ہم آپ کی کتابوں کو گن یا تول سکیں۔ کیونکہ اول تو یہ کہ کسی تحریر کا خدا کے ہاں کیا مقام ہے یہ کسی فرد بشر کے معلوم کرنے کی چیز نہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں اسباب کے درجے میں حضرت کی تالیفات نے کیا کیا اثرات مرتب کیے کتنی وسعت حاصل کی اس کا اندازہ بھی ہماری بساط سے باہر ہے۔ ہاں کچھ جھلکے ہیں جن سے ہم کچھ اندازہ قائم کر سکتے ہیں کہ ایک بے سروسامان زمیندار

راجپوت کے بیٹے کے قلم سے خدا نے کیا کیا کام لیے ہیں۔ وہ جملے یہ ہیں:

عالم اسلام کی معروف و معتبر شخصیت حضرت الاستاذ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اللہ نے ان کے جملوں میں بہت برکت عطا فرمائی ہے ان کی بعض کتابیں لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاص کے ساتھ دین کا درد عطا فرمایا ہے، اس لیے ان کی باتیں دل پر اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مصنفین کو حاصل ہوتا ہے۔ (یادگار ص ۶۴۱)

حضرت مفتی صاحب کا یہ تاثر اور تعداد کا اندازہ آج سے تقریباً دس سال پہلے کا ہے۔ اب تک یہ مقبولیت اور یہ تعداد کہاں تک جا پہنچی ہوگی اور آنے والے وقتوں میں کہاں تک پہنچے گی؟ کون اندازہ کر سکتا ہے۔ آپ کی صرف ایک کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' جناب کلیم صدیقی صاحب جو ہندوستان میں ہندوؤں میں تبلیغ اسلام میں بڑے معجزانہ طریقے سے کام کر رہے ہیں اور بلاشبہ ان کے ہاتھ پر ہزاروں ہندو مشرف بااسلام ہوئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

''یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے رفقاء کے ذریعے مشرف بااسلام ہونے والے ایسے لوگوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوگئی ہوگی جو صرف ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کتاب کو پڑھ کر مشرف بالاسلام ہوئے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ (یادگار ص ۷۶۰)

مولانا کی یہ بات آج سے کافی سال پہلے کی رپورٹ پر مشتمل ہے اس کے بعد سے نہ جانے کتنے لوگ اس کتاب سے مستفید ہوئے ہوں گے۔ اور آج بھی ہو رہے ہیں اور آئندہ نہ جانے کب تک ہوتے رہیں...... یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

یہ کچھ جھلکیاں اس تاثیر، اثر اور پھیلاؤ کی ہیں جس کو ہم نے حضرت مصنف کی تالیفات کی کیفیت کے نام سے یاد کیا ہے حقیقت یہ ہے اس ساری بات اور کیفیت کا تعلق للّٰہیت، اخلاص اور مقبولیت خداوندی سے ہے جس کے ماپنے اور شمار کرنے کا پیمانہ ہمارے پاس نہیں۔

کتب کی فہرست:

ذیل میں مولانا کی کتابوں کی ایک قدرے طویل فہرست دی جارہی ہے کتابوں کے نام صفحات اور طبعات کا ذکر بھی موجود ہے۔ فہرست موضوعات کے اعتبار سے ہونے کے ساتھ ساتھ حروف تہجی کی ترتیب پر بھی مشتمل ہے۔

تفسیر:

۱۔ ارشاد الطالبین من کلام رب العالمین صفحات ۱۵۴

۲۔ انوار البیان فی اسرار القرآن

۳۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ: (حوالہ اکابر علماء دیوبند صفحات ۵۱۸)

تجوید:

۴۔ التحفة المرضية شرح مقدمة الجزرية (المعروف شرح جزری)

۵۔ خلاصة البیان فی تجوید القرآن: مؤلفہ مولانا ضیاء الدین احمد آبادی، شرح مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

حدیث:

۶۔ اخلاقی چہل حدیث (حوالہ اکابر علماء دیوبند ص ۸۱۹)

۷۔ اصلاحی چہل حدیث (حوالہ اکابر علماء دیوبند ص ۸۱۹)

۸۔ إنعام الباری شرح اشعار البخاری، اشاعت اول شعبان ۱۳۹۸ھ صفحات ۱۳۲

۹۔ تبھیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی (عربی) حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸

۱۰۔ جواھر الحدیث (پندرہ چہل حدیثوں کا مجموعہ)

۱۱۔ روضة الأحباب مما جاء عن النبی ﷺ من الأدعیة و الآداب. (عربی)

۱۲۔ زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین (عربی)

۱۳۔ شرح اربعین نووی (عربی متن مع شرح اردو) تالیف امام نووی رحمہ اللہ، اردو شرح مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ، تقریظ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

۱۴۔ گلشن حدیث (حوالہ اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۹)

۱۵۔ مجانی الأثمار شرح معانی الآثار (جلد اول کتاب الطہارۃ)

۱۶۔ العناقید الغالیة من الأسانید العالیة

سیرت:

۱۷۔ سیرت سرورِ کونین

سوانح:

۱۸۔ آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے ۱۹۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیاں ۲۰۔ اصحاب صفہ

۲۱۔ الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم ابی حنیفة النعمان (عربی) تالیف: مفتی شہاب الدین (الحجاز) تعلیق: الشیخ مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔

۲۲۔ المواھب الشریفه فی مناقب الإمام ابی حنیفه رحمہ اللہ (عربی)

۲۳۔ امت مسلمہ کی مائیں: ادارۃ المعارف کراچی، صفحات ۷۶ (تقریظ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی و حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ)

۲۴۔تبییض الصحیفة بمناقب الامام ابی حنیفة للسیوطی رحمہ اللہ ،تقدیم، مولانا عبدالرشید نعمانی، تحقیق مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی نمبر)

۲۵۔تکملۃ الاعتدال فی مراتب الرجال، مکتبہ دار العلوم کراچی، شوال ۱۳۹۷ھ طبع اول، صفحات ۷۹ (تقریظ: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ)

۲۶۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸)

۲۷۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۸)

۲۸۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (حوالہ: اکابر علماء دیوبند ص ۵۱۹)

۲۹۔سوانح عمری جامع شریعت وطریقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ صفحات: ۵۰۶۔

۳۰۔سیرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، کتب خانہ مظہری کراچی، صفحات ۴۸۔

۳۱۔سیرت حضرت معاذ، ادارہ اسلامیات لاہور۔

۳۲۔فضائل صحابہ کرام اور ان کے باہمی اختلاف کی حیثیت، دار الاشاعت کراچی، صفحات ۱۲۸۔

فقہ:

۳۴۔آسان نماز، مکتبہ صدیقیہ، اٹک، صفحات ۲۴ (تقریظ حضرت مفتی اعظم تحریر کردہ ۷رجب ۱۳۹۲ھ)

۳۵۔آئینہ نماز، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور، صفحات ۱۲۸

۳۶۔احکام نماز، دار التصنیف والاشاعت، لاہور، صفحات ۲۰۸

۳۷۔التسہیل الضروری لمسائل القدوری (فی فقہ الامام الاعظم ابوحنیفۃ رحمہ اللہ) (عربی)

(الف) اس کتاب کو ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے "بنیادی فقہی احکام" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔

(ب) مولانا حافظ مسعود احمد ملتانی صاحب نے "الفلاح الضروری" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے، جس کو مکتبہ حقانیہ ملتان نے اگست ۲۰۰۱ء میں طبع کیا ہے، صفحات: ۵۱۲۔

۳۸۔ارکان اسلام، دار الاشاعت کراچی۔

۳۹۔تجارت کے ضروری احکام (مع امانت وخیانت وحقوق العباد کی فکر کیجیے) (معاشرت ومعاملات سے متعلق ۱۰۳ اہم مسائل) مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد، صفحات ۹۸۔

۴۰۔شرعی پردہ، مکتبہ دینیات بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ، صفحات ۱۵۲۔

۴۱۔شرعی حدود وقصاص　　۴۲۔طریقہ حج وعمرہ　　۴۳۔طریقہ نماز

۴۴۔فتاویٰ عاشقیہ (زیر طبع)　　۴۵۔کتاب الحج　　۴۶۔نماز حنفی (مکمل ومترجم)

۴۷۔نماز کی کتاب ۴۸۔نماز کے فضائل و مسائل (مع طریقہ نماز چالیس دعائیں)
۴۹۔وصیت اور میراث کے احکام

ایمانیات:

۵۰۔احوال برزخ ۵۱۔القادیانیہ ماہی؟ (عربی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان
۵۲۔حالاتِ جہنم ۵۳۔خدا کی جنت
۵۴۔شیاطین سے حفاظت ۵۵۔فضائل علم

اصلاحیات:

۵۶۔آدابِ محبت ۵۷۔اخلاص نیت
۵۸۔اسلامی آداب (مدارس کے طلبہ اور عوام الناس کے لیے)
۵۹۔اسلامی اخلاق وآداب ۶۰۔اسلامی نام ۶۱۔اصلاحی مقالات (۱۴ مقالات کا مجموعہ)
۶۲۔اقوام عالم کو دعوت فکر ۶۳۔اکرام المسلمین ۶۴۔اوصاف مؤمن
۶۵۔ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے ۶۶۔بریلوی علماء کے لیے لمحہ فکر
۶۷۔تبلیغی واصلاحی مضامین (کل سات جلد)، (پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم)
۶۸۔تحفۃ المسلمین (کامل ۲ جلد)
۶۹۔تحفہ خواتین (پیش لفظ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی) ۷۰۔ترقی
۷۱۔تعلیم المسلمین ۷۲۔جامع الاخلاق
۷۳۔حصن حصین، تالیف علامہ جزری رحمہ اللہ، اردو ترجمہ وتشریح، مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری
۷۴۔حق کی پکار ۷۵۔حقوق الوالدین ۷۶۔حیلے اور بہانے
۷۷۔چھ باتیں ۷۸۔خواتین اسلام سے آنحضرت ﷺ کی باتیں
۷۹۔داڑھی ۸۰۔دعوت حق ۸۱۔ذکر الٰہی
۸۲۔رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں (مع رسالہ نصائح رسول کریم ﷺ)
۸۳۔زبان کی حفاظت ۸۴۔شیعہ مذہب ۸۵۔قادیانیوں کا چہرہ۔ان کے اصل آئینہ میں
۸۶۔کامیابی ۸۷۔کسب حلال وادائے حقوق ۸۸۔گناہوں کی فہرست
۸۹۔مسلم خواتین کے لیے بیس سبق ۹۰۔مسنون دعائیں

۹۱۔مصیبتوں کا علاج ۹۲۔ملت اسلامیہ کے مطالبات ۹۳۔وصایا امام اعظم رحمہ اللہ

جن کتب کے انگریزی تراجم ہو چکے ہیں:

۱۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ۲۔اقوام عالم کو دعوت فکر ۳۔امت کی مائیں
۴۔تحفۂ خواتین ۵۔چھ باتیں ۶۔حقوق الوالدین
۷۔شرح اربعین نووی ۸۔کتاب الایمان ۹۔کتاب العمرہ
۱۰۔مرنے کے بعد کیا ہوگا ۱۱۔تفسیر انوار البیان (۹ جلد)

مختلف مضامین:

ان کے علاوہ جو مضامین رسالوں میں چھپے ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں:

(۱)منکرات رمضان (۲)حصن حصین (کتاب کا تعارف) (۳)بوہری جماعت کے بارے میں معلومات (۴)مباہلہ کیا ہے (۵)تفسیر عثمانی میں طباعت کی غلطی (۶)امانت وخیانت کے اقسام واحکام (۷)جنسی ہوس پرستی کی عالمی تحریک (قاہرہ کانفرنس) (۸)اجتہاد اور تجدید دین (۹)مذہب کی ضرورت اور فائدہ (۱۰)تصاویر کا شرعی حکم (۱۱)ارباب اقتدار کے نام (۱۲)تمام اصحاب مذاہب غور کریں (۱۳)ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ (۱۴)مظلوم داڑھی اور ظالم پتلون (۱۵)ڈاکٹریٹ کا فتنہ اور علماء کرام سے بیزاری (۱۶)ہمارے عربی مدارس (۱۷)نام نہاد مجتہدین کے نام (۱۸)اسلامی نظام کیوں؟ (۱۹)جہاد اسلامی کا مفہوم (۲۰)غیر مقلدین کا حال اور ان سے ضروری سوال (۲۱)مدارس کے نصاب ونظام کے بارے میں (۲۲)طالبان کو شاباش (۲۳)تکفیر روافض پر چند شبہات کا ازالہ (۲۴)جہاد کے ساتھ علم کی ضرورت (۲۵)تعلیم وتفقہ کی ضرورت۔ (۲۶)امام شاطبی وغیرہ (ماخوذ یادگار صالحین ص ۹۱۵ تا ص ۹۲۴)

ان عنوانات سے حضرت مصنف کی مسلکی پختگی، تصلب، وسعت نظر، اسلام کا درد اور حالات کے تجزیہ، جیسے اوصاف نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ مضامین بذات خود ہمارے سامنے نہیں۔ ورنہ اور بہتر طریقے سے کوئی رائے قائم کی جاسکتی تھی۔ تاہم عنوانات سے ہی جو کچھ معلوم ہورہا ہے وہ بھی کافی ہے۔

***

باب سوم

خصوصیات وامتیازات

ویسے تو عقلی ضابطہ یہ ہے کہ کسی کے ذاتی حالات کسی دوسرے کے لیے من حیث الذات مفید نہیں ہوتے۔ اس لیے ہر کس و ناکس کے حالات ہوتے تو ضرور ہیں مگر لکھے اور پڑھے نہیں جاتے بلکہ حالات بڑے لوگوں کے لکھے اور پڑھے جاتے ہیں کیونکہ حالات من حیث الحالات مقصود نہیں ہوتے بلکہ بڑے لوگوں کی زندگیوں کے اصل اوصاف مطلوب ہوتے ہیں تاکہ پڑھنے اور سننے والے کی زندگی میں بھی ان کا اثر آئے۔ صراط الذین انعمت علیھم سے دعا سکھانے کا مقصد یہی ہے۔ پھر یوں تو بڑے لوگوں کی زندگی کا ہر پہلو ہی بڑا ہوتا ہے اور ان کا ہر قدم اور عمل ہی امتیاز اور خصوصیت کے اوصاف سے متصف اور چھوٹوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتا ہے مگر پھر بھی کچھ صفات ایسی ہوتی ہیں جن کے اثرات اور نتائج قدرتی طور سے بعض لوگوں میں زیادہ ظاہر ہوتے ہیں ان صفات کو ان حضرات کی خصوصیات وامتیازات کہا جاسکتا ہے اور کسی شخصیت کی نسبت اسے متعین طور سے بیان بھی کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں کیف ما اتفق بغیر کسی عقلی ترتیب اور وجہ ترجیح وتقدیم کے مولانا کی چند ایسی ہی خصوصیات اور صفات بیان کی جائیں گی۔

۱۔ فقہ وفتویٰ:

دنیا میں کسی منزل تک پہنچنے کے لیے کہتے ہیں دو ہی چیزیں ضروری ہیں (۱) صلاحیت وطلب (۲) مناسب راہنمائی اور تربیت آج حضرت مولانا کے نام کا جز مفتی بنا ہوا ہے۔ لیکن یہ شروع میں نہیں تھا بلکہ آپ نے ایک طویل زمانہ تدریس میں گزارا اس کے بعد صلاحیت وطلب کی تو کمی نہیں تھی مگر مرد کامل کی صحبت میسر نہیں آئی تھی اور جب وہ آئی تو فتوے جیسی نازک علمی ذمہ داری کا مرحلہ بھی سر ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

> ''میں تو برسہا برس مدرس ہی تھا، پھر مفتی شفیع صاحب نے اپنے مدرسے دارالعلوم طلب فرمایا۔ تین چار سال تک تو صرف تدریس ہی کا کام کرتا رہا پھر جب ایک سال حضرت موصوف بیمار ہوگئے تو احقر کو حکم دیا کہ فتاویٰ لکھا کرو میں نے اس سے پہلے فتاویٰ لکھے تھے نہ کام سیکھا تھا۔ ان کا فرمانا ہی بہت بڑی دعا کا کام دے گیا۔''

(املائی افادات ص ۳۲)

فتویٰ نویسی کی یہ ذمہ داری عارضی یا تھوڑے عرصے کے لیے نہیں تھی بلکہ خود بقول مولانا:

''پورے شرح صدر کے ساتھ آٹھ نو سال تک فتاویٰ لکھتا رہا۔(املاء ص۳۲)

فتوے کا کام بذات خود بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کے لیے حزم واحتیاط کے علاوہ بکثرت کتب فقہ کی مراجعت اور صبح وشام کی مغز ماری کرنی پڑتی ہے اور اس میں ایک طرف خوف خدا اور خشیت الٰہی کا کوڑا سر پہ لٹک رہا ہوتا ہے کہ اگر مسئلہ بتانے میں کوتاہی ہوگئی تو وعید کا استحقاق نہ ہو جائے اور دوسری طرف فتویٰ تحریری شکل میں ہر پڑھ ان پڑھ کے پاس جاتا ہے۔ اور کوئی بھی اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ فتوے میں کوتاہی کرنے سے خوف خدا مانع نہ بھی ہو تو زبان خلق کی شمشیر بے نیام کا کھٹکا بھی کم نہیں......اس لحاظ سے فتویٰ نویسی بذات خود ایک نازک، مشکل اور ذمہ داری کا کام ہے لیکن پھر یہ کام ایسے شخص کے پاس کرنا جو کہ خود نصف صدی سے زائد فقہ وفتویٰ کے کام کو اوڑھنا وبچھونا بنائے رہا ہو۔ یعنی مفتی محمد شفیع صاحب جیسے آدمی کے سامنے فتویٰ لکھنا یقیناً دوہری ذمہ داری کا کام ہے۔ جو حضرات تربیت فتویٰ نویسی سے واقف ہیں وہی اس موقع پر اندازہ کر سکتے ہیں کہ مولانا کے ان الفاظ:

''کہ پورے شرح صدر کے ساتھ آٹھ نو سال تک فتاویٰ لکھتا رہا۔''

کا پس منظر کیا ہو سکتا ہے یعنی فتوے کے کام کو اس نہج پر کرنے کے لیے کتنی ذاتی صلاحیت کتنی محنت اور کتنی تربیت چاہیے اس کا اندازہ واقفان حال ہی لگا سکتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مولانا نے تربیت اور صلاحیت کو اس حد تک بڑھایا کہ اکثر اور عام حالات کے فتاویٰ میں آپ ہی کے آخری دستخطوں سے فتویٰ جاری ہوتا تھا۔ اور بقول ان کے صرف:

''جو فتاویٰ غیر ملکوں میں جانے والے ہوتے تھے حضرت موصوف (مفتی شفیع صاحب) کی خدمت میں پیش کر کے ان پر دستخط لیتا تھا۔''

نو سال تک فتویٰ نویسی اور تربیت کا یہ حال ہو تو پھر جو آگے مصنف نے فرمایا ہے وہ بجا ہے۔ فرماتے ہیں:

''(اس طرح) کئی سال تک دار الافتاء میرے ہی حوالے رہا۔''(املائی افادات ص۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اگرچہ فتوے کی باقاعدہ تربیت تو اپنے والد صاحب ہی سے لی تھی تاہم ان کے ابتدائی بے شمار فتاویٰ پر تائیدی دستخط مولانا کے موجود ہیں۔ (دیکھیے فتاوی عثمانی) اور یہ غالباً اسی دور کی بات ہوگی جس میں دار الافتاء کے کرتا دھرتا آپ ہی تھے۔

مولانا نے اس دور میں کس طرح تفصیلی تربیت کے مراحل طے کیے؟ یہ معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو یہ فتویٰ نویسی کی تربیت لینے والے لوگوں کے لیے بڑے کام کی چیز ہوگی۔ بہر حال ایک جگہ انتہائی جامعیت اور اختصار کے ساتھ فرمایا ہے:

''اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ مجھے مفتی اعظم رحمہ اللہ تک پہنچا دیا اور ان کے زیر سایہ افتاء کی خدمت انجام دینے کا موقع نصیب فرمایا اور مفتی کے لیے جس ذمہ اور احتیاط کی اور وسعت نظری کی اور عوام کی مزاج شناسی کی ضرورت ہے اس کے بارے میں خوب تربیت ملی۔''(یادگار صالحین ٦٧)

اس حوالے سے کچھ چیزوں کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے ملاحظہ فرمائیے ''حالات'' کا باب۔

مسئلہ بتانے میں احتیاط:

عام طور سے علماء اور بعض فتوی سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی سوال کا جواب دینے میں عجلت سے کام لیتے ہیں حالانکہ یہ بڑی بے احتیاطی اور دین میں مجازفت (اٹکل پچو لگانا) ہے۔ مگر محتاط اہل علم ہمیشہ خود بھی اور اپنے شاگردوں کو بھی اس عادت بد سے گریز اور مکمل اجتناب کی باقاعدہ تربیت دیتے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ان کو جواب نہ دینا سکھاتے ہیں۔ یعنی اصول یہ ہوتا ہے کہ جو مسئلہ کسی بڑے عالم سے سنا ہو یا خود معتبر کتاب میں پڑھا ہو اور نصف النہار کے سورج کی طرح حافظے میں محفوظ ہو اس کو تو بتایا جائے ورنہ اپنی علمیت اور بھرم کی پرواہ کیے بغیر کہہ دیا جائے ''لا ادری'' مجھے معلوم نہیں۔ مولانا کی فقہی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہتے تھے ابن المصنف لکھتے ہیں:

> ''حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ فتویٰ دینے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے جو مسئلہ مستحضر (ذہن میں حاضر) نہ ہوتا تھا تو بلا تحقیق سائل کو جواب نہ دیتے تھے بلکہ مسئلہ کا مراجعہ کتاب میں کر کے پھر جواب عنایت فرماتے تھے۔'' (۹۴)

حالانکہ خود تربیت فقہی تو دیکھ ہی چکے ہیں اس کے علاوہ آپ کے ذوق کے حوالے سے ابن مصنف لکھتے ہیں:

> ''والد صاحب کا حافظہ بہت عمدہ تھا اور تفقہ فی الدین کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ مسائل کے کلیات و جزئیات کا استحضار رہتا تھا۔'' (یادگار صالحین ۲۱۶)

حافظہ عمدہ ہونے کا واقعتاً اقرار کرنا پڑے گا مشکوٰۃ جیسی کتاب جن کو نوک زبان ہو اور ایک مجلس میں مضامین پر مضامین املاء کرواتے جاتے ہوں حافظے میں کیا کسر ہوگی اس کے باوجود اپنے آپ پر اعتماد نہ کرتے ہوئے سائل کو فوراً جواب نہیں دیا جا رہا۔ پھر صرف حافظے کی بات نہیں خود فقاہت اور استنباط و استخراج کی صلاحیت اور دین کی مزاج شناسی کا وصف بھی حاصل تھا یعنی اگر قیاس کرنے کی بابت وسوسہ آئے تو اسباب پورے ہیں اس کے باوجود جو مسئلہ اچھی طرح واضح نہیں اس کے لیے سائل کو صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ ابھی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ آپ کے فقہی عبور اور مہارت کا یہ حال تھا کہ آپ کی توجہ دلانے اور تحقیق سے حضرت مفتی اعظم مفتی شفیع صاحب اور مولانا یوسف بنوری صاحب اور مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات نے متعدد مسائل میں اپنی رائے سے رجوع فرمایا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ جب ایسے ایسے حضرات کا یہ حال ہو تو آج کل کے ہم فضلاء و مفتی تو یقیناً خطرے کی سرحد پر کھڑے ہیں جو صرف اپنا بھرم رکھنے کے لیے صریح غلط یا کم از کم گول مول کر کے سائل کو فی الوقت ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں اگر یوں ہے تو یوں ہے۔ ''اصل میں'' ''صورتیں مختلف ہیں'' وغیرہ جیسے شیطانی وساوسی جملے بول کر صاف ''لا ادری'' کہنے سے گریزپا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعبیر میں احتیاط:

حضرت مصنف صرف مسئلہ بتانے نہ بتانے کے حوالے سے ہی احتیاط نہ کرتے تھے بلکہ مسائل کی تعبیر اور کسی بات پر کوئی حکم یا لفظ

کا اطلاق کرنے کے حوالے سے بھی محتاط تھے یعنی جو چیز جس پائے کی ہے اسے اسی تک محدود رکھا جائے۔ابن المصنف لکھتے ہیں:

''فرمایا کسی چیز کو سنت قرار دینے کے لیے حدیث سے اس کا ثبوت لازمی ہے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ثبوت حدیث سے نہیں ہوتا، لیکن بہت سے اہل علم بھی بلا تحقیق ان کو سنت لکھ دیتے ہیں۔'' (یادگار صالحین ۴۸۰)

مفتی کی ذمہ داریاں:

مفتی کی ذمہ داریوں میں صرف مسئلہ بتانا نہیں بلکہ حالات پر نظر رکھنا، سوالات کے مضمرات کو سمجھنا بھی اس کی ذمہ داری میں داخل ہے اور اگر جواب میں کوتاہی ہو تو فتوے کے غلط استعمال کی ذمہ داری سے بھی مفتی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ مولانا انہیں ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک صاحب علم کو لکھتے ہیں:

''احقر کے نزدیک ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ سائل کیوں پوچھ رہا ہے اور جواب سے کیا نتیجہ نکالے گا اور اگر یہ (سائل) صحیح معنی میں ہی لے گا اور صحیح طریقے پر ہی استعمال کرے گا تو جن لوگوں کے سامنے جواب پہنچے گا وہ اس کا کیا مطلب سمجھیں گے اور کیا اثر لیں گے اور زمانہ کا ماحول بھی دیکھنا چاہیے لوگ مفتی کو اپنے مقصد کے لیے استعمال تو نہیں کر رہے اور اس چیز کے شائع ہونے کا کیا نتیجہ نکلے گا'' (یادگار)

آگے ایک ضابطے کی شکل میں فرماتے ہیں:

''اول تو ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں، دوسرے لکھ کر دینا ضروری نہیں اور لکھ کر بھی دیا تو اسے شائع کر دینا مناسب ہے یا نہیں یہ بھی دیکھنے کی بات ہے۔ یہ خیال کرنا کہ ہم (مفتی حضرات) تو صرف جواب دینے کے ذمہ دار ہیں آگے لوگ جانیں کیا کریں گے۔ یہ الدین النصیحۃ کے خلاف ہے۔'' (یادگار ص ۹۳۴/ص ۹۳۵)

انوار الفتاویٰ:

مولانا نے جامعہ دار العلوم کراچی میں جیسا کہ پیچھے بیان ہوا فتویٰ نویسی کی ابتدا کی اور آٹھ نو سال تک مسلسل فتاویٰ لکھے اس کے بعد مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی اور وہاں چھبیس سالہ قیام میں دیگر علمی و عملی مصروفیات کے ساتھ ساتھ فقہ و فتویٰ کا یہ کام مزاج و طبیعت کا حصہ بن کر جاری رہا۔ بقول ابن المصنف:

''حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں رہ کر ایسا ذوق اور مناسبت پیدا ہوئی کہ راتوں کو بارہ بارہ بجے تک دار الافتاء میں سائلین کی طرف سے وارد ہونے والے استفتاءات کے جوابات لکھواتے رہتے تھے، بعض تلامذہ کو ساتھ بٹھا لیتے تھے اور املاء فرماتے رہتے تھے اور شاگرد لکھتے رہتے تھے۔'' (یادگار ص ۶۷)

کام سے ذوق مناسبت اور دل لگی کا حال یہ تھا پھر یہ حال آخر دم تک جاری رہا۔ چنانچہ اپنی تصنیفات میں ضمناً بہت سے شرعی مسائل لکھنے کے علاوہ مستقل سوالات کے اور حضرت کے بالمشافہ ٹیلی فون پر اور لکھ کر جواب دیتے تھے۔ اگر یہ سارے جوابات

تحریری شکل میں اکٹھے ہو جائیں تو بہت بڑا کام ہو مگر بسا آرزو کہ آرزو ماند بقول ابن المصنف:

آپ کی پینتیس سالہ فتویٰ نویسی کے دور میں صرف قیام دار العلوم کے آٹھ سالہ فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ رہ سکا، جو کہ ادارۃ القرآن سے انوار الفتاوی کے نام سے شائع ہونا باقی ہے۔'' (یادگار ص۶۷۹ بتغیر)

(۲) دعوت وتبلیغ:

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ یعنی جو ذمہ داریاں انبیاء کی ہیں وہی علماء کی بھی اپنی اپنی استعداد وصلاحیت کے موافق ہوں گی۔ انبیاء کی ذمہ داریوں میں سب سے اہم اور بنیادی ذمہ داری دعوت حق کی ہوتی ہے یعنی جو لوگ خدا سے ناواقف ہیں کہ یا تو سرے سے جانتے ہی نہیں یا جانتے اور مانتے ہیں تو غلط سلط ان کے سامنے اصل حقیقت اور تصور خدا پیش کرنا۔ مولانا کے اندر دعوت وتبلیغ کا یہ جذبہ فطری طور سے موجود تھا یہی جذبہ سہارنپور کے زمانہ طالب علمی میں آپ کو اپنے دور کے داعی اعظم مولانا محمد الیاس صاحب موسس وبانی جماعت تبلیغ کی خدمت میں لے گیا اور یہ مناسبت اور تعلق خاصا زیادہ ہو گیا اور آپ چھٹیوں کے زمانے میں ان کے پاس چلے جایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''مظاہر العلوم کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہو گئی زمانہ تعطیل میں ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ انہیں تو ہر شخص کو جماعت میں لگانے کا خاص ذوق تھا۔ مجھ سے بھی فرمایا کہ تمہیں جماعت میں سات چلے دینے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں تو کتابیں لکھوں گا یہ سن کر فرمایا پہلے سات چلے دینا پھر کتابیں ہی لکھنا۔''

سات چلے تو حضرت مصنف نہ دے پائے نہ جانے وجہ کیا تھی؟ البتہ جماعت سے مناسبت اور کام سے لگاؤ اور حمایت اور جماعت کے کام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اور دفاع عمر بھر جاری رہا۔ بستی نظام الدین کے مدرسے میں تدریس بھی کی اور مکمل ایک سال دعوتی کاموں میں گزارا اور اس میں بقول ابن المصنف:

''روز وشب دعوتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا دعوتی مضامین بھی لکھے کئی دعوتی کتابیں بھی تالیف فرمائیں...... جن میں سے چھ باتیں بہت مشہور ومعروف کتاب ہے۔'' (یادگار صالحین ص۶۲۴)

چھ باتیں سے مراد وہی چھ نمبر، کلمہ، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، اور دعوت وتبلیغ ہے۔ جو جماعت تبلیغ میں آج بھی نصاب بیان ودعوت ہے۔

اس کے علاوہ اگر حضرت المصنف کی تالیفات اور ان کے اسلوب کو دیکھیں تو اس میں نظام الدین کے قیام کے زمانے کا اثر نمایاں ہے کیونکہ آپ کی اکثر تصانیف اصلاحی دعوتی اور ناصحانہ انداز میں عوام سے مخاطب ہو کر لکھی گئی ہیں۔ چونکہ مولانا الیاس صاحب نے آپ کو کتابوں کے لکھنے کا کہا بھی تھا اور تربیت میں بھی رہے تھے اور آج تک تبلیغی احباب میں آپ کی تالیفات کی مقبولیت بھی ہے جیسے مسنون دعائیں وغیرہ۔ اس لحاظ سے اگر مصنف کی دعوتی اور اصلاحی کتابوں اور تالیفات کو مولانا الیاس

صاحب کی زبان اور تبلیغ کی ہی قلمی ترجمانی کے نام سے یاد کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ خصوصاً جب کہ آپ مرید باوفا بھی ایسے شیخ کے ہیں جو تبلیغ کے لیے علمی مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب قدس سرہ اور پیچھے شاید گزر چکا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے متعدد تالیفات آپ سے کہہ کر لکھوائیں اور خاص طور سے عوام کے لیے۔

آپ کے اسی قلبی لگاؤ اور تعلق کا اثر تھا کہ آپ نے عمر بھر من حیث المجموع جماعت تبلیغ اور اس کے حضرات کی حمایت اور دفاع جاری رکھا۔ جزوی اصلاح اور ترمیم یا کوتاہی پر تنبیہ تو ہر ادارے ہر جماعت کے لیے ضروری ہے البتہ غالب خیر ہونے کی وجہ سے تبلیغ کی حمایت ونصرت کو آپ اپنے شیخ کی طرح اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ برطانیہ کے ایک صاحب جو پہلے جماعت سے منسلک تھے پھر کسی وجہ سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے جماعت کے خلاف لکھا تو حضرت نے ان کو اپنے ایک تفصیلی مکتوب میں اپنے جلالی انداز میں تنبیہ کی۔ لکھتے ہیں:

> ''آپ نے یہ تو فرما دیا کہ تبلیغی جماعت والے حضرات سلف سے دور ہیں...... آپ کے اندر سلف کی کون سی روایات اور ہدایات موجود ہیں؟ آپ کو لفظ سلف کا مطلب بھی معلوم ہے یا نہیں؟
>
> آپ نے لکھا ہے کہ جماعت والوں کا یہ طریقہ ہے کہ ''سنو سب کی اور کرو اپنی'' یہ طریقہ ان کا ٹھیک ہے۔ ان کے اندر علماء موجود ہیں، وہ ان کے مشوروں سے کام کرتے ہیں آپ کا مشورہ کیوں قبول کریں۔ اگر وہ جاہل نفس پرست معترضین کی باتوں پر توجہ دیتے تو ان کا کام کیسے آگے بڑھتا؟'' (یادگار صالحین)

آگے نفس مسئلہ پر معقول اور دیانت دارانہ رائے دینے کے ساتھ اصلاح کا طریقہ سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تبلیغی جماعت والوں میں بلاشبہ خامیاں بھی ہیں ان خامیوں کی اصلاح اس طرح کرنی چاہیے کہ افراد کو الگ الگ سمجھایا جائے۔ خامیوں کو اچھالنے اور چھاپنے کا طریقہ حکمت وموعظت کے خلاف ہے آپ کا ڈھنگ اصلاح کا نہیں، دشمنی کے پھپھولے پھوڑنے کا ہے۔'' (ص ۹۲۸)

دیگر دعوتی سرگرمیاں:

جماعت تبلیغ کی مروجہ دعوتی شکل کے علاوہ آپ نے دیگر کئی طرح کی دعوتی سرگرمیوں میں بھی اپنے آپ کو منسلک رکھا اور اس طریقے سے آپ اپنے اندر اٹھنے والے اس داعیے کی تسکین کا سامان فراہم کرتے رہے۔ اسی سلسلے کا حضرت المصنف کی زندگی کا یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ نے ایک دفعہ دنیا بھر کے مقتدر لوگوں میں سے بہت سے لوگوں کو دعوت اسلام کے لیے خط لکھے۔ ان میں سے بعض کے جوابات بھی آئے۔

حضرت المصنف کا یہ کارنامہ بہت سے محتاط اور معقولیت کے دعوے دار لوگوں کو ممکن ہے دیوانگی یا کم از کم دائرہ معقول سے بڑھا ہوا اقدام محسوس ہو کہ اس کا کیا فائدہ ہونا تھا یہ فضول کام ہے ایسے کون مانتا ہے، وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب احساسات ایسے فرزانوں کے ہیں جن کے حساب سود وزیاں کی ساری تگ ودتاز عقل کی خشک رگوں تک محدود ہے۔ لیکن جو لوگ کسی کام کی لگن اور تڑپ میں حد سے

بڑھ جاتے ہیں اور وہ قلب سے سوچنے اور فیصلہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے معیار اور ہیں ......اعتراض کرنے والوں کے خیال میں مکی زندگی کی دعوتی کاوشیں اور طائف کے سفر میں تین سرداروں سے یکے بعد دیگر ایسی توقعات باندھنا بھی ممکن ہے سبز خیالی ہو......اعاذنا اللہ منہ۔

کلیم صدیقی صاحب کی تحریک سے لگاؤ:

بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر تقسیم کے وقت مسلمان اتنی بڑی تعداد میں پاکستان نہ آتے اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر رہتے اور وہاں علماء اور قابل عوام دعوتی سرگرمیاں جاری رکھتے تو برصغیر کی مذہبی آبادی کا نقشہ اب تک کچھ اور ہوتا اور نتیجتاً آدھے کے قریب ہندو مسلمان ہو چکے ہوتے ......اور برصغیر کی دوتہائی اکثریت مسلمان آبادی پر مشتمل ہوتی۔ یہ بات عام حالات میں تو ایک ہوائی خیال ہی معلوم ہوتا ہے مگر کچھ واقعات دیکھ کر اس خیال کو حقیقت باور کرنے کو بے ساختہ جی چاہنے لگتا ہے۔

انہی واقعات میں سے ایک واقعہ صرف واقعہ ہی نہیں بلکہ حقیقت وہ دعوتی تحریک بھی ہے جو جناب کلیم اللہ صدیقی صاحب (مدظلہ) نے ہندوستان میں برپا کر رکھی ہے۔ اور جس کی بدولت اب تک ہزاروں کی تعداد میں ہندو اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ جناب کلیم صدیقی صاحب، مولانا علی میاں، (ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ) کے خلیفہ ہیں اور اللہ کی طرف سے ہی آپ کو یہ ملکہ اور جوہر ودیعت کیا گیا ہے کہ تھوڑی دیر کی گفتگو میں ان کی جان کے دشمن اور قاتل مسلمان ہو کر آنسو بہانے لگتے ہیں۔ بابری مسجد کی شہادت میں شریک اول دستے کے تین ہندو لڑکے جنہوں نے سب سے پہلی کدال مسجد پر چلائی تھی ان میں سے دو لڑکے انہی کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار کارگزاریاں اور واقعات ہیں جو ہندوستان ہی کے مختلف رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔

مولانا کو جب اس تحریک کا علم ہوا تو بہت مسرت ہوئی اور گویا ایسے لگا جیسے یہ تو میرے دل کی آواز تھی اور میرا خواب تھا جو حقیقت کا روپ دھار رہا ہے۔ پاکستان کے رسالوں میں مولانا نے اس تحریک کا بڑے بھرپور انداز میں تعارف کرایا ان کی مدح و ستائش کا کام کیا اور کلیم صاحب سے خط و کتابت فرمائی۔ مولانا تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان کو خط لکھتے رہتے تھے اور ان کے حالات کی یوں خبر گیری رکھتے تھے جیسے اپنی آل اولاد کی تفصیلات و حالات معلوم کیے جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ مولانا کے ان خطوط سے ہوتا ہے جو صدیقی صاحب کو لکھے ہیں یہ تعلق رسمی تعلق سے بڑھ کر قلبی لگاؤ میں بدل چکا تھا۔ چنانچہ اگر مولانا صدیقی کی طرف سے خط کا جواب آنے میں تاخیر ہوتی تو بڑے قلق و بے چینی کا اظہار فرماتے ان کو اپنی کتابیں ارسال فرماتے مضامین دیتے اور مشورے عنایت فرماتے۔

کند ہم جنس با جنس پرواز　　　کبوتر با کبوتر، باز با باز

عربی میں کہتے ہیں الجنس یمیل الی الجنس ...... یہ میلان بھی اسی نوعیت کا تھا اور اس میلان میں جنس اور قدر مشترک وہ دعوتی جذبہ، تڑپ اور لگن تھی جو ایک عالم ہونے کی حیثیت سے آپ میں تھی۔

وقت کی قدر و قیمت:

عربی زبان کا ایک مقولہ ہے "الوقت سیف فاقطعه و إلا قطعك" جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ وقت ایک ایسی تلوار ہے جو تمہارے سر پر سونتی کھڑی ہے اب یا تو تم آگے بڑھو اور اس تلوار کو قابو کر وا سے ختم کر دو ورنہ یہ تلوار لگ کر تمہارا کام تمام کر دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وقت کا دھارا تیز رفتار بے رحم اور بے مروت ہے وہ کسی کا انتظار نہیں کرتا کہ میں ذرا ٹھہر جاؤں اور کسی کو دوبارہ موقع دے دوں۔ ایک لمحہ جو زندگی کا گزر گیا وہ اب کبھی بھی واپس نہیں آ سکتا...... اور جو کام اس میں کیا جا سکتا تھا وہ کام اب کبھی نہیں ہو سکتا، اور اس طریقے سے درحقیقت آپ اپنی محدود زندگی میں جتنے کام کر سکتے تھے ان میں سے ایک کام اب نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ہر لمحہ یا تو خسارے میں جا رہا ہے جب اسے لایعنی اور فارغ گزار دیا جائے، یا پھر نفع میں ہے کہ جب اس میں کوئی دنیا وآخرت کے اعتبار سے مفید کام کر لیا جائے۔

بڑے لوگوں کی اگر زندگیاں دیکھیں جو بے تحاشا کام کرتے ہیں تو اس میں راز یہی ہے کہ وہ لوگ اپنی زندگی کا ایک لمحہ تک بھی ضائع نہیں کرتے۔ حضرت مولانا بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے وقت کی قدر و قیمت کو پہچانا اور اسے کام میں لائے۔ آپ کا یہ طرز عمل بڑا بن جانے یا بزرگی کا اثر نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا اول روز سے احساس تھا۔ آپ کے ایک ہم درس ساتھی لکھتے ہیں:

> "ہمارے مولانا عاشق الٰہی خاموش طبع تھے، ان کی اسی خاموشی کی وجہ سے مجھ جیسا بکواسی طالب علم انہیں صوفی ہی کہتا تھا۔ جو کسی طرح بھی خلاف واقعہ نہیں تھا، وہ نہایت پڑھا کو قسم کے طالب علم تھے انہیں کسی وقت فضولیات و لغویات میں شاید کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔" (یادگار صالحین ۲۴۷)

مولانا وقت کی ناپ تول بھی رکھتے تھے ایک دفعہ فرمایا:

> "رات دن کے ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں ان میں عام طور سے تجارت یا سروس اور محنت مزدوری میں ۸ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ باقی ۱۶ گھنٹے کہاں جاتے ہیں؟ ان میں مجموعی حیثیت سے ۲-۳ گھنٹے نماز کے اور کھانے کے۔ باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔" (یادگار صالحین ۱۳۶)

مولانا کے اندر اسی احساس وقت کا اثر تھا کہ آپ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح وہ کام میں آ جائے۔ عام طور سے شادیوں کی دعوت میں وقت بے انتہا ضائع ہوتا ہے مولانا کے لیے وہ وقت بھی فارغ گزارنا بار تھا، اس دوران قلم کاغذ لے کر کچھ لکھنے لکھانے کا سلسلہ بنا لیتے اسی طرح ہوائی جہاز کی پرواز میں مضمون املاء کروا دیا۔ حج کے موقع پر منیٰ وعرفات میں بھی علمی مشغلہ جاری رکھا...... اگر کسی وقت میں لکھنا پڑھنا ممکن ہوتا تو وہ کرتے ورنہ تلاوت قرآن کرتے اور قرآن سناتے۔ ورنہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، سچی بات یہ ہے کہ مسلمان کے لیے اگر ذکر اللہ کی عادت بنا لے تو وقت کے ضیاع کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور نہ ہی وساوس شیطان کا اندیشہ رہے کہ خانہ خالی را دیو می گیرد، مولانا کی زندگی کے عام حالات اور

دنوں میں وقت کی قدر و اہمیت کا جو انداز تھا وہ تو ہے ہی۔ حیرت کی انتہاء تو اس وقت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے مرض الموت میں دل کی تکلیف میں مبتلا ہیں، انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں ہیں اور اس وقت بھی یہی مشغلے ہیں کہ یا تو مضمون کی املاء و افادہ، یا پھر تلاوت قرآن، ورنہ یاد خداوندی۔ سچ ہے تموتون کما تحیون، ''جیسے زندگی گزارو گے ایسے ہی موت آئے گی اور جیسے موت آئے گی ویسے ہی حشر ہوگا۔''

بے تکلفی وسادگی:

حضرت مولانا اتنے سارے علمی وعملی کمالات کے باوجود اپنے رہن سہن لباس، بود و باش اور وضع قطع کے لحاظ سے بے حد سادہ زندگی گزارتے تھے۔ نہ زرق برق لباس، نہ لمبا چوڑا جبہ نہ بھاری بھرکم عمامہ، نہ چمک دار عینک، نہ کڑھائی والی اچکن نہ منقش عصا وغیرہ، بلکہ بقول ابن المصنف:

> ''ہمیشہ سفید لباس پہنتے تھے۔ شلوار کرتہ اور سادہ ٹوپی سب سفید ہوتی تھی، رنگ دار لباس کبھی نہیں پہنتے تھے البتہ گھر میں رنگ دار لنگی پہن لیتے تھے۔ اکثر نماز پڑھنے کے لیے اسی لنگی کو مصلیٰ بنا لیتے تھے۔''

اور جوتے کے بارے میں معمول بلکہ ایک زریں اصول یہ تھا:

> ''ہمیشہ ہوائی چپل استعمال فرماتے تھے، کوئی اور جوتا پہننے کا معمول نہ تھا۔ فرماتے: وہ کیا جوتا ہے جس کے سامنے جھکنا پڑے۔'' (ص ۲۱۰)

آگے ابن المصنف ہی رقم طراز ہیں:

> ''حضرت والد صاحب کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کتب خانہ میں بیٹھنے کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں بنائی تھی۔ جب تشریف لاتے تو جہاں جی چاہا بیٹھ گئے اور ایک دو تکیوں پر کتابیں رکھ لیں ...... تصنیف و تالیف میں اکثر بنیان پہن کر ننگے سر مصروفیت رہتی مگر جب کوئی حدیث کی کتاب پڑھانی ہوتی تو پھر ادب کی وجہ سے فوراً کرتہ پہن لیتے اور ٹوپی اوڑھ لیتے۔'' (ص ۲۱۱)

بے تکلفی کی یہ حالت صرف اپنے گھر کے کتب خانے تک محدود نہ تھی بلکہ دار العلوم کے دار الافتاء میں رات کو بیٹھ کر قمیص اتار کر فتویٰ نویسی میں مشغول تھے کہ مفتی شفیع صاحب تشریف لائے اور انہماک دیکھ کر فرمایا ''ہاں بھائی! کام تو ایسے ہی ہوتا ہے۔'' حضرت نے ایک موقع پر قمیص الٹی پہن لی کسی نے توجہ دلائی تو خوب ناخوب کے احساس سے بالاتر ہو کر فرمانے لگے:

''میاں عاشقی میں سب چلتا ہے۔''

آپ کی یہ سادگی اور پرتکلف چیزوں سے احتراز صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ احباب اور متعلقین کو بھی اس کی طرف مختلف پیراؤں میں متوجہ فرماتے رہتے تھے۔ ایک معتقد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے گھر میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے، میں تولیہ لے کر آگے بڑھا تو دیکھ کر فرمایا ''یہ سب ایسے ہی ہے۔'' یعنی یہ تکلفات ہیں جن کا حقیقی اور پرسکون زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

وہ صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت کا یہ جملہ دل پر ایسا لگا کہ گویا اپنی ضروریات اور اشیاءِ زندگی کا ایکسرے ہو گیا۔ گھر میں گیا تو تقریباً ہر چیز ایسے ہی لگنے لگی۔'' (یادگار صالحین)

ظرافت وخوش طبعی:

آپ کی تحریرات یا مختلف واقعات و حالات خاص طور سے اصلاحی وارشادی پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے عام تاثر یہ ہوتا کہ شاید آپ کی شخصیت خشک مزاج، ترش رو اور ہر وقت غصے سے بھری رہتی ہوگی۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ یہ ترش مزاجی یا زجر و توبیخ آپ کی ذات یا شخصیت کا حصہ نہیں تھا بلکہ موافق سنت نبویہ یہ غصہ یا جلال صرف خدا کی نافرمانی اور شریعت سے انحراف کو دیکھتے ہوئے ہوتا تھا۔ اور اس وقت واقعی آپ کا غصہ دیدنی ہوتا تھا۔ مگر آپ کی طبیعت یا مزاج میں یہ چیز شامل نہ تھی بلکہ بقول ابن المصنف:

حضرت والد صاحب کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی کبھی کبھی مہمانوں کے ساتھ بہت ہی خوش طبعی اور دل لگی کی باتیں فرماتے جس سے پوری مجلس (کشت) زعفران بن جاتی تھی۔'' (یادگار ص ۲۱۱)

صرفی چٹکلے:

آپ کی یہی ظرافت ایک دوسرے میدان یعنی علمی دائرہ کار میں بھی ظاہری ہوتی تھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

اہل کمال کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ غیر مفید اور بظاہر معمولی کی چیزوں سے بھی مفید اور غیر معمولی نکات اور نتائج پیدا کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ کا مردہ بکری سے عبرت کا پہلو دنیا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ مولانا نے اسی طرح گفتگو کے روزمرہ کے الفاظ سے صرف کے صیغے تشکیل دیئے بلکہ یہ راستہ اور ذوق دیا۔ ابن المصنف لکھتے ہیں:

''والد صاحب رحمہ اللہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ اردو کے عام بول چال کے الفاظ عربی علم الصرف کے صیغوں میں بے تکلف بدل کر محفل خوشگوار بنا دیتے تھے۔ مثلاً ایک شخص ملنے آیا اس نے کالی ٹوپی پہن رکھی تھی والد صاحب نے فرمایا میں سمجھا اس نے ٹوپی نہیں پہنی مگر یہ تو مٹوپ (اسم مفعول یعنی ٹوپی پہنا ہوا) ہی نکلا۔''

(۱) مرغی اسم فاعل اور مرغا اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ ان کے حروف اصلی جاننے کے لیے قاموس باب الواو والیاء و فصل الراء کا مطالعہ کیجیے۔

(۲) شاہی کا ایک معنی تو وہی ہے جو شاہ کی طرف منسوب ہے اہل عرب آج کل چائے کے لیے یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں یہ شہی یشہی کا اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور قاض اور رام کی طرح یا حذف ہو کر تنوین بھی آ سکتی ہے۔

(۳) اب شاہین کو لے لو۔ شاہین کا ایک معنی تو مشہور ہے یعنی فارسی میں باز کو کہتے ہیں اور دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ شاہ کی طرف نسبت ہو جیسے بہترین کم ترین۔ اور تیسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ شاہ کی جمع ہو جیسے قاض سے قاضین اور راع سے راعین۔

(۴) لفظ مشین شان یشین سے مبیع کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہو سکتا ہے۔

(۵) کبھی فرماتے ثماثر رباعی مجرد ہے۔

(۶) آلو جمع مذکر کا صیغہ ہے آل یؤل سے

(۷) لائن (قطار) لان یلین سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

کسی علم و فن یا کام کا مرتبہ کمال تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اسے اپنی ساری فکری تگ و تاز کا محور اور اپنی دھن بنا لیا جائے۔ دوران تعلیم خاص طور سے صرف پڑھتے ہوئے پاک و ہند میں اساتذہ اپنے طلبہ کو ایسے ہی ماحول میں لاتے ہیں کہ تم ہر طرف صرف ہی صرف دیکھو۔ ہر چیز کا صیغہ بناؤ، ہفت اقسام دیکھو، قانون لگاؤ۔ تعلیل دیکھو، گردان بناؤ...... کتا، بلی گائے تک کے الفاظ بھی ایسے طلبہ کے لیے صرف کے صیغوں کی تختہ مشق بنتے ہیں۔ مقصد اس سے قواعد کا راسخ استحضار اور اجراء ہوتا ہے..... حضرت المصنف کی یہ ظرافت اور صرفی چٹکلے اسی پس منظر میں ہیں۔ اور یقیناً طلباء کے لیے بڑے کام کی چیز ہیں۔ اس لیے ذکر کر دیئے گئے۔

زہد و ورع اور تقویٰ:

حدیث شریف میں ہے "حب الدنيا راس كل خطيئة" دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ اور "راس الحكمة مخافة الله" اور خوف خداوندی حکمت کا سرچشمہ ہے۔ بڑے لوگ بڑے بنتے ہیں تو انہی اوصاف کی بدولت کہ اول تو ان کے دل سے دنیا کی محبت، مال کی اہمیت اور قدر و منزلت نکل جاتی ہے۔ ان کو سب مال دولت مٹی ہی نظر آتا ہے کوئی پڑی مٹی اور کوئی کھڑی مٹی۔ ایک طرف یہ حال ہوتا ہے اور دوسری طرف اللہ کا خوف اور استحضار ہر وقت ہوتا ہے اس لیے ایسے حضرات کی زندگی کا ایک ایک قدم بڑا پھونک پھونک کر رکھا ہوتا ہے۔ حضرت مولانا بھی زہد و تقویٰ کے اسی رتبے پر فائز تھے۔ زندگی کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہات سے احتراز کرتے تھے۔ ابن المصنف لکھتے ہیں:

> "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قاری عبدالمالک صاحب کے ساتھ والد صاحب بعض مکاتب قرآنیہ کا امتحان لینے جا رہے تھے۔ جاتے ہوئے وقت مقررہ پر پہنچنے کی وجہ سے ٹیکسی لینی پڑی۔ واپسی بس کے ذریعے ہوئی جس میں بہت وقت اٹھائی۔ کراچی کی بسوں میں تو رش بہت ہوتا ہے۔ کھڑا بھی ہونا پڑتا ہے۔ قاری عبدالمالک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ٹیکسی لے لیتے۔ فرمایا میں مدرسے کا پیسہ اپنا پیسہ سمجھ کر خرچ کرتا ہوں۔ جاتے وقت چونکہ وقت پر پہنچنا تھا، بس سے جانے میں دیر ہو جاتی۔ طلبہ انتظار میں رہتے، بدرجہ مجبوری ٹیکسی لے لی تھی۔ اب واپسی پر گھر ہی تو جانا ہے کچھ دیر سے پہنچ جائیں گے تو کوئی حرج نہیں۔" (یادگار ص ۶۸)

دیکھنے اور پڑھنے کو تو یہ ایک شاید معمولی سا واقعہ معلوم ہو لیکن اگر ایک لمحے کے لیے آپ خود کو اس جگہ تصور کریں کہ اگر میرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا تو میرا طرز عمل کیا ہوتا۔ ایک طرف بسوں کے دھکے، رش میں پھنسنا وغیرہ ہے اور دوسری طرف ٹیکسی کی گنجائش ہے تو کیا کرتے؟ آخراتنی مشقت برداشت کرنا اور مشقت کو راحت پر ترجیح دینا یقیناً ایک ایسا واقعہ ہے، جس کے پیچھے زہد و ورع کا

بھاری احساس کارفرما ہے۔ بلکہ ایک اور واقعہ آپ کی سوانح کا اس سے بھی بڑھ کر حیران کن ہے جس میں آپ نے اپنے پاس ہدیۃً آنے والے ہزاروں ریال صرف مسئلہ کی تنقیح نہ ہونے کی بنیاد پر واپس فرما دیئے۔

سعودیہ میں درآمدشدہ گوشت سے احتراز:

آپ کی یہی احتیاط اور ورع وتقویٰ ہی تھا کہ آپ کھانے کے معاملے میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے اور خاص طور سے گوشت کے بارے میں جب تک اطمینان نہ ہو کہ صحیح طور سے شرعی طریقے سے ذبح ہوا ہے تب تک نہ کھاتے تھے۔ سعودیہ وغیرہ میں جو گوشت باہر کے ممالک سے درآمد ہوتا ہے اس کے بارے میں عام طور سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ وہ شرعی طریقے سے ذبح نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ مسلمان حکمرانوں کی غفلت اور بعض اباحیت پسند فتاویٰ کے سہارے وہ چل رہا ہوتا ہے اور عوام بھی اسے کچھ پرواہ کیے بغیر کھا رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ عوام تو عوام بعض اہل دل کا یہ مقولہ بھی سننے میں آیا کہ جب ان سے حرم میں ملنے والی مرغی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کچھ مفتی حضرات نہ کھانے کا کہہ رہے ہیں کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا:

"اللہ اپنے گھر میں اتنے لوگوں کو بلا کر حرام تو نہیں کھلائے گا۔"

گویا حرم میں پہنچ جانا ہی کسی چیز کے حلال ہونے کی سند ہوگئی...... **لا حول و لا قوۃ الا باللہ**...... ایسے حالات میں مولانا ایسی مرغیوں اور درآمد شدہ گوشت سے مکمل اور بہت سخت اجتناب کرتے تھے بلکہ بقول ابن المصنف:

> "جن ہوٹلوں میں اس طرح کی برازیلی اور فرانسیسی مرغیاں فروخت ہوتی ہیں ان ہوٹلوں سے روٹی تک نہ خریدتے تھے، ایسے ہوٹلوں میں مرغی کے علاوہ جو سالن بنتے ہیں وہ بھی نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہوٹل والے کی آمدنی مشتبہ ہے اور مرغی کے گوشت والے چمچے ہی سے یہ لوگ دوسرا سالن بھی نکالتے ہیں۔" (یادگار ص ۲۱۹)

حقوق تالیف اور علمی احتکار:

آپ کی علمی دیانت، تقویٰ اور زہد و ورع ہی کا مظہر تھا کہ آپ نے باوجود ہندوستان بھر کے مقبول ترین مصنفوں میں سے ہونے کے اور باوجود بیسیوں ایسی کتابوں کے مؤلف ہونے کے جو آپ کی زندگی میں ہی لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہیں۔ اگر آپ ان کتابوں کے ذریعہ پیسہ کمانا چاہتے تو کیا کچھ نہ کر سکتے تھے آپ کی ایک ایک کتاب پر ناشروں کی زندگیاں بن گئیں مگر آپ نے اپنی کسی تحریر کا ایک پیسہ پائی تک نہ لیا اور مارکیٹ میں اپنی تالیف کے حقوق محفوظ کرنے انہیں بیچنے کو آپ نے کبھی اختیار نہ فرمایا بلکہ آپ کی اس کے بارے میں یہ رائے تھی:

> "کتابوں کا حق طباعت محفوظ لکھنا، انگریزوں کی ترکات سیہ ● میں سے ہے۔ کوئی شخص دینی کتاب لکھے پھر اس پر

---

❶ کوئی بھی تہذیب ہو وہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد مغلوب معاشرے پر اپنے اثرات چھوڑتی ہے۔ یہ اثرات انسانوں کے لیے برے ہوتے ہیں یا اچھے، اس کا انحصار اس پر ہے کہ اس تہذیب کی بنیادوں میں کون سے تصورات موجود ہیں اور اس تہذیب کی بنیاد کن چیزوں پر اٹھائی گئی ہے۔ ع

ماضی قریب میں مغربی تہذیب پروان چڑھی، غالب آئی اور معاشروں پر اپنے اثرات چھوڑنے لگی۔ مغربی تہذیب کے آثار و اثرات خصوصیات ویسے تو متنوع اور بے شمار ہیں مگر مختصراً کلی طور سے انہیں دو بنیادی باتوں میں محدود کیا جاسکتا ہے۔

۱۔اباحیت پسندی جسے ''ہوس'' کا لقب بھی دے سکتے ہیں۔

۲۔لالچ وطمع جسے حرص کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔

انہی دونوں اوصاف کو ذرا سرخی پوڈر لگا کر اور پوشاک پہنا کر آزادی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے کہ ہر آدمی سوچنے میں، چاہنے میں، کچھ کرنے میں، کمانے میں، خرچ کرنے میں کسی بھی قسم کی مذہبی یا اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہے۔ مذکورہ بالا دو بنیادوں میں سے اول الذکر یعنی اباحیت پسندی یا ہوس نے انسانی دنیا کو بے پردگی، عریانی، بے حیائی، فحاشی، زنا اور شراب نوشی جیسے تحفے عنایت کیے اور ثانی الذکر یعنی لالچ وطمع یا حرص نے منظم ہو کر سرمایہ داری کی شکل اختیار کی اور دنیا کے بنیادی تجارتی تصورات میں انقلابی تبدیلیوں کا بیڑا اٹھایا۔ ان میں سے ایک اہم اور بنیادی تبدیلی یہ تھی کہ ہر بات کو مال سے منسلک کیا جائے، ہر چیز کو پیسے سے تولا جائے ہر قدر کو تاجرانہ نظر سے دیکھا جائے۔ ع

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ ضمیر مشرق ہے راہبانہ

چنانچہ ایسے ہی ہوا اور نتیجتاً خرید وفروخت کا یہ دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ ایک ایک بات، حرکت، نام، نشان، شہرت، ساکھ، ادا حتیٰ کہ انداز اور مسکراہٹ تک تلنے اور بکنے لگی۔ وہ چیزیں جن کے متعلق کبھی کسی نے سوچا نہ تھا کہ یہ بھی قابل فروخت ہیں یا ان پر بھی پیسہ کمایا جاسکتا ہے ان پر پورے پورے ادارے اور تجارتیں قائم ہو گئیں۔

جو چیزیں اور اقدار اس تجارتی سیلاب نما انقلاب میں مغرب کی حریصانہ نفسیات کی بھینٹ چڑھیں ان میں سے ایک انتہائی مظلوم چیز ''علم'' بھی ہے۔ علم جیسی مقدس چیز اور مذہبی یا کم از کم اخلاقی قدر و فریضے کو تقدس کی چار دیواری اور شرافت و وقار کے حصار سے نکال کر تجارتی منڈی میں بولی کے لیے رکھ دیا گیا اور اس میراث نبوی اور وصف مومن میں کے چاہنے والوں میں بھی اسی انداز سے سودا بازی ہونے لگی جیسے حسن و جمال کے شیدائیوں اور درا ہم و دنانیر کے غلاموں میں ہوتی ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بقول مولانا گیلانی اب استاذ استاذ اور معلم محترم نہیں بلکہ ایک مزدور ہے جس سے اس کا شاگرد ڈگری کا بیوپار کرتا ہے۔

حالانکہ باستثناء ایک آدھ مثال کے پوری اسلامی بلکہ انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ علم سکھانے کا کام ہمیشہ ایک مقدس مذہبی یا کم از کم اخلاقی فرض سمجھا گیا ہے اور کہیں یہ بات نہیں ملے گی کہ علم سکھانے والے نے سیکھنے والے سے علم کے پیسے مانگے ہوں اور یہی نہیں بلکہ باقاعدہ سودے بازی کی ہو۔ لیکن یہ اس تہذیب کے کرشمے ہیں کہ استاذ اور شاگرد میں بھاؤ تاؤ، اور علم کے ریٹ کا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ اسی صورت حال کو اقبال نے محسوس کر کے درد دل کی شکل میں یوں بیان کیا ہے ع

تھے وہ بھی دن کہ خدمت استاذ کے عوض دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے

بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے

تعلیم اور تجارت کا باہمی رشتہ اس قدر استوار ہوا ہے کہ اس وقت ایجوکیشن کا بزنس دیگر ذرائع تجارت اور کمائی کے ساتھ مارکیٹ میں کندھے سے کندھا ملا کر چل رہا ہے اور دھڑلے سے ہر محلے میں ہر گلی کی نکڑ پر علم بکتا ہے، بک رہا ہے اور نہ جانے کب تک بکتا رہے گا۔

بھری دنیا میں اس وقت شاید صرف مولوی کا طبقہ وہ طبقہ ہے جو فری ایجوکیشن کے صحیح اخلاقی تصور پر کاربند ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک مذہبی ادارے اور مدرسے میں الف باء سے بھی نابلد ایک بچہ داخل ہوتا ہے اور وہ دینی تعلیم کی اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری لے کر یعنی مفتی ومحدث بن کر نکلتا ہے مگر اس دوران اس کا ایک روپیہ بھی علم کے نام پر خرچ نہیں ہوتا۔

کسی ناشر سے حقِ تصنیف یا حقِ طباعت کے عنوان سے پیسے طلب کرے یا اس کا امیدوار رہے، یہ تو علمائے اسلام کے ذہنوں میں بالکل ہی نہ تھا۔ اللہ کی رضا کے لیے کتابیں لکھتے تھے۔ کتاب لکھنا اور پھر اس کا حق محفوظ کرنا یہ تو علمی احتکار ہے۔ اگر حکیم الامت حضرت تھانوی اور شیخ الحدیث کاندھلوی قدس سرہما اپنی تالیفات کے حقوق محفوظ کرتے تو سارے عالم میں ان کی کتابیں کیسے پھیلتیں۔" (یادگار صالحین ۳۲)

مغربی تہذیب کا محاسبہ:

اس نکتے پر کچھ بات تو پہلے حاشیے پر حقوقِ تالیف کے ضمن میں آ ہی چکی ہے البتہ وہ ایک جزوی بات تھی لیکن اگر مولانا کی تحریرات اور آپ کی زندگی کے مختلف واقعات اور طرزِ پر نظر ڈالی جائے تو اس سے یہ بات کلیے کی شکل میں بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ اسلام کے کامل مذہب اور اس کی اپنی اقدار، اس کے اپنے اصولوں اور اس کے پورے معاشی، معاشرتی، سیاسی و روحانی دستور پر مکمل یقین رکھتے تھے اور دنیا کے لوگوں اور معاشروں کی نجات کو اسی میں منحصر سمجھتے تھے اور یہ بات محض تقلیداً یا رسماً نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت سمجھتے تھے۔ آپ نے مختلف پیراؤں میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ ایک مستقل مضمون "مذہب کی ضرورت" اور دوسرا "اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ" کے نام سے آپ نے لکھا۔

اسلامی تہذیب اور نظام پر کامل یقین کا یہ تقاضا بلکہ لازمی تقاضا تھا کہ آپ اسلام کے اس پہلو سے معارض نظام اور تہذیب سے نفرت بھی اسی قدر کرتے تھے اور آپ سمجھتے تھے کہ یہ تہذیب انسان کی دشمن، اخلاق کا جنازہ اور اقدار کی موت، کے سوا کچھ نہیں اور یہ ظاہری چکاچوند ترقی کی حقیقت سراب کی سی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "کسی نے الیکٹرک (بجلی) کا پتہ چلایا کسی نے سیارہ ایجاد کیا، کسی نے طیارہ اڑایا، کسی نے طرح طرح کی مشینیں ایجاد کیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن موجدین ہیں۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ سب سے بڑے محسن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور خاص کر سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ انہوں نے وہ بات بتائی جس سے لوگ بے خبر تھے۔ (یادگار صالحین ۵۷۶)

جدید وسائل اور خدمتِ دین:

یعنی یہ لوگ زیادہ سے زیادہ انسانیت کے خادم ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے ایجادات کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے محسن اور

ف اس سیلابی (انقلابی) تبدیلی کے معاشرے پر کیا اثرات پڑے ہیں اور پڑ رہے ہیں اور جب تک تدارک نہیں ہوتا پڑتے رہیں گے؟ یہ ایک طویل بحث ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ انسانی تہذیب کا ایسا المیہ ہے جس پر جتنا نوحہ کیا جائے کم ہے یہ المیہ بے چارہ ایسا المیہ ہے جس کو المیہ سمجھنے کے لیے کوئی آمادہ بھی نہیں۔ نہ اس کے لیے کوئی مستشرق سوچے گا، نہ این اور متوجہ ہوگی، اور نہ کسی مستغرب کو ہی حقِ انسانی پہ یہ ڈاکا کھٹکے گا۔

اس ساری بات اور پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اب حضرت مولانا کے الفاظ پر دوبارہ نظر ڈالیے:

"یہ انگریزوں کی برکات سے ہے"

حضرت نے حقیقتِ حال کی سو فیصد ترجمانی کتنے جامع انداز میں کر دی ہے۔ فللہ درہ و فراسة المومن.

احسان کنندہ نہیں ہو سکتے۔ اور خدمت کا وصف بھی تب تک ہے جب تک ان کی ایجادات اور مصنوعات انسانیت کے لیے اور معاشرے کے لیے مفید ہوں ورنہ عام حالات میں مادر پدر آزاد نفسیات کی ایجادات نے بھی وہی رنگ دکھلائے ہیں بلکہ صحیح لفظوں میں ان چیزوں نے معاشرے میں جو ہیجان، ہلچل، اضطراب، افراتفری، بے سکونی اور بے اطمینانی دی ہے وہ ان کے فوائد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ جدید ذرائع انسان کے لیے کتنے مفید ثابت ہوئے یا کتنے نقصان دہ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو اچھی خاصی تفصیل کا متقاضی ہے۔ جدید ذرائع کے باقی پہلو ایک طرف مذہب کی نشر و اشاعت کے حوالے سے یہ بات البتہ طے ہے کہ اہل علم اور اہل دین نے ان کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے ہی دیکھا۔ پھٹتی ہوئی نگاہوں سے یا للچائی ہوئی نظروں سے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ سے ایک مولوی صاحب نے استفسار کیا کہ حضرت! ہمارے ہاں طالبات کے مدرسے میں طالبات کی فارغ وقت میں تربیت کے لیے کوئی تجویز عنایت فرمائیں کیونکہ ایک صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ان کو کیسٹیں سنائی جائیں۔ حضرت نے ان کو جواب میں لکھا کہ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے قریب کے اہل اصلاح کو بلوا کر ان سے بیان کروائے جائیں، یا حضرت تھانوی، حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھوائی جائیں...... اس کے بعد آخر میں بڑے پتے کی اور کام کی بات لکھی جو واقعۃً بڑی بصیرت افروز اور چشم کشا ہے۔ لکھا ہے:

"خالی گھنٹوں میں معلمات کو کیسٹیں سنوائی جائیں' میرے خیال میں یہ اتنا مفید نہیں۔

"کیسٹوں ❶ سے بھی کبھی علم (دین) پھیلا ہے؟"

پھر آگے فرماتے ہیں:

"کیسٹ تو کانوں کی عیاشی اور مزے کا ایک آلہ بن گیا ہے۔"

آپ کی یہ بات بالکل بجا ہے کیونکہ بقول کسے آج کے گئے گزرے دور میں ایک معمولی استاذ کے سامنے بخاری پڑھنے میں جو فائدہ اثر اور منفعت ہے وہ امام بخاری کی حقیقی ویڈیو دیکھنے میں بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نقل نقل ہوتی ہے اور اصل اصل۔ شیر کی اچھی خاصی موٹی تازی تصویر کو ایک دُبلی پتلی بکری آسانی سے چبا کر نگل سکتی ہے۔

جمہوریت کی حقیقت:

انگریزی تہذیب کا ایک اہم مظہر جمہوریت کا نظام بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت مغرب کا ایسا معصومانہ ہتھیار ہے جسے

---

❶ حضرت مولانا کے کیسٹ جیسے سادہ آلے کے بارے میں یہ احساسات ہیں جبکہ آج کل عصر حاضر کے تقاضوں کے ہونے کے نام پر کمپیوٹر کے نام سے مہذب ٹی وی کو مدرسوں میں گھسایا جا رہا ہے تاکہ طلبائے دین اس پر اپنا قیمتی وقت ضائع کریں اور ستم بالائے ستم یہ کہ کہیں کہیں انٹرنیٹ کی سہولت بھی بہم پہنچادی گئی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون "حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے" حالانکہ انٹرنیٹ بقول کسے، اجنبی عورت کی مانند ہے جس کے ساتھ خلوت میسر ہو، آگے گناہ سے بچنا، یا اس کا کوئی بھی درجہ اختیار کرنا، یہ آدمی پر منحصر ہے اور شیطان ہر وقت ساتھ ہے۔ اسی طرح آج کل اچھے خاصے معقول لوگ اس بارے میں سوچ رہے ہیں کہ مستند علماء کو بھی صحیح اسلامی نظریات کی ترجمانی کے لیے ٹی وی چینل کھولنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں ان کو بھی برساتی مینڈکوں کی طرح پہلے بھانت بھانت کے چینلوں کے جلو میں میڈیا کے اندھے کنویں میں کود جانا چاہیے۔ لیکن یہ بات نہیں سوچی جاتی کہ اسلامی چینل دیکھنے کے لیے جن دین دار گھروں میں ٹی وی کیبل آئے گی وہاں کیا صرف یہی چینل چلے گا؟؟؟!! فالی اللہ المشتکی اللہ ہماری تمام داخلی و خارجی، ظاہری و باطنی، خوش نما و بدنما، مہذب و غیر مہذب فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

پوری دنیا خصوصاً اسلامی ممالک کے خلاف بڑے پیمانے پر برتا گیا اور بیشتر مسلمانوں نے بھی اس زہر کو اپنے لیے تریاق اور نجات دہندہ سمجھ کر گلے لگایا بلکہ بعض نام نہاد مفکرین بھی اسے عین اسلام اور اسلام کی روح قرار دینے پر مصر ہیں اور وہ اس کے سائے میں تمام مشکلات کا حل تلاش کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض ارباب بصیرت یہ کہتے ہیں جمہوریت کوئی نظام نہیں ایک ماحول ہے جس کا فائدہ ہر آدمی اٹھاتا ہے۔ حضرت مولانا نے اس بات پر بھی تبصرہ کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''(یورپ وغیرہ کے بے لگام) بادشاہوں کے مظالم سے بچنے کے لیے جمہوریت کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا اور اس کا نام عوامی حکومت رکھ دیا گیا۔ بہت سے لوگوں نے اس کو اسلامی طریقہ بتا دیا اور سمجھ لیا حالانکہ یہ اسلام کا طریقہ نہیں۔ دیکھو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت راشدہ تھی ان حضرات کو امیر بنانے میں کوئی بھی الیکشن نہیں ہوا پورے ملک تو کیا شہر مدینے کے (سارے) افراد سے بھی رائے نہیں لی گئی۔'' (یادگار ص ۴۷۶)

تصلُّب اور مسلکی پختگی:

یوں تو مولانا کی پوری زندگی اپنے اکابر و اسلاف یعنی علمائے دیوبند [1] کی خصوصیات خصوصاً علم، تقویٰ، دعوت اور تصلب سے لبریز ہے اور اس کے کچھ تھوڑے نمونے پیچھے آ بھی چکے ہیں مگر وہ خاص وصف جسے آپ کی پہچان کہیے یا دھن اور مشن کا نام دیجیے یا اسے آپ کی زندگی کی سب سے نمایاں خصوصیت قرار دیجیے وہ آپ کا تصلب اور مسلکی پختگی ہے۔

تصلب کا لفظی مطلب ٹھوس ہونا، پختہ ہونا، مضبوط ہونا جم جانا وغیرہ ہے۔ اور عام عرف کے لحاظ سے تصلب کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس بات خصوصاً مذہبی نظریئے اور مسئلے کو حق سمجھتے ہوں اس پر پوری بصیرت کے ساتھ ایسا پختہ یقین اور اعتماد ہو کہ اس سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے یا اس پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہ ہونا۔ مولانا کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے اکابر و اسلاف علمائے دیوبند کی تحقیقات اور ہدایات کی روشنی میں جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر پوری شدت و سختی کے ساتھ کاربند رہتے۔ ایسا نہیں کہ کبھی جدید تحقیق کے نام پر تقلید و اتباع کے پائے استقلال میں لغزش ہے تو کبھی لاشعوری مرعوبیت سے مسئلوں میں حیلوں، بہانوں کی تلاش، کبھی باطل فرقوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کی بات ہے تو کبھی بدعات و ظلمات کے ساتھ نرم روش، کبھی بیرونی فتنوں کے ساتھ مصالحت کی

[1] جو لوگ اسلامی ممالک میں بسنے والے علماء اور وہاں موجود اسلامی تحریکوں کے بارے میں تجزیاتی مطالعہ رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ماضی قریب اور حال میں بھی دنیا بھر میں ماجاء بہ الرسول پر کما جاء بہ الرسول یعنی پورے دین پر اس کے حقیقی تقاضوں اور مظاہر پر پختگی، والہانہ وابستگی اور عمل جیسے اوصاف سے متصف طبقات میں سے جس طبقے کو نمایاں مقام حاصل ہے، وہ طبقہ علماء دیوبند کا ہے یہ حضرات، افراط و تفریط سے درے ہیں، نہ دین کو مصلحت کے تابع کرتے ہیں اور نہ زمانے کی لاشعوری مرعوبیت کے مرض میں مبتلا ہو کر تصورات دین بدلنے چل نکلتے ہیں۔ ان کی یہی ادا اور تصلب اغیار کو کھٹکتی ہے اسی لیے روز اول سے اس قلعے پر فکری و عملی حملے جاری ہیں۔ اور آج بھی غیروں کی طرف سے شعوری اور اپنے نادان دوستوں کی طرف سے لاشعوری طور سے اس گرفت کو ڈھیلا کرنے کی کوشش جاری ہے چنانچہ "مکالمہ" "رواداری" "امن عالم و مذہب" "وسعت نظری" اور گلوبلائزیشن کے تقاضوں جیسے متعدد جاذب عنوانات سے ان علماء کو مرعوب و متاثر کر کے ماڈریٹ کیا جا رہا ہے تاکہ بھری دنیا میں تصلب کی یہ آخری چٹان بھی سرک جائے۔ اللّٰھم انصر الاسلام و المسلمین، اللّٰھم انصر من نصر دین محمد ﷺ و اجعلنا منھم.

طلب ہے تو کبھی داخلی فتنوں کے بارے میں نرم گوشہ...... آپ اس طرزِ عمل سے کوسوں دور تھے وہ دین کو تمام تفصیلات و مظاہر کے ساتھ دیکھنے، اس پر قائم رہنے اور دوسروں کو بھی اس پر لانے کے لیے بہت اٹل اور دوٹوک موقف رکھتے تھے اور اگر کہیں اپنے ہاں زمانے کے حالات یا مرعوبیت وغیرہ کی وجہ سے ان باتوں میں تساہل یا ڈھیل محسوس کرتے تو اس کی خوب گرفت فرماتے۔ فتنوں کی سرکوبی کے لیے بھی سرتوڑ کوشش کرتے، قلمی گھوڑے دوڑاتے، زبانی گفتگو کرتے، رابطے کرتے اور اپنے حلقوں میں بھی نرم مسائل، ڈھیلے فتووں اور خاص طور سے تقلید وغیرہ کے حوالے سے سخت سرزنش کرتے۔ ایک دفعہ ہندوستان میں ایک سیمینار میں کچھ لوگوں نے انشورنس کے جواز کا مقید و مشروط سا فتویٰ دے دیا۔ حضرت کے سامنے اس کے مندرجات آئے تو اس پر ایک صاحب کو ایک طویل خط لکھا۔ لکھتے ہیں:

> ''لوگ جیسا رہ رہے تھے ہندوستان میں حنفی مذہب پر عمل ہو رہا تھا جو کوئی مشکل پیش آتی تھی ماہر علماء سے پوچھ کر عمل کر لیتے تھے۔ کسی مسئلے میں ضرورت ہوتی تو مشورہ کر لیا یہ کافی تھا...... اب یہ ذہن لے کر جمع ہونا کہ آسانیاں ہی نکالنا ہے اور جلدی جلدی اجتماع رکھنا اور اجتماعات کے موضوعات کے لیے فکر مند ہونا، نئے نئے سوال خود سے کھڑے کر کے مجتہد بن کر مسائل کے جواب شائع کرنا اس کی کیا تک ہے؟''

اسی سیمینار میں بھی آیا اور اس کے علاوہ بھی عام طور سے تقلید و تلفیق کا مسئلہ زیرِ بحث آتا رہتا ہے جس سے تقلید کا اٹھنا اور نتیجہ خواہش پرستی اور ہر آدمی کی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اور دین کا کھلونا بن کر رہ جانے جیسے نتائج یقینی تھے اور ہیں۔ اس مسئلے کی حساسیت اور اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے ان حضرات کو بڑے پرسوز مگر جلالی انداز میں لکھا:

> ''جن شرائط و قیود کو تلفیق کے مجوزین بیان کرتے ہیں ان کو عوام سمجھنے والے ہیں؟؟ اور کیا عوام ان کا لحاظ کریں گے؟ عوام کا تو یہ حال ہے کہ انہیں حنفی مسلک کا جو مسئلہ دشوار معلوم ہوا اس کے خلاف عمل کر لیا اور شافعی مذہب بتا دیا۔ دیکھیے مجلس واحد کی تین طلاقیں چاروں مذہبوں میں تین ہی ہیں لیکن جنہیں رجوع کرنا ہوتا ہے امام شافعی کا مذہب بنا کر غیر مقلدوں کے قول پر عمل کر لیتے ہیں۔''

آگے آپ نے عوام کی طرف سے مسائل اور تلفیق کے غلط استعمال کو بیان کرتے ہوئے ایک اندیشہ بجا طور پر ظاہر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''اگر جوازِ تلفیق کا اسی طرح پراپیگنڈہ ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ حنفی عوام تلفیق کا سہارا لے کر چڈی پہن کر بے وضو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھا کریں گے۔ کیونکہ مالکیہ کے ہاں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ان کے ہاں ناپاک کپڑوں میں کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے اور ران کا ان کے ہاں چھپانا ضروری نہیں۔''

(یادگار صالحین ص ۹۴۰)

کچھ سطروں بعد لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک تلفیق کے مباحث کو اردو میں لانا اور اجتہاد کے عنوان سے مجالس منعقد کر کے محرمات کی تحلیل

کے راستے نکالنا امت کو اباحیت پر ہی ڈالنا ہے خواہ اس کی کچھ بھی تاویل کر لی جائے۔ اور ان کے بڑے نتائج آنے والے سالوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں، جب دنیا سے وہ لوگ اٹھ جائیں گے جن میں کچھ نہ کچھ علم بھی ہے اور بزرگوں سے انتساب بھی۔'' (یادگار ص ۹۴۰)

اسی طرح آپ کے ایک متوسل لکھتے ہیں۔ منیٰ میں حج کے موقع پر بہت رش تھا میں حضرت کو وہیل چیئر (پہیہ کرسی) پر بٹھا کر رمی جمرات کے لیے لے گیا اتنا ازدحام ہوا کہ حضرت کی جوتی اتر گئی اور ہمیں مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے عرض کیا حضرت دیکھا ہے کیا حالت ہے۔ آپ حضرات کوئی اس کے بارے میں فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ حضرت باوجودیکہ خود مشکل کا شکار تھے کہ جس وقت عام طور سے انسان کے احساسات اور ہوتے ہیں اس کے باوجود آپ نے انتہائی جلال سے فرمایا:

''فتوے ہمارے گھر ہیں۔ جب چاہیں فتویٰ دے دیں؟''

ان واقعات میں جو اصل چیز دکھانے کی ہے وہ ہے حضرت والا کی غیرت دینی، حمیت مذہبی اور تصلب واستقلال۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے علماء میں تصلب کی تھوڑی بہت رمق ایسی ہی ہستیوں کی اس قدر سخت گرفت کی بدولت ہے ورنہ ہمارا حال بھی دیگر علاقوں کے علماء وارباب فتویٰ والا ہوتا۔

یہ بات عام طور سے دیکھنے میں آتی ہے کہ بیرون ملک جانے والے لوگ خصوصاً عالم عرب میں رہائش اختیار کرنے والے حضرات اپنی ہندوستانی روش اور تصلب کھوتے جاتے ہیں اور ان میں بھی مرعوبیت اور لاشعوری تاثر کی بدولت سہولت پسندی کا رجحان پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ عجیب تھا۔ حضرت مولانا ربع صدی عالم عرب خصوصاً سلفیت کے گڑھ حجاز مقدس اور مدینہ منورہ میں رہے مگر اپنی حنفیت، اپنی دیوبندیت اور اپنے تصلب پر کاربند رہے۔ اس میں ذرہ بھی فرق نہ آیا اور نہ ہی آپ وہاں کے لوگوں سے مرعوب ہوئے۔ مرعوبیت نہ ہونے کی ایک واضح مثال ابن المصنف نے یہ لکھی ہے کہ حضرت والد صاحب کا تجوید کا ذوق بہت عمدہ تھا اور تلاوت میں خصوصاً نماز میں کسی اچھے تلفظ والے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کا اہتمام کرتے اور اگر کہیں غلط ادائیگی والے امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو اس کو دہراتے، کئی دفعہ حرم کے بعض ائمہ کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کو آپ نے محض اس وجہ سے دہرایا کہ قاری صاحب کا تلفظ فحش غلطی کی حد تک پہنچ گیا تھا۔

حرم میں رہتے ہوئے ایسا کرنا جہاں آپ کی غایت احتیاط اور عمدہ ذوق تجوید کی علامت ہے، وہیں ساتھ ساتھ اپنے آپ پر اعتماد اور دوسروں کے بڑے بڑے القاب سے متاثر ہونے اور مرعوب نہ ہونے کی واضح مثال ہے۔

ویسے تو آپ کی حمیت دینی اور مسلکی تصلب ہر دم نمایاں تھا لیکن مدینۃ النبی ﷺ میں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان اوصاف میں آپ کی حساسیت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ وہاں رہتے ہوئے حضرت المصنف نے اپنے مسلک کا بھرپور دفاع جاری رکھا اور اس سلسلے میں بعض ایسے طبقات کی بھی گرفت کی جن کے بارے میں بہت سے اپنے پرائے بھی نرم رویے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے دو مثالیں سر دست اختصار کے پیش نظر کافی ہیں:

علوی مالکی گروہ:

کچھ عرصہ پہلے مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ خلفاء نے وہاں کے ایک پیر صاحب سے اپنا تعلق قائم کیا، ان پیر صاحب کے نظریات جمہور اہل حق کے نظریات و معتقدات خصوصاً علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم کے نظریات وافکار سے متصادم تھے۔ حضرت شیخ کے مذکورہ متعلقین نے ان پیر صاحب کی ایک کتاب پر پاکستان کے متعدد حضرات کے دستخط اور تصدیقات بھی لے لیں۔ صورت حال واضح ہونے کے بعد ان حضرات نے اعلانیہ رجوع فرمالیا اور ان متوسلین سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی ایسے بدعتی پیر صاحب کے حلقے کو ترک کریں اور اپنے علماء دیوبند کے مسلک پر کما حقہ واپس آ ئیں۔ اس کے بعد انہی حضرات میں سے ایک صاحب نے ''اکابر کا مسلک و مشرب'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا جس میں اکابر علمائے دیوبند کی بعض مبہم یا مرجوع عبارات کی بنا پر ان کا بدعت اور اہل بدعت کی طرف رجحان کا دعویٰ کیا گیا تھا، حالانکہ اکابر کا جو دوٹوک موقف براہین قاطعہ اور فتاویٰ رشیدیہ اور دیگر فتاویٰ میں ہے وہ اس کے بالکل متضاد ہے۔ مولانا کے پاس ایک صاحب نے وہ رسالہ بھیجا، تو آپ نے ان کو بغیر کسی لگی لپٹی کے لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر لکھا:

> ''افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگوں نے میرے اتنے بڑے شیخ (شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو گلابی مذہب والا بنا دیا اور پاکستان میں جو فتنوں کے لیے زرخیز ہے ایک اور فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ محض اپنی پیری مریدی چمکانے کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کو متنازع بنا دیا ہے۔ اس فتنہ کے رد میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اگر آپ لوگوں میں عقل سلیم ہوتی تو رسالہ مذکورہ (اکابر کا مسلک و مشرب) سے براءت کا اعلان کر دیتے۔ جس گروہ کے اپنانے کی موہوم امید پر یہ جھگڑا کھڑا کیا ہے یہ خواب تو آپ لوگوں کا کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا اور آپ لوگوں کا مزاج بھی وہی بن چکا ہے، ہیر پھیر اور تاویلیں کرتے رہیں گے لیکن حق کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔''

پھر آخر میں انتہائی دل سوزی اور دردمندی کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مولانا! خدا کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر دو رکعت صلاۃ التوبہ پڑھ کر حق تعالیٰ سے معافی مانگو اور سوچو کہ کہاں جا رہے ہو؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟'' (یادگار صالحین ص ۶۹۴)

مماتیت کی روک تھام:

پاکستان میں ماضی قریب میں ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے کے باوجود اکابرین دیوبند کے کچھ نظریات خصوصاً عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی تشریح و تحقیق پر اعتماد نہیں کرتا اور اس سلسلے میں وہ اپنا الگ طرز فکر رکھتا ہے۔ اصولی لحاظ سے ایسے گروہ کو علماء دیوبند میں شامل ہونے کا حق نہیں کیونکہ اکابر کی تصریحات میں ان کے افکار کی گنجائش نہیں مگر یہ لوگ نہ جانے کیوں اپنے دیوبندی ہونے پر مصر ہیں۔ بہر حال ان کا دعویٰ جو بھی ہو حضرت مولانا اور دیگر دیوبندی حضرات نے کبھی ان کو اپنا تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے اس سلسلے میں بھی تگ و تاز کی اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ایک

مستقل کتاب اور ''دیوبندی مدارس میں بڑھتا ہوا مماتی فتنہ'' کے نام سے مستقل مضمون لکھا اور ایک جگہ مکتوب میں لکھا:

''میں علماء اہل سنت کے مسلک پر ہوں اور قبور میں حضرات انبیاء کی جسمانی حیات کے منکر کو گمراہ اور اہل سنت و الجماعت سے خارج سمجھتا ہوں۔ (یادگار ص ۹۶۱)

یہ تو داخلی فتنوں کی بات تھی اس کے علاوہ خارجی فتنوں میں سے مرزائیت، شیعیت، بوہریت، بریلویت، غیر مقلدیت وغیرہ پر بھی آپ نے مستقل تحریریں قلمبند اور شائع کیں۔ ان تمام واقعات اور تحریرات سے ایک چیز قدر مشترک کے طور پر بخوبی ظاہر ہو رہی ہے اور وہ ہے آپ کا تصلب اور دین کے ساتھ والہانہ وابستگی۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی نیک لوگوں کی اقتداء واتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسی کے ساتھ ہی آپ کے تفصیلی حالات اختتام پذیر ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ عالیجاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور ریا، عجب، تکبر، جیسے امراض سے پناہ عطا فرمائے اور سب سے بڑی بات خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے۔ آمین

صلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه محمد و اله و صحبه اجمعین

شعیب احمد
۲ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
جامعہ دار التقویٰ، لاہور

***

خطبہ کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ

ترجمہ:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں باقی امتوں پر فضیلت وشرف بخشا، (اور اس شرف کی وجہ یہ ہے کہ) ہمیں اس نبی کی امت میں پیدا کیا جس کو تمام مخلوق سے الگ امتیازی طور پر جوامع الکلم اور دانائی کے ہیرے عطا فرمائے۔"

تشریح:

یعنی تمام کی تمام تعریفیں اور شکر کے جذبات خواہ وہ زبان سے متعلق ہوں یا دل سے یا اعضاء وجوارح سے، یعنی قولی، فعلی اور قلبی ہر طرح کی تعریفات اور ستائش کا حق دار خدا تعالیٰ ہے۔ یوں تو اللہ رب العزت کی ہر نعمت ہی اس قابل ہے کہ اس پر آدمی عمر بھر شکر ادا کرتا رہے، فی الحال یہاں مصنف کے پیش نظر ایک ایسی نعمت ہے جسے وہ امت کی اجتماعی شکل کا ایک جزو اور فرد ہونے کی حیثیت سے نہایت بیش قیمت نعمت سمجھتے ہیں۔ اور وہ نعمت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہم سب کو اپنے سب سے اعلیٰ واکمل رسول کی امت میں سے ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اور اس رسول کی ویسے تو بے شمار خوبیاں اور امتیازی اوصاف ہیں، لیکن فی الحال کتاب کی مناسبت سے اس خوبی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اس رسول ﷺ کو جوامع الکلم کا وصف امتیازی عطا فرمایا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

"اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ" (مسلم شریف رقم: ۵۲۳)

"مجھے اللہ کی طرف سے جوامع الکلم عطا ہوئے اور مجھے کافروں پر رعب کا وصف بخشا گیا ہے۔

جوامع الکلم ان باتوں کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں تو چند الفاظ پر مشتمل ہوں لیکن ان کی گہرائی میں معانی ومطالب کا ایک اتھاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

حمد: مصدر ہے باب حمد یحمد بروزن سمع یسمع بمعنی تعریف کرنا۔

شرفنا: شرف فعل ماضی معروف باب تفعیل کا صیغہ ہے، اور نا ضمیر جمع متکلم کی ہے، بمعنی اعزاز بخشنا، عزت دینا۔

سائر: باب فتح یفتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جب یہ کسی شئ کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنی ''باقی'' یا ''دیگر'' ہوتا ہے۔ عموماً اس کا ترجمہ ''تمام'' سے کیا جاتا ہے جو درست نہیں۔ البتہ جب یہ صفت بنے تو پھر اس کا معنی رائج، رواں اور مشہور بھی ہوسکتا ہے۔

الامم: بروزن فُعَل یہ جمع ہے امت کی بمعنی گروہ، طریقہ، رستہ۔ یہاں مراد ہے کسی نبی کی اتباع کرنے والی قوم اور انسانوں کی جماعت جیسے تمام انبیاء کی قومیں اور امتیں۔

رسالۃ: یہ مفرد ہے اور اس کی جمع رسائل آتی ہے، یہاں یہ حاصل مصدر کے معنوں میں مستعمل ہے، بمعنی نبوت، اور مصدری معنوں میں بھی استعمال کی گنجائش رکھتا ہے، اس صورت میں رسالہ کا معنی ارسال النبی یعنی نبی علیہ السلام کو بھیجنا ہوگا۔

اختص: فعل ماضی کا صیغہ ہے باب افتعال سے، ہفت اقسام کے اعتبار سے مضاعف ثلاثی ہے۔ اصل میں تھا، اختصص، دو حرف ایک جیسے جمع ہو گئے، پہلے کو ساکن کرکے دوسرے میں (مَدّ والے قانون کے تحت) ادغام کر دیا۔ اس کا معنی ہے، خاص کرنا، ممتاز کرنا، امتیازی حیثیت بخشنا۔

الانام: بروزن فَعَال، یہ مفرد ہے، جس کی جمع آنام آتی ہے، بمعنی مخلوق۔

جوامع: جمع ہے، جامعۃ کی، ایسی چیز جو بہت سی متنوع اشیاء کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔

الکلم: یہ بھی جمع ہے کلمۃٌ کی، بمعنی بات، بامعنی حرفوں کا مجموعہ۔

جواھر: جمع ہے بروزن فواعل، اس کا مفرد جوھرٌ ہے، جس کے معنی نگینہ اور ہیرا آتے ہیں۔

الحکم: جمع ہے بروزن فِعَل، اس کا مفرد حکمۃٌ آتا ہے، دانش اور سمجھداری کی بات کو کہتے ہیں۔

الف لام کی چار قسمیں:

کسی بھی اسم پر جو الف لام داخل ہوتا ہے اس کی اس لفظ کے معنی پر اثر انداز ہونے یا معنی سے متعلق ہونے کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں، (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد ذہنی (۴) عہد خارجی۔

جنسی:

وہ ہے جہاں الف لام کے مدخول یعنی متعلقہ اسم کی ماہیت وحقیقت اور جنس سے بحث ہو، جیسے ''الرجل خیر من المرأۃ'' ترجمہ: مرد عورت سے بہتر ہے یا ''الاسد حیوان''، یہاں ان دونوں مثالوں میں رجل یا اسد کا کوئی خاص فرد مراد نہیں بلکہ جنس رجل، اور جنس اسد مراد ہے، البتہ جنس ایک مفہوم بسیط ہے جس میں واحد وجمع کی کوئی قید یا تخصیص نہیں ہوتی یعنی ایک شیر پر بھی ان معنوں میں الاسد کا اطلاق کر سکتے ہیں اور زیادہ پر بھی۔

استغراقی:

وہ الف لام ہے جہاں اس متعلقہ اسم کے تمام افراد پر حکم لگتا ہے جیسے ان الانسان لفی خسرٍ (سورۂ عصر:۲) کہ تمام کے تمام انسان خسارے میں ہیں، یہاں نہ کوئی خاص انسان مراد ہے اور نہ ہی انسان کی جنس و ماہیت سے بحث ہے، البتہ افراد انسان سارے مراد ہیں۔

عہد خارجی:

وہ الف لام ہے جہاں الف لام کے مدخول سے کوئی ایک متعین فرد مراد ہوتا ہے، نہ جنس مراد ہوتی ہے اور نہ تمام کے تمام افراد، البتہ اس فرد کا ذکر پہلے کلام میں واضح لفظوں میں آ چکا ہوتا ہے۔ جیسے، ﴿ارسلنا الی فرعون رسولاً، فعصی فرعون الرسول﴾ (سورۂ مزمل: آیت ۱۵،۱۶) یہاں الرسول سے مراد وہی رسول ہے جس کا ذکر پہلے نکرہ کی صورت میں ہو چکا ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام۔

عہد ذہنی:

اور عہد ذہنی میں بھی مراد تو ایک متعین فرد ہی ہوتا ہے تاہم اس فرد کا ذکر پہلے لفظوں میں نہیں آیا ہوتا جیسے یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے پہلے کہا تھا، ﴿اخاف ان یاکلہ الذئب﴾ (سورۂ یوسف:۱۳) ترجمہ: ''مجھے اندیشہ ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔'' یہاں ذئب سے مراد نہ تو جنس ذئب ہے اور نہ استغراقی، اور نہ ہی اس ذئب کا پہلے کہیں ذکر ہے اس لیے اس کو عہد ذہنی کہتے ہیں۔

الحمد میں الف لام کی کون سی قسم ہے؟ اس بارے میں تین آراء ہیں، (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد ذہنی۔ اور ہر ایک کی اپنی اپنی ترجیحات اور توجیہات ہیں، جس کے لیے تفسیر کی کسی بڑی کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ

ترجمہ:

''اللہ رب العزت کی رحمتیں نازل ہوں اس ہستی پر اور اس کے آل پر اور اس کے اصحاب پر، اور برکتیں اور سلام نازل ہوں، جب تک کہ زبان اس کی مدح سرائی میں مشغول رہے اور قلم لکھتا رہے۔''

تشریح:

پہلے اللہ کی تعریف اور حمد و ثنا بیان کی ہے اب اس کے بعد رسول خدا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات کے لیے اللہ رب العزت کے دربار میں مصنف بصد عجز و نیاز دعائے رحمت کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ صلوۃ علی النبی کی نسبت جب حق تعالٰی کی طرف ہوتو اس سے مراد ہوتا ہے رحمت و برکت کا نزول، اور جب فرشتوں یا بندوں کی طرف نسبت ہوتو اس سے مراد دعائے رحمت ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے درود اور دعائے رحمت کرتے ہوئے اہل سنت اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہمیشہ آپ کی آل و اولاد اور صحابہ کا ذکر کیا جائے (کیونکہ اہل سنت کے ہاں صحابہ کرام اور اہل بیت ایک ہی مجلس کے لوگ ہیں) جبکہ شیعہ چونکہ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اس لیے وہ صحابہ کا ذکر نہیں کرتے صرف "اللھم صل علی محمد و آل محمد" کہتے ہیں، اسی لیے مصنف نے اہل سنت کے طریقے کی اتباع کرتے ہوئے درود میں آل و اصحاب دونوں کا ذکر کیا ہے۔

مصنف نے درود و سلام کی دعا کو بڑے خوبصورت پیرائے میں طول اور دوام دیا ہے کیونکہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک زبان رسول عربی کی تعریف میں مشغول رہے اور جب تک قلم ان کے اوصاف عالیہ بیان کرتا رہے تب تک رحمت کا نزول ہوتا رہے، اور یہ دونوں کام ظاہر ہے جب تک دنیا موجود ہے مسلمان موجود ہیں اسلام موجود ہے ہوتے رہیں گے، اس لیے درود کا نزول بھی ہوتا رہے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

صلی: فعل ماضی کا صیغہ ہے، باب تفعیل سے، ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص واوی ہے، بمعنی نماز پڑھنا، درود پڑھنا، رحمت بھیجنا۔ دعائے رحمت کرنا۔

آل: اہل وعیال، اس کا استعمال صرف معزز لوگوں میں ہی ہوتا ہے خواہ عزت دینی حیثیت ہو یا دنیوی سے جیسے آل النبی، آل فرعون۔ (مصباح)

صحب: جمع ہے صاحب کی، بمعنی ساتھی، یہاں مراد صحابہ کرام ہیں، اور صحابی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت پر اس کا انتقال ہوا ہو۔

بارك: فعل ماضی ہے، باب مفاعلہ سے، ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے، اس کا مجرد برکت ہے، برکت کا ایک مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ چیز کے اجزاء میں اضافہ ہو جائے اور دوسرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چیز جتنی بھی ہے وہ کفایت کر جائے اور اس سے متعلقہ ضروریات پوری ہو جائیں۔

سلم: باب تفعیل سے ماضی کا صیغہ ہے، اس کا مجرد سلام ہے، معنی ہے سلام بھیجنا، سلام کرنا۔

نطق: فعل ماضی ہے بمعنی گفتگو کرنا، بولنا۔

اللسان: بمعنی زبان مفرد ہے، جس کی جمع السن، اور السنۃ آتی ہے۔ اس کا اطلاق منہ میں گوشت کے لوتھڑے پر بھی ہوتا ہے، جو یہاں مراد ہے، اور لغت و بولی پر بھی۔

نسخ: فعل ماضی ہے بمعنی ختم کرنا، لکھنا، نقل کرنا، اسی سے ہے ناسخ، نسخہ، نساخ۔

القلم: مفرد ہے جس کی جمع اقلام آتی ہے اصل میں اس لکڑی کو کہتے ہیں جس سے لکھنے کا کام لیا جائے لیکن بعد میں ہر وہ چیز قلم کا مصداق بنی جو لکھنے کے کام آتی ہو۔

اَمَّا بَعْدُ! فَهٰذَا كِتَابٌ وَجِيْزٌ مُنْتَخَبٌ مِنْ كَلَامِ الشَّفِيْعِ الْعَزِيْزِ اِقْتَبَسْتُهٗ مِنَ الْكِتَابِ اللَّامِعِ الصَّبِيْحِ الْمَعْرُوْفِ بِمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ وَسَمَّيْتُهٗ "زَادَ الطَّالِبِيْنَ مِنْ كَلَامِ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"

ترجمہ:

''حمد وصلوۃ کے بعد! یہ ایک مختصر کتاب ہے، جو رسول اکرم شفیع اعظم ﷺ کے کلام سے منتخب کی گئی ہے، اس کو میں نے ایک بڑی روشن اور چمک دار کتاب سے اخذ کیا ہے، جو مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے معروف ہے۔ اور اس کتاب کا نام میں نے زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین رکھا ہے، یعنی رسول خدا کے کلام بابرکت سے طلبہ علوم نبوت کا توشہ اور زادراہ۔''

تشریح وتحقیق:

اما: حرف شرط ہے، جو یا تو پہلے سے موجود بات میں کسی اجمال کی تفصیل کے لیے آتا ہے جیسے قرآن پاک میں ہے ﴿فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ﴾ (سورۃ ھود: ۱۰۵، ۱۰۶) ترجمہ: ان میں سے بعض لوگ بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت، رہے وہ لوگ جو بدبخت ہوئے تو وہ آگ میں ہوں گے۔

یا اَمَّا پچھلے اجمال کی تفصیل کے لیے نہیں بلکہ کسی بھی نئی بات کی ابتداء یعنی استیناف کے لیے آتا ہے۔ یہاں چونکہ پہلے کوئی اجمال اور تقسیم نہیں اس لیے یہ ''اَمَّا'' لامحالہ استیناف کے لیے ہوگا۔

بعد: مبنی بر ضمہ ہے، اس لیے کہ یہاں یہ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف ہے، اصل میں تھا بعد الحمد والصلاۃ۔

فھذا کتابٌ:

سوال:

کتاب تو عرف میں بڑی تحریر کو کہتے ہیں جو کم از کم ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہو مصنف کی یہ تحریر تو بمشکل ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اسے کتاب کیوں کہا گیا ہے؟ اسے تو رسالہ کہنا زیادہ مناسب ہے؟

جواب:

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں کتاب کا لفظ معروف معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے،

اور لغوی معنی اس کا ہے مکتوب اور کوئی بھی لکھی ہوئی تحریر اور نوشتہ، اس معنی میں چند ورقوں پر مشتمل تحریر کو بھی کتاب کہہ سکتے ہیں۔
اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے مصنف نے اس تحریر اور رسالے کو کتاب اس لیے کہا ہو کہ اگر اس کے مفاہیم ومعانی، اور مطالب ومقاصد کو پھیلایا جائے تو وہ یقیناً کئی ضخیم مجلدات کا تقاضا کرتے ہیں۔

مشکوۃ المصابیح:

مشکوۃ المصابیح، حدیث کی منتخبات میں سے ایک بہترین انتخاب ہے یعنی اس کا شمار حدیث کی ان کتابوں میں ہوتا ہے جن میں صاحب کتاب اور مصنف نے احادیث اور مرویات اپنے سلسلہ سند سے نقل نہیں کی ہوتیں بلکہ پہلے سے موجود کتابوں سے احادیث نقل کر کے ان کا حوالہ دیا ہوتا ہے، جیسے ریاض الصالحین، اور اسی طرح ہماری زاد الطالبین وغیرہ۔ ایسی کتب حدیث کو بالواسطہ کتب حدیث کا نام دیتے ہیں اور وہ کتابیں جن میں مصنف اپنے سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک اپنی سند سے روایات نقل کرتے ہیں ان کو بلا واسطہ کتب حدیث کہتے ہیں جیسے بخاری، مسلم، طحاوی، ابوداؤد، ترمذی، بیہقی وغیرہ۔
مشکوۃ المصابیح ہند وپاک کے دینی نصاب تعلیم میں قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ آج کل وفاق کے نصاب میں موقوف علیہ (آخری سے پہلے والے) سال میں داخل درس ہے۔ مصنف زاد الطالبین نے اسی کتاب سے مختلف قسم کی احادیث لے کر انہیں اپنی ترتیب سے اکٹھا کر دیا ہے۔

"اَلْفَاظُهٗ قَصِيْرَةٌ وَمَعَانِيْهِ كَثِيْرَةٌ يَتَنَضَّرُ بِهٖ مَنْ قَرَأَهٗ وَحَفِظَهٗ وَيَبْتَهِجُ بِهٖ مَنْ دَرَّسَهٗ وَسَمِعَهٗ وَرَتَّبْتُهٗ عَلَى الْبَابَيْنِ يَعُمُّ نَفْعُهُمَا فِي الدَّارَيْنِ"

ترجمہ:

"اس کے الفاظ تھوڑے ہیں اور اس کے مطالب اور معانی بہت زیادہ ہیں جو اس کو پڑھے گا اور یاد کرے گا وہ سرسبز وشاداب ہوگا، اور جو اسے پڑھائے گا اور سنے گا، وہ شاداں وفرحاں ہوگا۔ اس کتاب کو میں نے دو ابواب میں ترتیب دیا ہے، جن کا نفع دنیا وآخرت دونوں میں ہوگا"

تشریح:

اس کتاب میں مصنف کے پیش نظر مختصر اور پرمغز احادیث ہیں، اور مصنف کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ ان احادیث کو اپنے خالی اذہان میں نقش اول کے طور پر لیں اور اسے یاد کریں، اور نتیجہ میں اس بشارت نبوی کے مصداق بنیں جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا۔ (مسند احمد: ۱۶۷۳۸)

اللہ اس بندے کو خوش وخرم اور سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات (حدیث) کو سنا، اسے محفوظ کیا اور اس کو آگے پہنچا دیا۔
اس کتاب کے دو باب ہیں، پہلے باب میں جوامع الکلم ہیں، اور دوسرے باب میں حکایات وقصص ہیں۔

وَاللّٰهَ اَسْئَلُ اَنْ يَجْعَلَهٗ خَالِصاً لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسَبَبًا لِدُخُوْلِ دَارِ النَّعِيْمِ فَاِنَّهٗ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَاِنَّهٗ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

ترجمہ:

''میں اللہ ہی سے یہ دعا اور سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کاوش اور عمل کو خالص اپنی رضاء کا ذریعہ بنائے اور اسے میرے لیے دخول جنت کا سبب بنائے، بیشک وہ اللہ وسیع مغفرت والا اور بڑے فضل کا مالک ہے۔

☆ مصنف نے لفظ اللہ کو مقدم کیا ہے حالانکہ لفظ اللہ مفعول بہ ہے اور مفعول بہ کا عام اصول یہ ہے کہ فعل اور فاعل کے بعد آتا ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا۔اس میں مصنف کے پیش نظر یہ ہے کہ وہ کلام میں تاکید زور اور حصر پیدا کریں، یعنی میرا مسئول اللہ ہی ہے اور میرا سوال اللہ ہی سے ہے کسی اور سے نہیں۔اس لیے کہ ضابطہ یہ ہے کہ کلام میں لفظ کو اگر اس کے اصلی مقام سے ہٹا دیا جائے تو اس سے کلام میں تاکید اور زور پیدا ہوتا ہے۔

☆ دارا لنعیم: کا مطلب ہے نعمتوں کا گھر، جنت کو دارالنعیم کہتے ہیں اس لیے کہ دہاں صرف نعمت ہی نعمت ہے وہاں تکلیف اور پریشانی کسی حالت میں بھی نہیں، قرآن پاک میں ہے، ﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ﴾ (سورۃ الحجر:۴۸) ترجمہ جنتیوں کو جنت میں تکلیف نام کی کوئی چیز بھی نہیں ہوگی۔

***

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ

فِیْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ وَمَنَابِعِ الْحِکَمِ وَالْمَوَاعِظِ الْحَسَنَةِ

پہلا باب

''پہلا باب پرمغز مگر مختصر کلمات، حکمت کے سرچشموں اور اچھی اچھی نصیحت کی باتوں کے بارے میں ہے۔''

لغوی وصرفی تحقیق:

باب مفرد ہے جس کی جمع ابواب آتی ہے۔ باب لغت کی رو سے دروازے کو کہتے ہیں اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہوتی ہے جس کے ذریعے دوسری چیز تک رسائی حاصل ہو۔ یعنی کسی چیز تک پہنچنے کا بنیادی ذریعہ باب کہلاتا ہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے: اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (کنز العمال: ۳۲۸۹۰) کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اور علمی اصطلاح وعرف میں باب ان چند مسائل اور باتوں کا مجموعہ ہوتا ہے، جن میں باہم اشتراک ہو اور ان میں بنیادی بات یکساں ہو۔ جیسے باب الغسل، باب الوضوء وغیرہ کہ ان ابواب میں جتنے بھی مسائل ذکر کیے جائیں گے وہ سب اگرچہ متنوع ہوسکتے ہیں تاہم ان سب میں قدر مشترک یعنی وضو اور غسل سے تعلق یکساں ہے۔ اسی حقیقت یا بات کو آپ خالص علمی اصطلاح میں یوں تعبیر کر سکتے ہیں۔

"اَلْبَابُ اِسْمٌ لِجُمْلَةٍ مُخْتَصَّةٍ مِنَ الْعِلْمِ"

یعنی باب ایسی چند علمی چیزوں کا نام ہے جو یک گونہ اختصاص کی حامل ہوں۔

الاول: مفرد ہے جس کی جمع اوائل اور مؤنث اولی ہے، جس کی جمع اولیات ہے۔ (دیکھیے معجم مقاییس اللغۃ: ۱۵۸)

الاول کی لغوی حیثیت اور صرفی تحقیق کے حوالے سے اختلاف ہے۔ خلیل نحوی کا کہنا یہ ہے کہ اول کا اصل اور مادہ ہمزہ واؤ اور لام ہے، یعنی اس کے حروف اصلی أ۔ و۔ ل۔ ہیں۔ چنانچہ اس اعتبار اول کا صرفی وزن فَعَّلٌ ہوگا جبکہ کچھ دیگر نحویوں کا خیال یہ ہے کہ اول کی اصل اور بنیادی حروف و۔ و۔ ل ہیں، چنانچہ اس اعتبار سے اول کا وزن افعل ہوگا۔ اس بارے میں خلیل کی تحقیق کو ترجیح حاصل ہے۔ (دیکھیے لغات القرآن: ۱/۲۹۷ اور المحیط فی اللغہ: ۱۹۶)

الاول نحو کے لحاظ سے منصرف بھی استعمال ہوتا ہے یعنی اس پر تنوین اور کسرہ آسکتے ہیں، اور غیر منصرف بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی اس صورت میں اس پر تنوین اور کسرہ کا آنا ممکن نہیں۔ اس کا ضابطہ یہ ہے جب اول کا کلمہ کسی کی صفت بن رہا ہو تو یہ غیر منصرف ہوگا جیسے لَقِیْتُہٗ عَامًا اَوَّلَ۔ یہاں عاماً موصوف ہے اور اول صفت ہے، اس لیے اس پر تنوین نہیں آئے گی

حالانکہ عاماً پر تنوین موجود ہے اور نحوی قاعدے کی رو سے موصوف صفت کے اعراب ایک ہونے چاہئیں اور اگر اول صفت نہ بن رہا ہو تو اس پر تنوین آسکتی ہے، جیسے مَا رَاَیْتُ لَہٗ اَوَّلاً وَّلَا آخِرًا. (دیکھیے، کتاب العین للفراہیدی: ۱۷۵)

جوامع جمع ہے فواعل کے وزن پر اور اس کا مفرد جامعۃ ہے، اس سے مراد وہ چیز ہے جو متنوع اور مختلف قسم کی اشیا کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔ اسی وجہ سے جدید عرف میں یونیورسٹی کو بھی جامعہ کہتے ہیں کہ وہاں بہت سے کلیات اور علوم وفنون کے شعبے یکجا ہوتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد وہ کلمہ یا بات ہے جو بہت سارے معانی ومفاہیم اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو، اور کمال اس میں یہ ہو کہ اس کے الفاظ زیادہ نہ ہوں، یعنی دوسرے لفظوں میں جوامع الکلم کو آپ دریا بکوزہ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ معانی ومفاہیم اور مطالب ومقاصد کا ایک اتھاہ سمندر چند مختصر سے کلمات اور جملوں میں یوں بند کر دینا کہ صدیاں بیت جائیں اور علماء اپنے اپنے علم اور فہم کی بنیاد پر ان کی تشریح کرتے رہیں اور پھر بھی یہ کہیں: ع ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''

نبی کریم ﷺ نے جہاں اللہ کی طرف سے ملنے والی دیگر خصوصیات اور امتیازات کا ذکر کیا ہے وہیں اپنے لیے یہ بھی فرمایا: "وَاُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ" یعنی مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ یہاں باب کی پیشانی میں لکھے ہوئے لفظ سے یہی پہلو مقصود ہے۔

الکلم: جمع ہے کلمۃ کی بمعنی بات، گفتگو، قرآن پاک میں ہے ﴿اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ﴾ (سورۂ فاطر: ۱۰)

منابع: منابع جمع ہے منبع کی۔ منبع کا لفظ اردو میں بھی مستعمل ہے۔ اردو عربی دونوں میں اس کا مطلب یکساں ہے، یعنی سرچشمہ، فوارہ، جہاں سے پانی پھوٹتا ہے۔

الحکم: حکمۃ کی جمع ہے، مطلب ہے سمجھداری کی باتیں، اور دانائی کے اقوال جسے اقوال زریں کہہ سکتے ہیں۔

المواعظ: موعظۃ کی جمع ہے موعظ وعظ سے بنا ہوا لفظ ہے جس کا مطلب ہے نصیحت اور تلقین۔

الحسنۃ: حسن صفت مشبہ کی مؤنث ہے، بمعنی خوبصورت، دلکش، عمدہ۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾ (سورۂ نحل: ۱۲۵)

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب کے اس پہلے باب میں نبوت کے پرانوار سینے سے نکلنے والے پرمغز اور جامع کلمات کا ذکر ہوگا، جو کہ حکمت سے لبریز ہیں اور دانائی ودانش ان سے ٹپک رہی ہے اور ان باتوں کا انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ آفریں آفریں کہنے کو دل چاہتا ہے۔

ترکیب:

الباب موصوف الاول صفت۔ موصوف صفت سے مل کر مبتدا۔ فی حرف جار جوامع مضاف الکلم مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ و حرف عطف منابع مضاف الحکم مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف

الیہ سے مل کر معطوف ہوا جوامع الکلم کا۔ اور معطوف علیہ ہوا آنے والے جملے کا و حرف عطف المواعظ موصوف الحسنۃ صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف۔ پھر معطوف علیہ اپنے تینوں معطوفات سے مل کر مجرور ہوا فی حرف جر کا۔ فی حرف جر اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا شبہ فعل کائن یا ثابت محذوف کا۔ ثابت شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی الباب الاول کی شکل میں بننے والے مبتدا کی۔ پھر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

① اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

((قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَاهَاجَرَ اِلَیْهِ))

ترجمہ:

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت کرے، چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے۔ اور جس کی ہجرت دنیا کے حصول کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو، تو اس کی ہجرت انہی چیزوں کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔''

مذکورہ حدیث کی اہمیت:

یہ حدیث اسلامی علمی ذخیرے میں انتہائی بنیادی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں انسانی زندگی کے تمام قسم کے اعمال اور سرگرمیوں کا احاطہ کر لیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ انسان کے جذبات اور ارادوں کا اس کی عملی زندگی اور حرکات وسکنات کے ساتھ گہرا ربط وضبط اور تعلق ہوتا ہے، اسی وجہ سے امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایک تہائی علوم ومعارف پر مشتمل ہے کیونکہ اس میں دل سے زبان سے اور دیگر اعضاء سے تعلق رکھنے والے تمام قسم کے اعمال کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بقول ابن دقیق العید اس حدیث کو علماء نے ثلث الاسلام یعنی پورے اسلامی ذخیرے کی ایک تہائی (۱/۳) کا لقب دیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث سمجھداری اور دانش وفقہ کا آدھا حصہ ہے، یعنی اس حدیث کے دائرہ اطلاق اور اس کے نتائج اور اثرات میں اتنی وسعت اور جامعیت ہے کہ اس کے نیچے آدھے علوم سما جاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیے ہوئے کام کی شان اور انداز ہی جدا ہوتا ہے اور اس سے زندگی کا رخ ہی بدل جاتا ہے۔

اس حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر عام طور سے اکثر محدثین اپنی کتب حدیث کی ابتداء میں یہ حدیث لاتے ہیں، جس سے ان کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بھی آدمی جو علوم شریعت کی منزل کے لیے رخت سفر باندھ رہا ہو

اسے ابتدا میں ہی رک کر اپنا توشہ اور زادِ راہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں اخلاص اور تصحیح نیت ہے یا نہیں؟ اور کہیں ایسا تو نہیں کہ علوم شریعت جیسے مقدس کام کے لیے سفر کرتے ہوئے اس کے دل میں رذائل اور دنیا کی محبت اور جاہ و منصب کی طلب ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو اس رذیل اور بری خصلت کو اول وہلے میں کھرچ کر دل سے باہر کرے اور پھر علم کی منزل کا راہی بنے۔

حدیث کا مقصود:

حدیث کی تشریح اور مدعا و مقصود تو ترجمے سے واضح ہے کہ آدمی کو ہر حال میں اپنی نیت درست اور اخلاص پر مشتمل رکھنی چاہیے لیکن خاص طور سے دینی کام اور عبادات کے باب میں نیت کا اہتمام اور اخلاص اور بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ظاہر میں ہم کچھ بھی کریں یا لوگوں کو دکھائیں اصل معاملہ تو اندر کا اور دل کا ہے، اور اللہ کے ہاں سے فیصلے کی بنیاد وہی ہے، اس لیے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ . (مسند احمد: ۷۸۲۷)

کہ اللہ رب العزت تمہاری ظاہری شکل و صورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتے وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں اور نیت کا تعلق دل کی گہرائیوں سے ہے اور اللہ علیم بذات الصدور ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (سورہ غافر: ۱۹)

یہ تو حدیث مبارکہ کا بنیادی اور مرکزی نکتہ اور مدعا ہے، باقی رہی الفاظ کے تناظر میں تشریح تو اس کے لیے حدیث کے شان ورود کو دیکھنا ضروری ہے، جو یہ ہے۔

شانِ ورود / پسِ منظر:

بہت سی احادیث مبارکہ ایسی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی واقعہ ہوا یا کسی شخص نے کوئی کام کیا جس کی نسبت سے آپ نے کچھ کلمات ارشاد فرمائے چنانچہ اس واقعے کو اس ارشاد اور حدیث کا شان ورود کہتے ہیں۔ اور قرآنی آیت سے متعلق احوال اور پس منظر کو شان نزول کہتے ہیں، شان ورود سے حدیث کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

مذکورہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جو کسی خاص پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس منظر یہ ہے کہ جب آپ ﷺ بہت سے صحابہ سمیت ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بعد میں مکہ میں بچ جانے والے لوگ آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینے پہنچنے لگے۔ ایک صاحب مکہ مکرمہ میں تھے، ان سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ایک عورت نے کہا کہ اگر تم ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ تو میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں گی، چنانچہ وہ آگئے تو اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اس عورت کا نام چونکہ ام قیس تھا اس لیے وہ صاحب مہاجر ام قیس کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ان کا نام کسی نے ذکر بھی نہیں کیا۔ غالباً یا تو اخفاء پیش نظر ہوگا۔ یا پھر لقب کی شہرت کی وجہ سے اصل نام پس پردہ چلا گیا ہوگا۔

(دیکھیے تقریر بخاری شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ)

لغوی وصرفی تحقیق:

انما:

انما کا کلمہ مفرد ہے یا مرکب ہے یعنی یہ لفظ ایک جزء پر مشتمل ہے یا دو کلموں سے مل کر بنا ہے اس بارے میں نحویوں کی دونوں طرح کی آراء موجود ہیں۔ مفرد ہونے کی صورت میں تو بات واضح ہے، البتہ مرکب ہونے کی صورت میں اگلا سوال یہ ہے کہ یہ کن کن اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ "اِنَّ" حرف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور ما کافہ (روکنے والا) ہے یعنی اس نے اِنَّ کو عمل کرنے سے روک دیا کیونکہ کف روکنے کو کہتے ہیں۔

اور دوسری رائے میں ما کافہ کی بجائے زائدہ ہے، یعنی جو کسی طرح کا عمل اور معنی نہیں رکھتا اور تیسری رائے یہ ہے کہ ما نافیہ ہے یعنی یہاں پر مانہیں کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا بے شک نہیں۔ مگر جب دونوں حروف یعنی ان اور ما نافیہ کو ملایا جائے گا تو اس میں حصر کا معنی پیدا ہوگا۔ حصر کا مطلب ہوتا ہے خاص کر دینا، محدود کر دینا۔ یعنی صرف یہی کام یا یہی بات ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں اسی وجہ سے انما کا ترجمہ فارسی میں "جُزاِیں نِیست" سے کیا جاتا ہے۔

عمل اور فعل کا فرق:

الاعمال: اعمال جمع ہے جس کا مفرد اور واحد عمل ہے۔ یہاں دو ملتے جلتے لفظ ہیں۔ ایک فعل اور دوسرا عمل۔ عام طور سے ان کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے، تاہم اگر غور کیا جائے تو ان میں فرق موجود ہے، چنانچہ فعل تو ہر طرح کے کام کو کہہ سکتے ہیں چاہے وہ اختیار اور ارادے کے ساتھ کیا جائے یا بلا اختیار وقصد کیا جائے۔ چنانچہ جانوروں کے فعل کو بھی فعل کہہ سکتے ہیں، جبکہ عمل میں شعور، ارادہ اور قصد ملحوظ ہوتا ہے، اور بقول علامہ کشمیری رحمہ اللہ عمل وہ ہے جس میں کسی نہ کسی درجے میں آدمی کو مشقت اور تگ ودو سے کام لینا پڑتا ہے جبکہ فعل میں ایسا نہیں ہوتا۔

النیات: جمع ہے جس کا مفرد نیت ہے اور نیت اس مقصد وارادے کو کہتے ہیں جس کی وجہ ہم اپنے سامنے موجود کئی ساری چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اپنے مقصد کے طور پر متعین کر لیتے ہیں۔ وہ اشیاء چاہے عبادت کی شکل میں ہوں یا عادت کی شکل میں ہوں یا ایک طرف حق تعالیٰ کی ذات ہو اور دوسری طرف غیر اللہ ہو ایسی متضاد اور مختلف چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ہم اپنی نیت سے متعین کر لیتے ہیں کہ میرا مقصود کیا ہے۔ اس لحاظ سے (یعنی اپنی نیت کو ایک طرف متعین طور سے لگانے کے لحاظ سے) یہ اخلاص کے مرادف وہم معنی ہوگا۔

امرئ: بمعنی مرد، آدمی، شخص۔ اس کے بارے میں تین قسم کی لغات ہیں زیادہ فصیح اور صحیح یہ ہے کہ جو اعراب بھی آخر میں موجود ہمزہ پر آئے گا وہی راء پر بھی آئے گا۔ چنانچہ یوں کہیں گے۔ هٰذَا اِمْرُؤٌ، رَاَیْتُ اِمْرَأً وَ مَرَرْتُ بِامْرِئٍ، بلکہ اعراب کے بدلنے سے آخری حرف کی شکل بھی بدلتی رہے گی۔ چنانچہ مرفوع ہونے کی حالت میں ہمزہ واؤ کے ساتھ ہوگا اور

منصوب ہونے کی صورت میں الف کی شکل میں جبکہ مجرور ہونے کی صورت میں ی کی صورت میں ہوگا۔
(دیکھئے المحیط فی اللغۃ ۱٤٥)

نوی: فعل ہے، لفیف مقرون سے۔ نیت سے مشتق ہے بمعنی قصد کرنا، ارادہ کرنا، مقصود بنانا۔
ھجرت: ہجرت کا لغوی معنی ہے ترک کرنا، چھوڑنا، دور ہونا، ہجر و فراق اسی سے ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ہجرت سے مراد ہے کافروں کے ملک سے جہاں اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونا اور مکمل طور سے اسلام کے مطابق زندگی گزارنا مشکل ہو، دارالاسلام کی طرف چلے جانا۔
دنیا: فُعلی کے وزن پر اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے اور اس کی اصل اور مادہ اشتقاق کے بارے میں دو رائے ہیں۔
۱۔ اس کی اصل دَنَوَ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے قریب ہونا۔ دنیا کی اس زندگی کو دنیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے آخرت کے اعتبار سے قریب ہے یعنی زمانے کے اعتبار سے پہلے دنیا ہے اور پھر آخرت ہوگی۔
۲۔ اس کی اصل دَنَأَ سے ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے گھٹیا پن، کم تر، ذلیل اور چونکہ دنیا آخرت کی نسبت گھٹیا ہے اس لیے اس کو دنیا کہتے ہیں۔ اور دنیا کا مصداق اور مفہوم یہ سارا مادی عالم ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور صوفیا کے ہاں ہر وہ چیز دنیا ہے جو انسان کو اللہ سے غافل کردے۔
اِمرَاۃ: مؤنث ہے امرءٌ کی بمعنی عورت، اس میں امرءٌ والی لغات نہیں۔ یہ ہر صورت میں ایک ہی شکل پر رہتی ہے البتہ اعراب تبدیل ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ مفرد منصرف صحیح ہے اس لیے رفع، نصب اور جر تینوں اعراب بالحرکۃ ہوتے ہیں۔
یتزوج: باب تفعل سے ہے جس کا اصل مادہ اور ماخذ اشتقاق، زَوَجَ ہے۔ جب ایک مرد اور عورت کسی قانون اور شرعی ضابطے سے اپنی معاشرتی اور اجتماعی زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو اسے تزوج یا علاقۂ زوجیت کہتے ہیں، مطلب ہے شادی کرنا۔

ترکیب:

قال النبی ﷺ

قال فعل ہے اور النبی اس کا فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول۔ اس کے بعد صلی فعل ہے اور لفظ اللہ اس کا فاعل۔ علیٰ جار اور ھو ضمیر مجرور متصل۔ جار مجرور سے مل کر متعلق صلی فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ وَ حرف عطف سَلَّمَ فعل ھو ضمیر اس کے اندر فاعل جو کہ راجع ہے لفظ اللہ کی طرف۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف اور پھر معطوف علیہ سے مل کر جملہ دعائیہ معترضہ ہوا۔
انما: کلمہ حصر۔ الاعمال مبتداء با حرف جار النیات مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا، مقبولۃ شبہ فعل کے۔ شبہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

وانما: واؤ حرف عطف انما کلمہ حصر لامری میں لام حرف جار امریٔ مجرور جار مجرور متعلق ہوا یکون فعل محذوف کے یکون فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مقدم ہوئی آگے آنے والے مبتداء کی۔ ما موصولہ نوی فعل ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول صلہ مل کر مبتدا ہوا خبر مقدم کا۔ خبر و مبتدا مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بن گیا۔

فمن: فاء تفریعیہ، یا استینافیہ، من شرطیہ کانت فعل از افعال ناقصہ ھجرتہ ھجرۃ مضاف ہ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر اسم ہوا کانت فعل ناقص کا۔ الی حرف جار لفظ اللّٰہ مجرور۔ جار مجرور مل کر معطوف علیہ و حرف عطف رسول مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور ہوئے الی حرف جار کے۔ جار مجرور مل کر متعلق ہوا کائنۃ شبہ فعل محذوف کے۔ کائنہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی کانت فعل ناقص کی۔ کانت فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر شرط بن گئی آنے والی جزاء کی۔

فھجرتہ فا جزائیہ ھجرۃ مضاف، ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا الی حرف جار لفظ اللہ اور رسولہ سابقہ طریقے سے مجرور جار مجرور متعلق کائنۃ کے۔ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر ہوئی ھجرتہ مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا ہوئی شرط کی۔ شرط اور جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو گیا۔ اور پھر آگے آنے والے اسی جیسے جملے کے لیے معطوف علیہ بن گیا۔

ومن واؤ حرف عطف، من شرطیہ کانت فعل ناقص ھجرتہ اس کا اسم اور الی حرف جار دنیا موصوف یصیب فعل ھا ضمیر منصوب مفعول بہ ضمیر مستتر ہے یصیب کے اندر فاعل ہے۔ یصیب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت دنیا موصوف کی/ موصوف صفت مل کر معطوف علیہ ہوا آنے والے جملے کے لیے۔

او امراۃ او حرف عطف برائے تنویع، امرأۃ موصوف یتزوج فعل با فاعل ھا منصوب متصل مفعول بہ۔ فعل مع فاعل ومفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت۔ موصوف صفت سے مل کر معطوف پچھلے جملے کے لیے۔ معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور ہوئے الی حرف جار کے، جار مجرور متعلق ہوئے کائنۃ شبہ فعل محذوف کے۔ کائنۃ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط بن گئی آنے والے جزاء کی۔

فھجرتہ: فا جزائیہ ھجرتہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ الی حرف جار ما اسم موصول۔ ھاجر فعل ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل الیہ الی حرف جار ہ ضمیر مجرور متصل۔ جار مجرور متعلق ھاجر فعل کے۔ فعل فاعل سے مل کر صلہ ہوا اسم موصول کا۔ موصول صلہ مل کر مجرور ہوئے۔ اور جار مجرور متعلق ہوئے کائنۃ شبہ فعل محذوف کے۔ شبہ فعل اپنے فاعل اور مجرور متعلق سے مل کر خبر مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا ہوئی پچھلی شرط کی۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو گیا۔

یہاں تک رکھنا چاہیں تو بھی آسان ہے اور اگر آپ فمن کانت ھجرتہ الخ اور دوسرے ومن کانت ھجرتہ الخ

دونوں کو آپس میں معطوف معطوف علیہ بنانا چاہیں تو بھی درست ہے (مگر یہ ذرا طویل ہو جائے گا)۔ یہ ساری حدیث از اول تا آخر مقولہ بنے گی (قال النبی ﷺ کے) قول کا

نقشہ ترکیب:
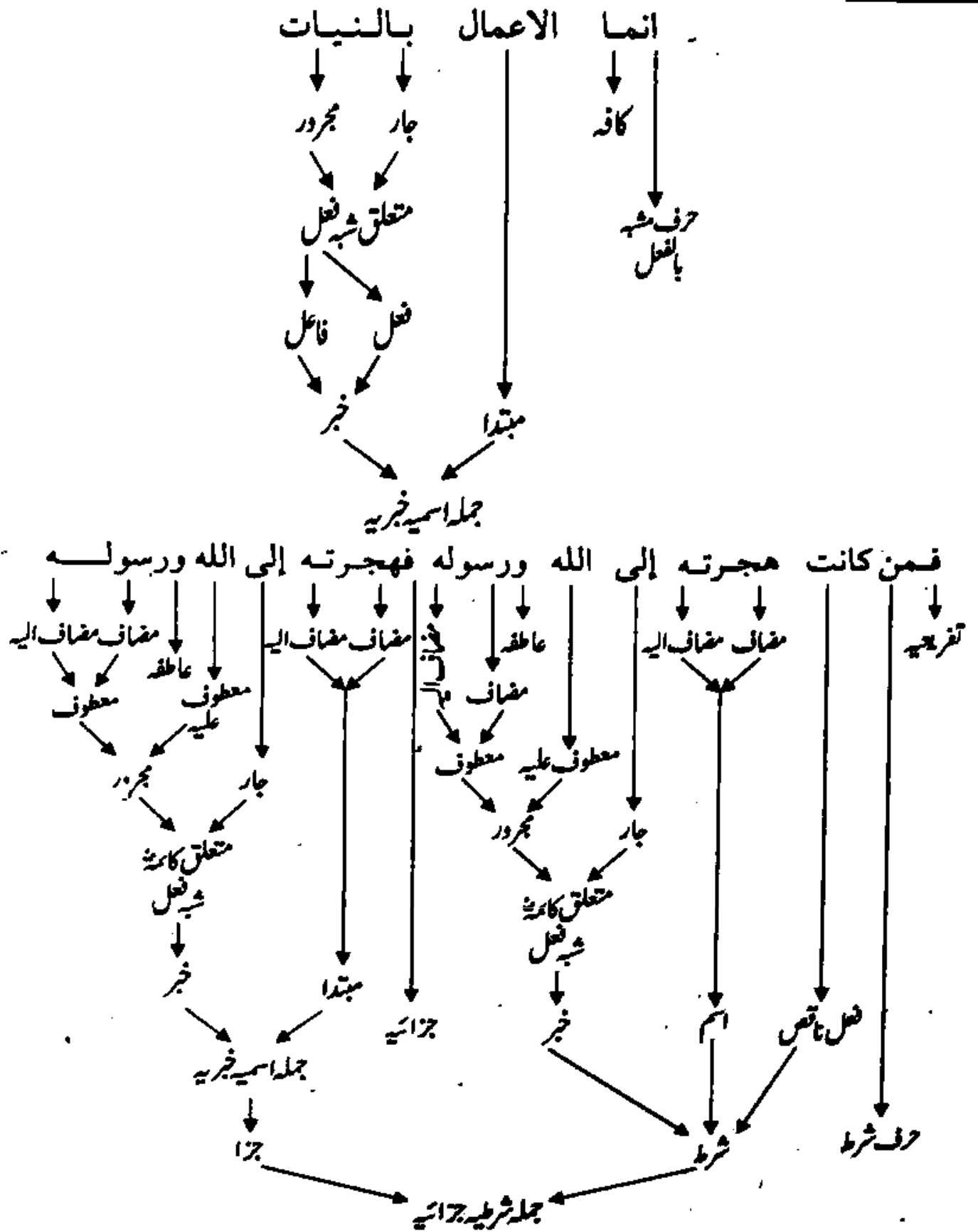
فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله

تفریعیہ

مضاف مضاف الیہ

عاطفہ

مضاف

معطوف علیہ

معطوف

جار

مجرور

متعلق کائنۃ شبہ فعل

خبر

اسم

فعل ناقص

حرف شرط

شرط

مبتدا

جزائیہ

جملہ اسمیہ خبریہ

جزا

جملہ شرطیہ جزائیہ
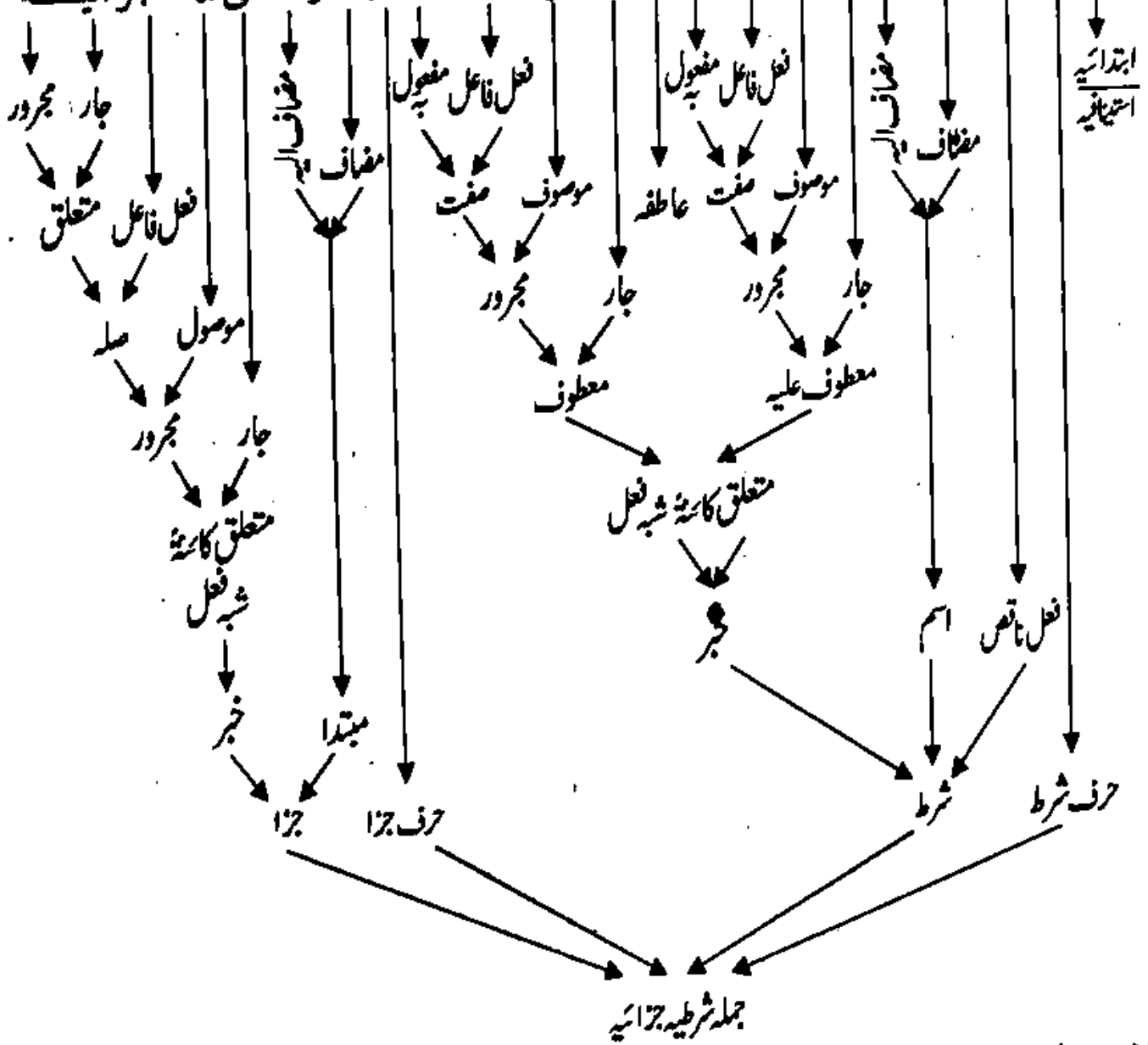
تخریج حدیث:

مذکورہ روایت حدیث کی متعدد کتابوں میں آئی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱.

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر۱٦۸.

(۳) سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ٤۲۱۷.

(٤) سنن کبری بیهقی، حدیث نمبر ۷٦۲۰.

(٥) مشکل الآثار امام طحاوی، حدیث نمبر ٤٤٦۷.

***

جملہ اسمیہ

اس باب میں وہ احادیث مبارکہ ذکر کی جائیں گی جن کے الفاظ وکلمات نحو کے اعتبار سے جملہ اسمیہ ہیں یعنی ان کا ایک جزء مبتدا اور دوسرا خبر پر مشتمل ہے۔

ترکیب:

الجملة الاسمية موصوف صفت ہے جو یا تو مبتدا بن سکتا ہے یا خبر یعنی مرکب ناقص ہے، پورا جملہ (مرکب مفید) بنانے کے لیے عبارت محذوف نکالنی پڑے گی۔ قریب ترین عبارت یہ ہے، هٰذا بَابُ الجملةِ الاسميةِ اس میں هذا مبتدا ہوگا، باب مضاف اور الجملة الاسمية مضاف الیہ ہے، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر ہوگی۔ پھر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا۔ مضاف + مضاف الیہ = خبر، مبتدا + خبر = جملہ اسمیہ خبریہ۔

② دین سراسر خیر خواہی ہے

اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

ترجمہ:

"دین خیر خواہی کا نام ہے/ دین سراسر نصیحت ہے۔"

تشریح:

حدیث مبارکہ کی تشریح اور مفہوم ومقصود بیان کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا جملہ حدیث کا ایک جزو ہے، پوری حدیث اس طرح ہے۔

"عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔" (بخاری شریف حدیث:۵۶)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ فرمایا: دین خیر خواہی ہے، دین خیر خواہی ہے دین خیر خواہی ہے۔ ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، اور مسلمانوں کے ائمہ اور راہنماؤں کی اور عام لوگوں کی۔

مذکورہ بالا حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے امت کے تمام افراد سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ بدخواہی اور برا معاملہ نہ کریں، اور زندگی کے تمام قسم کے معاملات میں خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے، ان کا تعلق دینیات سے ہو یا سیاسیات اور معاشرت سے، ان کا معاملہ انفرادی زندگی سے جڑا ہوا ہو یا اجتماعی زندگی سے، ان سب شعبوں میں ایک مسلمان کے لیے دین داری اور دین پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان تمام امور میں خیر خواہی اور اخلاص اور حسن معاملہ سے کام لے۔ اس حدیث کی اسی جامعیت اور اہمیت کے پیش نظر علامہ نووی شارح مسلم اور صاحب ریاض الصالحین نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے کیونکہ اس میں دین کے تمام احکام سمیٹ دیئے گئے ہیں۔

خیر خواہی کا مطلب:

اللہ کے معاملے میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہو اور اس کے منع کردہ تمام امور سے بچے، اور کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کے معاملے میں خیر خواہی یہ ہے کہ قرآن پاک کا حق پورے اخلاص سے ادا کرے اس کا ظاہری و باطنی ادب کرے، اس کی تلاوت کرے، اس کے احکام کو جانے، مانے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ سے انتہاء درجے کی محبت ہو، اور آپ کی اطاعت کو وظیفۂ حیات بنائے۔

اور مسلمانوں کے بڑے لوگوں سے مراد اگر تو حکام ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی خیر و نصیحت کی باتیں سوچے ان کے جائز اور مباح احکامات اور فرامین پر عمل کرے کیونکہ مباح کاموں میں مسلمان حاکم کی اطاعت لازم ہے، اور اگر یہ لوگ راہ حق سے ہٹے ہوں تو ان کو مناسب اور موزوں نصیحت سے کام لے اور ان کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکنہ تدبیر سوچے۔ اور اگر ائمہ سے مراد ائمہ دین اور علماء اسلام ہوں تو پھر ان سے خیر خواہی کا مطلب ان سے محبت اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہوگا کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور عام لوگوں سے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی ضروریات کی کفالت کرے، بیمار کی عیادت کرے، جنازے میں شرکت کرے، ان کے بارے میں برا نہ سوچے، غیبت نہ کرے، کسی کو کسی بھی عمل سے تکلیف نہ پہنچائے، گویا ایک دین دار آدمی اس بات کی عملی تصویر ہوتا ہے:

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری ‏ ‏ ‏ کہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

لغوی وصرفی تحقیق:

الدین لفظ دین، یہ مصدر ہے باب دان یدین دیناً یعنی ضرب یضرب سے۔ لغت کی رو سے دین متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، (۱) حساب اور محاسبہ قرآن پاک میں ہے ﴿مالك یوم الدین﴾ (سورۃ فاتحہ:۳) اسی سے ہے (۲) ملکیت (۳) بدلہ، جزاء وغیرہ۔ اور اصطلاح میں دین کا اطلاق ان تمام احکامات پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر زندگی

گذارنے کے طریقے کے طور پر آتے ہیں، ان معنوں میں یہ شریعت کا ہم معنی ہے۔ دین سماوی دین نصاری، یہود وغیرہ انہی معنوں میں ہے۔

النصیحۃ: یہ بھی مصدر ہے نصح ینصح سے، یہ مفرد ہے اور اس کی جمع نصائح آتی ہے اردو میں بھی مفرد و جمع دونوں مستعمل ہیں، اس کا مطلب خیر خواہی، اور کسی کو اچھی بات کہنا یا کوئی اہم اور نیک بات بتانا ہوتا ہے، جیسے والد نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ بیٹا جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ اچھی بات کی تلقین آدمی تب ہی کرتا ہے جب کسی کی خیر خواہی اور اس کا احساس دل میں ہوتا ہے۔

ترکیب:

الدین مبتداء ہے، اور النصیحۃ خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ مبتدا+ خبر = جملہ اسمیہ خبریہ۔

سوال: الدین مذکر ہے اور النصیحۃ مؤنث ہے، اس لیے مبتدا اور خبر میں مطابقت نہیں حالانکہ مبتدا اور خبر میں مطابقت ہونا ضروری ہے؟

جواب: النصیحۃ اسم مشتق نہیں بلکہ اسم مصدر ہے اور مصدر میں آنے والی تاء عموماً مؤنث کی نہیں بلکہ وحدت کی ہوتی ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

سوال: مبتدا اور خبر میں عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے اور خبر نکرہ ہوتی ہے جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ یا اَلرَّجُلُ عَالِمٌ جبکہ یہاں دونوں ہی معرفہ ہیں؟ ایسا کیوں ہے؟

جواب: یہ ضابطہ عام حالات کے اعتبار سے بجا ہے، کہ جہاں خبر زیادہ اہمیت کی حامل نہ ہو وہاں اسے نکرہ ہی لایا جاتا ہے، جبکہ یہاں ایسا نہیں بلکہ یہاں خبر کی اہمیت بتلانا اور اس پر زور دینا مقصود تھا اس لیے اسے نکرہ کی بجائے معرفہ استعمال کیا گیا ہے۔

نقشہ ترکیب:
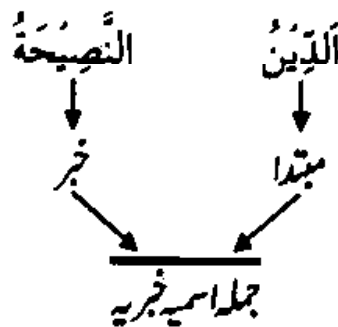
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) بخاری شریف: حدیث نمبر ۵٦ باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ۔

(۲) مسلم شریف: حدیث نمبر ۵۵ کتاب الایمان باب بیان الدین النصیحۃ۔

(۳) سنن نسائی۔ باب النصیحۃ للامام حدیث نمبر ٤۱۹۷۔

③ مجلس کی گفتگو راز ہے

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ

ترجمہ:

''مجلسیں امانت کی چیز ہیں۔''

تشریح:

مجلس کی باتوں کی اہمیت ونزاکت:

مذکورہ بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک نہایت اہم اخلاقی اصول اور معاشرتی ہدایت عطا فرمائی ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے کے اندر موجود بے شمار جھگڑے، غلط فہمیاں اور نفرتیں ختم ہوسکتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں معاشرے کے اندر سے متعدد جھگڑے اور تنازعات اس حدیث کے مقتضاء اور مدعا پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ اس حدیث کا مطلوب ومقصود یہ ہے کہ ایک شریف انسان کے ساتھ جب کوئی دوسرا شخص کوئی گفتگو کرے اور کسی بھی قسم کی بات اس کو بتائے یا اس سے مشورہ کرے، مجلس ختم ہونے کے بعد اس دوسرے شخص کو چاہئے کہ پہلے شخص کا راز اپنے سینے میں محفوظ رکھے، اسے دوسرے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، اسی وجہ سے حکماء کا قول ہے۔

صُدُوْرُ الْاَحْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ۔ شرفاء کے سینے رازوں کے قبرستان ہوتے ہیں، یعنی جیسے قبرستان میں جانے کے بعد اور قبر میں پڑنے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا ایسے ہی ایک وضعدار اور شریف انسان دوسرے کے راز کو اپنے سینے میں دفنے کی طرح محفوظ رکھتا ہے اسے کسی کے سامنے ذکر نہیں کرتا۔

علماء نے یہ فرمایا ہے مذکورہ بالا حدیث میں عمومی ہدایت تو یہی ہے کہ کسی بھی قسم کی بات دوسروں کے سامنے نہ کی جائے، البتہ اس سے چند مواقع اور صورتیں مستثنیٰ ہیں، مثلاً مجلس میں کسی کے مال وجان یا آبرو کے بارے میں کوئی غلط منصوبہ بن رہا ہو تو آدمی کو چاہیے کہ متعلقہ شخص کو فوراً مطلع کردے مبادا کہ اسے نقصان پہنچ جائے۔ اسی طرح اگر کسی مجلس میں دین کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہو تو آدمی کو چاہئے کہ اس کو بھی ظاہر کردے تاکہ لوگ بروقت اس کا تدارک کرسکیں۔ اسی طرح اگر صاحب مجلس نے آپ کو اجازت دے دی ہو کہ یہ بات بیان کرسکتے ہو، تب بھی اجازت ہے، اجازت چاہے صراحتاً ہو یا عرفاً، مثلاً بات اس قدر اہمیت کی حامل نہیں کہ جس کے ظاہر کرنے سے اس کو کسی بھی قسم کا کوئی حرج اور نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

مجالس جمع ہے جس کا مفرد مجلس ہے، اور مجلس اسم ظرف کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے بیٹھنے کی جگہ، اور بیٹھنے والے لوگ، کچہری، یہاں اسم ظرف کے صیغے میں ظرف بھی مراد ہوسکتا ہے اور مظروف بھی، یعنی جگہ بھی اور جگہ میں بیٹھنے والے لوگ بھی۔

الامانۃ: مصدر ہے اور مفرد ہے، باب سمع یسمع ہے، اور ہفت اقسام میں سے مہموز الفاء ہے حروف اصلی، ا، م، ن، ہیں یعنی مطمئن ہونا، بھروسہ کرنا، اس کی جمع امانات آتی ہے، اردو میں بھی امانت کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی ودیعت وغیرہ کے لیے۔

ترکیب:

المجالس: مبتدا ہے، اور با، حرف جار، الامانۃ مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائنۃٌ شبہ فعل محذوف کے، کائنۃٌ شبہ فعل محذوف اپنے اندر موجود ضمیر جو کہ اس کا فاعل ہے اس سے مل کر خبر ہوئی المجالس مبتدا کی، المجالس مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
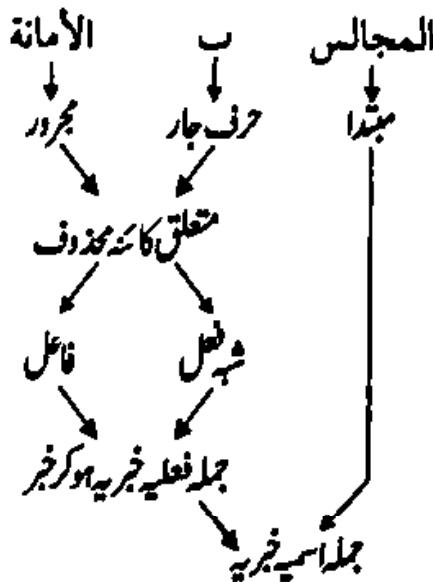
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) شعب الایمان۔ باب فصل فی حفظ المسلم سراخیہ، حدیث نمبر ۱۱۱۹۴

(۲) مسند احمد۔ حدیث نمبر ۱۴۱۳۴

(۳) مصنف عبدالرزاق۔ ۱۹۷۹۱ بمعناہ

***

④ دعا عبادت کا مغز ہے

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

ترجمہ:

''دعا عبادت کا مغز ہے''

تشریح:

دعاء کی اہمیت:

انسان اپنے دسیوں کمالات کے باوجود انتہائی ناتواں اور عاجز ہے اسی لیے زندگی کے بے شمار معاملات اور پریشانیوں میں وہ بالکل بے بس ہو جاتا ہے، ایسے میں اس کے دل میں فطری طور سے ایک داعیہ اٹھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں اور اس کے ہاتھ بلند ہوتے ہیں، اس کی اسی کیفیت بے چارگی اور طلب کو دعا کہتے ہیں۔ انسان کی قلبی تسکین کے علاوہ دعاء کو شریعت نے عبادت کا درجہ دیا ہے بلکہ اسے اہم ترین عبادت اور عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ تمام عبادات کا حاصل اور اصل انتہائی درجے کی عاجزی، تذلل اور خدا کے حضور گڑگڑانا اور سجدہ ریز ہونا ہے۔ اور یہ عاجزی دعا کے اندر علی وجہ الاتم پائی جاتی ہے بلکہ دعاء تو سراپا عجز و نیاز اور اپنی پستیوں کا اعتراف اور خدا کی رفعتوں کا کھلا اقرار ہے۔ اور یہی احساس اور کیفیت عبادت کی معراج ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اس قدر اہمیت بتلائی ہے اور خود حق تعالیٰ نے دعا مانگنے کا حکم دیا اور نہ مانگنے والوں کو تکبر کا مرتکب ٹھہرایا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝﴾

(سورۃ غافر: ۶۰)

''اور تمہارے رب کا ارشاد ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرتا ہوں، جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے اور اعراض کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دعا کی قبولیت کی ایک اہم شرط رزق حلال ہے، اور دعاء کا ادب یہ ہے کہ پہلے اور آخر میں حضور ﷺ کی خدمت میں درود مبارکہ کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ دعا اگر ظاہر میں قبول نہ بھی ہو تو آخرت میں اس کا اجر ضرور ملتا ہے یا دنیا میں اس کے بدلے میں کوئی آفت ٹال دی جاتی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الدعاء: یہ مصدر ہے باب نصر ینصر سے ہفت اقسام میں سے ناقص واوی ہے باب دعا یدعو، بروزن فُعالٌ، اس کا معنی پکارنا، طلب کرنا، دعا کرنا ہے، یہاں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور دست سوال دراز کرنا ہے۔

مخ: اسم ہے جو ہڈی کے گودے، دماغ کے بھیجے، آنکھ کی چربی اور خالص چیز کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

عبادت کیا ہے؟

العبادة: یہ بھی مصدر ہے عبد یعبد بروزن نصر ینصر سے اس کے لغوی معنی پوجا پاٹ، اور پرستش کے ہیں، اور اصطلاح میں عبادت کا معنی یہ ہے:

"اَلْعِبَادَةُ اَقْصٰی غَایَةِ الْخُضُوْعِ وَالتَّذَلُّلِ وَلِذٰلِکَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِی الْخُضُوْعِ لِلّٰہِ تَعَالٰی"

(تفسیر بیضاوی)

''عبادت انتہائی درجے کے تذلل اور عاجزی کو کہتے ہیں، اسی وجہ سے عبادت کا استعمال صرف اللہ کے لیے جھکنے میں ہوتا ہے''

یہاں ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ عام طور سے یہ مشہور ہے کہ دین کے مطابق کوئی بھی کام کریں خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد سے۔ وہ عبادت ہے۔ یہ کہنا مجازی طور سے تو درست ہوسکتا ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ عبادت کا حقیقی مصداق ومفہوم صرف وہ اعمال وافعال ہیں جو ایک بندہ صرف اپنے خالق ومالک کی رضا کی غرض سے انتہائی عاجزی اور تذلل سے سرانجام دیتا ہے اور اس میں اس کا اپنا دنیاوی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ، باقی رہے دیگر معاملات تو ان میں اگرچہ اچھی نیت کا ثواب تو ملتا ہے تاہم وہ حقیقی عبادت نہیں۔ عبادت ایک شرعی اصطلاح ہے اس کو انہی معنوں اور مفاہیم کے لیے استعمال کرنا چاہئے جن میں وہ پہلے استعمال ہوتا آیا ہے، کسی اور چیز پر عبادت کا حقیقی معنوں میں اطلاق کرنا یہ وضع الشیء فی غیر محله (یعنی کسی چیز کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ برتنا) ہے۔

ترکیب:

الدعا مبتدا، مخ مضاف، العبادۃ مضاف الیہ۔ مضاف، مضاف الیہ سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
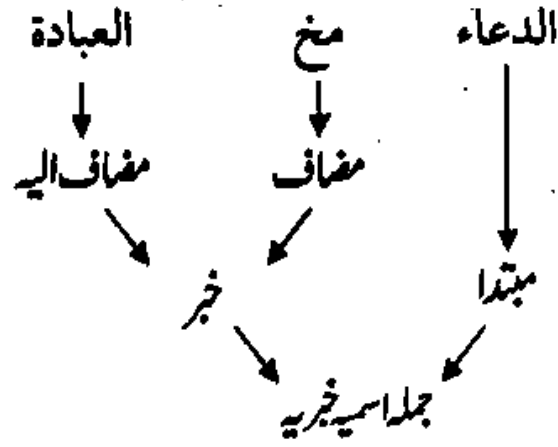
تخریج حدیث:

یہ روایت حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ترمذی شریف: کتاب الدعوات حدیث نمبر ۳۳۷۱

(۲) معجم اوسط طبرانی حدیث نمبر ۳۱۹۶

***

۵ حیاء ایمان کا حصہ ہے

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

ترجمہ:

''حیاء ایمان کا حصہ ہے''

تشریح:

حیاء اور شرم، حجاب اور جھجک یہ دونوں قریب قریب ایک ہی مفہوم کے الفاظ اور ایک ہی حقیقت کی تعبیرات ہیں۔ جن کا حاصل وہ کیفیت اور وصف ہے جو کسی بھی انسان کو خلاف ادب، خلاف مروت اور خلاف شریعت کام کرنے سے روکتا اور باز رکھتا ہے۔ مذکورہ چیزوں سے رکنا اور ان کا مرتکب نہ ہونا خود ایمان کا بھی تقاضا ہے۔ ادھر حیا ایک فطری وصف ہے جو انسان کی فطرت میں ودیعت ہے، تو یہ فطری وصف ایمان کے تقاضوں میں ممد و معاون بن جاتا ہے اس لیے اسے ایمان ہی کا ایک حصہ اور شاخ قرار دیا گیا ہے اور حقیقت میں حیاء ایک بہت بڑا عامل ہے جو انسان کو ایمان کے مطابق عمل کرنے پر ابھارتا ہے۔

حیا کا یہ ایک سلبی پہلو ہے جس میں ان چیزوں سے باز رہنا ہوتا ہے، دوسری طرف حیاء ہی کے وصف کا ایک ایجابی پہلو بھی ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ کا شکر کرتا ہے اور ناشکری کرنے سے شرمندگی اور بے غیرتی و احسان فراموشی کا خیال اس کے دل میں آتا ہے۔ بہرحال حیاء کے یہ دونوں پہلو ایمان کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں، اسی وجہ سے حیاء کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ یہ بہت بڑا شعبہ ہے کیونکہ شعبۃٌ میں تنوین تعظیم کے لیے ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

حیاء: مصدر ہے باب سمع یسمع سے ہفت اقسام کے اعتبار سے لفیف مقرون ہے۔ حروف اصلی ح۔ ی۔ ی۔ اور اس کے لغوی معنی یہ ہیں۔ شرم و حیا، کسی چیز سے منقبض ہونا۔ اور ملامت کے خوف سے چھوڑنا۔ بارش و تر و تازگی۔ توبہ۔ (مصباح)

شعبۃ صرفی اعتبار سے فتح یفتح اور سمع یسمع دونوں بابوں سے آتا ہے، اور لغت کی رو سے یہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرقہ، گروہ، شاخ، حصہ، گھاٹی۔ اس کی جمع شُعَبٌ اور شِعَابٌ ہے۔

الایمان مصدر ہے باب افعال سے جو ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء ہے، اس کا مطلب ماننا، تصدیق کرنا، اور تسلیم کرنا ہے، اور اصطلاح کے اعتبار سے ایمان، تصدیق ما جاء به النبی ﷺ ہے یعنی نبی ﷺ کی تمام تعلیمات کو دل وجان سے تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔

ترکیب:

الحیاء مبتدا ہے، شعبة موصوف، من جار الایمان مجرور، جار مجرور متعلق ہوا کائنۃٌ محذوف کے، کائنۃٌ شبہ فعل اپنے فاعل سے مل کر صفت ہوا شعبة موصوف کی، موصوف صفت سے مل کر خبر ہوئی، مبتداء کی مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ جار+ مجرور۔ متعلق۔ صفت+ موصوف= خبر+ مبتدا= جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:
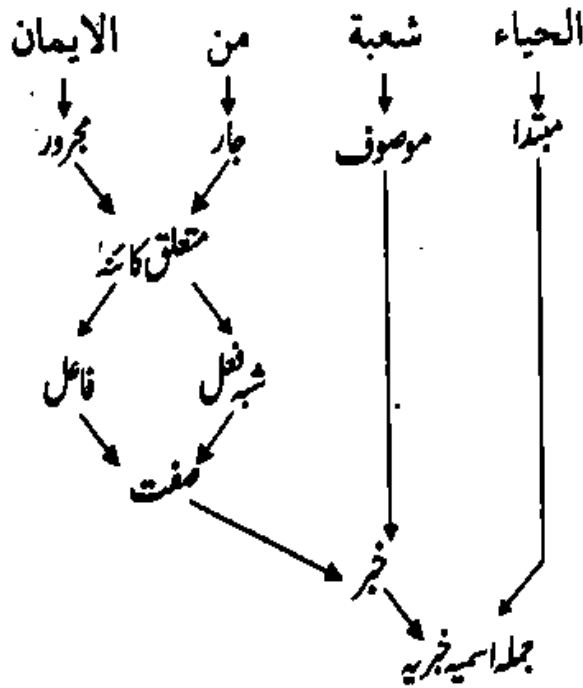
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ابن ماجه۔ باب في الایمان۔ حدیث نمبر ۵۸

(۲) سنن نسائي۔ ذکر شعب الایمان۔ حدیث نمبر ۵۰۰۶

***

⑥ محبت اور معیت

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

ترجمہ:

''آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے''

شانِ ورود/پس منظر:

''بخاری شریف میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بڑے آدمی یا بزرگ وغیرہ سے محبت تو کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے اس سے کم ہے (یعنی آخرت میں درجات تو عمل کے اعتبار سے ہوں گے تو کیا وہاں کا ساتھ اور معیت نصیب ہوگی یا نہیں؟) آپ نے فرمایا: آدمی جس کے ساتھ خلوص دل سے سچی محبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ ہی رہے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زبان مبارکہ سے یہ ارشاد سن کر صحابہ کو اتنی خوشی ہوئی کہ جتنی شاید دنیا کی کسی بھی چیز کے ملنے کی نہ ہو۔''

محبت کے اثرات:

انسان کے اندر یہ فطری جذبہ اور صلاحیت ہے کہ جب کوئی چیز یا شخص اس کے دل کو اچھا لگتا ہے تو وہ اس کے قریب ہونے اور قریب رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے، اور اس سے جدا ہونا اس کے لیے گراں اور مشکل ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا میں ایسے بے مثال لوگ ہیں کہ ان سے بڑھ کر محبت رسول میں مثالیں قائم کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ جب انہوں نے یہ سنا کہ قیامت والے دن اپنے اپنے اعمال کے بقدر درجات ہوں گے تو یہ تشویش لاحق ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے عمل کم ہیں تو ہم رسول اللہ ﷺ سے جدا اور دور نہ ہو جائیں۔ اسی فطری جذبے کے تحت انہوں نے یہ سوال کیا اور آپ نے ایک سنہری اصول اور ضابطے کی شکل میں جواب عنایت فرمایا اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی یہ اصول اور راستہ بن گیا کہ اگر وہ چاہیں کہ بلند درجات پر فائز ہوں تو اس کے لیے دینی اعتبار سے بڑے لوگوں سے محبت کریں، جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ان لوگوں سے قرب ہوگا، اور درجات عالیہ ملیں گے، مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں سے محبت اور ان کی صحبت حصول ولایت کا ذریعہ ہے''۔

اور یہ صرف غیر فطری یا بے ضابطہ بات نہیں بلکہ اس کے پیچھے وجہ یہ ہے کہ محبت آدمی سے بہت کچھ کروا دیتی ہے، چنانچہ جب نیک لوگوں سے محبت ہوگی اور بہت ہوگی تو ان کے رنگ میں رنگنے کی بھی کوشش کرے گا، فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ، (ترجمہ: چاہنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے) وہ قسام ازل تو طلب پر فیصلے کرتا ہے جب کوئی سچی طلب اور محبت

لے کر چل پڑتا ہے تو راستہ سمٹ کر منزل دو گام پہ آ جاتی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المرء بمعنی مرد، آدمی، اس کی مزید تفصیل حدیث نمبر ا میں ''انما لا مریٔ'' کے الفاظ کے تحت گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے، مع اسم ہے اور یہاں مضاف واقع ہو رہا ہے۔

احب باب افعال ہے اور ماضی کا صیغہ ہے ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے بمعنی محبت کرنا۔

ترکیب:

المرء مبتدا، مع مضاف من اسم موصول احب فعل ھو ضمیر اس کے اندر اس کا فاعل، (جو کہ لوٹ رہی ہے من موصولہ کی طرف، کیونکہ صلے کے اندر ایک ضمیر کا موصول کی طرف لوٹنا ضروری ہے) فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ سے مل کر مضاف الیہ ہوا مع مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا فعل محذوف یکون کا یکون فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
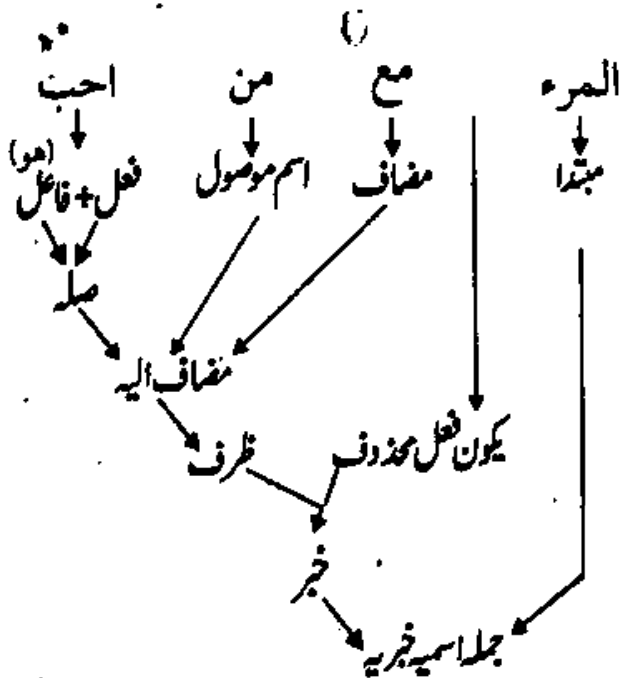
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ترمذی۔ باب ان المرأ مع من احب۔ رقم: ۲۳۸۵

(۲) دار قطنی۔ باب فی طهارة الارض من البول۔ رقم ۲۔

***

⑦ شراب گناہوں کی جڑ

اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ

ترجمہ:

''شراب گناہوں کا مجموعہ ہے''

تشریح:

ویسے تو یہ بات طے ہے کہ اگر انسان ایک نافرمانی اور گناہ کرتا ہے تو یہ گناہ دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہی ہے، کیونکہ دل گناہوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور گناہ پر جرأت ہونے لگتی ہے، لیکن شراب کا گناہ، ایسا سنگین گناہ ہے، کہ یہ گناہ براہ راست دیگر بہت سے برے کاموں اور انتہائی قبیح باتوں کا باعث بنتا ہے کیونکہ آدمی جب شراب پیتا ہے تو اس کی عقل قائم نہیں رہتی جس کی وجہ سے وہ ایسے تمام کام کر گزرتا ہے جو بے عقل اور پاگل لوگ کرتے ہیں شیطانیت کا غلبہ ہوتا ہے تو گالیاں بکتا ہے۔ بیوی کو طلاق دے دیتا ہے حتیٰ کہ اپنی محرم رشتہ دار عورتوں کے ساتھ منہ کالا کرنے سے بھی باز نہیں آتا اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ، (اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین) اسی وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے، ''ترجمہ: شراب بے حیائی اور بری باتوں کی جڑ ہے اور بہت بڑا گناہ ہے، جو شراب پیتا ہے وہ اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی سے زنا کر بیٹھتا ہے۔''

ایک دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شراب پیتا ہے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا، اور شراب کے عادی کی شب قدر کو بھی بخشش نہیں ہوتی۔

شریعت نے شراب کے بارے میں بہت سختی کی ہے اور اسے بہت بری نظر سے دیکھا ہے بلکہ صرف شریعت ہی کیا کوئی بھی عقلمند آدمی اور ہوش و خرد والا شخص شراب کو اچھا نہیں کہہ سکتا۔ مغربی دنیا میں جہاں معاشرتی فساد نے ڈیرے ڈالے ہیں وہاں دیگر اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہی ام الخبائث (برائیوں کی ماں یعنی شراب) بھی ہے، اور وہ لوگ چاہتے ہیں اور کوشش بھی کر چکے ہیں کہ ہمارے معاشرے کی شراب سے جان چھوٹ جائے، اور قانوناً پابندی بھی لگا چکے ہیں، مگر سب کوششیں بے کار ہوئیں۔ ایک طرف یہ سب کچھ ہے اور دوسری طرف ذرا چشم تصور سے چودہ سو سال پیچھے جائیں۔ مدینہ منورہ میں ایک اعلان ہوتا ہے کہ آج کے بعد شراب حرام ہے تو شراب نالیوں اور گلیوں میں بہنے لگتی ہے۔ یہ ہے انسانیت اور حیوانیت کا فرق۔ کیونکہ مدینہ کی ''جدید علم و سائنس'' سے کوسوں دور بستی میں جو انسان تیار ہوئے وہ حقیقی معنوں میں انسان تھے اور آج تہذیب سے بھرے ملکوں میں جو انسان پیدا ہو رہے ہیں وہ دیکھنے میں تو انسان ہیں لیکن درحقیقت "اولٰئك كالانعام" ہیں اپنے مفادات کے علاوہ نہ کسی آسمانی ہدایت کے پابند ہیں اور نہ کسی اخلاقی قدر کے روادار۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الخمر اسم ہے اور مؤنث ہے، لیکن یہ ان اسماء میں سے ہے جن میں کوئی علامت تانیث نہ تو ظاہری ہے اور نہ حکما بلکہ یہ ایسے الفاظ ہیں جو مؤنث سماعی ہیں، یعنی چونکہ عربوں سے مؤنث سنا ہے بس اس لیے مؤنث ہے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں، چنانچہ ابن حاجب نے اپنے اس قصیدے میں جس میں انہوں نے مؤنث سماعی کو جمع کیا اس کو بھی شمار کیا ہے۔

جماع یہ جمع سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اور جہاں کوئی چیز زیادہ مقدار میں ہو وہاں یہ لفظ بولتے ہیں، محدثین اپنی کتب حدیث میں اس لفظ کو باب یا کتاب اور فصل کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں جیسے جُمَّاع ابواب العلم وغیرہ، مطلب واضح ہے یعنی مجموعہ۔

الاثم ناجائز فعل اور گناہ کے معنوں میں آتا ہے اور یہ مفرد ہے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء، اس کی جمع آثام آتی ہے، گناہوں کی بڑی دو تقسیمات ہیں، ایک کبیرہ اور دوسری صغیرہ، اثم کا اطلاق عام طور سے کبیرہ پر ہوتا ہے جبکہ صغیرہ کے لیے خطا' ذنب' اور سیئہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

ترکیب:

الخمر مبتدا جماع مضاف، الاثم، مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ مبتدا + (مضاف + مضاف الیہ = خبر) + خبر = جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:
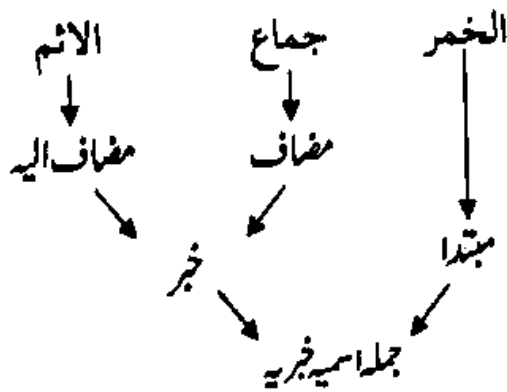
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) دار قطنی۔ کتاب الاشربہ وغیرھا۔ رقم ۲

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ۔ ۳٤٥٥٢۔

***

⑧ بردباری اور جلد بازی

اَلْاَنَاۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ

ترجمہ:

''بردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے''

تشریح:

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ایک بڑے اہم اصول کی طرف راہنمائی فرمائی، اصول یہ ہے کہ آدمی کو اپنے ہر قسم کے معاملات میں بردباری خوب فہم و دانش اور وقار و طمانینت اور سکون سے کام لینا چاہئے۔ جذباتی ہو جانا اور جلد بازی کا مظاہرہ کرنا یہ ایک عقلمند اور سلجھے ہوئے انسان کا شیوہ نہیں۔ الاناۃ کا مختصر لفظوں میں ترجمہ بردباری سے کیا گیا ہے مگر یہ لفظ پوری طرح اپنے مفہوم پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ الاناۃ کا مفہوم، اس کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے جس میں ٹھہراؤ ثبات، تدبر و حلم سب ہی کچھ آ جاتا ہے۔

یہ صفت چونکہ عقل مندی کا تقاضا ہے اور انسان کے لیے ہر قسم کے معاملات میں مفید ہے، اس لیے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یعنی یہ گویا عطاء خداوندی اور تقاضائے خداوندی ہے، اور اللہ بندوں سے چاہتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں اعتدال، ثبات، اور ٹھہراؤ پیدا کریں، اور جلد بازی، چھچھورا پن یہ چونکہ بری صفات ہیں اور یہ انسان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہوتی ہیں اس لیے ان کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے، کیونکہ شیطان انسان کا بدخواہ ہے اور وہ اس کو ہمیشہ نقصان کی چیزوں کی تلقین کرتا رہتا ہے۔

واضح رہے کہ الاناۃ کا مطلب سستی نہیں کیونکہ سستی اور کاہلی کو تو خود شریعت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ایک مومن سے یہ تقاضا ہے کہ وہ چست اور ہوشیار ہو سست اور پاؤں گھسیٹنے والا نہ ہو۔ اور العجلۃ سے مراد چھچھورا پن اور جلد بازی ہے جبکہ مسارعت الی الخیر یعنی نیکی کے کاموں میں آگے بڑھ بڑھ کر حصہ لینا اور چیز ہے اور وہ مطلوب ہے۔ چنانچہ نیکی کے تمام کاموں میں مسارعت اور جلد از جلد یعنی پہلی فرصت میں اور لگے ہاتھوں کرنا مندوب و مقصود ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الاناۃ أَنِیَ یأنی باب سمع سے مصدر ہے ہفت اقسام کے لحاظ سے مہموز الفاء اور ناقص یائی ہے۔

حروف اصلی، ا، ن، ی ہیں بمعنی وقار ٹھہراؤ ثبات۔

العجلۃ یہ بھی مصدر ہے اور باب سمع سے ہے بمعنی جلد بازی۔

الشیطان اسم ہے لیکن اس کا وزن کیا ہے؟ اس کا اس بات پر مدار ہے کہ اس کے حروف اصلی کیا ہیں؟ بصریوں کے ہاں

اس کے حروف اصلی ش، ط، ن ہیں اس اعتبار سے اس کا وزن فیعال ہوگا اور یا زائد ہوگی، اس لحاظ سے اس کا معنی دور ہونا ہوگا، اور شیطان کو شیطان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ رحمت خداوندی اور خیر و بھلائی سے دور ہے۔

اور کوفیوں کے نزدیک اس کے حروف اصلی ش، ی، ط ہیں اس صورت میں یا اصل ہوگی اور نون زائد ہوگی، اور وزن فعلان ہو گا، شیط کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔ ابلیس کو شیطان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو عتاب خداوندی کا سزاوار ٹھہرا کر اپنے آپ کو نہ ٹلنے والی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ سیبویہ نے اپنی کتاب ''الکتاب'' میں کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دی بلکہ کہیں نون کو زائد لکھا ہے اور کہیں اصل۔ شیطان جب نکرہ ہو تو اس سے مراد کوئی بھی سرکش متمرد اور باغی و شریر ہو سکتا ہے جب الف لام کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے مراد ابلیس ہوتا ہے۔ (دیکھیے لغات القرآن ج/۳ص ۳۰۲)

ترکیب:

الاناۃ مبتدا، من جار لفظ الله مجرور جار مجرور متعلق ہوئے، تکون فعل کے، تکون فعل اپنی ضمیر جو کہ اس کا فاعل ہے اس کے ساتھ اور جار مجرور کی شکل میں اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی الاناۃ مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، العجلة مبتدا، من جار الشیطان مجرور، جار مجرور متعلق تکون محذوف کے، تکون پہلے کی طرح جملہ خبریہ بن کر خبر، پھر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔

(مبتدا+ (جار مجرور+فعل = جملہ خبریہ ⇦ خبر) +خبر = جملہ اسمیہ خبریہ) +عطف = جملہ عاطفہ۔

نقشہ ترکیب:
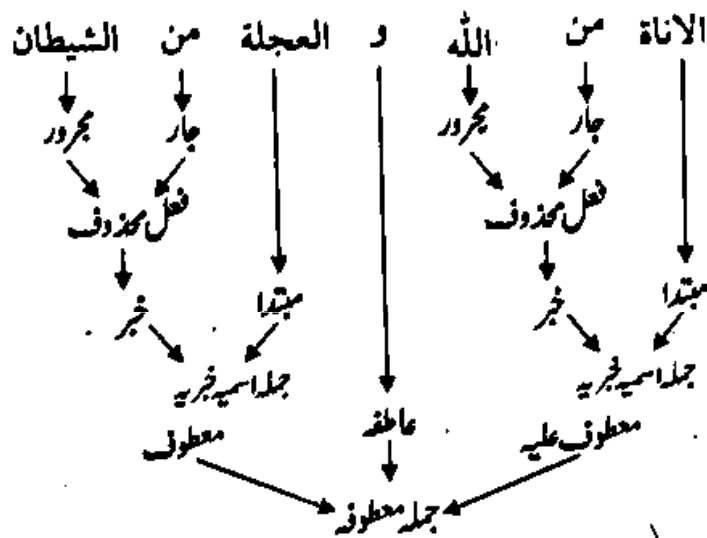
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ترمذی شریف باب: حدیث نمبر ۲۰۱۲

(۲) طبرانی کبیر۔ ۵۷۰۲

⑨ مومن اور منافق کے اخلاق

اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ

ترجمہ:

''مومن آدمی سیدھا سادھا شریف ہوتا ہے اور فاجر (منافق) دھوکے باز، اور اوچھا ہوتا ہے''

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں ایک حقیقی مومن اور منافق وکافر کے درمیان ظاہری اور واضح سا فرق بیان کیا گیا ہے مومن آدمی کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں، (۱) غر (۲) کریم۔ غر سے مراد سیدھا سادھا ہے یعنی وہ آدمی جو کسی کو دھوکہ دینے' مکر کرنے' اس کا نقصان کرنے یا کسی کے خلاف ساز باز کرنے سے اجتناب کرتا ہے، اور وہ اپنے زندگی کے تمام معاملات کھلی کتاب کی طرح سرانجام دیتا ہے، صاف بات کرتا ہے، چکر نہیں دیتا البتہ اس کی اس صاف گوئی کو لوگ معصومیت اور بھولے پن پر محمول کرتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مومن احمق ہوتا ہے، کہ جسے نہ مغرب کا پتہ ہو نہ مشرق کا، نہ دھوپ میں فرق کرے اور نہ سائے کو پہچانے، اور کوئی جدھر کہے ادھر ہی چل پڑے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ اسے جہاں سے ایک دفعہ نقصان ہوا ہے دوبارہ اس پر اعتبار کرے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کو چاہئے کہ خود سے کسی کو دھوکہ نہ دے، اور اگر کوئی دھوکہ دے تو اس سے ہشیار رہے مگر اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں عمدہ اخلاق' نرم خوئی اور کرامت وشرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہئے۔ اس لیے یہ دونوں صفات مومن کی لازمی صفات ہیں کہ خود سے بدمعاملگی نہیں کرتا اور اگر کوئی دوسرا کرے تو عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے کوئی ظلم کرے تو معاف کر دیتا ہے، صلہ رحمی کرتا، لوگوں پر خرچ کرتا رہتا ہے۔

اس کے برعکس کافر اور منافق کے بارے میں فرمایا کہ اس کو خوف خدا اور آخرت کی جوابدہی کا احساس نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے مقاصد کی تحصیل کے لیے ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈے سے کام لیتا ہے، مکر وفریب' دغا بازی' جھوٹ' دھوکہ دہی اور کمینہ پن اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا، وہ اپنے مفاد کے حصول کے لیے ہر قسم کے ضابطۂ اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المومن، اسم فاعل کا صیغہ ہے آمن یومن باب افعال سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء ہے، ہمزہ واؤ میں تبدیل ہوگئی ہے اس سے مراد واضح ہے یعنی وہ آدمی جو صدق دل سے حضور ﷺ کی تمام تعلیمات کو تسلیم کرتا ہے اور ان کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

غرّ: النہایہ میں ہے، غِرٌّ ای لیس بذی مکر فھو ینخدع لانقیادہ ولینہ...... ولیس ذلک منہ جھلاً

ولکنه کرم وحسن خلق۔ یعنی مومن زیادہ چالاک نہیں بنتا. بلکہ وہ اپنی سلامت طبع اور نرم خوئی کی وجہ سے دھوکہ بھی کھالیتا ہے، لیکن یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ جاہل ہوتا ہے، یا اسے حالات کی خبر نہیں ہوتی بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ شرافت اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ غر ہفت اقسام کے اعتبار سے مضاعف ثلاثی ہے حروف اصلی، غ، ر، ر ہیں، یہ مفرد ہے اور اس کی جمع غرۃ آتی ہے، (النہایہ لابن اثیر ص ۳۵۵ ج/۳)

کریم: صفت مشبہ کا صیغہ ہے باب کرم یکرم سے بمعنی شریف اور عمدہ اخلاق والا۔

الفاجر اسم فاعل ہے فجور سے بمعنی گناہ گار، بدکار، زنا کار۔ یہاں اس سے مراد حقیقی منافق ہے کیونکہ جس معاشرے میں یہ لفظ بولے گئے تھے وہاں فسق وفجور کی ایک ایمان والے سے توقع بھی نہیں تھی، البتہ نفاق حقیقی اور نفاق عملی دونوں کو شامل ہونے کی وجہ سے فاسق وفاجر مسلمان بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے۔

خب: خاء کے فتح کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہے، جبکہ اس میں خاء کو کسرہ بھی دے سکتے ہیں، مگر جب یہ لفظ مصدر کے طور پر استعمال ہوتا ہو تو حرف خاء کے کسرے کے ساتھ ہی آتا ہے، صاحب نہایہ لکھتے ہیں الخبُّ الخدّاع، الجربز الذی یسعی بین الناس بالفساد۔ (ج/۲ ص ۵)۔ خب سے مراد وہ دھوکے باز آدمی ہے، اور جربز ہے جو لوگوں کے درمیان لگائی بجھائی کرتا ہے۔

لئیم: یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ہفت اقسام میں سے مہموز العین ہے، بمعنی کمینہ، چھچھورا، اوچھا۔

نقشہ ترکیب:
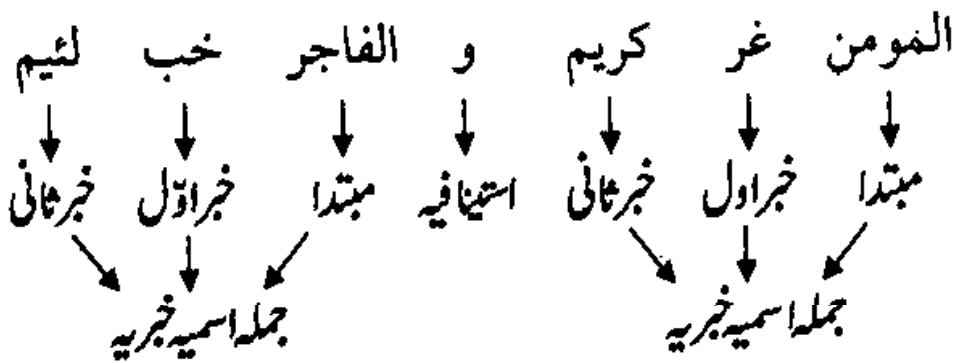
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ترمذی شریف: باب ماجاء فی البخل حدیث نمبر ۱۹٦٤۔

(۲) مسند احمد: باب فی حسن العشیرة حدیث نمبر ۱۹۰۷۔

***

⑩ ظلم کا آخرت میں وبال

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

ترجمہ:

''ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں سامنے آئے گا''

تشریح:

یہ دنیا دار الامتحان اور دار العمل ہے یہاں جو کام بھی کیا جائے گا وہ اپنا خاص نتیجہ اور اثر ظاہر کرے گا جو اس کی جزاء ہوگا، اگر کوئی نیک عمل کرے گا تو اس کا بدلہ اچھا ہوگا، اور برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے کہ جو لوگ نیک ہوں گے قیامت کے دن ان کے سامنے نور ہوگا، جس کی روشنی میں وہ چلیں گے اور کافروں کے پاس نور نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی دنیا میں کسی پر ظلم کرتا ہے یہ ظلم قیامت کے دن بہت سے اندھیروں کی شکل میں سامنے آئے گا، اور وہ ایسے اندھیروں میں ہوگا جہاں روشنی کی کوئی کرن اور امید کا کوئی کنارہ نہیں ہوگا۔

ظلم کے قیامت والے دن اتنی بھیانک شکل میں سامنے آنے کی وجہ یہ ہے کہ ظلم ایک سنگین گناہ ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے انسان معاشرے میں اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں، بڑے چھوٹوں کو ہڑپ کر جانے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں کش مکش اور معاشرے کی تباہی وجود میں آتی ہے، اسی وجہ سے کہتے ہیں: معاشرے کفر پر تو زندہ رہ سکتے ہیں مگر کوئی معاشرہ جس کی بنیادوں میں ظلم ہو وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔

لغوی و صرفی تحقیق:

الظلم: مصدر ہے باب ضرب یضرب سے، حروف اصلی، ظ، ل، م ہیں اور ظلم کی تعریف یہ کی جاتی ہے، وضع الشیء فی غیر محلہ ظلم، کسی چیز کو اس کے اپنے مقام و مرتبہ میں نہ رکھنا اور اس کو دوسری جگہ رکھنا یہ ظلم ہے، مثلاً ایک آدمی ایک بات کا مستحق ہے، اور چیز اس کی ہے آپ وہ چیز خود لے لیتے ہیں یا کسی دوسرے کو دے دیتے ہیں تو یہ عمل ظلم ہوگا، کیونکہ وہ چیز اپنے اصل محل اور مقام میں نہ رہی، اسی وجہ سے شرک کو بھی ظلم کہا گیا ہے، کیونکہ اس میں اللہ کا حق غیر اللہ کو دیا جاتا ہے۔

ظلمات: جمع مؤنث کا صیغہ ہے جس کا مفرد ظلمة ہے اور ظلمت اندھیرے اور تاریکی کو کہتے ہیں حدیث میں ظلم تو مفرد ہے مگر ظلمات جمع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کے نتیجے میں آنے والا عذاب کسی ایک قسم کا نہیں ہوگا، وہ کئی طرح کے اندھیرے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

یوم: دن کو کہتے ہیں، اور اس سے مراد صرف دن کا حصہ نہیں بلکہ چوبیس گھنٹے یعنی دن و رات مراد ہیں، صرف دن کے لیے

النہار کا لفظ آتا ہے۔

القیامۃ: مصدر ہے قام یقوم باب نصر ینصر سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے۔ لفظی مطلب ہے اٹھنا کھڑا ہونا، اصطلاح میں اس سے مراد وہ دن اور زمانہ ہے جب ساری کائنات ختم ہوگی اور دوبارہ سے سب کو اٹھا کر حساب کتاب لیا جائے گا، اس دن کے اٹھنے کو قیامت کہتے ہیں۔

ترکیب:

الظلم مبتدا، ظلمات موصوف، یوم مضاف، القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر متعلق ہوا فعل محذوف کے اور فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت ہوئی ظلمات موصوف کی، موصوف صفت سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی، اور مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
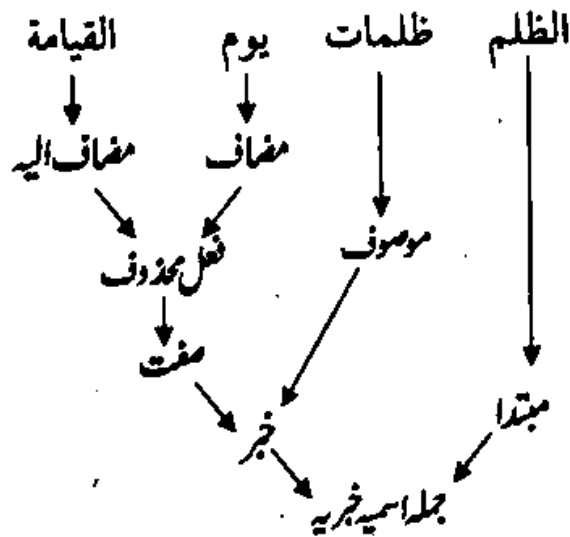
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) بخاری شریف: ابواب المظالم والقصاص وتحریم الظلم، حدیث نمبر ۲٤٤٧۔

(۲) بیھقی۔ باب تحریم الغصب رقم: ۱۱۸۳٤۔

(۳) طبرانی اوسط۔ رقم ۳۳٤۰

***

⑪ سلام میں پہل کا حکم

اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِنَ الْكِبْرِ

ترجمہ:

''سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہوتا ہے''

تشریح:

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ جب وہ باہم ملاقات کریں تو ایک دوسرے کو سلام کریں یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں۔ ایسا کہنے سے باہم محبت بڑھتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس بات کا اتنا اہتمام تھا کہ ان میں سے اگر دو آدمی اکٹھے جا رہے ہوتے تھے اور دونوں کے درمیان ایک درخت آ جاتا تھا جس کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے انہیں الگ ہونا پڑتا تھا، جب وہ باہم دوبارہ ملتے تھے تب بھی سلام کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث میں سلام کی تاکید کے ساتھ ساتھ یہ ترغیب بھی دی گئی ہے کہ ہر آدمی کوشش کرے کہ میں پہلے سلام کروں جب ہر آدمی سلام میں پہل کرے گا تو اس سے سلام کا پھیلاؤ اور شیوع ہوگا اس کے علاوہ اس میں ایک خطرناک اخلاقی ونفسیاتی مرض یعنی تکبر کا علاج بھی ہے۔ چنانچہ جو آدمی سلام میں پہل کرے گا وہ تکبر کے خطرناک مرض سے نجات پا جائے گا۔ تکبر ایک ایسی خطرناک چیز ہے کہ بقول صوفیاء وحکماء قریب قریب تمام اخلاقی ونفسیاتی امراض وکمزوریاں اسی ایک سبب کا نتیجہ ہوتی ہیں، غیبت، حسد، بہتان طرازی، دشنام طرازی، اہانت آمیز رویہ، استخفاف ان سب چیزوں کے پیچھے کسی نہ کسی درجے میں تکبر کی کارفرمائی ہوتی ہے اس وجہ سے اسے ام الامراض، یعنی تمام اخلاقی بیماریوں کی جڑ کہا گیا ہے۔ مذکورہ حدیث میں اس مرض سے نجات پانے کا ایک بہترین اور آسان نسخہ بتایا گیا ہے کہ انسان یہ معمول بنالے کہ دوسرا آدمی چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب، دوست ہو یا اجنبی ہر ایک کو پہلے سلام کرے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

البادی: اسم فاعل کا صیغہ ہے، بدأ یبدأ، فتح یفتح باب سے۔ ہفت اقسام میں سے مہموز اللام ہے۔ بمعنی ابتدا کرنے والا، شروع کرنے والا، پہل کرنے والا۔

السلام: مصدر ہے باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے اس سے مراد واضح ہے یعنی السلام علیکم کا کلمہ۔

بریٔ: صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن فعیلٌ ہفت اقسام میں سے مہموز اللام ہے۔

الکبر: بڑا ہونا، بڑا بننا، تکبر کرنا، تکبر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسرے کو حقیر سمجھے۔

ترکیب:

البادی صیغہ اسم فاعل، اسم مشتق، با حرف جار، السلام مجرور، جار مجرور متعلق ہوا البادی صیغہ اسم فاعل کے۔ صیغہ اسم فاعل اپنے اندر موجود ضمیر فاعل اور متعلق سے مل کر مبتدا۔ بریٌ صیغہ اسم فاعل اسم مشتق، من حرف جار، الکبر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا بریٌ کے۔ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

(صیغہ اسم فاعل+متعلق=مبتدا) + (صیغہ اسم فاعل+متعلق=خبر) = جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:
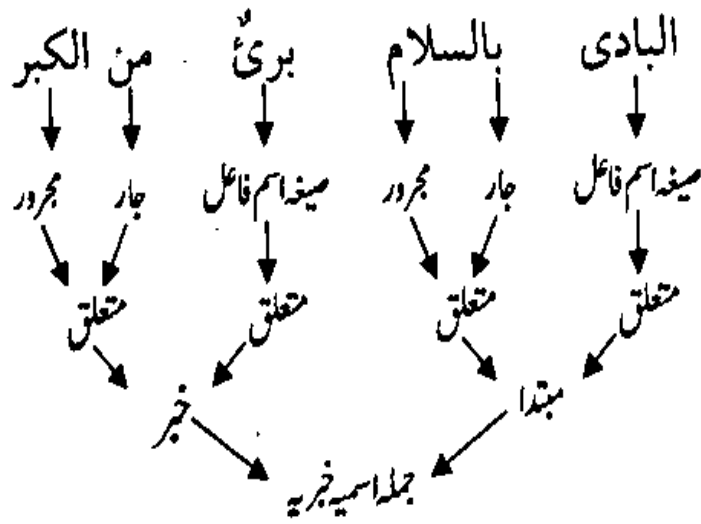
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں مذکور ہے۔

(۱) شعب الایمان۔ ۸۷۸۶۔

(۲) ابن ابی شیبہ۔ باب فی الذی یبدأ بالسلام رقم: ۲۵۷۵۷

***

⑫ دنیا ایک امتحان گاہ ہے

اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

ترجمہ:

”دنیا مومن آدمی کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت (یعنی باغ و بہار) ہے“

تشریح:

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے اور ہوتا ہے کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور یہاں کی زندگی کچھ احکامات اور پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ رب العزت کی اطاعت کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان آدمی اپنی خواہش اور مرضی اور چاہت کے مطابق کچھ بھی کرنے کی حالت میں نہیں ہوتا، بلکہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ حکم خداوندی کے تابع فرمان ہو کر کرتا ہے اس لیے ایک مسلمان کے لیے دنیا کی زندگی جیل کی طرح ہی ہے کہ جیسے قیدی آدمی قید میں کوئی راحت محسوس نہیں کرتا، اسی طرح مسلمان آدمی دنیا سے کوئی راحت نہیں محسوس کرتا اور اسے گھٹن ہی گھٹن رہتی ہے۔ قید خانہ چاہے جتنا بھی عمدہ ہو، سامان تعیش کی فراوانی ہو، عیش وعشرت کے اسباب مہیا ہوں، مگر قید کا تالہ دروازے پر پڑا ہو تو ایک باضمیر انسان کے لیے وہ خوشیاں کوئی معنی نہیں رکھتیں، اسی طرح ایک مومن چاہے دنیا میں ظاہری حالات میں اسے فراخی بھی حاصل ہو، تب بھی اسے کوئی لذت اور راحت حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ قید خانہ ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک پابندی اور دوسرا دلی سکون اور اضطراب کا نہ ہونا۔

اور کافر چونکہ خدا کے احکامات کا پابند نہیں ہوتا وہ حیوانوں کی طرح جہاں چاہے منہ مارتا ہے جو چاہے کھاتا ہے، جو جی میں آئے کرتا ہے، اس لیے اس کے حق میں آزادی ہی آزادی ہے۔ نیز کافر اس بے ضمیر کی طرح ہے جسے دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت اور اپنے مرنے کا احساس اور استحضار نہیں بلکہ وہ دنیا کی نعمتوں میں ان سب احساسات سے بے پرواہ ہو کر منہمک ہوتا ہے اس لیے اس کے حق میں اسے جنت کہا گیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الدنیا: اس کی تحقیق حدیث نمبر (۱) میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

سجن: باب نصر ینصر سے ہے، اس کا معنی قید خانہ ہے اور یہ مفرد ہے جس کی جمع سجون آتی ہے۔

المومن: اس کی تحقیق پیچھے گذر چکی ہے۔

جنت: بمعنی باغ، ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے، حروف اصلی ج، ن، ن ہیں اس کی جمع جنات اور جنان آتی ہے۔ علامہ زمخشری نے ایک لغوی نکتہ یہ لکھا ہے کہ وہ تمام کے تمام الفاظ جن میں ج، ن ن کا مادہ ہوتا ہے، ان الفاظ میں چھپنے، خفیہ ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے جنت، جن، جنین، جنون۔

الکافر: یہ مومن کی ضد اور اس کے مقابلے میں ہے۔

ترکیب:

الدنیا مبتدا، سجن مضاف، المومن مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ، و حرف عطف جنة مضاف الکافر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ سے مل کر خبر ہوئی الدنیا مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

مبتدا + (مضاف + مضاف الیہ = معطوف علیہ) و + عطف (مضاف + مضاف الیہ = معطوف) + خبر = جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:
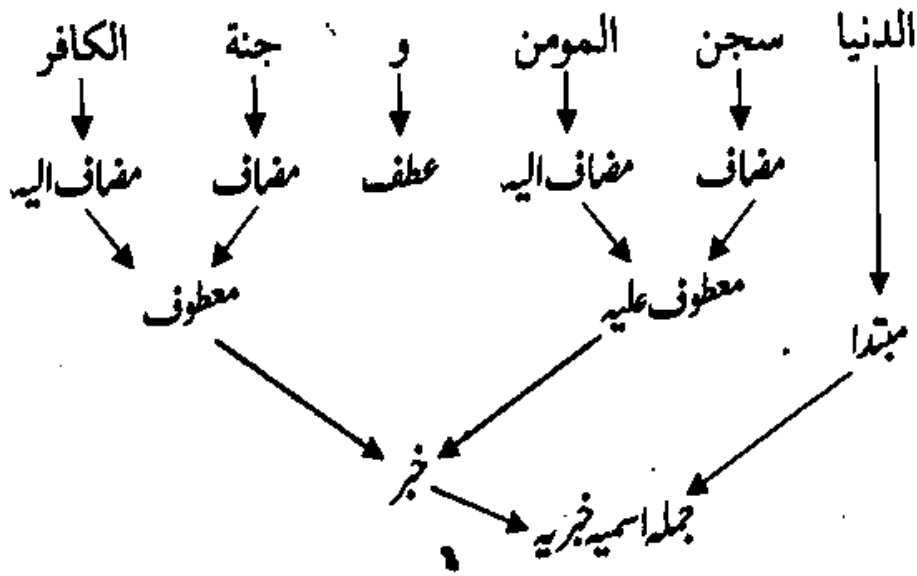
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) صحیح مسلم شریف: باب کتاب الزهد، حدیث نمبر ۲۹۵۶۔

(۲) ترمذی شریف: ابواب الزهد، حدیث نمبر ۲۳۲٤۔

***

⑭ مسواک کی اہمیت وفضیلت

اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ

ترجمہ:

''مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور اللہ رب العزت کی رضا کا سبب ہے''

تشریح:

اسلام میں اپنے ماننے والوں کی جہاں باطنی واخلاقی صفائی اور درستی کا اہتمام ہے وہاں ظاہری صفائی اور پاکی کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے، ایک ایمان والے سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے جسم سے ہر قسم کی گندی چیزیں دور رکھے، اور کھانے میں بھی ایسی چیزوں کا اہتمام کرے جو جسم میں بدبو پیدا کرنے کا باعث نہ ہوں۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو بدبو سے نفرت تھی اور آپ اس سے سخت گھٹن محسوس کرتے تھے۔ مذکورہ حدیث میں جسم کے ایک اہم حصے یعنی منہ کی صفائی وستھرائی کا حکم ہے، منہ میں چونکہ رطوبتیں اکثر جمع رہتی ہیں اور اکثر اوقات کھانا پینا چلتا رہتا ہے جس کی وجہ سے کھانے کے اجزاء دانتوں میں رہ جاتے ہیں اور وہ کچھ دیر بعد کسی درجے میں فساد اور تعفن کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے منہ سے بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے، شریعت نے منہ کی صفائی کے لیے مسواک کا حکم دیا ہے، اور آپ ﷺ نے مسواک کا بڑی ہی تاکید سے حکم دیا ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ۔ یعنی اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں مسواک کا حکم فرض کے درجے میں دے دیتا۔ اب اگر چہ عملی طور سے مسواک فرض نہیں تاہم سنت موکدہ ضرور ہے، اور مسواک ہر وضو کے وقت سنت ہے، نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں مسواک کا اس قدر اہتمام تھا کہ جب آپ ﷺ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے مسواک طلب کی اور مسواک فرمائی۔

مسواک کے فوائد:

مسواک کے علماء نے بے شمار فائدے گنوائے ہیں مثلاً

(۱) مسواک سے بلغم ختم ہوتی ہے۔

(۲) بینائی اور نظر تیز ہوتی ہے۔

(۳) معدے کو درست کرتی ہے۔

(۴) مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ وہ نماز جو مسواک کے ساتھ پڑھی جائے اس نماز سے ستر گنا افضل ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے، گویا مسواک سے نماز کے اجر میں ستر گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

ٹوتھ برش کا حکم:

آج کل کے زمانے میں ٹوتھ برش کا استعمال کرنا صرف صفائی کے لیے تو درست ہے مگر مسواک کی سنت اس سے ادا نہیں ہوگی اس لیے سنت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے مسواک علیحدہ کرنی پڑے گی۔

لغوی وصرفی تحقیق:

السواك: مصدر ہے باب نصر ینصر سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے اس سے باب افتعال استاک بھی استعمال ہوتا ہے، مسواک کی جمع سوكٌ (بروزن فُعُل، مثل کُتُب آتی ہے) اس سے مراد وہ لکڑی اور درخت کی ٹہنی ہے جو دانتوں کی صفائی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

مطهرة: میں میم پر زبر بھی پڑھی جاسکتی ہے اس صورت میں یہ مصدر میمی ہوگا جس کا معنی ہوگا طہارت اور صفائی۔ اسی طرح میم پر زیر بھی پڑھی جاسکتی ہے اس صورت میں یہ اسم آلہ کا صیغہ ہوگا، اور معنی ہوگا، صفائی ستھرائی اور پاکی کا آلہ اور ذریعہ۔ یہاں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

الفم: یہ مثلثۃ الفاء ہے یعنی اس کی فاء پر زیر، زبر، پیش، تینوں حرکتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔
اس کا معنی منہ ہے، یہ اصل کے اعتبار سے فوہ ہے جس کی جمع افواہ آتی ہے، فم کا تثنیہ فمان، فموان ہے۔

مرضاة: رضی یرضی باب سے مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے اور اسم آلہ بھی۔ پہلی صورت میں معنی رضاء اور دوسری میں رضاء کا سبب وذریعہ ہوگا۔

ترکیب:

السواك مبتدا، مطهرةٌ مصدر بمعنی اسم فاعل، لام جار، الفم مجرور، جار مجرور متعلق ہوا مصدر کے۔ مصدر اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، مرضاة مصدر بمعنی اسم فاعل، لام جار، الرب مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے مصدر کے۔ مصدر اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
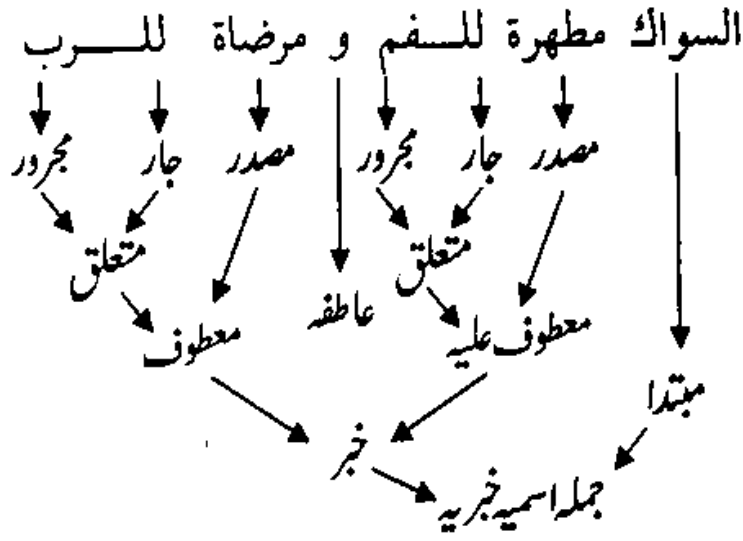
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) نسائی شریف: باب الترغیب فی السواك، حدیث نمبر٤۔

(۲) دارمی شریف: باب السواك مطهرة، رقم ٦٨٤۔

***

⑭ دینے والا لینے والے سے بہتر ہے

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

ترجمہ:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے"

تشریح:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے منبر پر ایک دفعہ صدقہ دینے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے مذکورہ جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

اوپر والے ہاتھ سے مراد وہ ہاتھ ہے جو صدقہ دینے والا ہو، اور نیچے والے ہاتھ سے مراد وہ ہے جو سوال کرنے والا اور صدقہ وغیرہ لینے والا ہو۔ دینے والا ہاتھ معزز ہوتا ہے اور لینے والا ہاتھ ذلیل و بے عزت، اس لیے شریعت نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ کوئی آدمی بھی بلا ضرورت شدیدہ کسی سے سوال نہ کرے اور کچھ نہ مانگے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ بات بالاتفاق طے ہے کہ بغیر ضرورت سوال کرنا حرام ہے، اور جو شخص کما کر اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے تو وہ کما کر اپنی ضروریات پوری کرے، کسی سے سوال نہ کرے، اگر مجبوری ہو، تو ایسی صورت میں سوال کر سکتا ہے لیکن تین شرائط کے ساتھ:

(۱) سوال کرنے میں اپنی عزت کا خیال رکھے اور سوال ایسے الحاح اور اصرار کے ساتھ نہ کرے کہ جس سے ذلیل ہو۔

(۲) سوال میں مبالغہ نہ کرے۔

(۳) جس سے سوال کر رہا ہے اس کو ایذا و تکلیف نہ پہنچائے۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن کے بقدر بھی غذا ہو اس کو ہاتھ دراز کرنا حرام ہے۔ سوال صرف اس صورت میں کر سکتا ہے جب اپنی جان پر بن آئی ہو، اور بغیر سوال کیے کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام گداگری کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، اور گداگری گناہ ہے، البتہ عوام کی بنیادی ضروریات اور حاجتوں کی کفالت اور سہولیات فراہم کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے یعنی معاشرے کا کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الید: اصل کے اعتبار سے یَدْیٌ ہے۔ یا کو حذف کر دیا گیا اور تنوین دال پر آ گئی، جس کی وجہ سے یدٌ ہو گیا، اس کا تثنیہ یدان اور جمع ایدی ، اور جمع الجمع ایادی آتی ہے۔

العُلْیَا: بروزن فعلی، اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر اعلیٰ ہے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص واوی ہے۔

خیرٌ: مصدر بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم تفضیل کے معنوں میں بھی، جب اسم تفضیل ہو تو اس کی اصل اخیر ہوگی، ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کردیا۔ اس کی جمع خیورٌ آتی ہے۔

سفلی: بروزن فعلی، اسفل سے اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی پست اور نیچا۔

ترکیب:

الید موصوف العُلیَا صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتدا، خیر اسم تفضیل اسم مشتق، من حرف جار، الید موصوف السفلی صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے خیرٌ اسم کے۔ خیرٌ اسم مشتق اپنے اندر موجود ضمیر فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
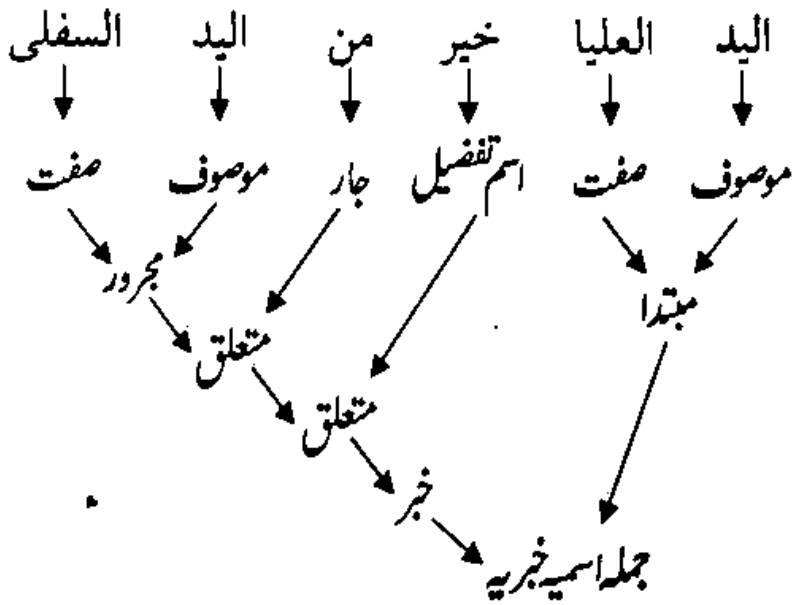
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) بخاری شریف: کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسئلۃ کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر ۱۳۲۷۔

(۲) مسلم شریف: کتاب الزکوۃ، حدیث نمبر ۱۰۳۵۔

❋❋❋

⑮ غیبت ایک سنگین گناہ

اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

ترجمہ:

''غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے''

تشریح:

ایک مسلمان کے لیے مسلمان ہونے کے ناطے، یہ بات ضروری ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے خیر خواہی کا مجسم نمونہ ہو۔ کسی کے بارے میں غلط بات نہ سوچے اور نہ زبان سے کہے۔ کسی مسلمان بھائی کی کوئی بھی برائی یا عیب دوسرے لوگوں کے سامنے اس آدمی کی عدم موجودگی میں بیان کرنا یہ غیبت کی شکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے سامنے غیبت کا تذکرہ فرمایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر وہ عیب واقعۃً اس شخص میں موجود ہو تب بھی اس کا تذکرہ کرنا غیبت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں غیبت تو تب ہی ہے جب وہ عیب اس میں موجود بھی ہو، کیونکہ اگر وہ عیب اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں وہ بہتان اور الزام ہوگا۔ کسی شخص کی نقل اتارنا، اسے ٹھگنا کہنا، وغیرہ سب غیبت میں شامل ہے۔

علماء نے فرمایا ہے اگر کسی کی غیبت کرنی ہو تو اپنے والدین کی غیبت کرو تا کہ تمہاری نیکیاں والدین کے کھاتے میں ہی جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ غیبت کرنے سے غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس شخص کے کھاتے میں پڑ جاتی ہیں جس کی وہ غیبت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں غیبت کو زنا سے زیادہ سخت جرم قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کو سب لوگ غلط کام سمجھتے ہیں، اور اس کا مرتکب اس سے توبہ کرتا ہے جبکہ غیبت کو ہلکا سمجھا جاتا ہے، حالانکہ غیبت کبیرہ گناہ ہے، اور جب ایک گناہ بار بار اصرار سے کیا جائے تو اس میں مزید سنگینی پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قبیح قرار دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ غیبت کے اس ظاہری عمومی حکم سے چند مواقع مستثنیٰ ہیں، مثلاً دادرسی کے لیے کسی ظالم کے ظلم کی غیبت کرنا یا کوئی آدمی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو اس کو مطلع کر دینا، یہ غیبت میں نہیں آئے گا۔ اسی طرح کوئی آدمی کہیں رشتہ کرنا چاہے یا کاروبار کرنا چاہے اور دوسرے فریق کے بارے میں کسی سے مشورہ طلب کرے تو اس کو ممکنہ حد تک پردہ داری کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کرنا بھی غیبت میں شامل نہیں ہے۔

علماء فرماتے ہیں، اگر لاعلمی یا غفلت سے کسی کی غیبت ہوگئی ہو اور یہ بات متعلقہ آدمی تک پہنچ گئی ہو تو اس سے معافی مانگ لے کیونکہ یہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے، یا پھر اس کے لیے کثرت سے دعائے استغفار کرتا رہے۔ امید ہے ایسا کرنے سے اللہ اس کا گناہ معاف فرما دیں گے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الغیبة: یہ غاب یغیب سے مصدر ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف یائی ہے، لفظی مطلب غیب ہونا ہے اور اصطلاحی اعتبار سے غیبت کسی کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی نازیبا بات کہنا ہے۔

اشد: اسم تفضیل کا صیغہ ہے بروزن افعل ہفت اقسام کے اعتبار سے مضاعف ثلاثی ہے، اصل میں اشدَدُ تھا دو دال جمع ہوگئیں ایک کو دوسری میں ادغام کر کے دونوں کو ایک کر دیا، بمعنی، زیادہ سخت۔

الزنا: یہ مصدر ہے زنی یزنی، باب ضرب یضرب سے ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص یائی ہے۔

ترکیب:

الغیبة، مبتدا، اشد اسم تفضیل اسم مشتق، من حرف جار، الزنا مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا اسم تفضیل کے۔ اسم تفضیل اپنے اندر موجود فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

مبتدا + (اسم تفضیل + متعلق = خبر) + خبر = جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:
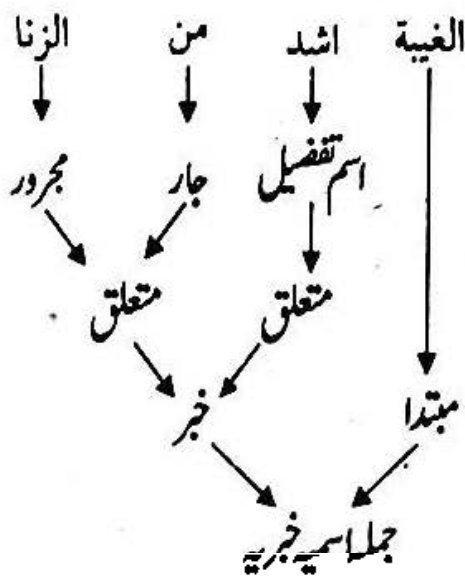
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) شعب الایمان: حدیث نمبر ۶۷۴۱

(۲) معجم اوسط۔ رقم ۶۵۹۰۔

***

⑯ طہارت اور ایمان

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

ترجمہ:

''پاکی ایمان کا ایک (اہم) حصہ ہے''

تشریح:

طہارت نظافت کو بھی کہتے ہیں اور طہارت کے اصطلاحی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی جسم سے ظاہری گندگی کو دور کرنا بھی طہارت ہے اور باطنی صفائی کرنا بھی طہارت ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن آدمی کے جسم پر نہ ظاہری کوئی گندگی اور نجاست وغیرہ ہو اور نہ باطن میں وہ ناپاک ہو۔ ظاہری نجاستیں اور گندگیاں تو یہ ہو سکتی ہیں، پیشاب، پاخانہ، منی، گوبر، لید، شراب، خون، وغیرہ اور باطنی گندگی یا نجاست سے مراد ایک تو بے وضوء ہونے کی حالت یعنی حدث اور جنابت ہو سکتی ہے اور دوسرے اس سے مراد دل کی بیماریاں اور گندگیاں ہو سکتی ہیں، چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''الطہور شطر الایمان میں صرف یہ نہیں کہ ظاہری اعضاء پر پانی بہادے اور انہیں دھولے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت یعنی اپنے دل کو تکبر، حسد، ریا، بغض اور تمام بری خصلتوں (اور نفسانی بیماریوں) سے پاک کرنا بھی ضروری ہے، (احیاء العلوم)۔

بعض علماء نے مذکورہ بالا حدیث میں ایمان سے مراد نماز لی ہے اور یہ مراد لینا بعید بھی نہیں کیونکہ خود حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں نماز پر ایمان کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (سورۂ بقرہ آیت نمبر:143)

''اور اللہ (بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی) تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الطہور: الطہور اگر طا کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے پاکی حاصل کرنا اور اگر فتح کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہر وہ چیز ہو گی جس کے ذریعے پاکی حاصل کی جائے یعنی آلہ کے معنی میں استعمال ہو گا جیسا کہ وُضو اور وَضو میں فرق ہے۔ امام سیبویہ نے یہ فرمایا ہے فتحہ والی صورت میں یہ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے حدیث مبارکہ میں طُہور اور طَہور دونوں طرح سے مراد ہو سکتا ہے، (دیکھیے النہایہ فی غریب الحدیث، ج/۳ص ۱۴۸)

شطر: مصدر ہے ہفت اقسام میں سے صحیح ہے، اس کا لغوی معنی نصف اور آدھا ہے، نہایہ (ج/۲ص ۴۷۳) اس کے علاوہ یہ ایک حصے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

الایمان: اس کے بارے میں تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

ترکیب:

الطهور مبتدا، شطر مضاف، الایمان مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
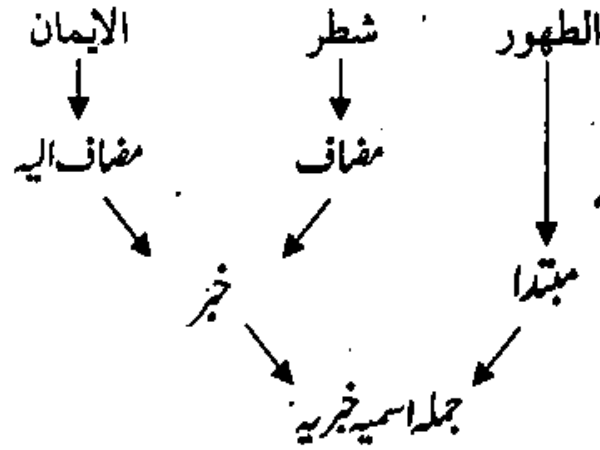
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) مسلم شریف: باب فضل الوضوء، حدیث نمبر ۲۲۳۔

(۲) مسند احمد: رقم ۲۲۹۵۳۔

***

⑰ قرآن پاک کا مقام واہمیت

اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ

ترجمہ:

''قرآن تمہارے حق میں، یا تمہارے خلاف حجت ہے''

تشریح:

قرآن پاک اللہ رب العزت کا کلام ہے، اور اس کا یہی شرف اور فضیلت کافی ہے کہ رب العالمین اور احکم الحاکمین کا کلام ذی مقام ہے، اس کے علاوہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے آپ کی رسالت کی گواہی اور نشانی کے طور پر موجود رہے گا، حدیثوں میں قرآن پاک کے جہاں بے شمار فضائل آئے ہیں وہاں اس کے حقوق اور اس سے متعلق ذمہ داریوں کا بھی جا بجا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت والے دن سب سفارش کرنے والوں سے بڑھ کر اور بہترین سفارشی قرآن پاک ہوگا''

اور یہ سفارش اس شخص کے لیے ہوگی جو اس کے حق کو ادا کرے، قرآن پاک کا حق ادا کرنے کا مطلب ہے کہ اول تو اس کی تلاوت کرے دوسرے اس کے مطالب و مضامین اور تقاضوں پر عمل پیرا ہو۔

قرآن پاک کی تلاوت باعث ثواب اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہے، ضروری نہیں کہ آدمی قرآن کو سمجھے تو تب ہی تلاوت کرے بغیر سمجھے بھی تلاوت کرنا باعث ثواب ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں ننانوے مرتبہ اللہ رب العزت کی زیارت کی۔ ایک مرتبہ میں نے پوچھا کہ آپ کا قرب زیادہ سے زیادہ کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا قرآن کریم سے۔ میں نے عرض کیا: سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا ''چاہے سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے''۔

قرآن پاک کے آدمی کے خلاف حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اس کے حقوق کی ادائیگی نہ کرے قیامت کے دن قرآن پاک اس کے خلاف مدعی بن کر سامنے آئے گا اور ایسے شخص کو عذاب ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی قرآن پاک کی مخالفت یا حمایت سے بچ پائے۔ ہر آدمی لامحالہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک بات میں مبتلا ہوگا، اگر قرآن پاک سے تعلق ہوگا تو حمایت حاصل ہوگی اور اگر بیگانگی اور لاتعلقی ہوگی تو مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور کون ہے جو قرآن جیسے مدعی کا سامنا کر پائے! اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

لغوی وصرفی تحقیق:

القرآن: بروزن فعلان ، یہ باب قرء یقرء ، فتح یفتح سے مصدر ہے، اور ہفت اقسام میں سے مہموز اللام ہے، علماء نے قرآن کی تعریف یہ ذکر کی ہے:

هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ، (توضیح تلویح)۔

یعنی قرآن وہ کلام الٰہی ہے جو رسول خدا محمد ﷺ پر نازل ہوا، اور مصاحف میں لکھا گیا، اور آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ بلا کسی شبہ کے ہمارے تک پہنچا ہے۔

حجۃ: یہ بھی مصدر ہے، بروزن فعلة باب نصر ینصر سے۔ ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے، حروف اصلی، ح، ج، ج۔ ہیں اس کی جمع حُجج اور حجاج آتی ہے، بمعنی دلیل و برہان۔

ترکیب:

القرآن مبتدا، حجۃٌ اسم مصدر، لام حرف جار، ك ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر معطوف علیہ، او حرف عطف، علی حرف جار، ک ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر متعلق ہوا مصدر کے۔ مصدر اپنے متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتاب میں آئی ہے۔

(۱) شعب الایمان: رقم ۲۷۰۹۔
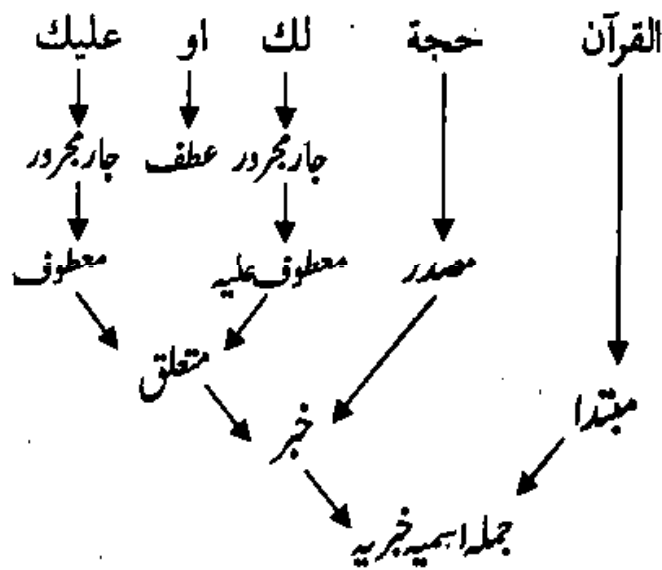
⑱ گھنٹی شیطان کی بانسری ہے

اَلْجَرْسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ

ترجمہ:

''گھنٹی شیطان کی بانسری ہے''

تشریح:

جرس سے مراد وہ گھنٹی ہے جو اونٹوں بیلوں وغیرہ کے گلے میں لٹکی ہوتی ہے جب وہ چلتے ہیں تو ان کی گردن کی حرکت کی وجہ سے اس کی ایک خاص تناسب اور کیفیت کے ساتھ آواز آتی ہے۔ جس سے ساز کا سا تسلسل اور کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور ایسے میں یہ گھنٹی آدمی پر وہی اثر ڈالتی ہے جو باقاعدہ ساز ڈالتا ہے، اس لیے اس کو شیطان ہی کے آلات ساز یعنی بانسری کہا گیا ہے کیونکہ جب یہ گھنٹی بجتی ہے تو انسان لامحالہ اس کی آواز میں مشغول ہوتا ہے اور موسیقائی کشش اور تاثیر کی وجہ سے وہ اس سے توجہ ہٹا بھی نہیں سکتا، چنانچہ وہ دیگر اہم اور مفید کاموں مثلاً تلاوت اور ذکر اذکار یا تفکر کو چھوڑ کر اس میں مشغول ہو کر گویا غافل ہو جاتا ہے، اس لیے اس گھنٹی کو شیطان کا آلہ ساز کہنا بجا ہے۔

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث ظاہر میں ہمیں نامانوس لگتی ہیں مگر ان کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن میں ہونا ضروری ہے کہ اسلام کا نظریہ زندگی اور اس کی بنیادیں مادیانہ اور خالص عقلیانہ یا حیوانی زندگی کے نظریات سے بہت مختلف ہیں، اسلام نے اپنے متبعین کو ایسے تمام فضول اور لایعنی کاموں سے بچنے کا حکم دیا ہے جو دنیا یا آخرت میں مفید نہیں ہیں خواہ وہ تصویر سازی سے متعلق ہوں یا گانے بجانے سے متعلق۔ واضح رہے کہ اسلام نے ان چیزوں کا یا ان کے پیچھے موجود انسانی جذبات کا بالکلیہ خاتمہ نہیں کیا بلکہ ان کو ایک مثبت رخ دے دیا ہے، جس سے نفسیاتی جذبے کی تسکین بھی ہوتی ہے اور دنیا و آخرت میں فائدہ بھی چنانچہ اگر دیکھا جائے تو انسان کے ذوق جمالیات میں بصری خوشگوار چیزوں میں سے ایک مصوری تھی، اسلام نے اس کو گلکاری اور خطاطی جیسے پاکیزہ فن کی شکل میں موڑ دیا، گانے بجانے کے ذوق کو قرآن کی تلاوت میں تبدیل کر دیا چنانچہ آپ نے فرمایا، لیس منا من لم یتغن بالقرآن، یعنی گانے سے جو سکون اور نفسیاتی لذت حاصل ہوتی ہے اس معصیت کی بجائے قرآن سے وہ تسکین حاصل کرو، اور دل کا سکون تو ویسے بھی حقیقت میں یاد الٰہی میں ہے، ان باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ان فضول چیزوں سے خواہ مخواہ منع نہیں کیا بلکہ وہ اپنا ایک متوازی اور مفید نظام دیتا ہے، اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو گھنٹی جیسی چیز کا شیطان سے تعلق با آسانی سمجھ آ سکتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الجرس: اسم ہے جو گھنٹہ اور گھڑیال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع اجراس آتی ہے۔

مزامیر: جمع ہے مزمار کی، اور مزمار مفعال کے وزن پر اسم آلہ کا صیغہ ہے، اس سے مراد بجانے کا آلہ اور ساز ہے، عام گفتگو میں خوبصورت آواز کو بھی مزمار کہہ دیتے ہیں۔

الشیطان: اس لفظ کی تحقیق پیچھے گذر چکی ہے۔

ترکیب:

الجرس مبتدا، مزامیر مضاف، الشیطان مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) مسلم شریف: باب كراهية الكلب والجرس، حديث نمبر ٢١١٤۔

(٢) نسائي: بمعناه رقم ٨٨١٢۔

***
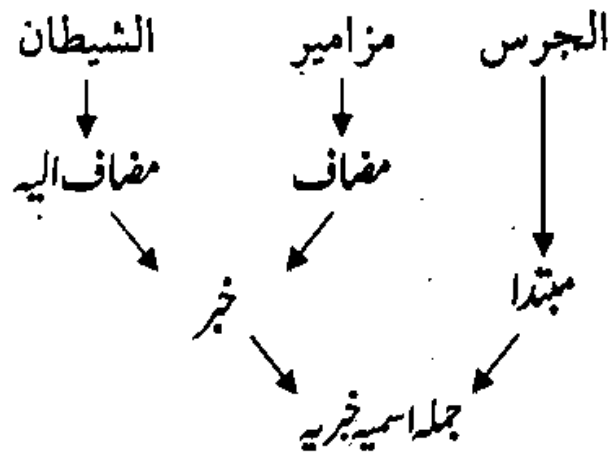
⑲ شیطان کا جال

اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ

ترجمہ:

''عورتیں شیطان کا جال ہیں''

تشریح:

خیر وشر کی روز اول سے کشاکش جاری ہے، ایک طرف رحمانی لشکر اور اس کے مخلص بندے ہیں اور دوسری طرف شیطان اپنے لاؤ لشکر سمیت موجود ہے۔ دنیا میں ہر کسی کو کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے، ہدایت وراہنمائی کا سامان بھی موجود ہے زبردستی نہیں، دوسری طرف شیطان کے بے شمار ہتھکنڈے بھی ہیں جن کے ذریعے وہ اللہ کے بندوں کو بہلانے اور پھسلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ان شیطانی ہتھکنڈوں کو حدیث میں جال اور پھندے سے تعبیر کیا ہے، یعنی جیسے جال کے اندر شکاری دانہ اور خوراک رکھ دیتا ہے اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ کوئی خطرے والی بات نہیں۔ جو جانور یا پرندہ اس دانے کے قریب آتا ہے اس کو پھندا لگ جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ اس طرح شیطان کے جال اور پھندے بھی بڑے خوش نما ہیں۔ ان جالوں اور پھندوں میں سے ایک اہم موثر اور کارگر جال اور حیلہ عورتیں ہیں، عورتوں کی زیب وزینت بناؤ سنگھار اور بے پردگی کو وہ مردوں کو ورغلانے کے لیے استعمال کرتا ہے، اور مرد الا ماشاء اللہ نادان پرندے کی طرح اس جال میں آرام سے پھنس جاتے ہیں۔ آج دنیا میں بے حیائی، فحاشی، عریانی اور اخلاق باختگی کا جو سیلاب امڈا پڑا ہے اس میں شیطان اور اس کے حواریوں نے اپنے شیطانی ہتھیار یعنی عورت کو اتنے بڑے پیمانے پر استعمال کیا ہے کہ آج ہر جگہ عورت ہی عورت نظر آتی ہے۔ اور تعجب ہے کہ عورتیں اپنی اس بے توقیری کو آزادی، حقوق اور مساوات سمجھتی ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

حضرت حسین بن صالح فرماتے ہیں ''شیطان عورتوں سے کہتا ہے، اے عورتو! تم میرا آدھا لشکر ہو اور تم میرے ایسے تیر ہو جن کو میں جہاں بھی لگاؤں نشانہ خطا نہیں جاتا، اور تم میرے راز ہو، اور تم میرے مقصد ومطلب کے لیے قاصد کا کام دیتی ہو''

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جن عورتوں کے دل میں خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی کی فکر نہیں وہ واقعۃً مردوں سے ایسے ایسے کام کروالیتی ہیں کہ جن کا آدمی عام حالات میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ماں باپ سے قطع تعلقی، بہن بھائیوں سے بدسلوکی، رشتہ داروں سے بے رخی اسی ایک عورت کے کہنے پہ ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر عورتوں کو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم کہیں بے خیالی میں شیطان کی آلہ کار تو نہیں بن رہیں۔ نیک عورتیں اس بات سے عقلاً مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ خیر کے لیے سعی کرتی ہیں اور خیر پھیلانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

نساء: امراۃ کی جمع ہے، لیکن یہ جمع خلاف لفظ ہے یعنی امراۃ کے اپنے الفاظ اور مادہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی جمع یہ نہ ہو لیکن یہ جمع استعمال ہوتی ہے بلکہ یہی استعمال ہوتی ہے البتہ اسی کے مادے سے دوسری جمعیں مثلاً نِسوۃ، نُسوۃ، نِسوان اور نسنین بھی آتی ہیں۔

حبائل: بروزن فعائل، یہ جمع ہے حبالۃٌ بروزن فعالۃ کی، اور اس کا مطلب پھندا، جال اور ہتھکنڈا ہوتا ہے۔

اس کے قریب قریب ایک دوسرا لفظ حبلٌ آتا ہے جو رسی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع حِبَال، اَحبُلُ، اور اَحبال آتی ہے۔

الشیطان: اس لفظ کی تحقیق تفصیل سے گذر چکی ہے۔

ترکیب:

النساء مبتدا، حبائل مضاف، الشیطان مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
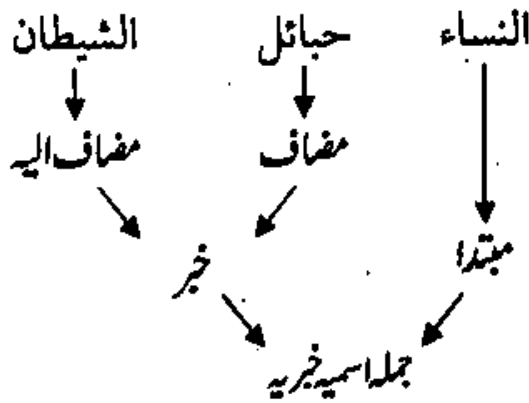
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتاب میں آئی ہے۔

(۱) ابن ابی شیبۃ: رقم ٣٤٥٥٢

***

⑳ صبر اور شکر

اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ كَالصَّائِمِ الصَّابِرِ

ترجمہ:

"کھانے والا شکر گذار صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے"

تشریح:

انسان عبادت خداوندی اور اللہ رب العزت کی رضاء اور خوشنودی کے حصول کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ اور اللہ رب العزت نے اپنی رضا مندی اور خوشنودی کو اپنے احکامات کے پورا کرنے کے ساتھ جوڑ دیا ہے، جو بھی اخلاص کے ساتھ حکم پورا کرے گا وہ خدائی خوشنودی کا مستحق قرار پائے گا، اور اخلاص کے ساتھ کوئی بھی عمل کیا جائے اس پر اللہ اجر عطا فرماتے ہیں چاہے وہ اپنے فائدے کا عمل ہی ہو، ضروری نہیں کہ اجر اسی عمل پر ملے جو نفس کی مشقت اور تکلیف کا باعث ہو۔

مذکورہ حدیث میں دو آدمیوں کا باہم موازنہ کیا گیا ہے (۱) کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا۔ (۲) روزہ رکھ کر کھانے سے صبر کرنے والا۔ اس حدیث کا مقصد (بظاہر) یہ ہے کہ اگر آدمی کوئی کام خدا کی رضامندی کے حصول کے لیے اس کے بتائے ہوئے طریقے اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق کرے تو اللہ اس کا اجر بھی ضرور دیتے ہیں چاہے وہ عمل اپنے فائدے کا ہی ہو۔ حالانکہ کھانا کھانا تو بظاہر کوئی ایسا عمل نہیں جو اجر ملنے کا ذریعہ ہو، لیکن اس کے ساتھ جب شکر کی کیفیت ملی تو اس پر بھی اجر ملنا شروع ہو گیا، اور اجر ملنے کے اعتبار سے وہ بھی ایسا ہی ہو گیا جیسے روزہ رکھنا، حالانکہ دونوں بظاہر متضاد عمل ہیں ایک میں کھانا کھایا جا رہا ہے اور دوسرے میں کھانے سے رکا جا رہا ہے لیکن اجر دونوں پر ہے۔ اس میں پیغام اور اہم بات یہ ہے کہ اصل چیز تو حکم خداوندی اور طریقہ شریعت ہے وہ اگر پورا ہو گا تو ہر عمل پر اجر ملے گا۔

یہاں کھانے کو روزے کے ہم پلہ قرار دینے کا مطلب ہر پہلو سے نہیں اور نہ ہی مجموعی طور سے روزہ دار سے کھانے والے کا اجر بڑھتا ہے، بلکہ تشبیہ صرف اجر کے حصول میں ہے۔

کھانے کا شکر یہ ہے کہ اول تو اسے کھاتے وقت بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ دعا پڑھے، پھر آخر میں شکر کے کلمات الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا پڑھے، اور سنت طریقہ کے مطابق کھائے اور اس کھانے کا عملی شکر یہ ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی قوت اور طاقت کو خدا کی اطاعت اور نیک کاموں میں خرچ کرے، معصیت میں خرچ نہ کرے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الطاعم: اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب سمع یسمع سے اور اس کا مطلب ہے کھانا کھانے والا۔

الشاکر: یہ بھی اسم فاعل کا صیغہ ہے باب نصر ینصر سے بمعنی شکرادا کرنے والا۔

الصائم: یہ بھی اسم فاعل کا صیغہ ہے باب نصر ینصر سے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے صام یصوم، حروف اصلی ص، و، م ہیں بمعنی روزہ دار۔

الصابر: اسم فاعل کا صیغہ ہے باب ضرب یضرب سے بمعنی صبر کرنے والا۔

ترکیب:

الطاعم موصوف، الشاکر صفت، موصوف صفت سے مل کر مبتدا، كَ حرف جار، الصائم موصوف، الصابر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل محذوف کے۔ فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
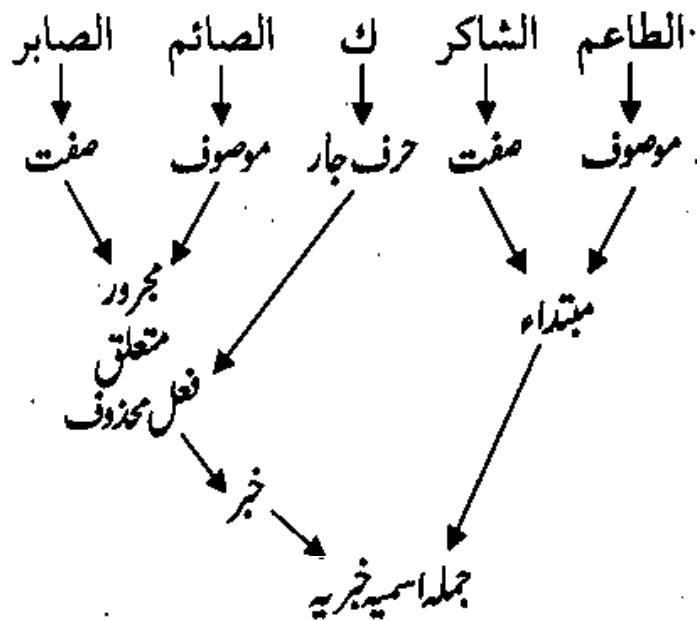
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) ترمذی شریف: رقم ٢٤٨٦

(۲) ابن ماجہ: رقم ١٧٦٥

(۳) دارمی: رقم ٢٠٢٤

***

⑳ معتدل معیشت کا راز

اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ

ترجمہ:

''خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت/آمدنی ہے''

تشریح:

اس باب میں اللہ کے نبی ﷺ نے بڑی اہم اور زریں نصیحت فرمائی ہے اس نصیحت کا تعلق ہر آدمی کی انفرادی اور شخصی زندگی سے بھی ہے اور خاندانی، عائلی اور ملکی اور اجتماعی زندگی سے بھی ہے۔

یہ بات تو طے ہے کہ وسائل دنیا محدود ہیں اور انسانی خواہشات لامحدود ہیں، یعنی اگر آدمی اپنی ہر ہر خواہش پوری کرنا چاہے تو وسائل کے اعتبار سے دنیا میں ایسا ہونا ممکن نہیں، اس کے لیے لامحالہ آدمی کو ترجیح اور انتخاب کا طریقہ اپنانا پڑتا ہے، کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ مذکورہ بالا حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے زندگی کے اس پہلو سے متعلق راہنمائی فرمائی ہے، اور آپ نے زندگی کو آسان بنانے کا یہ اصول بتایا ہے کہ قناعت اپنائی جائے اور جتنا کچھ تمہارے پاس موجود ہے اپنی خواہشات اور اخراجات اسی کے حساب سے مرتب کیے جائیں، ایسا نہ ہو کہ پاس روپیہ ہو اور خواہشات واخراجات کی فہرست دو روپے کی ہو کیونکہ ایسا کرنے سے آدمی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں پیدا کردہ مصنوعی فقر اور تنگدستی میں مبتلا کر لیتا ہے، جب پہلے سے وہ یہ طے کر لیتا ہے کہ میری یہ خواہشات میری ضروریات ہیں پھر آمدنی پوری نہیں ہوتی تو اپنے فقر کی شکایت دل میں لاتا ہے، شکر کا جذبہ رخصت ہوتا ہے، اور پھر آدمی ہر طریقے سے مزید کمانے کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور اس میں وہ اتنا منہمک ہو جاتا ہے، کہ اپنے مقصد زندگی یعنی خدا کی خوشنودی کو پس پشت ڈال دیتا ہے، صبح شام گدھے کی طرح کمانا ہی کمانا اس کے سر پر سوار ہو جاتا ہے، اس کے لیے نہ وہ حلال کی پرواہ کرتا ہے اور نہ حرام کی، نہ نمازوں اور فرائض کے چھوٹنے کی کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ دین کے کاموں کی کوئی پرواہ۔

یہ ساری صورت حال نتیجہ ہے اپنی زندگی میں اس توازن کے کھونے کا جو فطری ہے یعنی اپنی حقیقی آمدن اور اخراجات کے درمیان توازن نہ رکھنا۔ آج کے انسان کے سامنے معاش کا مسئلہ بنیادی مسئلہ بن چکا ہے اور کمائی ہی کمائی زندگی کا مقصد اولیں بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ محض اپنا معیار زندگی بلند کرنے کے لیے یوں ہر وقت کمائی کمائی یہ شریعت میں مطلوب اور پسندیدہ نہیں۔ اس لیے چاہیے یہ کہ انسان اپنی سوچ کو قناعت پر لائے زندگی میں اشیاء صرف وضرورت میں سادگی کو اپنائے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلائے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الاقتصاد: بروزن الافتعال، یہ مصدر ہے باب افتعال سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے اور اس کے حروف اصلی ق، ص، د ہیں اس کا لغوی مطلب میانہ روی اختیار کرنا ہے۔ آج کل اقتصادیات کے نام سے پورا فن وجود میں آ چکا ہے، اس میں بھی وجہ مناسبت یہی ہے کہ اس فن میں یہ سکھایا اور پڑھایا جاتا ہے کہ اپنے ذرائع اور ضروریات کے درمیان تناسب وتوازن کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے۔

النفقة: یہ مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا، اس کی جمع نفقات آتی ہے۔

نصف: آدھے حصے کو کہتے ہیں اردو میں بھی بعینہ مستعمل ہے۔

المعیشة: یہ مصدر میمی ہے باب ضرب یضرب سے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف یائی ہے، اس کا لغوی مطلب ہے زندہ رہنا، زندگی گزارنا، اب علم المعیشت کے نام سے پورا فن وجود میں آیا ہوا ہے جس میں تجارت اقتصادیات، وغیرہ کے موضوعات سے بحث ہوتی ہے، اگر معیشت کے لفظ کو زیادہ عمومی تناظر میں دیکھا جائے تو وہ فن بھی اس لفظ کے تحت ایک فرد بن کر داخل ہو سکتا ہے۔

ترکیب:

الاقتصاد اسم مصدر، فی حرف جار، النفقة مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے مصدر کے مصدر اپنے متعلق اور اپنے فاعل سے مل کر مبتدا ہوا، نصف مضاف، المعیشة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
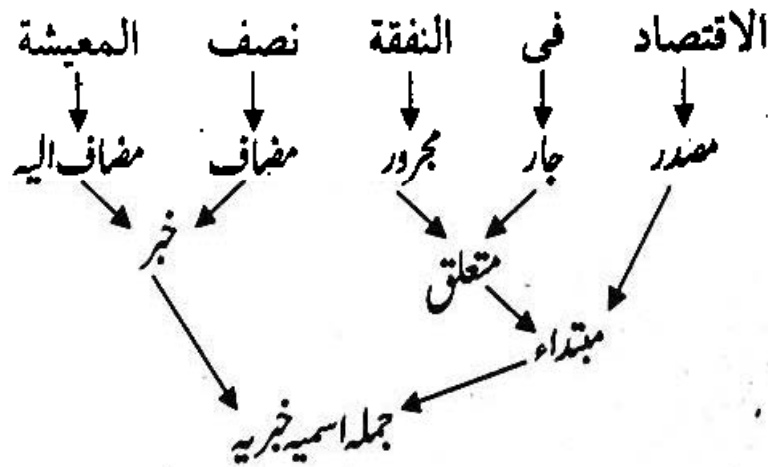
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) شعب الایمان: رقم ٦٥٦٨۔

(۲) معجم اوسط: رقم ٦٧٤٤۔

۴۲ لوگوں سے محبت کا برتاؤ کرنا

وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصفُ العَقلِ

ترجمہ:

''اور لوگوں سے محبت کا برتاؤ آدھی دانش مندی ہے''

تشریح:

انسان میں فطری طور سے ہر طرح کے جذبات رکھے گئے ہیں، اگر اس میں برداشت کا مادہ ہے تو ساتھ میں غصہ اور غضب بھی ہے۔ پھر ہر طرح کے جذبات کا استعمال موقع محل کے اعتبار سے ناگزیر بھی ہوتا ہے، اور مفید بھی، لیکن اگر ان جذبات کا استعمال موقع محل سے ہٹ کر ہو تو یہ مضر ہی مضر ہوتا ہے اور انسان خواہ مخواہ اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے، خاص طور سے غضب کا جذبہ ایسا ہے کہ جس سے زیادہ تر نقصان ہی سامنے آتا ہے۔ اس کے برعکس محبت ہے کہ جس سے دنیا و آخرت کے فوائد سامنے آتے ہیں، اس لیے مذکورہ حدیث میں معاملات کی درستی، سمجھداری اور دانشمندی کا گر بتایا گیا ہے کہ لوگوں سے محبت کرو، محبتیں بانٹو، اس سے نفرتیں ختم ہوں گی، تلخیاں ختم ہوں گی۔ جب دو انسان باہم الفت کا برتاؤ کریں تو بہت ساری برائیاں مثلاً حسد، کینہ، بغض، گالم گلوچ، لڑائی جھگڑا، فساد، بے ایمانی، بددیانتی کے دروازے بند ہوتے ہیں، اور محبت کرنے والا انسان خود بھی امن و سکون اور چین کی زندگی گذارتا ہے۔ ایک طرف محبت کے اتنے سارے فوائد ہوں اور دوسری طرف غصے اور نفرت کے نقصان ہوں تو عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی لامحالہ محبت کے طرز اور برتاؤ کو ہی ترجیح دے۔ اسی بات کی اس حدیث میں ترغیب دی گئی ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

التودُّد: بروزن التفعُّل، یہ باب تفعّل کا مصدر ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے ایک تو مثال واوی ہے اور دوسرا مضاعف ثلاثی بھی ہے، حروف اصلی، و، د، د ہیں مطلب ہے محبت کا برتاؤ اور الفت کا رویہ۔

النّاس: جمع ہے یا اسم جمع، اہل لغت کے دونوں قول ہیں، بعض لوگوں کے خیال میں النّاس کی اصل اُناسٌ تھی، ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ الف لام آ گیا۔ (بیضاوی) اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کی اصل اُنس کی بجائے، نسی ہے جس کا مطلب بھولنا ہے پھر یا کو سین سے پہلے لے آئے جس سے نَیَسَ ہو گیا اور نیس سے ناس ہو گیا، اس صورت میں انسان کی اصل نسیان ہو گی۔ اور بعض اہل لغت نے النّاس کا ماٴخذ براہ راست ناس ینوس نوساً کو قرار دیا ہے۔

النّاس اسم جمع ہے جس میں مرد عورت بچے بوڑھے، مرد عورت بھی شامل ہیں (دیکھیے لغات القرآن ص 11)

العقل: مصدر ہے عقل یعقل سے، لغوی مطلب روکنا اور باندھنا ہے، عقل کو عقل اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو

برے کاموں اور خلاف مروت کاموں سے روکتی ہے۔ اصطلاح میں علماء عقل کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ عقل وہ نور ہے جس سے حس اور مشاہدہ میں نہ آسکنے والی چیزوں کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔

نقشہ ترکیب:
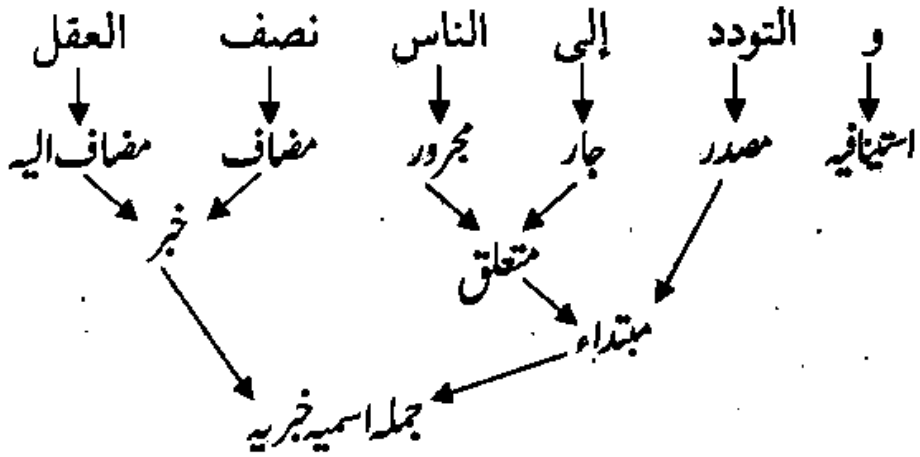
تخریج حدیث:

مذکورہ بالا روایت حدیث کی درج ذیل کتابوں میں آئی ہے۔

(۱) شعب الایمان: رقم ٦٠٦٧

(۲) معجم اوسط: رقم ٦٧٤٤

***

﴿۴۴﴾ اچھا سوال آدھا علم ہے

وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ

ترجمہ:

''اور اچھے طریقے سے سوال کرنا، آدھا علم ہے۔''

تشریح:

انسان میں اللہ رب العزت نے معلومات سے آگے بڑھ کر مجہولات اور نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی فطری صلاحیت اور تجسس رکھا ہے اور یہ تجسس اس کے علم کے اضافے میں اہم سبب ہے۔ جب انسان کو کچھ معلوم ہوتا ہے تو وہ اپنے ذہن میں موجود نظامِ علم کی بدولت آگے بڑھتا ہے۔ آگے پھر کچھ ایسی چیزیں سامنے آتی ہیں جو انسان کے احاطہ علم میں تو ہوتی ہیں لیکن ان کے سامنے کچھ رکاوٹ اور ان پر کچھ غبار سا ہوتا ہے۔ ایسے مرحلے میں اگر کوئی راہنمائی کرنے والا میسر ہو تو ایک طالب صادق کے لیے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے اور اس کے سامنے ذکر کر کے وہ اشکال اور سوال حل کروالیتا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے سوال کو علم کی تحصیل اور معلومات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اچھے طریقے سے سوال کرنا یہ علم کا آدھا حصہ ہے۔ اس مفہوم میں ایک عام جملہ بھی بولا جاتا ہے، اَلسُّوَالُ نِصْفُ الْجَوَابِ، یعنی اگر سوال پوری طرح منقح اور واضح ہو کر سامنے آجائے تو سمجھ لو کہ آدھا جواب آگیا کیونکہ جواب کی تمہید اور مقدمات تو مکمل ہو گئے اب صرف نتیجہ باقی ہے۔

اس حدیث میں طالب علم کو سوال کرنے کے حوالے سے آداب کی بھی تعلیم دی گئی ہے کہ اول تو سوال میں فنی اعتبار سے الجھاؤ، خرابی، اور تردد نہیں ہونا چاہیے دوسرے اس کو پیش کرنے کا انداز اچھا ہونا چاہیے۔ تیسرے سوال کرتے وقت استاذ اور صاحب علم کے مقام و مرتبے کا خیال رکھنا چاہیے اور سوال کا مطمح نظر کسی کا مبلغ علمی دیکھنا اور صلاحیت جانچنا نہیں ہونا چاہیے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

حسن یہ مصدر ہے حسن یحسن، کرم یکرم کے باب سے بمعنی خوبی، خوبصورتی۔

السؤال بروزن فعال یہ بھی مصدر ہے سأل یسأل سے ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز العین ہے۔

العلم یہ بھی مصدر ہے بمعنی جاننا۔

ترکیب:

واؤ استینافیہ حسن مضاف السوال مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، نصف مضاف العلم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان: رقم ٦٠٦٧

(۲) معجم اوسط: رقم ٦٧٤٤

***
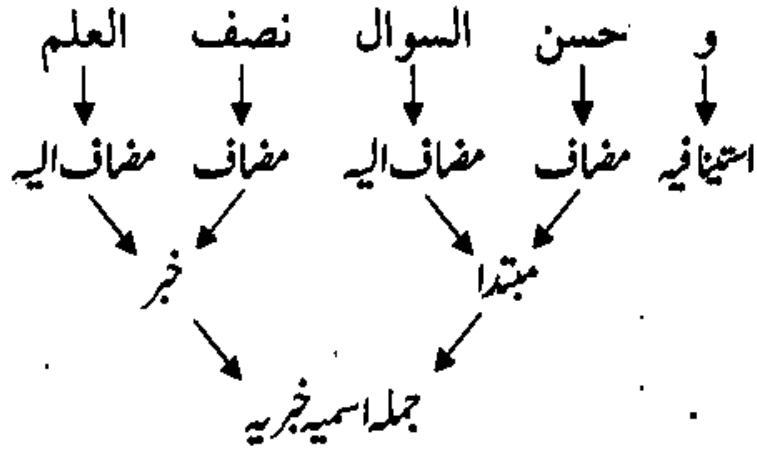
۴۴ توبہ کے اثرات

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

ترجمہ:

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس کے ذمے کوئی گناہ نہ ہو۔''

تشریح:

عام انسانوں کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے اس کے کھاتے میں لکھ دیتے ہیں چاہے بعد میں وہ نیکی کے جتنے بھی مدارج طے کر لے وہ بدنامی اس کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ جب اسلام نے توبہ کا تصور پیش کیا کہ گناہ گار آدمی چاہے جتنا بڑا گناہ گار ہو جب وہ سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، لوگوں کا عام تصور اور طرز عمل دیکھتے ہوئے یہ بات اور سوال سامنے آنا یقینی تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خدا کے ہاں بھی اس گناہ کے اثرات باقی رہیں؟

مذکورہ حدیث میں اس تصور کی نفی کی گئی ہے کہ خدا کے دربار میں یہ ضابطہ نہیں وہاں تو یہ اصول ہے کہ زندگی بھر کی خطاؤں کا ڈھیر سامنے رکھ کر ندامت کا ایک آنسو بہا دو تمہارے گناہ ایسے دھلیں گے کہ تمہارے دامن پر ان کا ہلکا سا نشان بھی باقی نہیں رہے گا اور یہ ضابطہ صرف ایک دفعہ کے لیے نہیں سو دفعہ بھی توبہ کرے تب بھی ہر دفعہ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اور وہاں سے غافل انسان کے لیے ہر دم یہ صدا لگتی ہے:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گرچہ کافر و گبرو بت پرستی باز آ
درگہ مادر گہ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

لغوی وصرفی تحقیق:

التائب یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے تاب یتوب باب نصر ینصر سے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے اصل میں تاوبٌ تھا، واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا، معنی ہے لوٹنے والا رجوع کرنے والا۔ توبہ کرنے والا۔ ایک بات کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے والا۔

الذنب مصدر ہے باب ضرب یضرب سے بمعنی گناہ، خطا، جرم۔ اس کی جمع ذنوب آتی ہے۔

ترکیب:

التائب صیغہ اسم فاعل مشتق **من** حرف جار **الذنب** مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا التائب صیغہ اسم فاعل کے، صیغہ

اسم فاعل اپنے اندر موجود فاعل اور متعلق سے ملکر مبتدا ہوا۔ ک حرف جار من اسم موصول لا حرف نفی جنس ذنب اسم لائے نفی جنس لام جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا کائن یا ثابت محذوف کے، کائن محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی ذنب اسم کی، لا نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ ہوا من اسم موصول کا، من اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا کاف حرف جار کا۔ کاف حرف جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن اسم محذوف کے کائن اسم محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجه، باب ذكر التوبة، كتاب الزهد، حديث نمبر ٤٢٥٠

(۲) بیهقی شعب الايمان، حديث نمبر ٢١٠٧٠

***
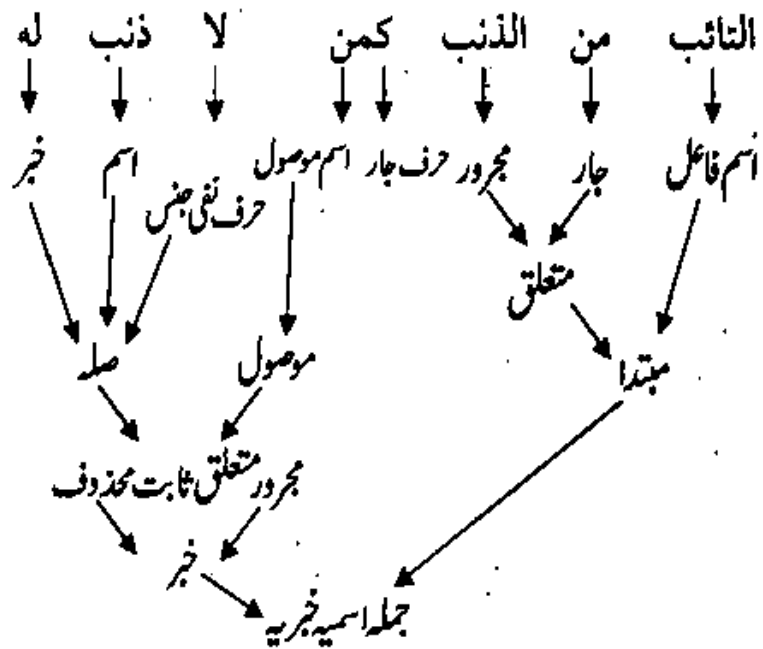
㉕ عقلمند آدمی کون ہے؟

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ:

''عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو تابع (مغلوب) کرلے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرے اور نادان اور کم عقل شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی میں لگا دے اور (پھر) اللہ پر امیدیں (بھی) باندھے۔''

تشریح:

دنیا کا یہ ضابطہ ہے کہ جیسا سبب ہوگا ویسا نتیجہ ہوگا، جیسا عمل ہوگا ویسا انجام ہوگا، جیسی کرنی ہوگی ویسی بھرنی ہوگی، جو بویا جائے وہی کاٹا جاتا ہے جو تخم ہو وہی ثمرہ ہوتا ہے۔ آخرت کے معاملات بھی اس ضابطے سے مختلف نہیں۔ جو نیک اعمال کرے گا اپنے نفس کا غلام بننے کی بجائے اس کو پابند کر کے احکام خداوندی پر عمل کرائے گا اور دنیا کی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کو ترجیح دے گا اور اس کے لیے عمل کرے گا تو یہ آدمی عقلمند ہے کیونکہ اس نے یہ بات جان لی کہ جیسی کرنی ہوگی ویسی بھرنی ہوگی، تبھی تو یہ نیک عمل کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا آدمی ہے جو اعمال تو سارے خراب کرتا ہے، صبح و شام نفس اور خواہشات کی غلامی میں زندگی گزارتا ہے، جو جی میں آئے کرتا ہے، یعنی سبب تو یہ اختیار کرتا ہے اور توقع اور آرزو یہ رکھتا ہے کہ مجھے نتیجہ اچھا ملے۔ بیجتا کانٹے ہے اور توقع پھولوں کی رکھتا ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی بے وقوف ہوسکتا ہے کہ جو اتنی سامنے کی بات بھی نہیں سمجھ پاتا کہ میں کام کیا کر رہا ہوں اور نتیجہ کیا چاہتا ہوں۔ کام کچھ کرے اور جزا کچھ اور سوچے یہ بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الکیس: بروزن فَیْعِلْ اسم صفت ہے بمعنی عقل مند ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف یائی ہے، باب ضرب یضرب سے کاس یکیس کیساً ہے۔(النهاية في غريب الحديث ص ٢١٧ ج ٤)

دان: یہ ماضی کا صیغہ ہے باب ضرب یضرب سے بمعنی مغلوب کرنا محتاج بنانا ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف یائی ہے۔

نفس فاء کے سکون اور جزم کے ساتھ بمعنی روح، خون، اور دل۔ یہاں اس سے مراد خواہشات طبعی ہیں۔

العاجز اسم فاعل کا صیغہ ہے باب سمع یسمع سے بمعنی عاجز ہونا، بے عقل ہونا، بے کار رہنا۔

هوی یہ مصدر ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے لفیف مقرون ہے یعنی اجوف واوی اور ناقص یائی اور یہ خواہش کے معنی میں آتا ہے۔

تمنی باب تفعل سے ماضی کا صیغہ ہے ہفت اقسام سے ناقص یائی ہے بمعنی خواہش کرنا، آرزو کرنا۔

ترکیب:

الکیس مبتدا من اسم موصول دان فعل ھو ضمیر اس کے اندر اس کا فاعل نفس مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مفعول بہ۔ دان فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ ہوا و حرف عطف عمل فعل با فاعل ل حرف جار ما اسم موصول بعد مضاف الموت مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ برائے ما اسم موصول، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا عمل فعل کے عمل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ ہوا من اسم موصول کا، موصول صلہ مل کر خبر ہوئے مبتدا کی، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
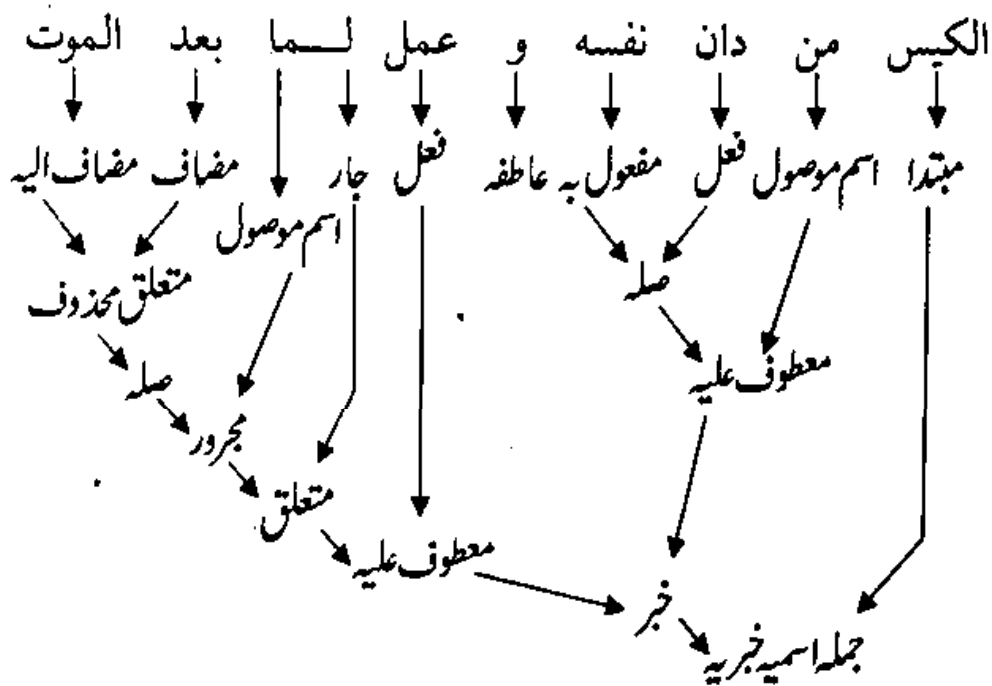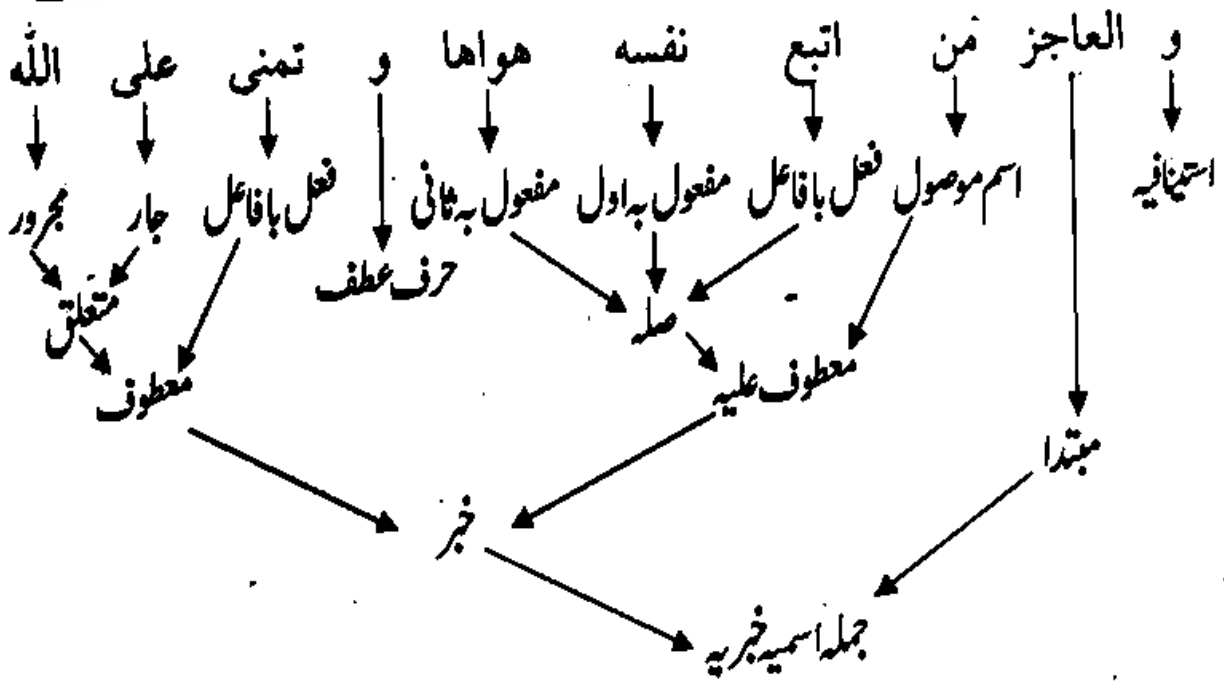
تخریج حدیث:

۱۔ ترمذی شریف، باب صفة القيامة، حديث نمبر ۲٤٥۹

۲۔ ابن ماجہ، باب ذکر الموت، کتاب الزهد، حديث نمبر ٤٢٦٠

***

۲۶ مومن سراپا الفت ہے

اَلْمُؤْمِنُ مَاْلِفٌ وَ لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلِفُ وَ لَا يُؤْلَفُ

ترجمہ:

’’مومن سراپا الفت ہوتا ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ الفت کرے اور نہ اس سے الفت کی جائے۔‘‘

تشریح:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ یعنی تمام مخلوق اللہ کا کنبہ اور خاندان ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے اخلاق اپناؤ اور خدا کی صفات و اخلاق میں سے ایک نمایاں صفت رحمت ہے۔ خدا کے اخلاق اپنانے اور مخلوق کے کنبہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مومن آدمی تمام مخلوق کو اور خاص طور سے مسلمانوں اور اپنے قریب والوں کے حق میں ایسا ہی رحم دل، نرم خو، اور شفیق اور سراپا انس اور محبت ہو جیسا کہ کنبے کا سربراہ اور باپ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے اس میں خشک مزاجی، ترش روئی اور غصے سے مغلوبیت نہیں ہونی چاہیے۔

بلکہ آپ نے فرمایا کہ مومن تو وہ ہوتا ہے جو سراپا الفت ہوتا ہے اور جس آدمی میں الفت اور محبت کا مادہ نہیں اس میں کوئی خیر نہیں یعنی نہ وہ کسی سے الفت رکھے اور نہ کوئی دوسرا اس کے رویے کی وجہ سے اس کے قریب پھٹکے ایسا آدمی خیر سے محروم ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

مألف بروزن مفعل، یہ اسم ظرف کا صیغہ ہے یا مصدر میمی ہے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء ہے۔ حروف اصلی أ، ل، ف ہیں اور معنی الفت کی جگہ بھی ہو سکتا ہے اور الفت کرنا بھی ہو سکتا ہے اگر مصدر بنائیں تو ایسی صورت میں یہ زیدٌ عدلٌ کے قبیل سے ہوگا۔

یألف بروزن یفعل یہ فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے باقی تحقیق وہی ہے جو مألف میں ہے۔

یؤلف بروزن یفعل یہ فعل مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔

ترکیب:

المؤمن مبتدا مألف خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ و استینافیہ لا نفی جنس خیر اس کا اسم منصوب بالفتحہ فی حرف جار من اسم موصول لا یألف فعل با فاعل معطوف علیہ و حرف عطف لا یؤلف فعل با فاعل معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر صلہ ہوا من اسم موصول کا۔ من اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہوا فی حرف جار کا جار مجرور متعلق ہوا ثابتٌ محذوف کے۔ ثابت محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوا لا حرف نفی جنس کی۔ لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل

کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
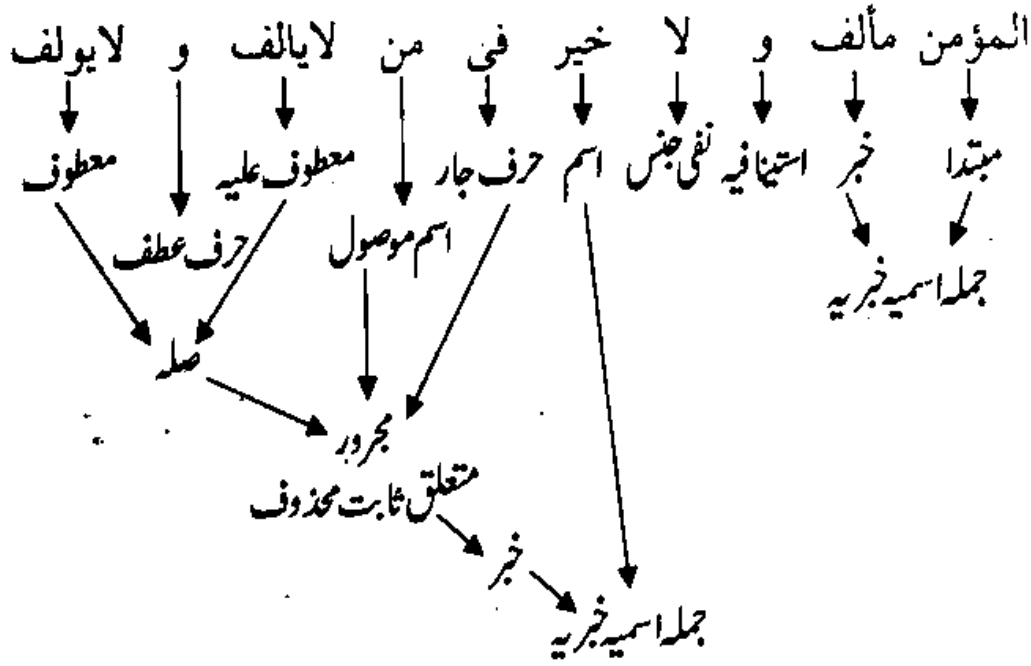
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان، حدیث نمبر ۲۱۶۲۷

(۲) مصنف ابن شیبہ: ۳۴۵۴۴

***

۲۷ گانا اور نفاق

اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ

ترجمہ:

''گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی اگاتا ہے۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث گانے کے بارے میں شدید وعید پر مشتمل ہے کیونکہ اسے دل میں نفاق پیدا کرنے کا سبب بتایا گیا ہے، گانے کے بارے میں اور بہت سی نصوص بھی آئی ہیں جن میں اس کی شدید مذمت کی گئی ہے اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ گانا واقعتاً لغو، لہو ولعب اور وقت کے ضیاع کا سبب ہے۔ جب انسان ایک بامقصد زندگی سے ہٹ کر لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے تو پھر مروت، سنجیدگی، متانت وقار سب کچھ ہی جاتا ہے اور گانا بجانا، اگرچہ لوگوں کے بقول تفریح کی چیز ہے لیکن درحقیقت یہ تفریح سے زیادہ سکر اور نشے کی چیز ہے جیسے نشہ وقتی طور سے آدمی میں سرور اور کیف لاتا ہے، غم بھول جاتا ہے، دل تازگی محسوس کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ وقتی ہوتا ہے درحقیقت نشے سے دل ودماغ ماؤف ہو جاتے ہیں اسی طرح جو کان، ساز سننے کے عادی ہو جائیں ان میں دن بدن بزدلی، بے دلی، اور فحش کی طرف میلان ہوتا جاتا ہے ان کانوں کو پائل کی چھنکار تو اچھی لگتی مگر وہ کان تلوار کی جھنکار سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ صلابت، شجاعت، سنجیدگی جیسے اوصاف ایک ایک کر کے ان سے رخصت ہوتے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن خلدون نے لکھا ہے:

''جتنی اسلامی سلطنتوں کو زوال آیا ان میں سے اکثر کا باعث یہی تھا کہ ان کے حکمران اور صاحب اقتدار لوگ شب وروز ناچ گانے کی محفلوں میں مصروف رہتے تھے۔''

اسی بات کو اقبال مرحوم نے یوں تعبیر کیا ہے

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

واضح رہے کہ گانے کا ایک معروف مفہوم ہے اور ایک اس کے تحت داخل ہونے والی قریب قریب کی اشیاء ہیں مثلاً ایسی گھنٹیاں جو موسیقی کے مطابق بجتی ہوں، خواہ موبائل کی ہوں یا دوسرے آلات کی، یہ سب غنا کے حکم میں داخل ہیں اس لیے ایسی گھنٹیوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الغناء ، یہ مصدر ہے فعال کے وزن پر، لغت کے اعتبار سے غناء ہر اس آواز کو کہتے ہیں جو ترنم اور تسلسل کے ساتھ نکالی جائے اور اصطلاح کے اعتبار سے ہر وہ کلام جو موسیقی کی رعایت سے گلوکاروں کی مشابہت کے ساتھ پڑھا جائے غناء ہے۔

ینبت ، بروزن یفعل، باب افعال سے فعل مضارع معروف ہے بمعنی پیدا کرنا، اگانا۔

النفاق : یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے مطلب ہے دل میں کوئی اور بات رکھنا اور اوپر سے کچھ اور ظاہر کرنا، اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں تو کفر ہو اور اوپر سے اسلام ظاہر کیا جائے۔

الزرع: کھیتی،

القلب ،دل

ترکیب:

الغناء مبتدا، ینبت فعل ھو ضمیر اس کا فاعل جو کہ راجع ہے الغناء مبتدا کی طرف النفاق مفعول بہ فی جار القلب مجرور جار مجرور متعلق ہوئے ینبت فعل کے ك حرف جار ما مصدریہ ینبت فعل الماء فاعل الزرع مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مجرور ہوا کاف حرف جار کا جار مجرور متعلق ینبت فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
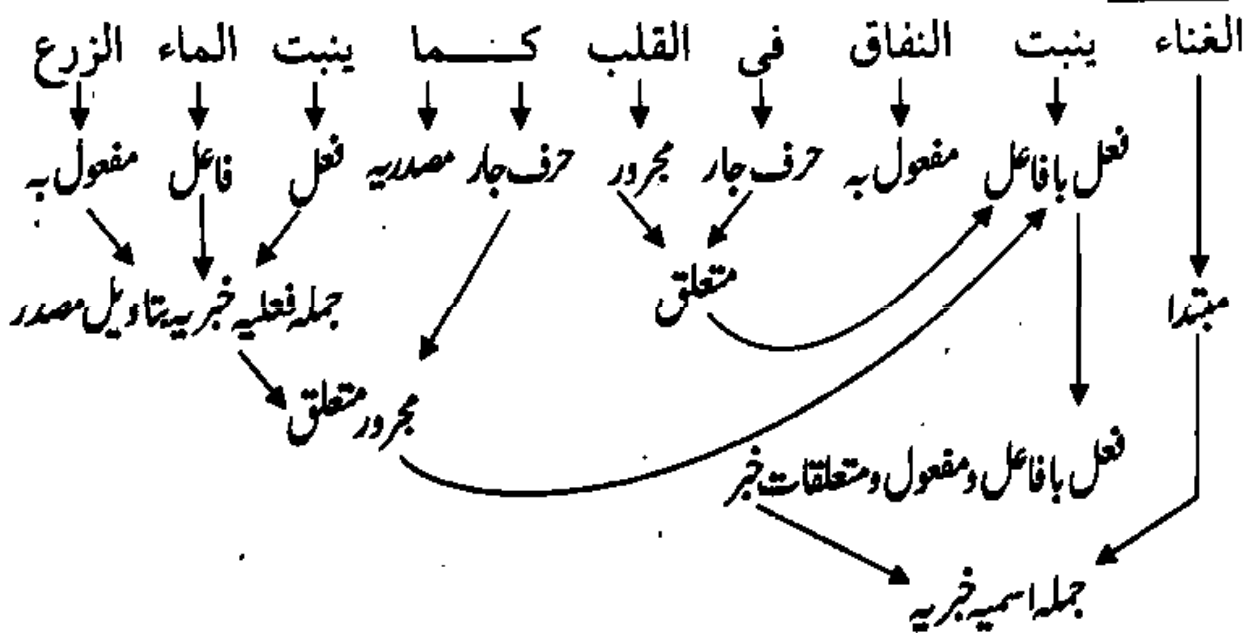
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان للبیھقی: ۵۱۰۰

(۲) ابو داؤد: ۴۹۲۷

۲۸ تاجر، فضیلت و وعید کے درمیان

اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَ بَرَّ وَ صَدَقَ

ترجمہ:

”قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ہوگا سوائے اس تاجر کے جو خدا سے ڈرا، نیکی کی اور سچ بولا۔“

تشریح:

یہ ایک عام مشاہدے کی بات ہے کہ تجارت میں جھوٹ اور دھوکہ دہی بہت زیادہ ہوتی ہے اگرچہ تجارت ایک جائز کام ہے تاہم جب اس کے ساتھ بددیانتی، جھوٹ اور دھوکہ دہی مل جاتی ہے تو یہ کام باوجود جائز ہونے کے آدمی کو فاسقوں اور فاجروں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے جو کہ ہر وقت گناہوں کی زندگی گزارتے ہیں۔

یہ حدیث تجارت کے غلط ہونے کی صورت میں بڑی سخت وعید پر مشتمل ہے البتہ اس وعید سے وہ آدمی بچے گا جو تین باتوں پر عمل کرے گا (۱) تقویٰ اختیار کرے (۲) نیکی کرے (۳) سچ کو کام میں لائے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے تاجروں کو اپنے عمل میں بکثرت کی کوتاہی واقع ہو جانے کی وجہ سے کثرت سے صدقہ کرنے کی ترغیب بھی دی ہے تاکہ ان کے گناہ اور لغزشیں صدقے سے دھلتی رہیں۔

یہاں ضمناً ایک بات یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ تجارت کے غلط ہونے کا ایک تو عام مفہوم ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں مثلاً جھوٹ، ملاوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ۔ دوسرے کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو عام حالات میں غلط نہیں سمجھی جاتیں لیکن شریعت کی نظر میں وہ قابل اعتراض ہوتی ہیں مثلاً مالی معاملات کو ایسے طریقے سے سرانجام دینا یا بیع و شراء ایسے کرنا کہ جس میں معاملات کے اسلامی اصول اور خرید و فروخت کے شرعی ضابطے پامال ہوتے ہوں یہ بھی ناجائز ہے جبکہ فقہاء کے بقول جو حکم سود لینے کا ہے وہی حکم خلاف شرع معاملہ کرنے کا ہے چنانچہ ایک مسلمان تاجر کی ذمہ داری میں دونوں باتیں شامل ہیں ایک تو صریح اور بدیہی غلط کام نہ ہو، دوسرے فنی لحاظ سے وہ کام شریعت سے متصادم نہ ہو۔

لغوی و صرفی تحقیق:

التجار: بروزن فعال، یہ جمع ہے تاجر کی بمعنی سوداگر۔

یحشرون: فعل مضارع مجہول بمعنی اکٹھا کرنا، قیامت میں آنا۔

فجار: بروزن فعال جمع ہے فاجر کی بمعنی فاسق، بدکار، گناہ گار۔

اتقی: بروزن افتعل، باب افتعال، صیغہ ماضی، معروف ہفت اقسام سے لفیف مفروق، حروف اصلی و، ق، ی، اصل میں اِوْتَقَیَ تھا واؤ یا سے بدلی پھر تاء ہو کر تا میں مدغم ہوگئی۔ آخری یا الف سے بدل گئی۔

بر: بروزن فَعَلَ صیغہ ماضی، ہفت اقسام سے مضاعف ثلاثی، حروف اصلی ب، ر، ر، بمعنی نیکی کرنا۔

ترکیب:

التجار مبتدا یحشرون فعل ھم ضمیر نائب فاعل ذوالحال یوم القیامۃ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ فجارا حال، حال ذوالحال مل کر مستثنیٰ منہ الا حرف استثنا من موصولہ اتقی فعل با فاعل معطوف علیہ و حرف عطف بر معطوف و معطوف علیہ و حرف عطف صدق معطوف، تمام معطوفات مل کر صلہ ہوئے من اسم موصول کا، موصول صلہ سے مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ مل کر حال، حال ذوالحال مل کر نائب فاعل۔ یحشرون فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی اور مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
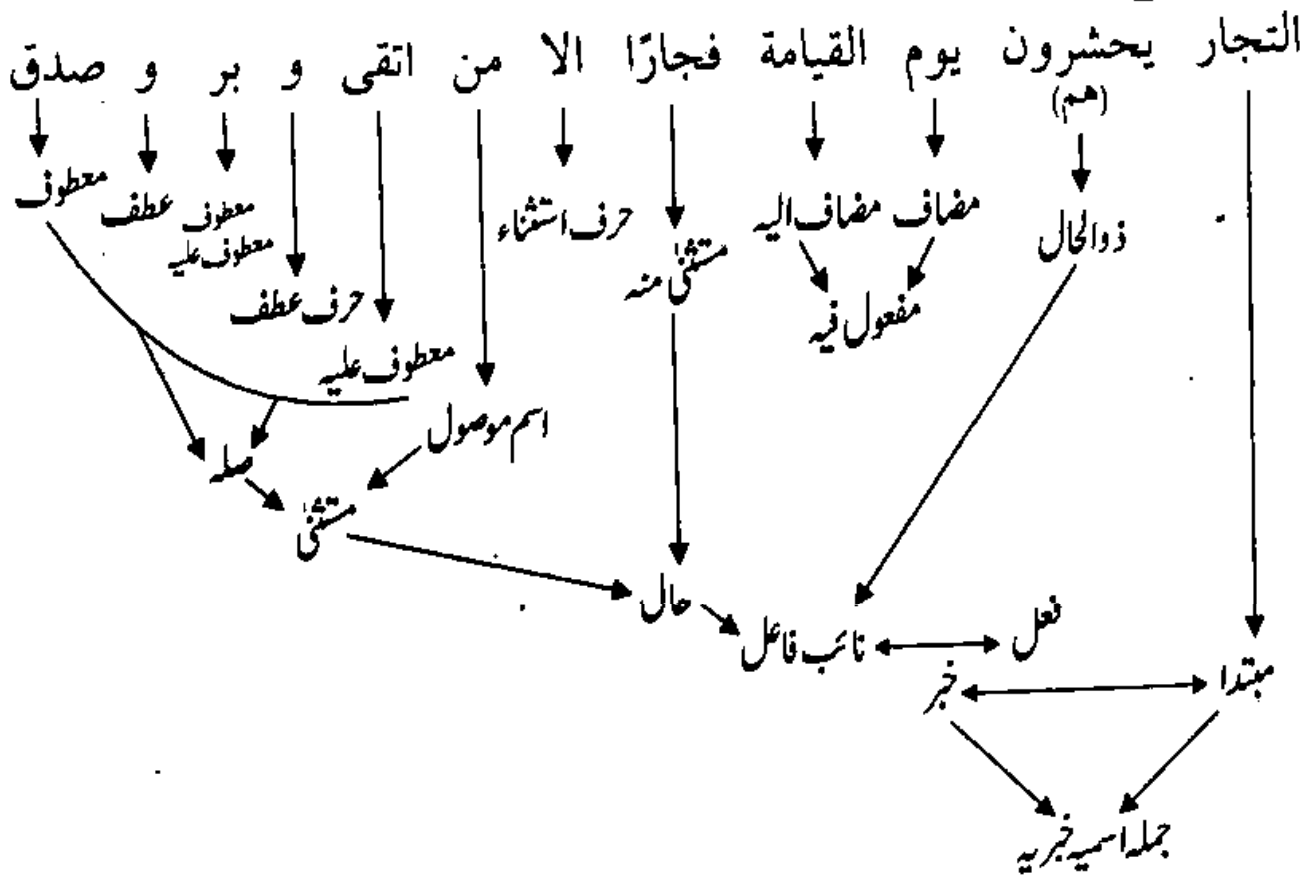
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۲۱۰

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۴۶

(۳) دارمی، حدیث نمبر ۲۵۳۸

***

۳۰ امانت دار تاجر کا مقام

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَاءِ

ترجمہ:

''سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں، اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

تشریح:

پچھلی حدیث میں بددیانت تاجروں کی مذمت اور ان کے لیے وعید کا ذکر تھا، اور اس روایت میں اس بات کا دوسرا رخ دکھایا گیا ہے اور وہ یہ کہ تجارت میں اگر کوئی تاجر سچ اور امانت داری سے کام لے گا تو یہ عمل اتنا بڑا اور اتنا عظیم ہے کہ اس تاجر کو باوجود معمولی آدمی ہونے کے قیامت والے دن نبیوں، صدیقوں اور شہداء جیسے مقرب لوگوں کے ساتھ جگہ ملے گی۔ یعنی تجارت میں جس قدر نیکی اور امانت برتے گا اسی قدر رتبہ ہے اگر کم درجے کی ہوئی تو شہداء کے ساتھ، اس سے زیادہ ہوئی تو صدیقوں کے ساتھ، اس سے زیادہ ہوگی تو نبیوں کے ساتھ۔ تاجر کا یہ رتبہ اس لیے ہے کہ تجارت جیسے معاملے میں جبکہ نفع دو قدم کے فاصلے پر ہوتا ہے اور صرف ایک غلط بات کرکے اسے لینا ہوتا ہے ایسے حال میں امانت اور سچ سے کام لینا واقعی دل گردے کا کام اور بہت بڑی قربانی ہے۔ جس کا اتنا بڑا صلہ ہونا چاہیے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

الصدوق: بروزن فعول، یہ اسم مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت زیادہ سچا۔

الامین: بروزن فعیل، یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی امانت دار، دیانت دار۔

النبیین: یہ نبی کی جمع ہے اللہ کے وہ بندے جن کا اللہ کے ہاں مخلوق میں سب سے بلند مقام ہوتا ہے۔ اللہ انہیں مخلوق کی طرف اپنا پیغام دے کر بھیجتا ہے۔

صدیقین: صدیق کی جمع ہے۔ صدیق بروزن فعیل اسم مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت سچا اور یہ نبوت کے بعد کا مقام ہے۔

الشھداء: بروزن فعلاء یہ شہید کی جمع ہے شہید وہ ہے جو راہ خدا میں دین کے لیے اپنی جان جیسی قیمتی چیز کا نذرانہ پیش کرتا ہے نبی اور صدیق کے بعد اس کا رتبہ سب سے زیادہ ہے۔

ترکیب:

التاجر موصوف الصدوق صفت اول الامین صفت ثانی مع مضاف النبیین معطوف علیہ و حرف عطف الصدیقین معطوف علیہ ومعطوف و حرف عطف الشھداء معطوف۔ تمام معطوفات مل کر مضاف الیہ مع مضاف کا۔ مضاف

مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
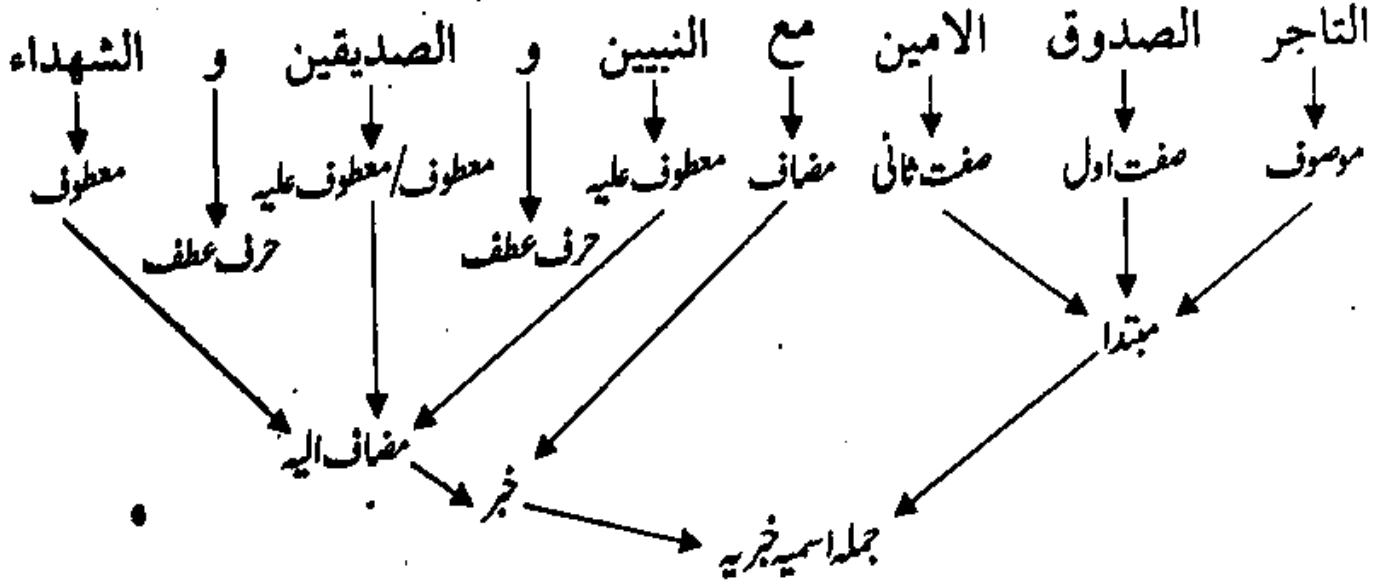
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۲۰۹

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۳۹

(۳) دارمی، حدیث نمبر ۲۵۳۹

***

④ منافق کی علامات

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ

ترجمہ:

"منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اسے امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔"

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں منافق کی تین بڑی بڑی علامتیں اور نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ یہ علامات ضروری نہیں کہ تینوں کی تینوں ہر منافق میں پائی جائیں دوسرے لفظوں میں یہ ہر منافق کی بات نہیں ہوگی بلکہ جنس منافق کی بات ہوگی۔

یہاں ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ تینوں علامتیں تو نفاق اور دوسرے لفظوں میں کفر کی ہیں جبکہ آج ہم اپنے آس پاس آئے روز لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان باتوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں وہ سب منافق قرار پائیں گے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے؟

پہلی بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ جن حالات اور ماحول میں یہ بات آپ علیہ السلام نے فرمائی اس دور میں امر واقعہ یہی تھا کہ کسی سچے مسلمان سے ان باتوں کا ہونا ممکن نہیں تھا اور اس دور میں اگر کوئی ایسا کرتا تھا تو اس کا مطلب ہوتا تھا کہ اس کے دل میں ایمان کی وہ کیفیت نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والے ایک مسلمان کی ہونی چاہیے اور یہ چیزیں بھی علامت کے طور پر ہیں۔ ضروری نہیں کہ جہاں علامت پائی جائے وہاں وہ چیز ہو بھی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ علماء نے نفاق کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے ایک نفاق اعتقادی کہ جس کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی اندر سے پکا کافر ہے بس ظاہر سے اسلام ظاہر کر رہا ہے اور دوسرا نفاق عملی کہ جس میں اندر تو ایمان کسی نہ کسی درجے میں ہو لیکن عملی کمزوری کی وجہ سے آدمی کام ایسے کرے جیسے منافق کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کو مسلمانوں کے حق میں اسی تناظر میں سمجھنا چاہیے اور اصل مقصود یہ ہے کہ ہر مسلمان ان خصلتوں اور عادتوں سے بچے تاکہ وہ نفاق کی تہمت میں نہ آئے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

آیۃ: یہ مفرد ہے اور اس کی جمع آیات اور آی آتی ہے اس کا معنی علامت ہے۔

اؤتمن: بروزن افتعل یہ باب افتعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء ہے اور اس کے حروف اصلی ا،م،ن ہیں۔

خان: بروزن فعل باب نصر ینصر سے ماضی معروف کا صیغہ ہے ہفت اقسام سے اجوف واوی ہے
حروف اصلی خ، و، ن ہیں بمعنی خیانت کرنا، دغا بازی کرنا۔

ترکیب:

آیۃ، مضاف المنافق، مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، ثلاث مبدل منہ إذا حرف شرط حدث فعل ھو ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر شرط، کذب فعل با فاعل اس کی جزاء، شرط جزا مل کر معطوف علیہ، و حرف عطف، اذا حرف شرط وعد فعل با فاعل شرط اخلف فعل با فاعل جزاء۔ شرط جزا مل کر معطوف علیہ، اور معطوف، و حرف عطف اذا حرف شرط اؤتمن فعل با فاعل شرط، خان فعل با فاعل جزاء۔ شرط جزا سے مل کر معطوف۔ تمام معطوفات مل کر بدل، مبدل منہ (ثلاث کا)، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
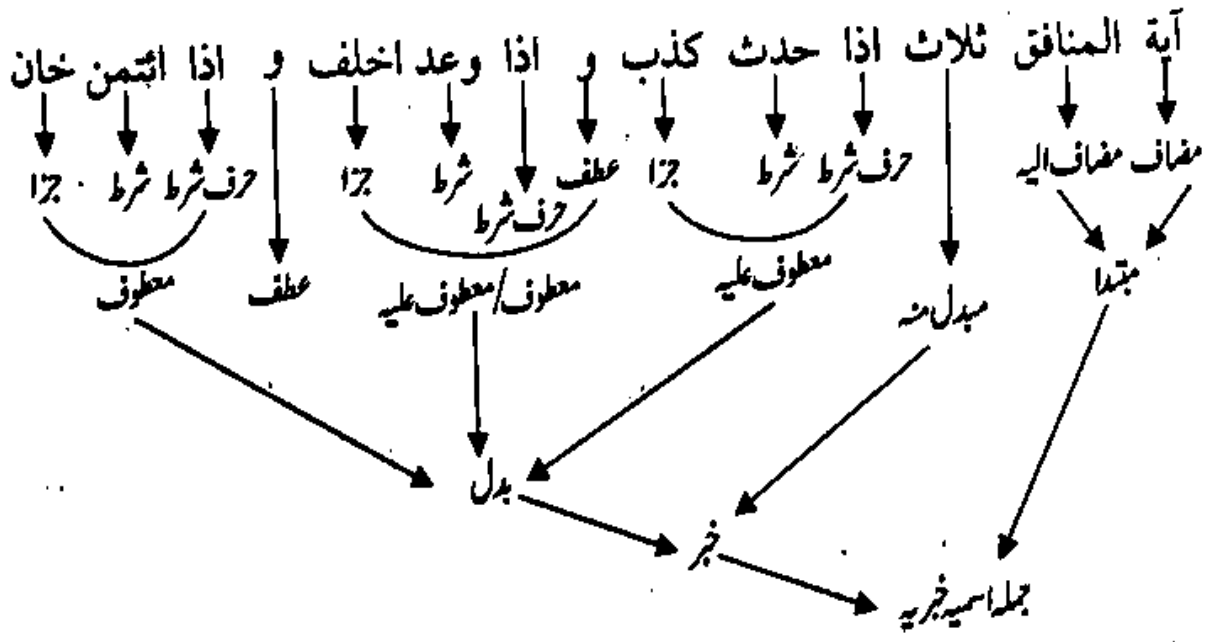
تخریج حدیث:

(۱) جامع ترمذی: ۲٦۳۱

(۲) سنن نسائی: ۱۱۱۲۷

(۳) صحیح بخاری: ۳۳

***

۳۴ کبیرہ گناہ

اَلْکَبَائِرُ، اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ

ترجمہ:

''بڑے گناہ (یہ ہیں) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

تشریح:

ہم دنیا کی بہت ساری چیزوں میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہر چیز کے اوصاف کے اعتبار سے کئی درجات اور مراتب ہیں۔ کوئی سب سے اوپر کا مرتبہ ہے تو کوئی سب سے نیچے کا، کوئی زیادہ سخت ہے تو کوئی نرم۔ گناہ بھی ایک حقیقت ہے جو اسی طرح درجات میں تقسیم ہے۔ کوئی بہت سنگین خطرناک اور ناقابل معافی جرم ہے تو کوئی ہلکے سے درجے کا جو محض کسی نیکی سے ہی معاف ہوتا ہے۔ عام طور سے علماء نے گناہوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ

ان قسموں کی متعدد تعریفات بھی ہیں ہر تعریف میں اس کے کسی اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے ورنہ مقصود سب کا ایک ہی ہے۔ بہرحال آسان لفظوں میں کہیں تو یوں ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جو شریعت کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ اور عقاب کا موجب ہو اور صغیرہ وہ ہے جو اس کے علاوہ ہو اور اگر تعریف بالحکم کریں تو صغیرہ گناہ وہ ہے جس کی معافی کے لیے مستقل طور سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں اور کبیرہ وہ ہے جس کی علیحدہ معافی مانگنی پڑے اور توبہ کرنی پڑے۔ ہر کبیرہ گناہ میں بھی پھر بے شمار درجات ہیں اس موضوع پر علماء نے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں جن میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کبیرہ گناہوں پر کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے ستر کے قریب گناہ گنوائے ہیں۔ ایک دوسری کتاب، ''کتاب الزواجر'' میں کبیرہ گناہوں کی تعداد ۴۶۷ بتائی گئی ہے۔ مذکورہ حدیث میں تین چیزوں کو موقع کی مناسبت سے ذکر کیا گیا ہے جن میں ایک شرک ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی مخلوق کو شریک کیا جائے یعنی جو صفات اللہ کی جس طرح سے ہیں وہ مخلوق میں مانی جائیں۔ مخلوق سے مراد عام ہے چاہے کوئی فرشتہ ہو یا جن ہو یا انسان ہو۔

دوسری چیز والدین کی نافرمانی ہے اس سے مراد جائز امور ہیں جب ان میں والدین کوئی حکم دیں تو اس کا ماننا لازم ہوتا ہے اگر خلاف شریعت حکم دیں تو پھر اچھے طریقے سے معذرت کرنی چاہیے سختی اور ترش کلامی کی اجازت کسی طور بھی نہیں۔

تیسری چیز جھوٹی قسم ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کام کسی نے کیا ہے لیکن وہ قسم کھا کر کہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا یہ جھوٹی قسم ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الکبائر: جمع ہے کبیرۃ کی۔ مراد ہے گناہ۔

عقوق: بروزن فعول مصدر عق سے بمعنی نافرمانی۔

الغموس: بروزن فعول بمعنی ڈھانپنے والا جھوٹی قسم کو غموس اس لیے کہتے ہیں یہ قسم کھا لینے کے بعد بندہ گویا گناہ میں ایسا غرق ہو جاتا ہے جیسے پانی میں کوئی ڈوب جائے۔

ترکیب:

الکبائر مبتدا، الاشراك مصدر با حرف جار لفظ الله مجرور جار مجرور متعلق مصدر کے مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ و حرف عطف، عقوق مضاف، الوالدین مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ معطوف و حرف عطف، الیمین موصوف الغموس صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر خبر ہوئے مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
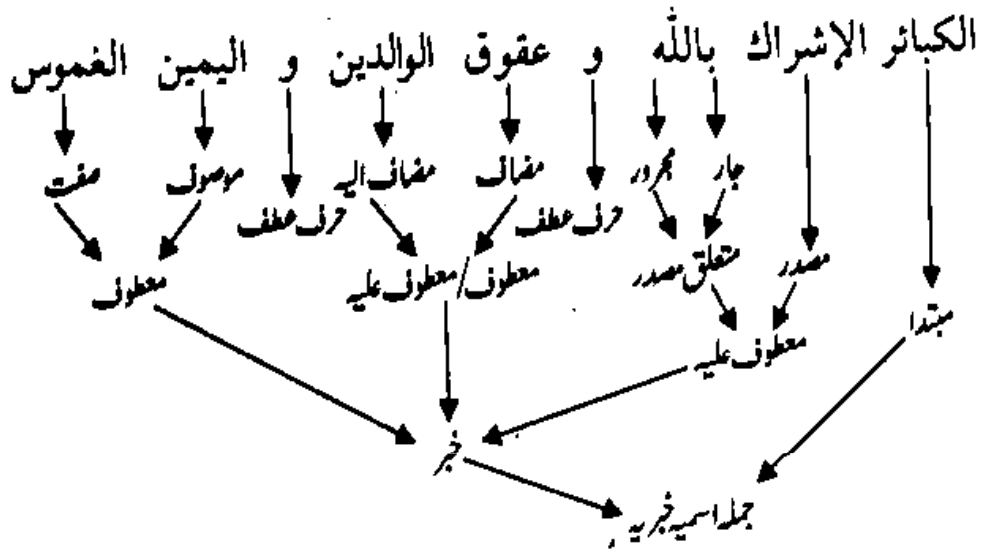
تخریج حدیث:

(۱) بخاری شریف، حدیث نمبر ۶۲۹۸

(۲) ابن حبان، حدیث نمبر ۵۵۶۳

***

۴۴ گناہ کی پہچان

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ الْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَ كَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

ترجمہ:

’’نیکی خوش خلقی کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگوں کو اس بات کا پتہ چلے۔‘‘

تشریح:

اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے بڑی ہی جامعیت اور سادگی سے گناہ اور نیکی کے حدود متعین کر دیئے ہیں۔ نیکی کے بارے میں یہ فرمایا کہ نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے۔ عمدہ اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر طرح کے رذائل اور بری عادات سے اپنے آپ کو پاک کرے خواہ وہ رذائل باطنی ہوں یا ظاہری۔ ظاہری رذائل میں تمام وہ گناہ آ جائیں گے جو آدمی اپنے ہاتھوں اور زبان سے سرانجام دیتا ہے اور باطنی سے مراد وہ اعمال ہیں جو دل و دماغ سے تعلق رکھتے ہوں جیسے حسد، بغض، کینہ، حرص، طمع، بدگمانی، بخل وغیرہ...... ان کے مقابلے میں نیکی یہ ہوگی کہ آدمی خیر خواہی، محبت، اخلاص، قناعت، حسن ظن، سخاوت وغیرہ جیسے اوصاف سے مزین ہو...... یہ تمام نیکیاں ہیں جو اس جملے میں سمٹ جاتی ہیں۔

دوسری چیز گناہ کے بارے میں یہ فرمایا کہ گناہ کی عام علامت یہ ہے کہ اپنے ضمیر سے پوچھو کوئی کام کرتے وقت اگر تمہیں ضمیر روکے اور ٹھوکر لگائے تو سمجھ لو کہ گڑبڑ ہے اور گناہ میں ایک بات یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی کوشش کرتا ہے کہ اسے چھپائے اور لوگوں کو اس کا پتہ نہ چلے گناہ کی یہ علامات ان چیزوں کے بارے میں مفید و مؤثر ہوں گی جن کے بارے میں شریعت کی طرف سے صریح حکم موجود نہ ہو۔ ورنہ تو اگر کوئی آدمی شراب پی لے اور دل میں کوئی کھٹکا نہ گزرے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ یہ گناہ نہیں ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

البر یہ مصدر ہے مضاعف ثلاثی ہے بمعنی نیکی، اطاعت، فرمانبرداری

الخلق اس کا لغوی معنی طبیعت عادت اور طبعی خصلت ہے اس کی جمع اخلاق آتی ہے۔

حاك یہ ماضی کا صیغہ ہے، باب نصر ینصر سے ہفت اقسام میں سے اجوف واوی ہے، حروف اصلی ح، و، ک ہیں۔ بمعنی کھٹکنا، ’’حائک‘‘ جولاہے کو کہا جاتا ہے اور محاکہ، کھڈی کو جس پر جولاہا کپڑا بنتا ہے۔

کرهت باب سمع یسمع سے ماضی معروف کا صیغہ ہے بمعنی ناپسند کرنا۔

یطلع یہ باب افتعال سے ہے اصل میں اطتلع تھا تاء کو طاء سے بدل دیا پھر دونوں کا آپس میں ادغام ہو گیا۔

ترکیب:

البر مبتدا، حسن مضاف الخلق مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔

و حرف عطف الاثم مبتدا، ما موصولہ حاك فعل بافاعل فی جار صدر مضاف ك ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مجرور، جار مجرور متعلق، حاك فعل کے، فعل بافاعل و متعلقات جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و حرف عطف کرهت فعل با فاعل ان مصدریہ یطلع فعل علیہ جار مجرور الناس فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مفعول بہ ہوا کرهت فعل کا۔ کرہت فعل، فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے ما اسم موصول کا موصول صلہ سے مل کر خبر ہوئی الاثم مبتدا کی، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
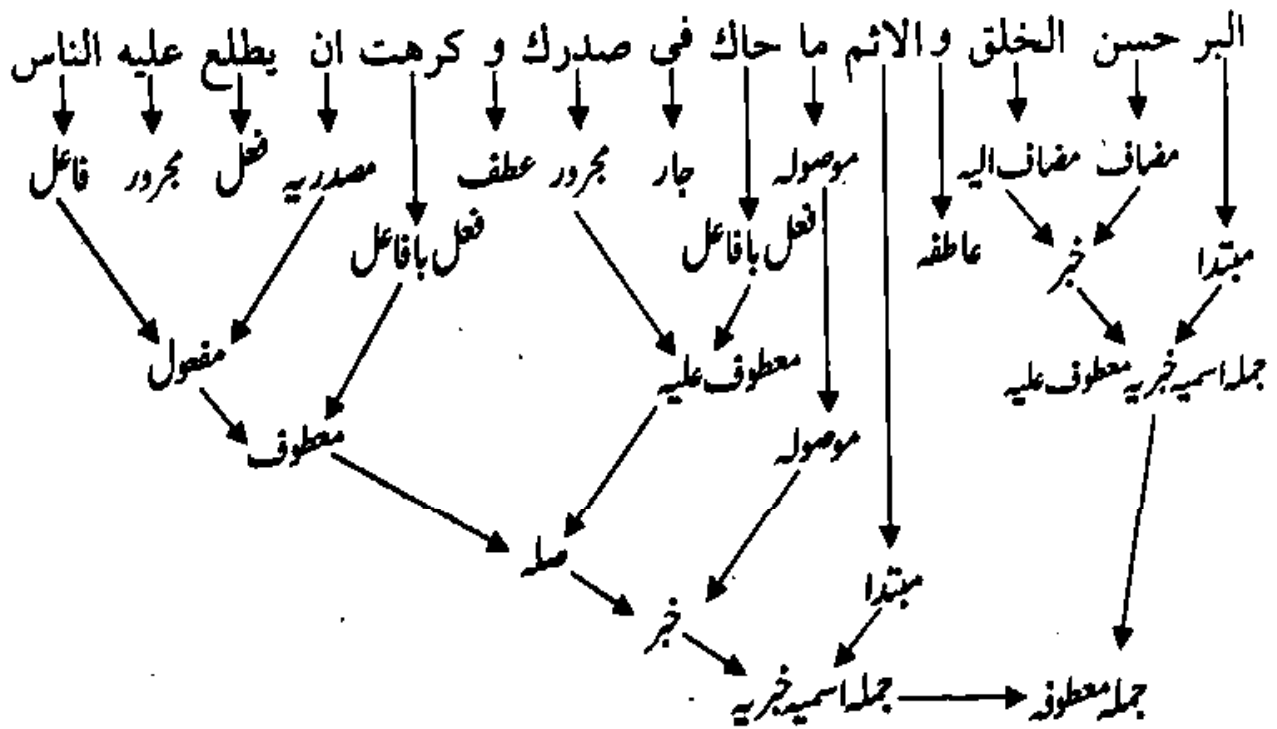
تخریج حدیث:

(۱) مسلم شریف، باب البر و الاثم، کتاب البر و الصلة، حدیث نمبر ۲۵۵۳

(۲) ترمذی شریف، باب ما جاء فی البر و الاثم، ابواب الزهد، حدیث نمبر ۲۳۸۹

(۳) دارمی، بابٌ فی البر و الاثم، حدیث نمبر ۲۵۳۳

۳۵ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ

ترجمہ:

’’تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، مخلوق میں سے اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اللہ کے کنبے (یعنی مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔‘‘

تشریح:

مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ نے ایک بڑی پیاری اور عمدہ تشبیہ کے ساتھ مخلوق پر رحم کرنے اور اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی ہے فرمایا کہ تمام کی تمام مخلوق یوں سمجھو کہ اللہ کا کنبہ اور اس کے متعلقین ہیں۔ اب جو آدمی یہ چاہے کہ وہ اللہ کا قرب حاصل کرے اسے چاہیے کہ اللہ کے متعلقین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ عام ضابطہ ہے کہ آدمی کے خاندان اور گھر والوں سے اگر کوئی بھلائی کرتا ہے تو اس آدمی کے دل میں اس کی قدر آ جاتی ہے یہی حال یہاں بھی ہے، مخلوق سے مراد بظاہر تمام چیزیں ہیں خواہ انسان ہوں یا حیوانات، کسی کے ساتھ بھی بلاحق تعدی اور زیادتی اللہ کو پسند نہیں چاہے جانور ہی ہو۔ ویسے انسان کا مقام تو بہت بلند ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عیال: بروزن فعال، یہ عَیِّلٌ بروزن سیدٌ کی جمع ہے۔ یہ باب ضرب یضرب یعنی عال یعیل سے مشتق ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف یائی ہے حروف اصلی، ع، ی، ل ہیں۔

احسن: فعل ماضی کا صیغہ ہے باب افعال سے بمعنی احسان کرنا، عمدہ سلوک کرنا، نیک برتاؤ کرنا۔

ترکیب:

الخلق مبتدا۔ عیال مضاف، لفظ اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ، ف تفریعیہ احب مضاف الخلق مضاف الیہ الی حرف جار لفظ اللہ مجرور جار مجرور متعلق ہوئے احب صیغہ اسم تفضیل کے۔ احب صیغہ اسم تفضیل اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتدا، من موصولہ، احسن فعل با فاعل إلی حرف جار عیال مضاف ہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور متعلق احسن فعل کے، احسن فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ ہوا اسم موصول کا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر خبر مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بیہقی فی شعب الایمان، حدیث نمبر ٧٤٤٨
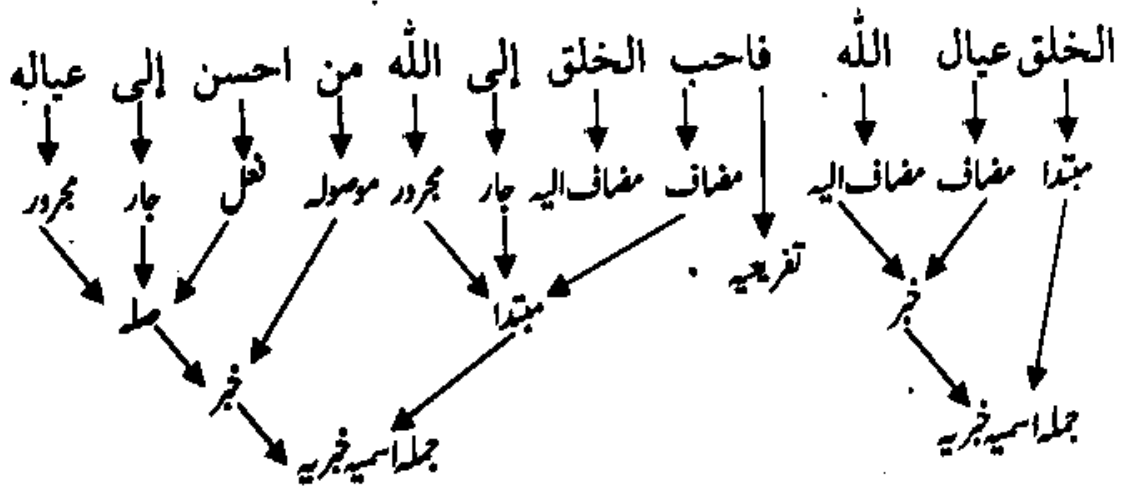
(۲) المعجم الاوسط، ٥٥٤١

***

⑭ مسلمان کون ہے؟

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ

ترجمہ:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

تشریح:

ایک مسلمان کو سراپا خیر، الفت، محبت، اور خیر خواہی ہونا چاہیے۔ اس کو چاہیے کہ وہ ہر کسی کے لیے راحت کا سامان کرے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ تکلیف پہنچانے کے عام طور سے یہی دو ذریعے ہیں ایک ہاتھ یعنی اعضاء و جوارح اور دوسرا زبان۔ اعضاء و جوارح سے تکلیف پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مارنا، ہاتھوں پاؤں سے تنگ کرنا اور زبان سے تکلیف پہنچانے کا مطلب ہے زبان سے کوئی سخت بات کسی دوسرے مسلمان کو کہنا یا ایسا کلمہ بولنا جو اس کو ناگوار گزرے اور وہ اس سے تکلیف محسوس کرے۔ ایک کامل مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی بھی ناجائز کام صادر نہ ہو۔ حدیث شریف میں زبان کو ہاتھ سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ زبان زیادہ استعمال ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ زبان کی تکلیف زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے کیونکہ زبان کے لگائے ہوئے زخم برسوں بعد بھی نہیں مٹتے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

المسلم: اسم فاعل کا صیغہ ہے باب افعال سے، مراد مسلمان ہے۔

سلم: فعل ماضی کا صیغہ ہے بمعنی محفوظ ہونا، سالم رہنا، بچا رہنا۔

لسان: مفرد ہے جس کی جمع اَلْسُنٌ آتی ہے۔ ید: اصل میں یَدْیٌ تھا یا کو حذف کر دیا گیا اسی وجہ سے جمع میں یا واپس آ جاتی ہے۔

ترکیب:

المسلم مبتدا من اسم موصول سلم فعل المسلمون فاعل من حرف جار لسان مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مجرور جار مجرور معطوف علیہ و حرف عطف، یدہ مضاف مضاف الیہ معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے سلم فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ من موصولہ کا۔ موصول صلہ مل کر خبر ہوا مبتدا کی۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
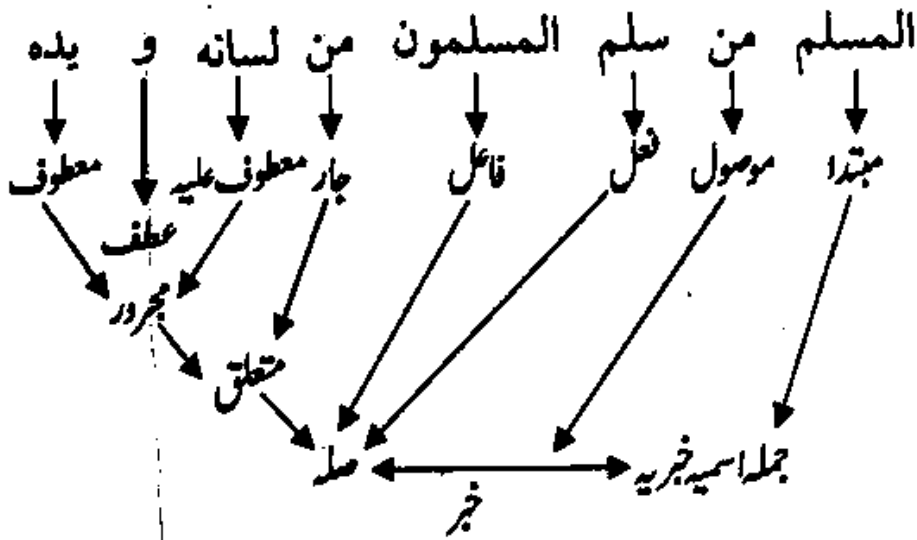
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۹

(۲) مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۴۱

***

⑭ مومن مال و جان کا محافظ

وَ الْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَ دِمَائِھِمْ

ترجمہ:

''اور مومن آدمی وہ ہے جس کو لوگ اپنے مالوں اور جانوں کے معاملے میں امین سمجھیں۔''

تشریح:

یہ حدیث مفہوم اور الفاظ کے اسلوب کے اعتبار سے پچھلی حدیث کا تتمہ اور تکمیلی حصہ ہے۔ اس میں ایک کامل مومن آدمی کی یہ شان بتائی گئی ہے کہ مومن آدمی وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں لوگ اس کی طرف سے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو محفوظ اور سالم سمجھیں۔ یعنی لوگوں کو اس کی ذات سے کسی قسم کا بھی خوف نہ ہو، نہ وہ لوگوں کی جان سے تعرض کرے اور نہ ان کے مال کو چھیڑے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

امن: فعل ماضی کا صیغہ ہے باب سمع یسمع سے بمعنی امین جاننا، محفوظ رہنا، امن محسوس کرنا۔

اموال: بروزن افعال یہ جمع ہے مال کی اس میں مال و دولت کی تمام شکلیں آجائیں گی۔

دماء: دم کی جمع ہے دم اصل میں دَمَوٌ ہے واؤ حذف کر دی گئی، البتہ جمع اور نسبت میں ظاہر ہوتی ہے۔

ترکیب:

المؤمن من اسم موصول امن فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم الناس فاعل مؤخر علی حرف جار دماء مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و حرف عطف اموال مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
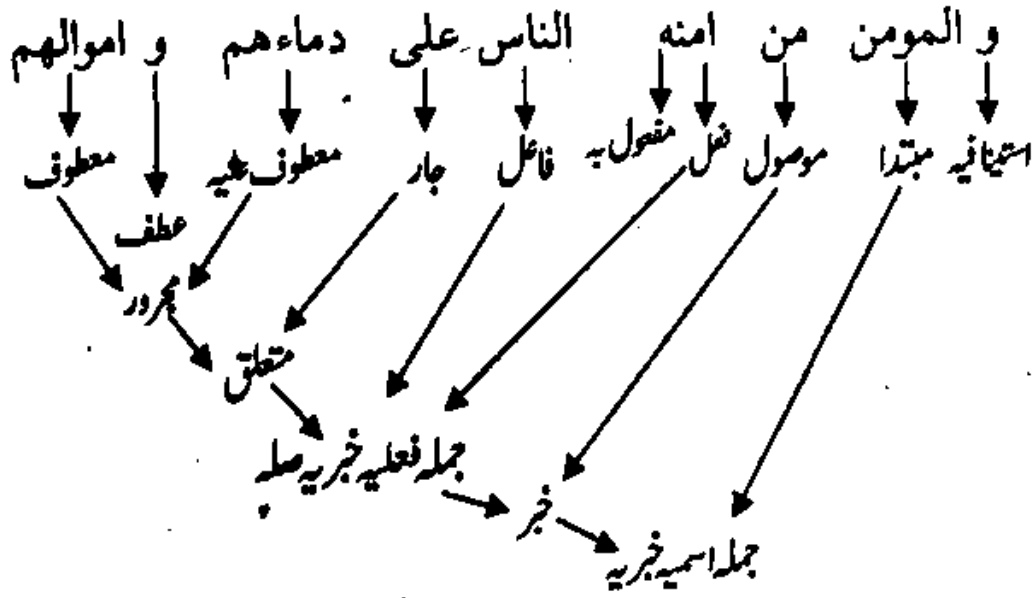
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی شریف، حدیث نمبر ۲۶۲۷

(۲) نسائی، حدیث نمبر ۱۱۷۲۶

***

⑳ نفس کا جہاد

وَ الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ

ترجمہ:

''اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی طاعت اور فرمانبرداری میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرے۔''

تشریح:

جہاد کا ایک تو عام اور معروف اصطلاحی مفہوم ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کی رضا کی خاطر دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑنا، اور قتال کرنا۔ بلاشبہ یہ عظیم ترین عبادت اور درجہ ہے، مذکورہ حدیث میں دراصل مجاہد کو ہی اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دشمن کو زیر کرنا بھی بڑا کام ہے لیکن اس کے ساتھ بلکہ شاید اس سے مشکل کام یہ ہے کہ اپنے پہلو میں بیٹھے دشمن اور آستین کے سانپ یعنی نفس کو قابو کرو اور اسے ایک لحظہ کے لیے بھی خدا کی اطاعت سے غافل نہ ہونے دو اور اس کے قابو کرنے اور مسخر کرنے میں بھی اسی محنت اور کوشش سے کام لو جو دشمن کے خلاف میدان قتال میں لیتے ہو۔

اس حدیث کا مقصد معروف جہاد کی اہمیت کو کم کرنا ہرگز نہیں اور نہ ہی اس سے ایسا تاثر کشید کرنا درست ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المجاهد باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے بمعنی، جدوجہد اور کوشش کرنے والا۔ مراد ہے راہ خدا میں لڑنے والا۔

طاعة یہ مصدر ہے اجوف واوی سے بمعنی فرمانبرداری۔

ترکیب:

المجاهد مبتدا من اسم موصول جاهد فعل با فاعل نفسه مفعول بہ فی جار طاعة مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مجرور متعلق فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صلہ موصول کا، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
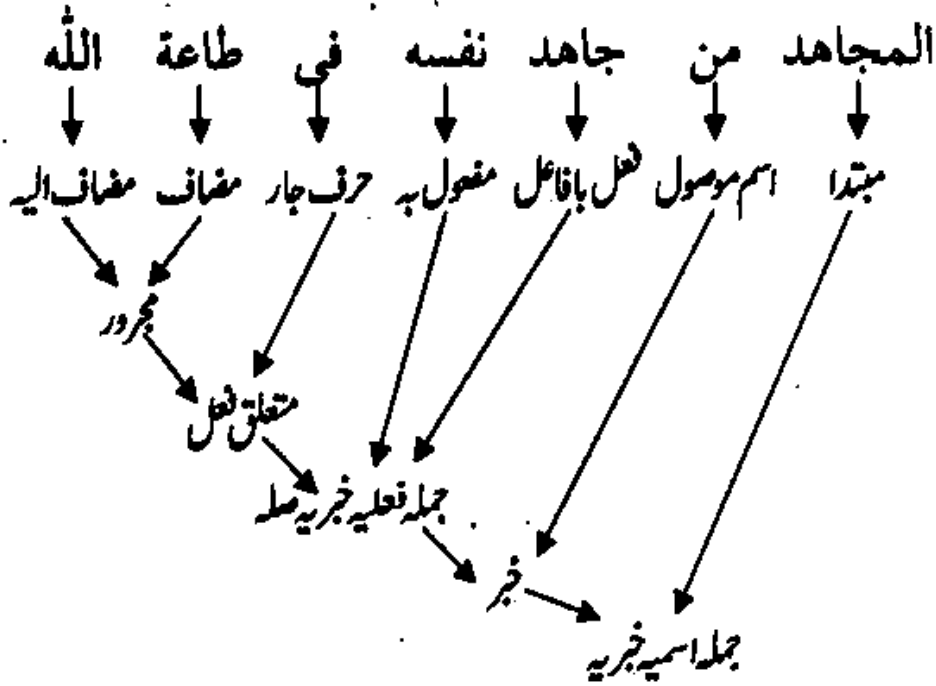
(۱) شعب الایمان، حدیث نمبر ۱۱۱۲۳

(۲) المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۷۹۶

***

۴۹ ہجرت کا اصل تقاضا

وَ الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَ الذُّنُوبَ۔

ترجمہ:

''اور مہاجر وہ شخص ہے جو گناہوں اور غلطیوں کو ترک کر دے۔''

تشریح:

شریعت اور دین کی اصطلاح میں مہاجر کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی جو دار الحرب اور دار الکفر کو چھوڑ کر اپنا دین بچانے کی خاطر دار الاسلام کو ہجرت کر جائے اور یہ کام انتہائی فضیلت کا ہے، کیونکہ ہجرت کی بدولت پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں ہجرت کا شرف پانے والے آدمی کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ جیسے ہجرت جیسے مقدس عمل سے اتنی فضیلت حاصل کر لی ہے اب ایک قدم آگے بڑھا کر ایک اور ہجرت بھی کرو اور تمام گناہوں کو چھوڑ کر طاعت کی سرزمین میں آ جاؤ یہ باطنی ہجرت ہے اور پہلی ظاہری ہجرت ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المهاجر اسم فاعل کا صیغہ ہے باب مفاعلہ سے هجر فعل ماضی کا صیغہ ہے بمعنی چھوڑ دینا، ترک کرنا، الخطايا جمع ہے خطیئة کی، خطیئة کی دوسری جمع خطیئات بھی آتی ہے۔

ترکیب:

المهاجر مبتدا من اسم موصول، هجر فعل ضمیر اس کا فاعل الخطايا معطوف علیہ و حرف عطف الذنوب معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) المعجم الکبیر ۷۹٦

(۲) شعب الایمان، ۲۱۱۲۳

***
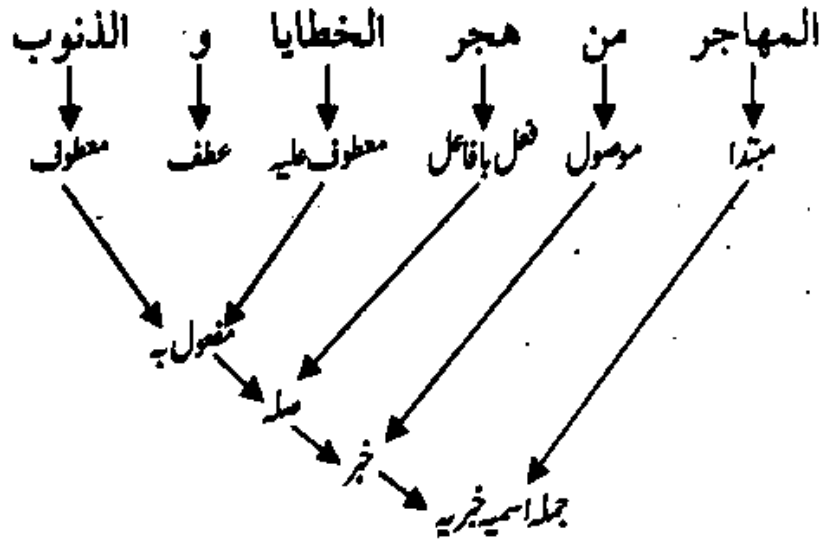
⑭ مدعی اور مدعیٰ علیہ کی ذمہ داری

اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ

ترجمہ:

''ثبوت اور دلیل مدعی کے ذمے ہے اور قسم انکار کرنے والے کے ذمے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت، قضاء اور عدالت کے مسائل سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جب دو فریق مقدمے میں عدالت وغیرہ میں آئیں تو ان میں سے جو آدمی مدعی ہو اور کسی چیز کا مطالبہ کرے اس کے ذمے لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کے بارے میں دلیل اور ثبوت فراہم کرے اگر وہ ثبوت فراہم کر دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر وہ ثبوت فراہم نہ کرے تو پھر دوسرے فریق مدعیٰ علیہ کو کہا جائے گا کہ تو قسم اٹھا اگر وہ قسم اٹھالے تو فیصلہ اس کے حق میں دے دیا جائے گا ورنہ مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ بینہ سے مراد ثبوت ہے خواہ کسی بھی طریقے سے ہو۔ ثبوت کی اعلیٰ ترین قسم گواہی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

البینۃ یہ مصدر ہے باب ضرب یضرب سے تاء تانیث کی ہے، یا وحدت کی؟ دونوں احتمال ہیں۔ اس کا معنی ہے ظاہر ہونا۔ اصطلاح میں حجت، دلیل، برہان سب کو کہتے ہیں۔

المدعی یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب افتعال سے اصل میں مدتعی تھا تاء کو دال میں تبدیل کر دیا اور دال کو دال میں ادغام کر دیا۔

ترکیب:

البینۃ مبتدا علی جار المدعی مجرور جار مجرور متعلق ہوئے ثابتۃ شبہ فعل محذوف کے، شبہ فعل اپنے اندر موجود فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ و حرف عطف الیمین مبتدا علی جار من اسم موصول انکر فعل بافاعل صلہ ہوا صلہ موصول سے مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے ثابت شبہ فعل محذوف کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی الیمین مبتدا کی۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
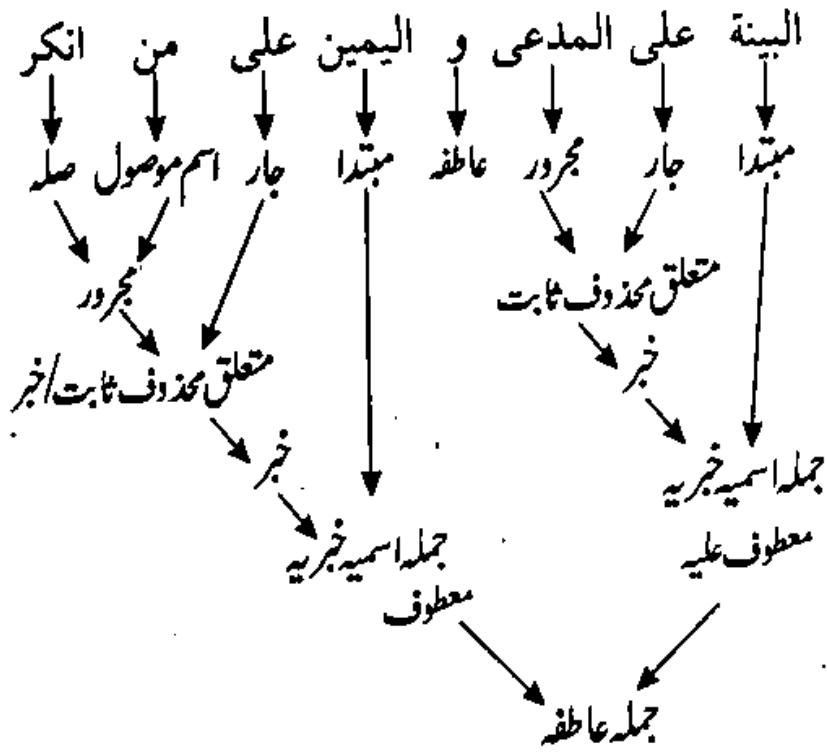
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۳٤۱

(۲) دارقطنی، حدیث نمبر ۸

***

④ مومن مومن کا آئینہ ہے

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ:

''مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں مثلاً ایک مومن کو دوسرے مومن کے لیے ایسے ہی صاف ہونا چاہیے جیسے آئینہ صاف ہوتا ہے اس میں ہر چیز شفاف نظر آتی ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے اندر باہر سے صاف ہونا چاہیے، یا یہ کہ جیسے انسان آئینہ میں اپنا عکس دیکھنے کے بعد اپنے منہ وغیرہ پر لگی ہوئی میل یا گندگی وغیرہ دور کرتا ہے اسی طرح دوسرے مسلمان کو دیکھنے کے بعد اپنے ساتھ اس کا موازنہ کر کے اپنی کمیاں، کوتاہیاں دور کرنی چاہئیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

مرآۃ بروزن مفعلۃ یہ اسم آلہ کا صیغہ ہے رأی یری باب سے بمعنی دیکھنے کا آلہ یا چیز ہفت اقسام کے اعتبار سے یہ مہموز العین اور ناقص یائی ہے لغوی مطلب آئینہ ہے۔

ترکیب:

المؤمن مبتدا مرآۃ مضاف المومن مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بیهقی، حدیث نمبر ١٦٤٥٨

(۲) ابوداؤد، ٤٩١٨
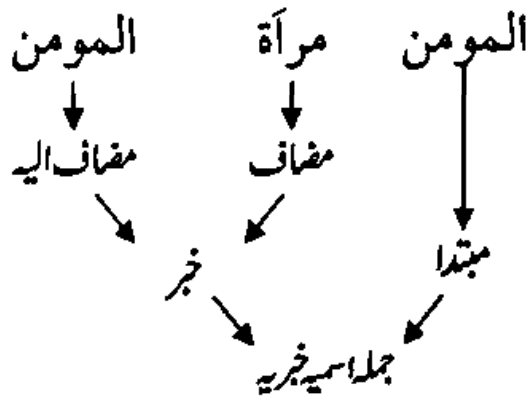
⑭ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

اَلْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَ یَحُوْطُ مِنْ وَّرَائِهٖ

ترجمہ:

''مومن مومن کا بھائی ہے وہ اس سے اس کے نقصان کو روکتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے بھی ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ۱۰) کہہ کر تمام مومنوں کو باہم اخوت کے رشتے میں پرو دیا ہے، مذکورہ حدیث اس اخوت کی ذمہ داری کو بیان کر رہی ہے۔ ایک ذمہ داری یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کا نقصان ہوتا ہوا نہ دیکھے بلکہ اس کی تلافی کرنے اور اسے روکنے کی کوشش کرے اور جب وہ دوسرا مسلمان موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی جان مال اور آبرو کی ایسے ہی حفاظت کرے جیسے اپنے سگے بھائی کی کی جاتی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اخ یہ اصل میں اخو ہے واؤ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہوگئی البتہ جمع میں واپس آجاتی ہے کیونکہ اس کی جمع اخوۃ اور اخوان آتی ہے۔

یکف یہ فعل مضارع کا صیغہ ہے ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے۔

ضیعۃ یہ ضاع یضیع سے مصدر ہے اس کے معنی جائیداد اور پیشے کے آتے ہیں۔

یحوط یہ فعل مضارع ہے اجوف واوی سے بمعنی احاطہ کرنا، حفاظت کرنا۔

وراء پیچھے۔

ترکیب:

المؤمن مبتدا اخو مضاف المؤمن مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول یکف فعل ضمیر اس کا فاعل ہے عنہ جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے ضیعتہ مضاف مضاف الیہ مفعول بہ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یحوط فعل با فاعل من جار ورائہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے فعل فاعل اور متعلق معطوف معطوف علیہ مل کر خبر ثانی مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔
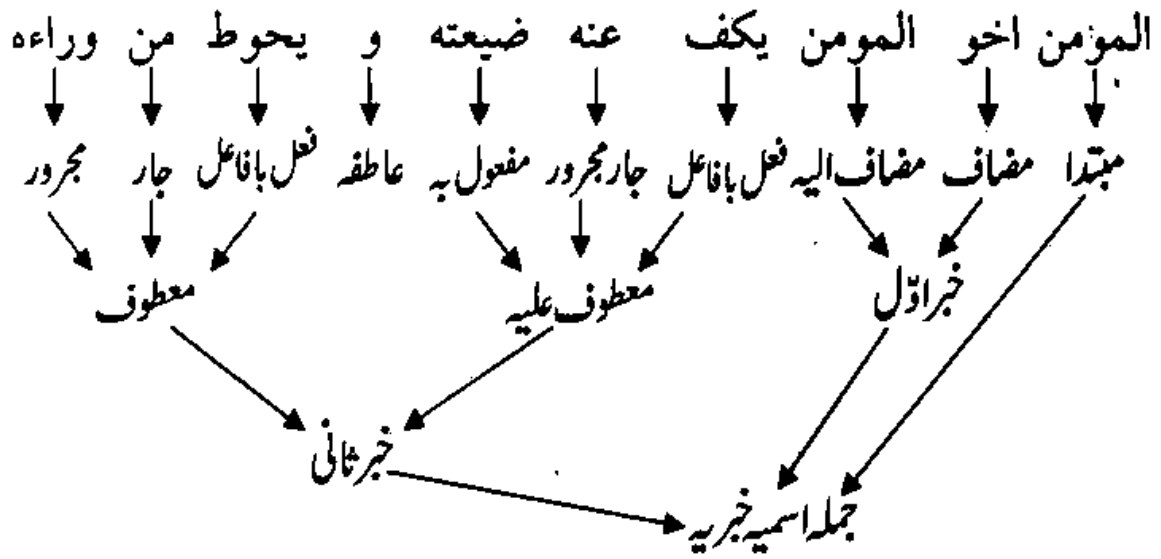
نقشہ ترکیب:

المؤمن اخو المومن یکف عنه ضیعته و یحوط من وراءه

مبتدا ← المؤمن؛ مضاف ← اخو؛ مضاف الیہ ← المومن؛ فعل بافاعل ← یکف؛ جار مجرور ← عنه؛ مفعول بہ ← ضیعته؛ عاطفہ ← و؛ فعل بافاعل ← یحوط؛ جار ← من؛ مجرور ← وراءه

مضاف + مضاف الیہ ← خبر اوّل

فعل بافاعل + جار مجرور + مفعول بہ ← معطوف علیہ

فعل بافاعل + جار + مجرور ← معطوف

معطوف علیہ + معطوف ← خبر ثانی

مبتدا + خبر اوّل + خبر ثانی ← جملہ اسمیہ خبریہ

تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر ۴۹۲۰، باب فی الضیعة

(۲) الادب المفرد، حدیث نمبر ۱۷۸، باب المسلم مرآة اخیه

***

۴۴ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ، وَاِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ

ترجمہ:

’’تمام مسلمان ایک آدمی کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف کا احساس کرتا ہے۔‘‘

تشریح:

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اسلامی معاشروں، ملکوں اور ان کے باشندوں کے لیے ایک نہایت اہم اور زریں اصول بیان فرمایا ہے۔ پہلے اصول یہ بیان فرمایا کہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی بھی خطے کے بسنے والے ہوں، خواہ کسی بھی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، خواہ کسی بھی شکل وصورت کے ہوں وہ تمام کے تمام آپس میں بھائی ہیں بلکہ بھائی سے بھی آگے بڑھ وہ تمام ایک ہی آدمی کے جسم کی طرح ہیں اس لیے ہر مسلمان کو اپنے تمام مسلمان بھائیوں کا احساس اور غم اور فکر ہونی چاہیے۔ جیسے جسم کے کچھ اعضاء دیگر اعضاء سے بے خبر نہیں ہو سکتے ایسے ہی کچھ مسلمان باقی سارے عالم کے مسلمانوں سے بے خبر نہیں ہو سکتے وہ سب ایک ہیں اور جب وہ ایک ہوں گے تبھی وہ توحید کا پیغام دنیا میں عام کر سکیں گے۔ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

لغوی وصرفی تحقیق:

المؤمنون جمع ہے مومن کی اور مومن کی تحقیق پیچھے گزر چکی ہے۔ رجل مفرد ہے بمعنی مرد اور اس کی جمع رجال آتی ہے۔ اشتکی فعل ماضی کا صیغہ ہے باب افتعال سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص یائی ہے اصل میں اشتکی تھا یا کو قال والے قاعدے سے الف سے بدل دیا گیا۔ عین مفرد ہے بمعنی آنکھ اس کی جمع عیون آتی ہے عین کا لفظ ان کلمات میں سے ہے جن کے معانی اور استعمالات بہت زیادہ ہیں سورج، آنکھ، سونا، چشمہ، سامان، ذات، سب اس کے معنی ہیں۔ رأس ہفت اقسام میں سے مہموز العین ہے بمعنی سر، اس کی جمع رُؤوس آتی ہے۔

ترکیب:

المومنون مبتدا، ک حرف تشبیہ جار رجل موصوف واحد صفت موصوف صفت سے مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے ثابت شبہ فعل محذوف کے ثابت شبہ فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ

خبریہ ہو۔ ان حرف شرط اشتکیٰ فعل عینہ مضاف مضاف الیہ اس کا فاعل، فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط اشتکی فعل کلہ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر معطوف علیہ، و حرف عطف، ان حرف شرط اشتکی فعل رأسہ فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط۔ اشتکی فعل کلہ اس کا فاعل فعل فاعل مل کر جزا، شرط اور جزا مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
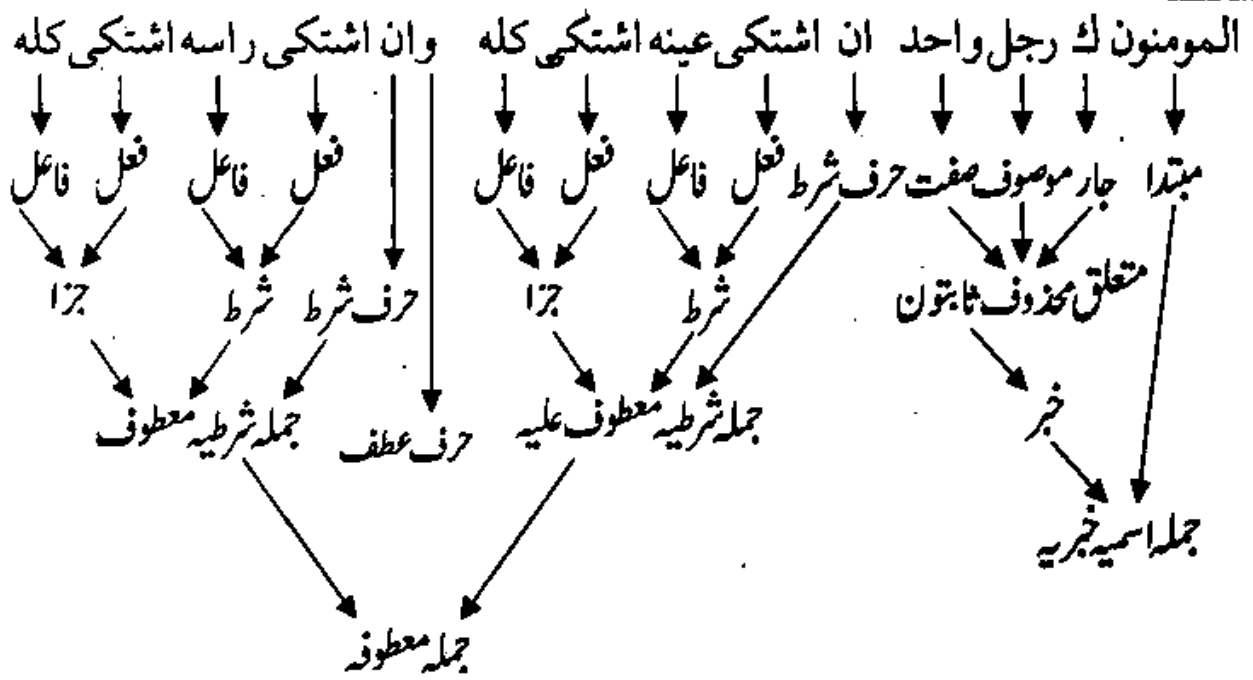
تخریج حدیث:

(۱) مسلم شریف، حدیث نمبر ٦٧، باب تراحم المومنین

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ۱۸۳۹۳

***

۴۴ سفر ایک عذاب

اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ

ترجمہ:

''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے لہٰذا جب تم سفر کی مطلوبہ غرض پوری کرلو تو اپنے گھر جلدی واپس آ جاؤ۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث کا اگرچہ براہ راست کسی شرعی حکم اور جائز ناجائز کے معاملے سے تعلق نہیں تاہم یہ حدیث ایک اہم ہدایت اور ناصحانہ مشورے پر ضرور مشتمل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اور ان کے ضمن میں تمام لوگوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ سفر بطور ضرورت کے ہونا چاہیے سفر کوئی شوق کی چیز نہیں بلکہ سفر تو ایک طرح کا عذاب اور مشقت ہے جس میں آدمی نہ نیند صحیح طریقے سے پوری کرسکتا ہے اور نہ کھانا پینا باقاعدگی سے کرسکتا ہے۔ چنانچہ جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے اور آدمی جس کام کے لیے گھر بار سے نکلا ہے وہ پورا ہو جائے تو اسے پھر خواہ مخواہ پردیس میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو گھر لوٹ آنا چاہیے کیونکہ سفر میں مشقتوں کے علاوہ جمعہ، عیدین، قربانی اور جماعت کی نماز وغیرہ جیسے امور سے بھی آدمی عام طور سے محروم رہتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

السفر مصدر ہے جو باب نصر ینصر اور ضرب یضرب دونوں سے آتا ہے اس کی جمع اَسفار آتی ہے۔

قطعۃ بمعنی ٹکڑا یہ باب فتح سے آتا ہے اس کی جمع قطع آتی ہے۔

العذاب یہ بھی مصدر ہے بمعنی تکلیف مشقت، سزا، بری جزا۔

نوم یہ مصدر ہے بمعنی سونا۔

طعام کھانا، شراب مشروب، پینا۔

قضی فعل ماضی ہے باب ضرب یضرب سے ہفت اقسام میں سے اجوف یائی ہے بمعنی ادا کرنا پورا کرنا۔

نھمۃ یہ بھی مصدر ہے باب ضرب یضرب اور سمع یسمع سے بمعنی حاجت، ضرورت یا مقصد۔

لیعجل یہ امر غائب کا صیغہ ہے باب سمع یسمع سے بمعنی جلدی کرنا۔

اھل اس سے مراد گھر والے ہیں چاہے بیوی بچے ہوں یا ماں باپ یا بہن بھائی یا یہ سب ہی ہوں۔

ترکیب:

السفر مبتدا، قطعة موصوف من جار العذاب مجرور۔ جار مجرور متعلق ثابتة شبہ فعل محذوف کے شبہ فعل محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر خبر اول یمنع فعل ھو ضمیر اس کا فاعل احدکم مفعول بہ اول نومہ معطوف علیہ و حرف عطف طعامہ معطوف، اور معطوف علیہ و حرف عطف شرابہ معطوف۔ تینوں معطوفات مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی۔ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

ف تفریعیہ إذا حرف شرط قضی فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل نھمتہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ من حرف جار و جھہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق فعل قضی کے۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ف جزائیہ لیعجل فعل ھو ضمیر اس کا فاعل الی حرف جار اھلہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط اور جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
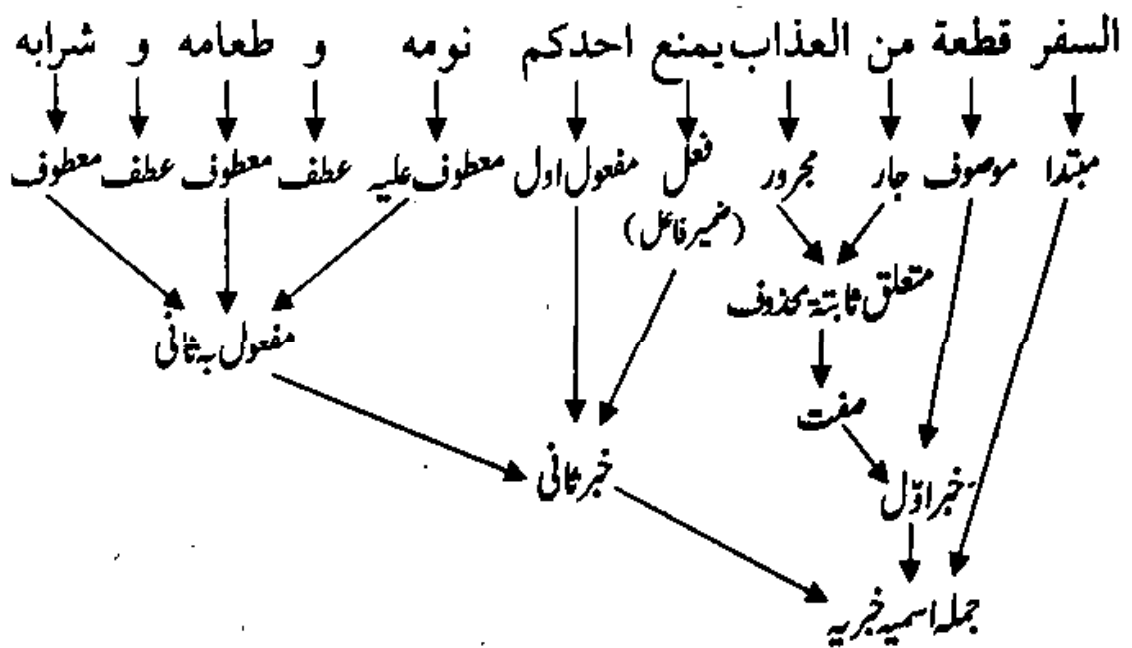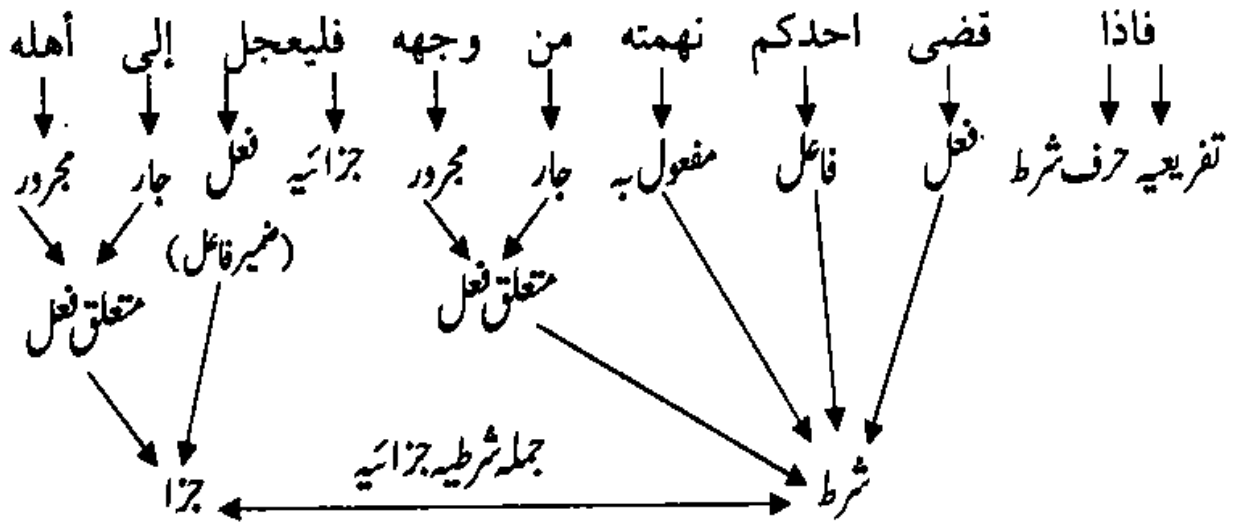
تخریج حدیث:

(۱) بخاری شریف، حدیث نمبر ۱۸۰٤، باب الاطعمة

(۲) مسلم شریف، حدیث نمبر ۱۹۲۷

***

نَوْعٌ آخَرُ مِنْهَا

دوسری نوع کے جملے

جملہ اسمیہ ہی کی ایک دوسری نوع اور شکل اس نوع میں وہ اسمیہ جملے شامل ہیں جن میں مبتدا معرف باللام نہیں ہے۔

۴۵ جہاد سے واپسی کا حکم

قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ

ترجمہ:

''جہاد سے واپس آنا بھی جہاد پر جانے کی طرح ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جب لشکر مطلوبہ مقام پر پہنچا تو وہاں دیکھا کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے تو وہ مدد لینے اور کمک حاصل کرنے کے لیے واپس مدینہ منورہ آئے آپ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا کہ تمہارا اس مقصد سے واپس آنا بھی ایسا ہی ہے جیسے جہاد کے لیے ابتداءً جانا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غازی آدمی جب اپنے اہل خانہ میں واپس آتا ہے تب بھی اسے جہاد والا ہی اجر ملتا ہے کیونکہ اس کی نیت میں یہ ہوتا ہے کہ وہ واپس جا کر دوبارہ اسی مقدس کام میں لگے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

قَفْلَةٌ مصدر ہے باب ضرب یضرب اور سمع یسمع سے بمعنی سفر سے واپس آنا۔

غزوۃ لڑائی، جہاد، یہ بھی مصدر ہے باب نصر سے غزا یغزو، ناقص واوی ہے غازی اس سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

ترکیب:

قفلۃ مبتدا ک حرف جار غزوۃ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتۃ کے، ثابتۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
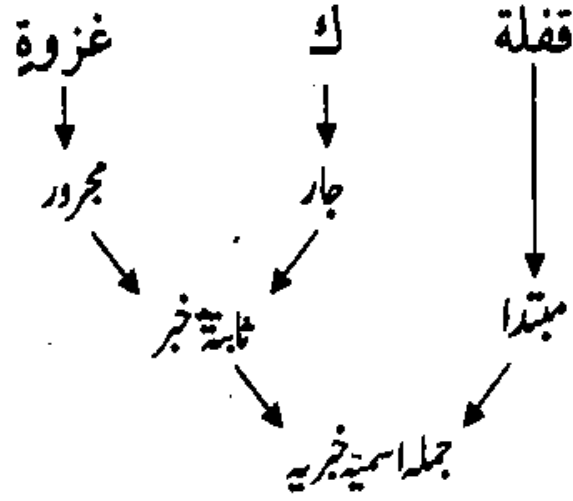
تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد شریف، حدیث نمبر ۲٤۸۹، باب فضل القفل۔

***

۴۹ قرض میں ٹال مٹول کا حکم

مَطَلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

ترجمہ:

"امیر آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔"

تشریح:

جب کوئی آدمی کسی کا دین دار بن جائے اور اس کے ذمے کچھ مال دینا آجائے خواہ اس نے کوئی چیز خریدی ہو یا کام کروایا ہو یا قرض پکڑا ہو اور اس کا مطلوبہ اور مقررہ وقت بھی آجائے اور اس آدمی کے پاس استعداد بھی ہو کہ ادا کرسکتا ہو لیکن پھر بھی وہ آدمی اپنا دین اور حساب نہ چکائے تو اس کا ایسا کرنا صریح ظلم ہوگا اور اس حدیث میں ایسے ہی شخص کے لیے وعید ہے۔ ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں "لی الواجد یحل عرضه و عقوبته" یعنی جو آدمی استطاعت کے باوجود قرض ادا نہ کرے تو اسے بے عزت اور سزاوار بنایا جاسکتا ہے جس کے نتیجے میں اسے لوگوں کی نظر میں نادہندہ مشہور کیا جاسکتا ہے اور خود اسے قید اور جیل میں ڈالا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا حکم ہر قسم کے دین اور قرض کے بارے میں ہے خواہ اجنبی کا ہو یا قریب رشتہ دار، خواہ رعایا کا ہو یا حکام کا۔ قرض، قرض ہی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

مطل یہ مصدر ہے باب نصر ینصر سے بمعنی ٹال مٹول کرنا، آج کل پہ بات ٹالتے چلے جانا۔

الغنی بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے اصل میں غنییٌ تھا دونوں یاؤں کو باہم ادغام کردیا گیا۔

ترکیب:

مطل مضاف الغنی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ظلم خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
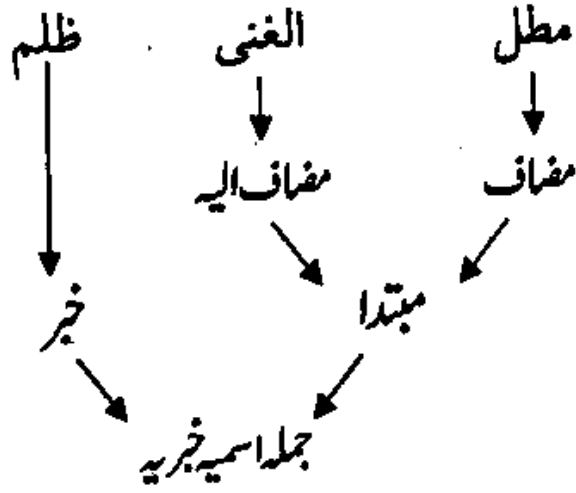
تخریج حدیث:

(۱) بخاری شریف، حدیث نمبر ۲۲۸۷، کتاب الاستقراض واداء الدیون

(۲) مسلم شریف، حدیث نمبر ۱۵۶۴، کتاب المساقاۃ و المطل

***

۷۴ لوگوں کا سردار کون ہے؟

سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُهُمْ

ترجمہ:

''سفر میں قوم کا امیران کا خادم ہوتا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں اسلامی اجتماعی زندگی کے بارے میں عموماً اور سفر کے بارے میں خاص طور سے ایک نہایت اہم اور زریں اصول ارشاد فرمایا گیا ہے اور وہ یہ کہ آدمی جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی ذمہ داریاں اسی قدر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کو اپنے سے نیچے والوں اور چھوٹوں کے بارے میں اسی قدر حساس ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سرداری امارت اور منصب کوئی نعمت نہیں بلکہ بوجھ اور ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کے بوجھ کو سفر میں اللہ کے رسول ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ جب سفر میں ہوں تو وہاں امیر اور سردار کو چاہیے کہ وہ اپنے سے نیچے والے لوگوں اور ماموروں کی خدمت اور ضروریات کا خیال رکھے کیونکہ سفر میں لوگوں کے اہم تقاضے اور ضروریات ان کی خدمت سے متعلق امور ہی ہوتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کے الفاظ سے بعض حضرات نے یہ پہلو بھی اخذ کیا ہے: کہ ''قوم کا سردار وہی ہے جو ان کا خادم ہے'' پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جو سردار ہے اسے خدمت کرنی ہوگی، اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مراد یہ ہے کہ جو خدمت کرتا ہے سرداری اسے ملے گی۔

لغوی وصرفی تحقیق:

سید یہ باب نصر ینصر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ہفت اقسام میں (دیکھیے لغات القرآن مادۃ س ی د) سے اجوف واوی ہے چنانچہ اس کی اصل سیود ہے واو کو یا سے بدل دیا گیا پھر یا کو یا میں ادغام کر دیا گیا بمعنی سردار، نگران، آقا۔

القوم یہ مصدر ہے باب نصر ینصر سے بمعنی جماعت، قبیلہ خادم اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی خدمت گزار۔

ترکیب:

سید مضاف القوم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا خادم صیغہ اسم فاعل مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ مفعول بہ فی حرف جار السفر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے خادم صیغہ اسم فاعل کے۔ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان، حدیث نمبر ۸٤۰۷

***
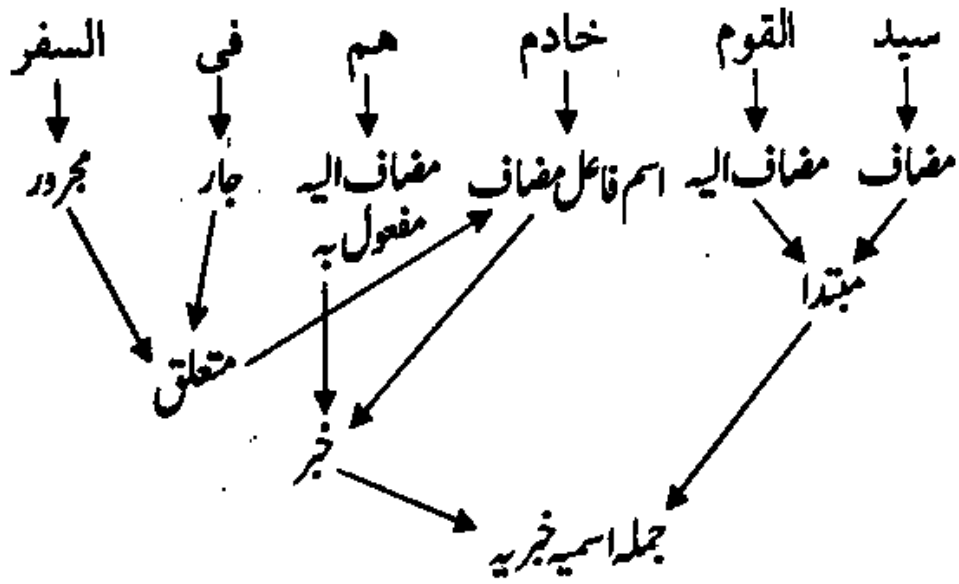
⑲ محبت اندھی ہوتی ہے

حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ

ترجمہ:

''کسی چیز کی محبت تمہیں اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں انسان کی ایک فطری کمزوری کی طرف بڑے بہترین اسلوب میں اشارہ کیا گیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث ضرب المثل اور محاورہ بن گئی ہے جو مختلف انداز سے لوگوں کی عام گفتگو میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ فطری کمزوری یہ ہے کہ انسان جب کسی چیز پر فریفتہ ہوتا ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کرتی ہے اور کوئی چیز جب اس کے دل کو بھانے لگتی ہے تو وہ اس چیز میں مگن ہو جاتا ہے اور آس پاس کی چیزوں اور باتوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس چیز کے نہ عیوب نظر آتے ہیں اور نہ کمیوں پر نظر جاتی ہے۔ محبت کا یہ حال کسی مادی چیز یا انسان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر عقیدہ، نظریہ، اعتقاد، مذہب اور فکر سب اس میں شامل ہیں۔ آدمی بس ان کے محاسن ہی دیکھتا ہے اور نقائص اسے دکھائی ہی نہیں دیتے۔

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة

و عین السخط تبدی المساویا

''اور پسندیدگی کی آنکھ کوئی بھی عیب دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ جبکہ ناپسندیدگی کی آنکھ برائیوں کو اُچھالتی ہے۔''

لغوی وصرفی تحقیق:

حب مصدر ہے مضاعف ثلاثی ہے بمعنی محبت یعمی باب افعال سے فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ ناقص یائی ہے بمعنی اندھا کرنا یصم یہ بھی باب افعال سے فعل مضارع کا صیغہ ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے مضاعف ثلاثی ہے۔ اصل میں یُصْمِمُ تھا دو میموں کا باہم ادغام کیا گیا۔

ترکیب:

حب مضاف مصدر ك ضمیر فاعل مضاف الیہ الشیء مفعول بہ۔ مصدر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مبتدا یعمی صیغہ فعل مضارع ضمیر اس کا فاعل راجع بطرف حب فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یصم معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
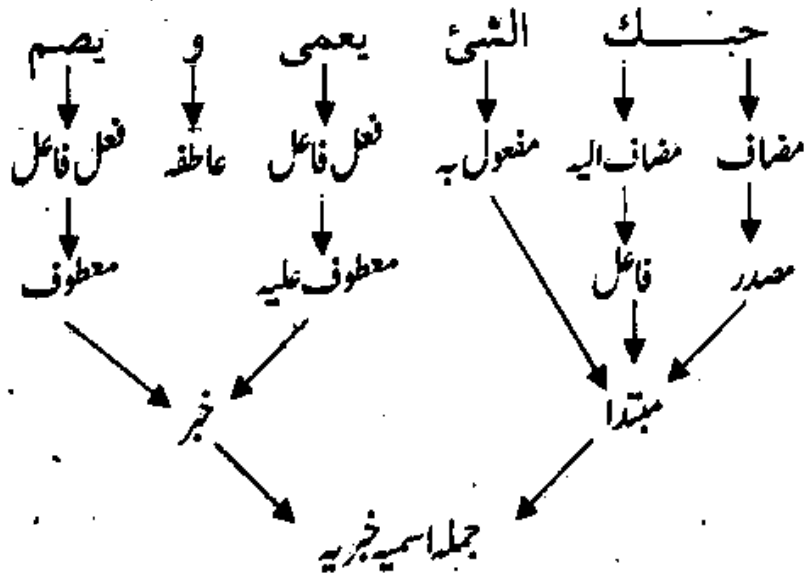
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۵۱۳۲، باب فی الھوی

***

۴۹ علم کا حصول ایک فریضہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں اللہ کے نبی نے ہر مسلمان کے ذمے انفرادی اور ذاتی حیثیت میں ایک ذمہ داری لگائی ہے جس کو بجالانا اور اسے پورا کرنا ضروری ہے وہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہر مسلمان علم حاصل کرے۔ اب رہا یہ سوال کہ علم سے کیا مراد ہے اور کون سا علم ہے؟ اور کتنا علم مراد ہے اس کے بارے علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن ان سب میں الفاظ کا فرق ہے مطلب باہم ایک ہے ان سب کا حاصل یہ ہے کہ علم کے بنیادی طور سے دو درجے ہیں۔ ایک بنیادی ضروریات دین کا اور روزمرہ کے مسائل کا علم۔ یہ تو ہر آدمی پر فرض ہے اس کو یوں بھی تعبیر کرتے ہیں کہ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے جس کے ذریعے وہ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی دین کے مطابق گزار سکے اور دوسرا درجہ ہے علم شریعت میں اختصاص اور مہارت (یعنی عالم بننا) یہ درجہ ہر فرد کے لیے نہیں۔ یہ معاشرے کے چند افراد کے لیے فرض کفایہ کے درجے میں ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث میں علم سے مراد علم دین ہے۔ باقی دنیاوی علوم جو فی الواقع علم نہیں بلکہ فن ہیں وہ یہاں مراد نہیں ان کا حکم علیحدہ ہے اور وہ یہ کہ وہ معاشرے کی ضرورت کے بقدر ضروری ہوں گے۔ البتہ یہاں ان کے بارے میں اس حدیث میں کوئی ترغیب ہے اور نہ ممانعت۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طلب مصدر ہے باب نصر ینصر سے بمعنی، تلاش کرنا، حصول کی کوشش کرنا، جستجو کرنا، العلم یہ بھی مصدر ہے بمعنی جاننا اور اس سے مراد خدا کی ذات اور اس کے احکام کی پہچان ہے۔

ترکیب:

طلب مضاف العلم مضاف الیہ فریضة صیغہ صفت مشبہ علی حرف جار کل مضاف مسلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فریضة کے، فریضة اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(١) ابن ماجہ، حدیث نمبر ٢٢٤،

(٢) شعب الایمان، حدیث نمبر ١٦٦٣،

***
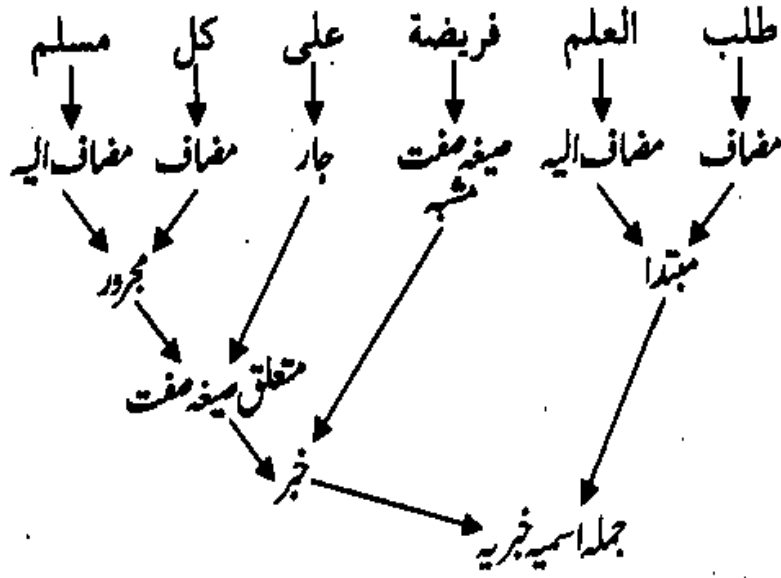
۵۰ مختصر مگر پر اثر

مَا قَلَّ وَ كَفٰى خَيرٌ مِمَّا كَثُرَ وَ أَلْهٰى

ترجمہ:

''جو چیز تھوڑی ہو اور کفایت کر جائے بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔''

تشریح:

دنیا کے اعتبار سے شریعت کی اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ یہ ترغیب ہے کہ تم دنیا کے مال و اسباب کو زیادہ سے زیادہ اکٹھا کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ گزارے لائق مال بناؤ اور اپنی خواہشات کو کم سے کم کرو۔ کیونکہ کامیابی اور سعادت کا معیار دنیا کا مال و دولت اور اس کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ وہ تو تمہارے ایمان کی کیفیت یقین کی حالت اور آخرت کا شوق وطلب، گناہوں سے نفرت، عبادات وطاعات میں لذت ہے چنانچہ جسے یہ حاصل ہے وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے اور جسے یہ حاصل نہیں وہ چاہے ہفت اقلیم کا مالک ہو وہ بدبخت، ناکام، نامراد اور برے معیار زندگی کا حامل ہے۔ اس لیے فرمایا کہ دنیا کا مال واسباب کفایت کے بقدر کافی ہے زیادہ آئے گا تو ساتھ میں مصائب اور مشکلات بھی زیادہ لائے گا۔ کیونکہ جتنے وسائل بڑھتے ہیں اتنے مسائل بڑھتے ہیں اور انسان اپنے مقصد حیات سے غافل سے غافل ہوتا چلا جاتا ہے جیسا کہ اب ترقی یافتہ دنیا کا حال ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میں ایسے محو ہوئے ہیں کہ ''خدا یاد نہیں۔''

لغوی وصرفی تحقیق:

قَلَّ فعل ماضی کا صیغہ ہے مضاعف ثلاثی ہے اصل میں قلل تھا دو لام اکٹھے ہوئے ادغام کر کے ایک بنا دیا کفی یہ بھی ماضی کا صیغہ ہے ناقص یائی سے باب ضرب یضرب ہے بمعنی کفایت کرنا۔ کثر بھی ماضی کا صیغہ ہے باب کرم یکرم سے الھی ماضی کا صیغہ ہے ناقص واوی ہے مجرد سے اس کا مصدر لھوا آتا ہے بمعنی غافل کرنا، اصل میں اَلْھَوَ تھا واو کو الف سے بدل گیا۔

ترکیب:

ما اسم موصول قَلَّ فعل با فاعل، معطوف علیہ و عاطفہ کفی فعل با فاعل معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مبتدا، خیر صیغہ اسم تفضیل من جار ما اسم موصول کثر فعل با فاعل معطوف علیہ و عاطفہ الھی معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق خیرٌ کے۔ خبر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
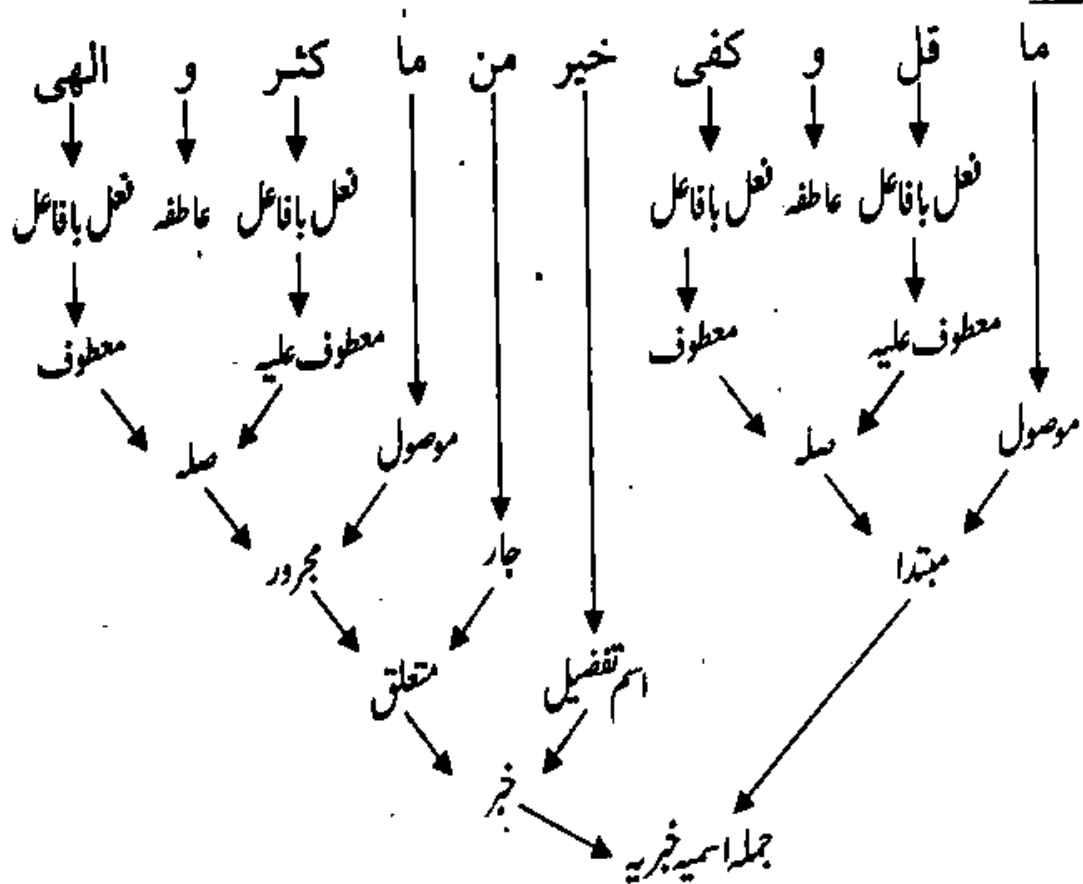
تخریج حدیث:

(۱) ابن حبان، حدیث نمبر ۳۳۲۹

(۲) مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۷۲۱

***

⑤① سب سے سچا خواب

اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْأَسْحَارِ

ترجمہ:

''سب سے زیادہ سچے خواب سحری کے وقت کے ہوتے ہیں۔''

تشریح:

آدمی سوتے میں جو مناظر اور واقعات دیکھتا ہے اسے خواب کہتے ہیں۔ان خوابوں کی بنیادی طور سے تین قسمیں ہوتی ہیں (۱)وہ خواب جو محض خیال ہوتے ہیں کہ آدمی دن میں جو کچھ کرتا ہے یا سوچتا ہے وہی رات کو سامنے آ جاتا ہے۔(۲)وہ خواب جو خوفناک ہوتے ہیں۔یہ شیطانی اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔(۳)وہ خواب جو اچھے ہوں اور شریعت کے مخالف نہ ہوں،ان کی تعبیر ہوتی ہے۔البتہ تعبیر ہر کس و ناکس سے نہیں لینی چاہیے کسی ماہر تعبیر سے پوچھنا چاہیے۔ان تیسری قسم کے خوابوں میں بھی آگے کئی انواع ہیں۔اور ان میں سے زیادہ معتبر خواب ہونے کا مستحق وہ خواب ہے جو سحری کے وقت دیکھا جائے یعنی تہجد کے وقت کیونکہ اس وقت انسان کا معدہ خالی ہوتا ہے اس سے بخارات دماغ کو نہیں چڑھتے اور اس وقت دماغ بھی پر سکون ہوتا ہے دن کی دوڑ دھوپ سے خالی ہوتا ہے اور یہ وقت ویسے بھی برکت کا اور فرشتوں اور رحمت خاصہ کے نزول کا ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ خواب خواہ کتنا ہی اچھا اور سچا ہو اسے تب تک معتبر مان سکتے ہیں جب تک شریعت سے متصادم نہ ہو ورنہ اس کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں۔کیونکہ شریعت کے احکامات قطعی اور یقینی ہیں جبکہ خواب بیسیوں احتمالات و امکانات کی بیساکھیوں کے رحم وکرم پر ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

اصدق صیغہ اسم تفضیل بمعنی زیادہ سچا الرؤیا یہ باب رأی یری، فتح یفتح کا مصدر ہے اصل میں تو مصدر تھا پھر خواب کے لیے بطور علم بھی استعمال ہونے لگا۔قرآن پاک میں یہ لفظ بغیر واو کے محض ہمزہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے(دیکھیے لغات القرآن ص۱۲۱،ج ۲/۸)الاسحار بروزن افعال جمع ہے سحر کی،اس سے مراد پو پھٹنے اور تہجد کا وقت ہے۔

ترکیب:

اصدق مضاف الرویا مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا با جار الاسحار مجرور، جار مجرور متعلق ہوا کائن محذوف کے۔کائن محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:

أصدق الرویا بالأسحار

أصدق	الرویا	با	الأسحار
مضاف	مضاف الیہ	جار	مجرور

مضاف + مضاف الیہ ← مبتدا

جار + مجرور ← متعلق کائن محذوف ← خبر

مبتدا + خبر ← جملہ اسمیہ خبریہ
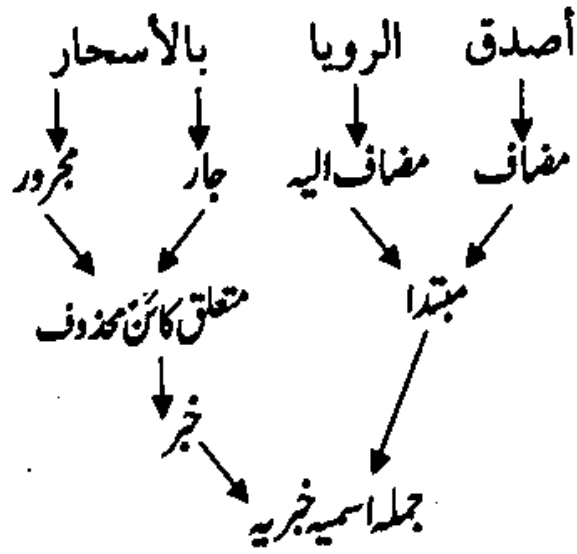
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی شریف، حدیث نمبر ٢٢٧٤، باب الرؤیا

(۲) دارمی، حدیث نمبر ٢١٤٦، باب الرؤیا

***

۵۷ حلال کمائی کی اہمیت

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ

ترجمہ:

''حلال روزی حاصل کرنا ایک فرض ہے دیگر فرائض کے بعد''

تشریح:

اس حدیث میں حلال کمائی کرنے کو ایک فرض بتایا ہے لیکن یہ فرض اس شخص کے لیے ہے جو اپنے آپ کا خود ذمہ دار ہو یا دوسروں کا نفقہ اور خرچہ اس کے ذمے ہو جیسے باپ بھائی وغیرہ تو ایسے لوگوں کے لیے بقدر کفایت حلال کمائی فرض ہے لیکن بنیادی فرائض یعنی نماز روزے وغیرہ کے مقابلے میں یہ فرض کم درجے کا ہے چنانچہ فرق مراتب ضروری ہے اور یہ کمائی ہر شخص کے ذمے بھی نہیں ہے اسی لیے فریضہ کے بعد علی کل مسلم وغیرہ کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے۔ گھر کا ہر فرد کمائے، خواہ ماں ہو یا باپ، بہن ہو یا بیوی و بیٹی یہ تصور شریعت میں قطعاً نہیں کیونکہ عورتوں کا نفقہ اور خرچہ اپنے سرپرست مردوں کے ذمے ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الکسب مصدر ہے باب ضرب یضرب سے بمعنی کمانا یہاں بطور حاصل مصدر یعنی کمائی کے استعمال کا احتمال بھی ہے۔

الحلال یہ باب نصر ینصر سے ہے لغوی اعتبار سے مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لیکن یہاں مراد وہ کمائی ہے جو ظلم پر مشتمل نہ ہو اور نہ اس میں کسی شرعی ضابطے کو پامال کیا گیا ہو۔

ترکیب:

طلب مضاف کسب مضاف الیہ مضاف الحلال مضاف الیہ، مضاف اپنے دونوں مضاف الیہ سے مل کر مبتدا فریضة موصوف بعد مضاف الفریضة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا ثابتۃ شبہ فعل کا، ثابتۃ اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر صفت ہوئی موصوف کی۔ صفت موصوف سے مل کر خبر، اور مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان، حدیث نمبر ۸۷٤۱،

***
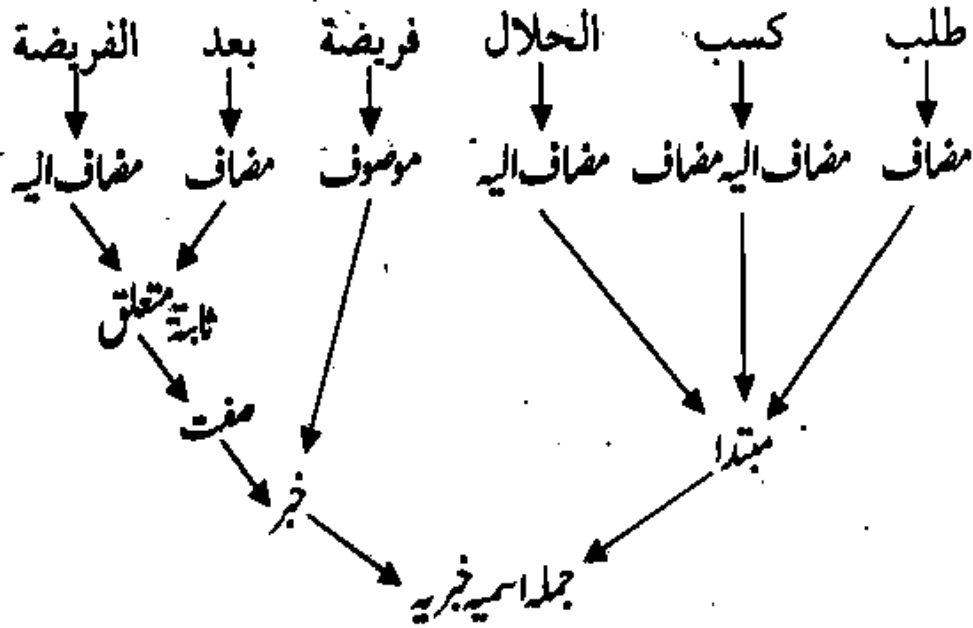
۵۳ تعلیم قرآن کی فضیلت

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَہٗ

ترجمہ:

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''

تشریح:

روئے زمین پر جتنے بھی انسان آج آباد ہیں یا ماضی میں آباد تھے یا مستقبل میں منصۂ ظہور پر آئیں گے ان سب میں بہترین اور عمدہ مخلوق انبیاء علیہم السلام کی ہستیاں ہیں اور انبیاء میں سے خلاصہ اور زُبدہ سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ پر جو کلام نازل ہوا وہ سب سے عمدہ، اعلیٰ اور ارفع کلام ہے اور یہ کلام تمام دنیا کے لیے پیغام ہدایت ہے اب اس کلام کو محفوظ کرنا، اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اور اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا، یہ سارے کام بھی خیر الاعمال، یعنی دنیا بھر کے بہترین کام ہوں تو اس میں ذرا بھی تعجب نہیں۔ اسی لیے مذکورہ حدیث میں قرآن پاک سے تعلق رکھنے والے طالب علم اور معلم، دونوں کو امت کا بہترین طبقہ شمار کیا گیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تعلم ماضی کا صیغہ ہے حروف اصلی ع، ل، م ہیں بمعنی سیکھنا، القرآن اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

ترکیب:

خیر مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، من اسم موصول، تعلم فعل، ھو ضمیر اس کا فاعل، القرآن مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ، علم فعل ھو ضمیر فاعل، ہ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری شریف: حدیث نمبر ٤٧٣٩

(۲) ابو داوٗد: حدیث نمبر ١٤٥٤

(۳) مسند احمد: حدیث نمبر ٤١٢

***
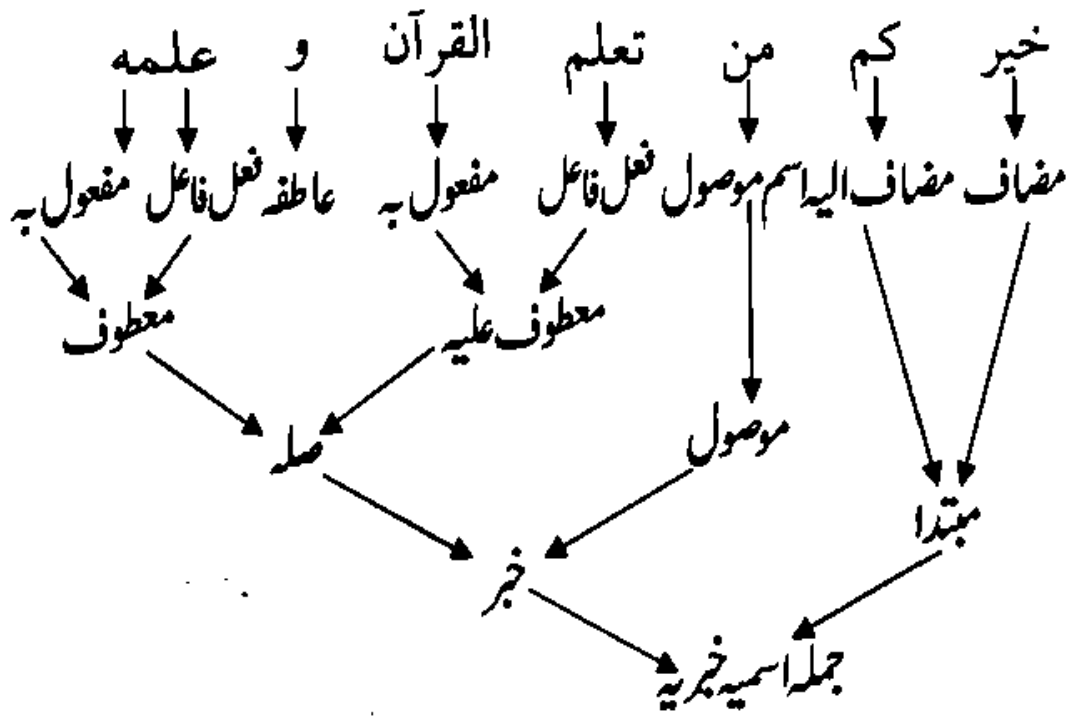
۵۴ دنیا کی محبت کے نتائج

حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ

ترجمہ:

"دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔"

تشریح:

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہر قسم کے گناہ خواہ ہلکے ہوں یا بھاری، چھوٹے ہوں یا بڑے سب کے بارے میں ایک ضابطہ بیان فرما دیا ہے، کہ ان گناہوں اور لغزشوں کے پیچھے اسباب کی تہہ میں اگر چلتے جاؤ اور وہاں جا کر دیکھو تو لازماً کسی کونے کھدرے میں تمہیں ایک مشترکہ سبب ضرور نظر آئے گا، جو ان تمام قسم کے اعمال اور غلطیوں کا باعث اور منبع ہے، اور وہ ہے دنیا کی محبت۔ دنیا کی محبت ہی آدمی کو جھوٹ بولنے پہ مجبور کرتی ہے۔ دنیا کی زیب و زینت ہی اسے بدنظری پہ ابھارتی ہے، دنیا کی عیش و عشرت ہی اسے شراب و کباب اور حرام کمانے اور کھانے پہ اکساتی ہے۔ پھر یہ بدبختی اس حد تک بڑھتی ہے کہ وہ دنیا کی محبت ہی اس انسان کو دوسرے انسانوں کا خون چوسنے اور بہانے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ ان سب طرح کی برائیوں کا علاج ایک ہی ہے کہ اس مردار کی محبت کو اپنے دل سے نکال باہر کرے۔ اسی لیے اہل اللہ (صوفیاء) کے ہاں پہلا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ دل سے غیر اللہ کی محبت کا جنازہ نکال دیا جائے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

روایت میں ذکر کردہ تمام الفاظ کی تحقیق پیچھے گزر چکی ہے۔

ترکیب:

حب مضاف الدنیا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، راس مضاف کل مضاف الیہ مضاف، خطیئۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
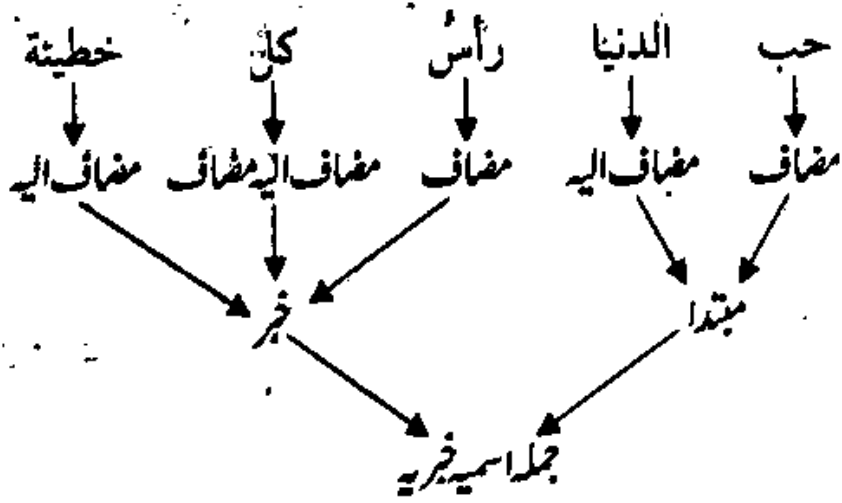
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان: حدیث نمبر ۱۰۴۵۸

***

⑤⑤ استقامت کی اہمیت

اَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ

ترجمہ:

''اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو دوام واستمرار سے کیا جائے، اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔''

تشریح:

اللہ کے ہاں اس عمل کی قدر ہے جو ہر روز کیا جائے اور دوام اور مستقل مزاجی سے کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ جوش میں آ کر ایک دن تو بہت سارا عمل کر لے اور دوسرے دن ہوش ہی نہ ہو۔ چنانچہ ایک آدمی اگر ایک دن میں سو نفلیں پڑھے اور دوسرا آدمی ہر روز صرف دو نفل پڑھے مگر پابندی کے ساتھ تو یہ دوسرا آدمی اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے بنسبت پہلے کے۔ نبی اکرم ﷺ کا اپنا یہ معمول تھا کہ جس عمل کو شروع فرماتے اسے ہمیشہ ادا فرماتے۔ اور صحابہ کو بھی اسی کی تلقین کرتے تھے۔ ایک دفعہ بعض صحابہ نے بہت زیادہ عبادت کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: کہ اتنے ہی اعمال کرو جتنے پر تم پابندی اور ہمیشگی کر سکتے ہو۔ اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "الاستقامة فوق الف کرامة" ''کسی عمل پر استقامت اور پابندی ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔''

لغوی وصرفی تحقیق:

احب صیغہ اسم تفضیل، مضاعف ثلاثی بمعنی پسندیدہ

ادوم صیغہ اسم تفضیل، اجوف واوی ہے حروف اصلی د، و، م ہیں بمعنی ہمیشگی والا۔

ترکیب:

احب مضاف الاعمال مضاف الیہ الی جار لفظ اللہ مجرور متعلق احب کے، احب اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مبتدا، ادوم مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر قائم مقام جزا۔ و ان وصلیہ شرطیہ، قل فعل فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
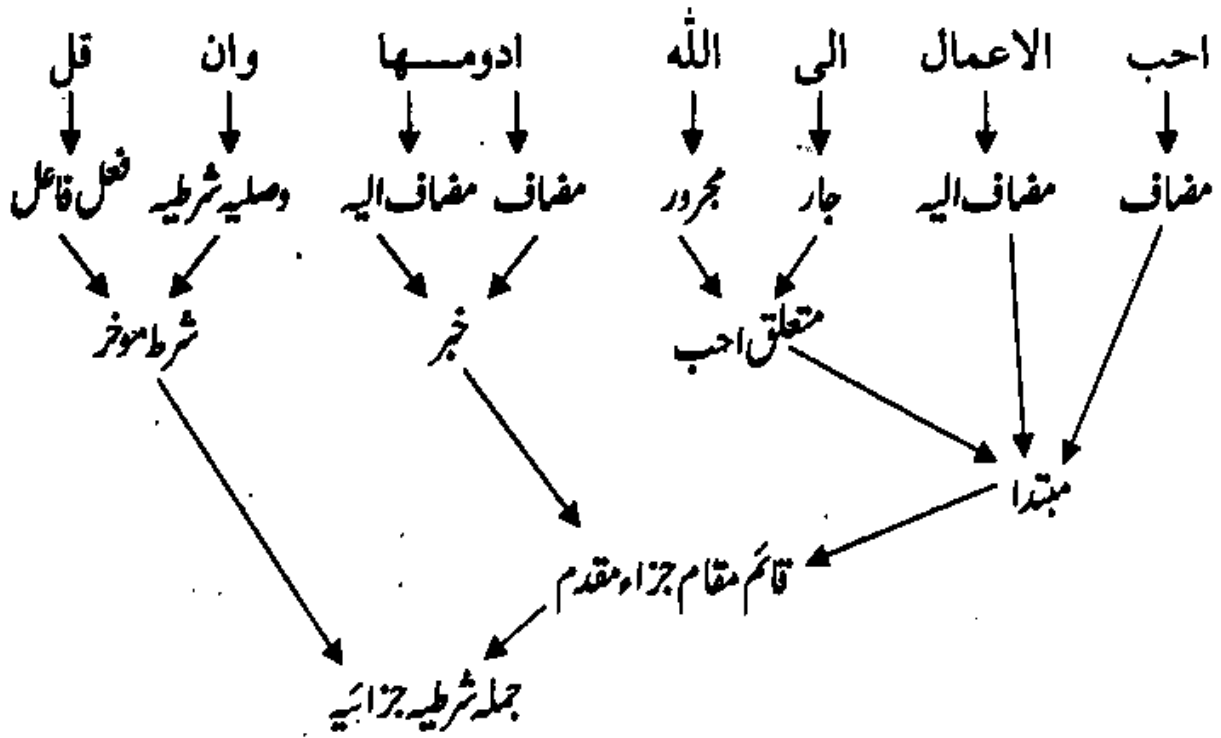
تخریج حدیث:

(۱) بخاری : باب الجلوس علی الحصیر، حدیث نمبر ٦١٠٠

(۲) مسلم: باب فضیلة العمل الدائم، حدیث نمبر ۷۸۳

***

۵۶ زیادہ اجر والا صدقہ

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا

ترجمہ:

''سب سے بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے پیٹ کو سیر کر دو۔''

تشریح:

حکم خداوندی بھی ہے اور انسان کے اپنے ضمیر کا سوال اور مطالبہ بھی کہ وہ اپنے خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ نہ کچھ مقدار اللہ کی راہ میں اس کے لیے صدقہ اور خیرات کرے۔ مذکورہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے صدقے اور خیرات کے مستحق لوگوں یا مدات میں سے سب سے اہم اور ضروری مد اور مصرف کا ذکر فرمایا ہے، اور وہ ہے کسی بھوکے انسان کا پیٹ بھرنا، کیونکہ جان اصل چیز ہے اگر وہ قائم رہے تو باقی ضروریات اس کے تابع ہیں اگر آدمی کو کھانا میسر نہ ہو تو بھوکا مر جائے گا۔ اور انسانی جان بہت قیمتی ہے۔ اس لیے اس کو بچانے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کو بہترین صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں۔ انسان کے ساتھ خاص نہیں اسی بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ رحم دلی کسی بھوکے جانور کے ساتھ بھی کرے تو مذکورہ فضیلت کا مستحق ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی محض اس بنا پر بخشش ہو گئی تھی کہ اس نے پیاس سے ہانپتے ہوئے ایک کتے کو پانی پلایا تھا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

افضل اسم تفضیل کا صیغہ ہے بمعنی بڑھا ہوا، فضیلت والا، بہترین۔

تشبع فعل مضارع ہے باب افعال سے، بمعنی سیر کرنا، پیٹ بھرنا۔

کبد جگر کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اکباد آتی ہے۔

جائع اسم فاعل کا صیغہ ہے اجوف واوی سے حروف اصلی، ج، و، ع بمعنی بھوکا۔

ترکیب:

افضل مضاف الصدقۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، اَنْ مصدریہ، تشبع فعل ضمیر فاعل کبدًا موصوف جائعًا صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
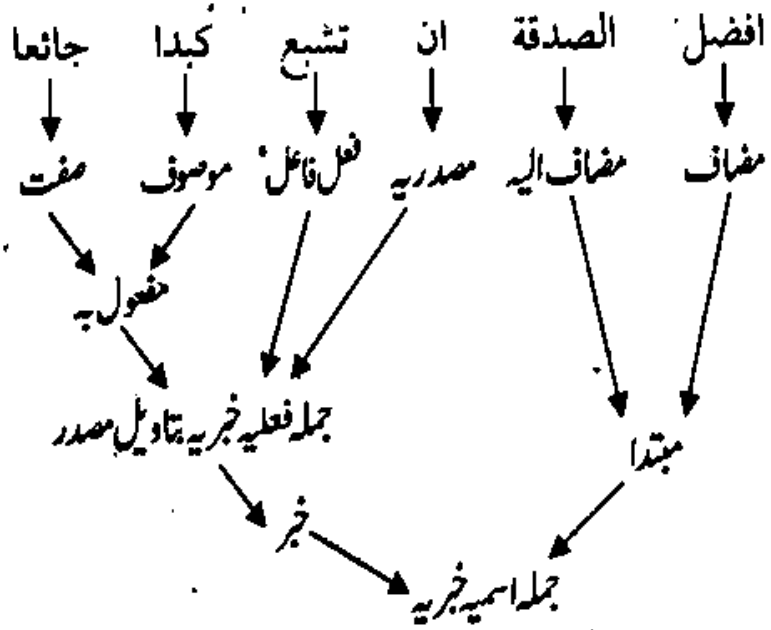
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان: حدیث نمبر ۳۳٦۷

***

۵۷ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا

ترجمہ:

''دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے۔ایک علم کا حریص کہ وہ علم سے سیر نہیں ہوتا،اور دوسرا دنیا کا حریص کہ وہ دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔''

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی یا دو قسم کے انسان دنیا میں ایسے ہیں جو اپنی مطلوبہ چیز سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور ان کی ہمیشہ یہ طلب رہتی ہے، کہ میں اس چیز کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرلوں اور مرتے دم تک حاصل کرتا چلا جاؤں، نہ وہ اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، صبح وشام یہی دھن ان کے ذہن پر سوار ہوتی ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں آدمی اس چیز یعنی حرص اور طلب وتمنا میں تو باہم شریک ہیں لیکن دونوں کے مطلوب اور مقصد میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔کیونکہ ایک ان میں سے دنیا کے ذلیل اور گھٹیا متاع ومال کا طالب ہے تو دوسرا علم کے نور کا۔دنیا کے طالب کی ہر دم خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا ہو جائے۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کی اس طلب کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز پورا نہیں کرسکتی، البتہ علم کے بارے میں اضافہ مطلوب ہے خود اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ''رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا'' (ترجمہ: اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما) کی تلقین فرمائی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

منهوم اسم مفعول کا صیغہ ہے نہمۃ مصدر سے بمعنی طالب، حاجت مند، غرض مند، (باقی الفاظ کی تحقیق گزر چکی ہے)

ترکیب:

منهومان مبتدا، لا یشبعان فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفسر، منهوم صیغہ اسم مفعول فی جار العلم مجرور، جار مجرور متعلق اسم مفعول، اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مبتدا، لا یشبع فعل هو ضمیر فاعل، منه جار مجرور متعلق۔فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔و عاطفہ منهوم صیغہ اسم مفعول فی جار الدنیا مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ مفعول، صیغہ مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر مبتدا، لا یشبع منها ، حسب سابق خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر تفسیر، مفسر

تفسیر سے مل کر جملہ تفسیریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
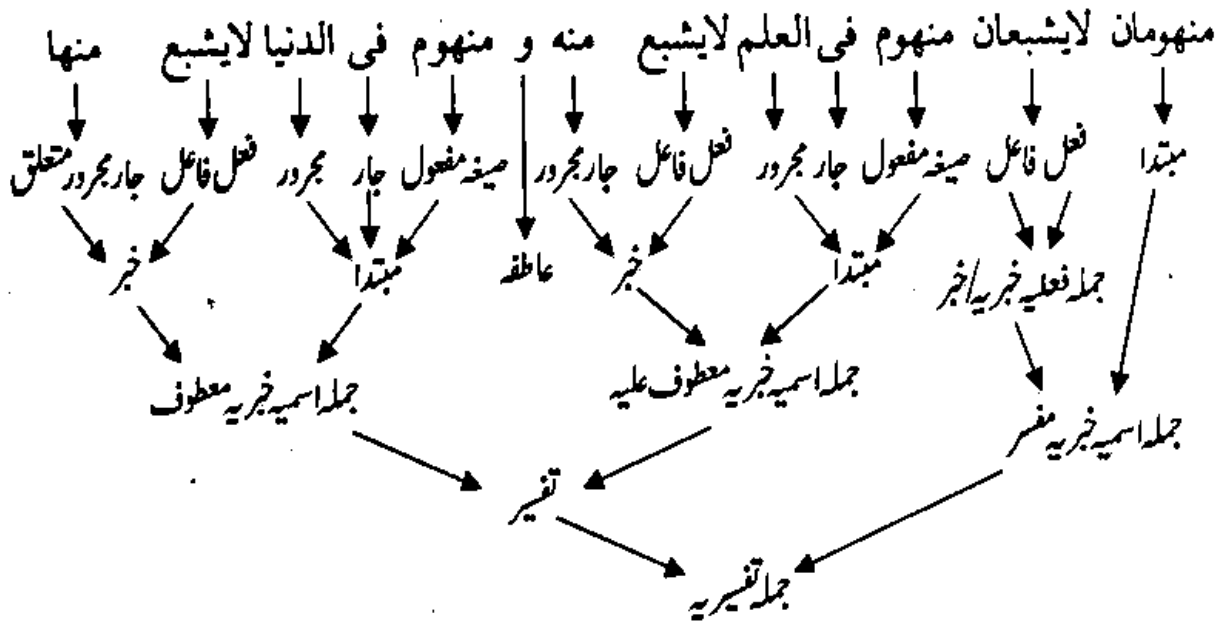
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیھقی: حدیث نمبر ۱۰۲۷۹

(۲) سنن دارمی : حدیث نمبر ۳۳۲

***

۵۸ بہترین جہاد کیا ہے؟

اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ مَنۡ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَائِرٍ

ترجمہ:

''بہترین جہاد اس شخص کا ہے جو جابر اور ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔''

تشریح:

ایک مقولہ ہے ''الناس علی دین ملوکھم'' اس مقولے کی اسنادی حیثیت کچھ بھی ہو، لیکن اس کا مفہوم بہر طور مُسلّم ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی قوم یا علاقے کے بڑے لوگ اور بادشاہ جو بات، جو نظریہ، جو عقیدہ اور جو طرزِ عمل اپناتے ہیں، عوام خواہی نخواہی ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ کسی معاشرے کو سنوارنے یا بگاڑنے میں ان لوگوں کا اہم کردار ہوتا ہے، چنانچہ اگر یہ لوگ مخلص اور اچھے ہوں تو معاشرہ اچھے خطوط پر چلتا ہے، اور اگر یہ لوگ بگاڑ کا شکار ہوں تو معاشرے صدیوں تک اس بگاڑ کی پاداش بھگتتے ہیں۔ ایسے موقع پر جب یہ لوگ بگڑ جائیں تو ان کو راہ راست پر لانا ضروری ہے، مگر یہ کام جتنا ضروری ہے اتنا نازک اور خطرناک بھی ہے کیونکہ جو آدمی بادشاہ کو حق بات پہ لائے گا وہ یقیناً عتاب اور ظلم کا نشانہ بنے گا۔ مگر چونکہ یہ دین بحمد اللہ قیامت تک سلامت رہے گا اس لیے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کلمۂ حق کہتے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ علمائے حق کو کلمۂ حق کہنے سے نہ حجاج بن یوسف کی تلوار روک سکی، اور نہ مامون کے کوڑے۔ اسی طرح مردانِ حق پرست کو حق گوئی سے نہ ماضی کی کوئی طاقت روک سکی اور نہ آج کا استعمار۔ البتہ یہاں ایک بات یہ ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ بادشاہ کے پاس حق بات کہنے کے لیے انداز وہی ہونا چاہیے جو اندازِ نبوت ہے۔ کہ موقف تو بہت سخت اور دوٹوک ہو لیکن انداز ناصحانہ، مشفقانہ، اور داعیانہ ہو۔ ''لِيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَيَّ عَنۡ بَيِّنَةٍ''۔ اس وجہ سے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مذکورہ حدیث پر عمل کرنے میں تین باتوں کا اہتمام ضروری ہے۔ (۱) کلمۂ حق (۲) اسلوب حق (۳) نیت حق

لغوی وصرفی تحقیق:

اس حدیث کے اکثر الفاظ کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ باقی یہ ہیں۔

سلطان بروزن فعلان یہ بمعنی دلیل وحجت ہے۔ تاج العروس میں ہے جب سلطان کے معنی حجت کے ہوں تو اس کی جمع نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں یہ مصدر کے قائم مقام ہے۔ ابن السکیت کے بقول سلطان ان معنوں میں مؤنث ہے، جبکہ ازہری کے خیال میں مذکر۔ استعمال سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ کہتے ہیں: ''قد آمنته السلطان اور بسلطان مبین'' (دیکھیے لغات القرآن: ج/۳، ص/۲۲۴) یہاں اس سے مراد دلیل وحجت نہیں بلکہ بادشاہ ہے۔

جائر: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے، جور مصدر سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے۔ بمعنی ظالم، ناحق کام کرنے والا۔ بسا اوقات اجتہادی خطا پر بھی جور اور جائر کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

ترکیب:

افضل مضاف الجهاد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، من اسم موصول قال فعل ضمیر فاعل کلمة مضاف حق مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ، عند مضاف سلطان موصوف جائر صفت، موصوف صفت سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
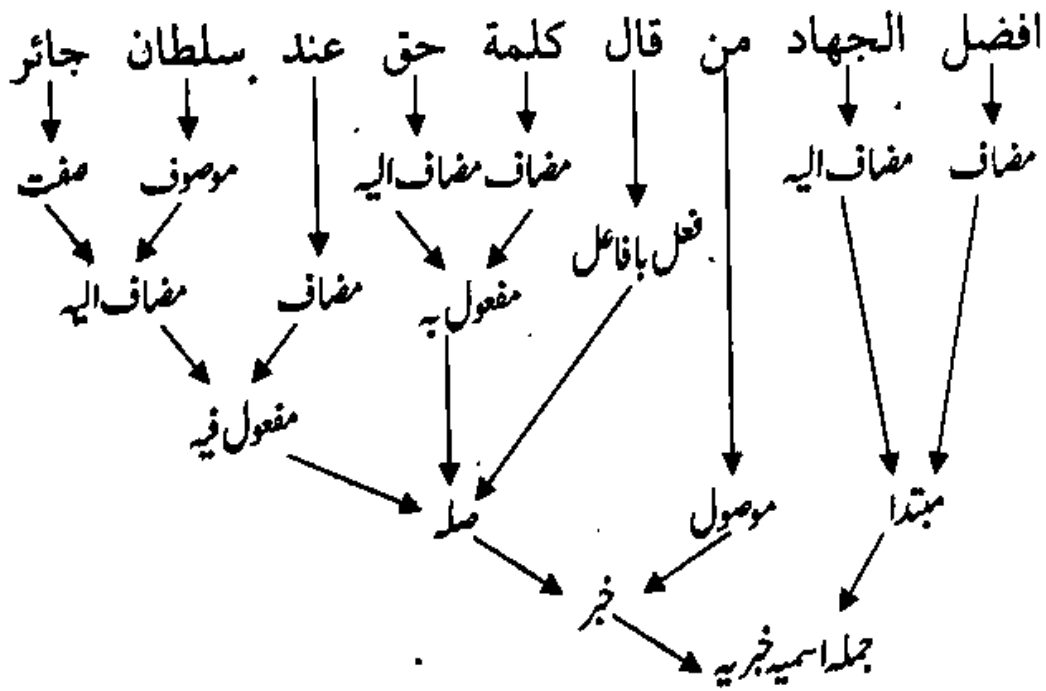
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٣٤٦

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ۲۱۷٤

(۳) نسائی: حدیث نمبر ٤۲۰۹

***

۵۹ راہِ خدا کی ایک صبح وشام کا اجر

لَغُدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا

ترجمہ:

''اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام کے لیے جانا دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہے۔''

تشریح:

ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے ایک لشکر جہاد کے لیے روانہ فرمایا، لشکر روانہ ہو گیا مگر ایک صحابی نبی علیہ السلام کے پیچھے غالباً جمعہ کی نماز پڑھنے کے خیال سے ٹھہر گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو انہوں نے اپنی وجہ عرض کی آپ نے ان سے فرمایا جو لشکر صبح کو چلا گیا اور اس نے اللہ کے راستے میں صبح کر لی، ان کے اجر کے برابر تم کبھی بھی نہیں ہو سکتے، چاہے تم دنیا بھر کا مال ومتاع خرچ کر لو۔ اس حدیث سے اللہ کے راستے یعنی جہاد میں جانے اور وہاں گزرنے والے وقت کی اہمیت اور قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ایک شام کا اجر کتنا زیادہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ دنیا کا مال ومتاع تو ختم ہو جائے گا لیکن یہ اجر باقی رہے گا۔ جہاد چونکہ ایک مقدس عبادت، فریضہ اور امت کی ضرورت ہے اس لیے اس سے متعلقہ ہر بات میں بے شمار اجر اور فضیلت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کا لفظ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے اصل میں جہاد اور قتال ہی کے لیے ہے اور انہی معنوں میں اسے عام اور اکثر اوقات استعمال کیا جاتا ہے، تاہم کبھی مجازاً ہر نیک کام مثلاً طلب علم، اصلاح نفس وغیرہ کے لیے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''کُلُّ عَمَلٍ صَالِحٍ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ'' ہر نیک عمل فی سبیل اللہ ہے۔ (دیکھیے الادب المفرد: امام بخاری)

لغوی وصرفی تحقیق:

غدوة یہ مصدر ہے غدا یغدو باب نصر ینصر سے بمعنی صبح کو سفر کرنا۔

روحة یہ بھی مصدر ہے راح یروح باب نصر ینصر سے بمعنی شام کو جانا، دونوں مصادر ہفت اقسام میں سے اجوف واوی ہیں۔

سبیل بروزن فعیل بمعنی، راستہ، ذریعہ، مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (النہایہ فی غریب الحدیث)

ترکیب:

ل لام ابتدائیہ غدوة موصوف، فی جار سبیل مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا کائنة شبہ فعل محذوف کے، کائنة اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، او حرف

عطف روحة معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مبتدا، خیر اسم تفضیل من جار الدنیا معطوف علیہ و عاطفہ ما موصولہ فیہا جار مجرور متعلق کائن کائن صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے خیر اسم تفضیل کے۔ خیر اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
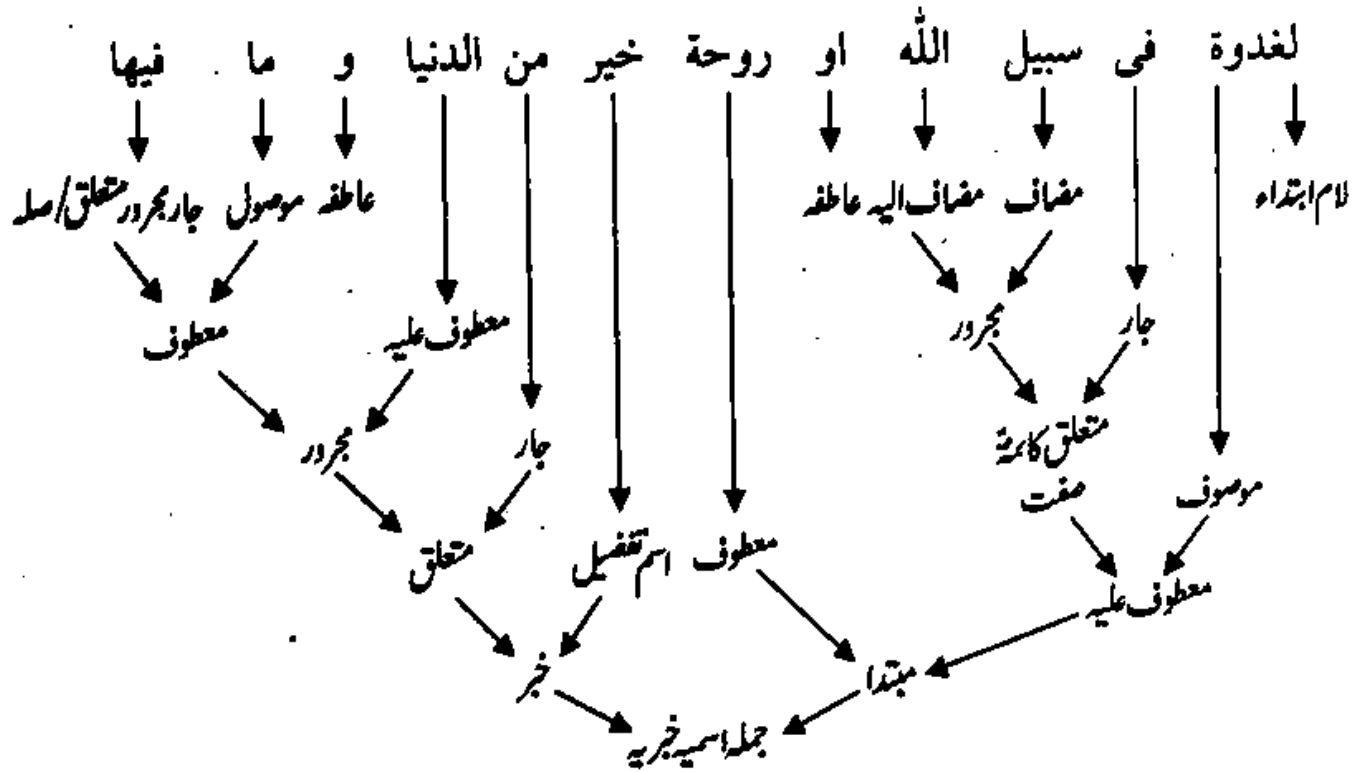
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۲۷۹۲

(۲) مسلم: حدیث نمبر ۱۸۸۰

***

⑥⓪ فقیہ کا رتبہ

فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

ترجمہ:

''ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہے۔''

تشریح:

فقیہ اس آدمی کو کہتے ہیں جو عقل مند بھی ہو اور دین اور شریعت کے علم میں بھی مہارت رکھتا ہو یعنی ماہر عالم ہو۔ اور عابد وہ شخص ہے جو علم سے تہی دست ہو، لیکن عبادت گزار ہو۔ شیطان کے لیے ایک عابد کو گمراہ کرنا اور اسے بہلانا پھسلانا، آسان کام ہے کیونکہ عابد اس کی چالوں، ہتھکنڈوں اور چالاکیوں سے آگاہ نہیں ہوتا اور وہ آسانی سے اس کے جھانسے میں آجاتا ہے۔ کیونکہ شیطان اسے ہر رنگ میں پھسلاتا ہے۔ جبکہ ایک سمجھ دار عالم شیطان کے مکر و فریب اور چالوں سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اس قدر آسانی سے اس کے جال میں نہیں آتا بلکہ ایک فقیہ کو پھنسانے کے لیے شیطان کو اتنی محنت کرنا پڑتی ہے جتنی ایک ہزار عبادت گزاروں پر۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی کیا فضیلت اور مقام ہے اور یہ شیطان کے مقابلے میں کتنا موثر اور کارگر ہتھیار ہے۔ مگر وہ علم جو فقاہت یعنی عمل والا ہو۔ کیونکہ صرف علم برائے علم کی تو شیطان کے پاس بھی کمی نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

فقیہ بروزن فعیل بمعنی سمجھ دار، دانش مند، ہوشیار، شریعت کا ماہر عالم۔

واحد صیغہ اسم فاعل اجوف واوی ہے بمعنی ایک، اکیلا، تنہا۔

الف ہزار اس کی جمع الوف اور آلاف آتی ہے۔

عابد عبادت گذار۔ وہ شخص جس نے اپنے زیادہ تر اوقات عبادت خداوندی کے لیے وقف کر رکھے ہوں۔

ترکیب:

فقیہ موصوف واحد صفت، موصوف صفت مل کر مبتدا، اشد صیغہ اسم تفضیل علی جار الشیطان مجرور، جار مجرور متعلق اشد کے من جار الف مضاف ممیز عابد مضاف الیہ تمیز، ممیز تمیز، یا مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے، اشد صیغہ اسم تفضیل کے، اشد اپنے متعلقات سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
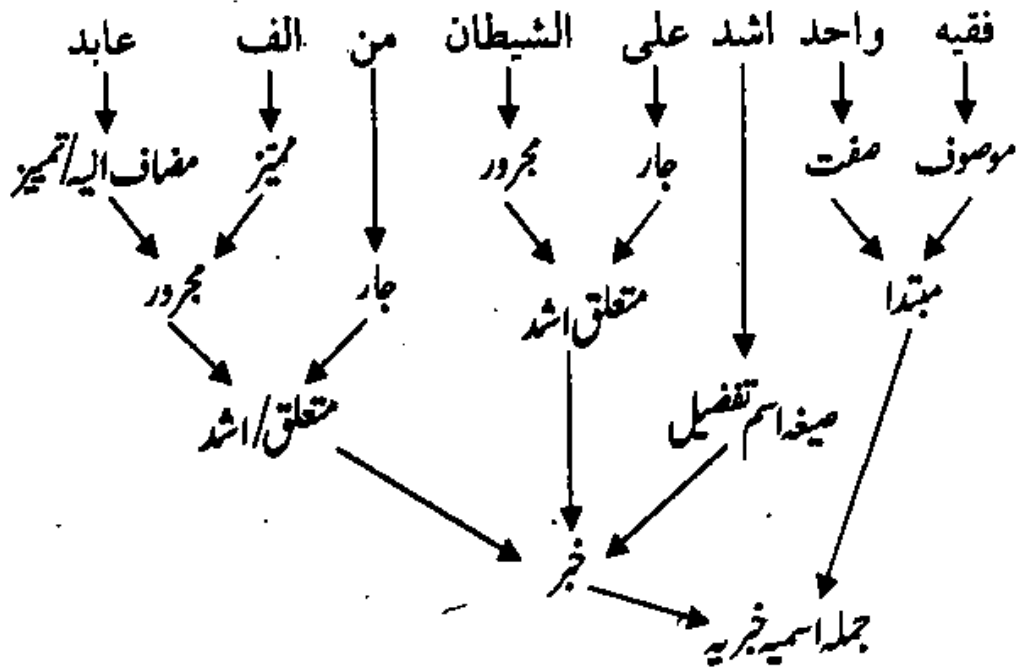
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی

(۲) ابن ماجہ

***

۶۱ کثرتِ استغفار پر خوشخبری

طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا

ترجمہ:

"خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے اعمال نامہ میں بڑی مقدار میں استغفار کو پائے۔"

تشریح:

ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ "کل بنی آدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون" تمام انسان غلطیاں کرتے ہیں، لیکن بہترین غلطی کرنے والا وہ ہے جو توبہ کرلے۔ کیونکہ "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ بلکہ جو آدمی اخلاص سے توبہ کرے تو اللہ کا اعلان ہے ﴿فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ﴾ "اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتے ہیں" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جب فطرت کی کمزوری سے گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر ندامت کے ساتھ خدا کے آگے جھکتا اور اس سے معافی مانگتا ہے تو وہ آدمی اللہ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے جتنا اس گناہ سے پہلے نہیں تھا۔

مقبول توبہ کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔ (۱) گناہ چھوڑ چکا ہو (۲) گناہ پر ندامت ہو (۳) دوبارہ گناہ کا خیال اور ارادہ نہ ہو۔ اور اگر گناہ حقوق العباد میں سے تھا تو متعلقہ آدمی سے معافی مانگ چکا ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طوبی بروزن فعلی اجوف یائی اسم تفضیل مؤنث کا صیغہ ہے، جس کا مذکر، اطیب ہے بمعنی خوشگوار، خوشخبری۔

صحیفۃ بروزن فعیلۃ بمعنی نامہ اعمال، ہر وہ چیز جس میں کچھ اہم بات لکھی ہو۔

استغفار مصدر ہے باب استفعال سے حروف اصلی غ، ف، ر، ہیں بمعنی بخشش طلب کرنا، توبہ کرنا۔

ترکیب:

طوبی مبتدا، ل جار من اسم موصول وجد فعل ضمیر اس کا فاعل فی جار صحیفۃ مضاف، ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق وجد فعل کے، استغفارا موصوف کثیرا صفت، موصوف صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے، کائنۃ محذوف کے کائنۃ محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
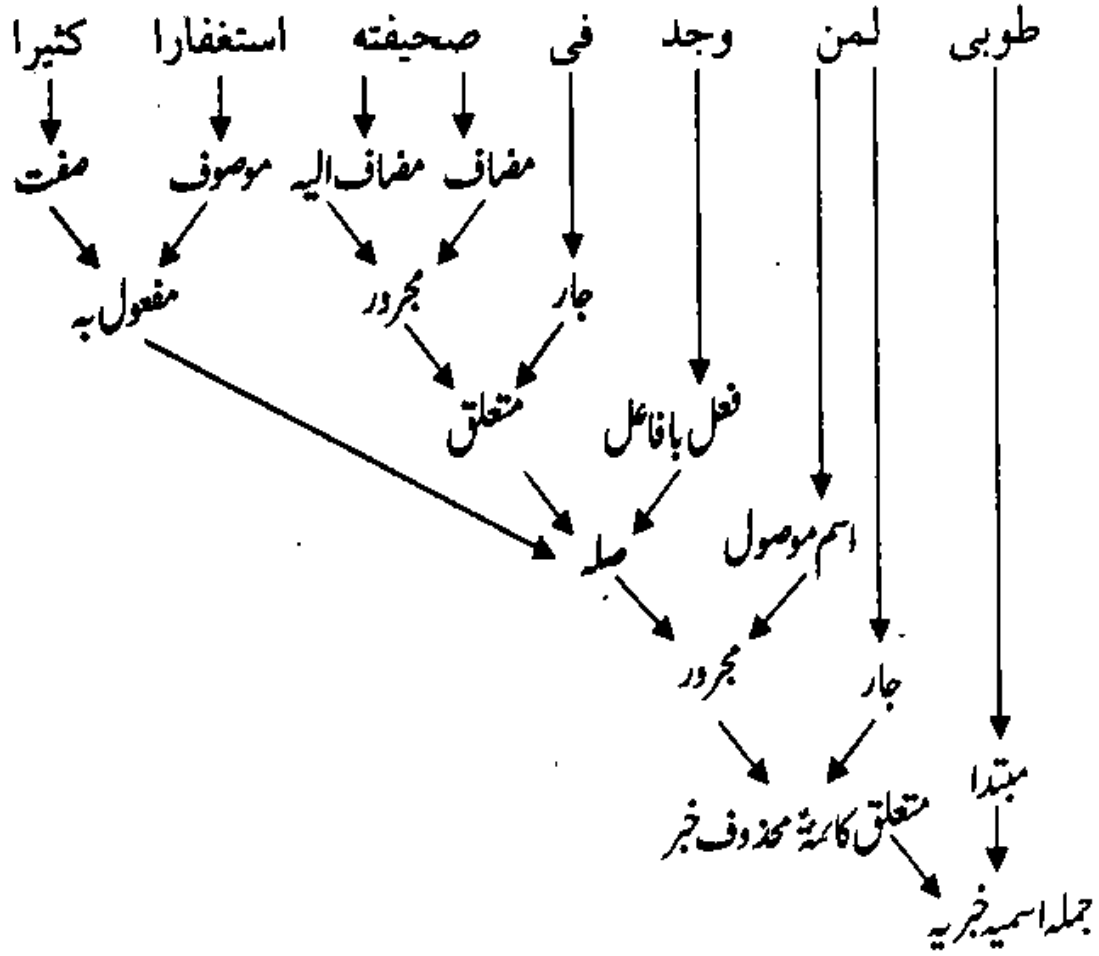
تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۲۲۲

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ۲٦٨١

(۳) دارقطنی :حدیث نمبر ۲۹٤

***

⑭ والد خدا کی خوشنودی کا ذریعہ

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ

ترجمہ:

''خدا کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

تشریح:

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے جہاں انسانوں سے اپنی عبادت اور توحید کا مطالبہ کیا ہے وہاں فوراً بعد ہی والدین کا ذکر کیا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے معاملے کی ہدایت کی ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر والدین شرک اور خدا کی نافرمانی پر مجبور کریں تو بھی ان سے بدتمیزی اور بدسلوکی نہیں کرنی، بلکہ حسن سلوک سے معاملے کو ٹال دو۔ ایک جگہ فرمایا کہ تمہارے والدین تمہارے لیے جنت بھی ہیں اور جہنم بھی یعنی اگر ان کے حقوق ادا کرو گے تو جنت ورنہ جہنم (نعوذ باللہ منہ) مذکورہ حدیث میں والد کے بارے میں خاص طور سے فرمایا کہ اگر والد ناراض ہے تو سمجھ لو کہ عرش کا مالک بھی تم سے خوش نہیں۔ اگر والد خوش ہے تو خدا بھی خوش ہے۔ علماء لکھتے ہیں اگر والدین زندہ ہوں تو ان کی خدمت سے جنت کمائیں اگر وفات پا گئے ہوں تو پھر ان کے لیے دعائے رحمت، استغفار اور ایصال ثواب اور کثرت سے صدقہ کیا جائے۔ تاکہ ان کی روح خوش ہو جائے۔ اور زندگی میں رہ جانے والی کمی کوتاہی پوری ہو جائے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

رضی یہ مصدر ہے باب رضی یرضی، سمع یسمع سے بمعنی خوشنودی، خوشی، رضامندی، ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔
سخط یہ بھی مصدر ہے باب سمع سے بمعنی ناراضگی، غصہ۔
باقی الفاظ کی تحقیق گذر چکی ہے۔

ترکیب:

رضی مضاف الرب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، فی حرف جار رضا مضاف الوالد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابت کے۔ ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ سخط مضاف الرب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، فی حرف جار سخط مضاف الوالد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابت کے۔ ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مل کر خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مستدرک حاکم: ۷۲۴۹

***
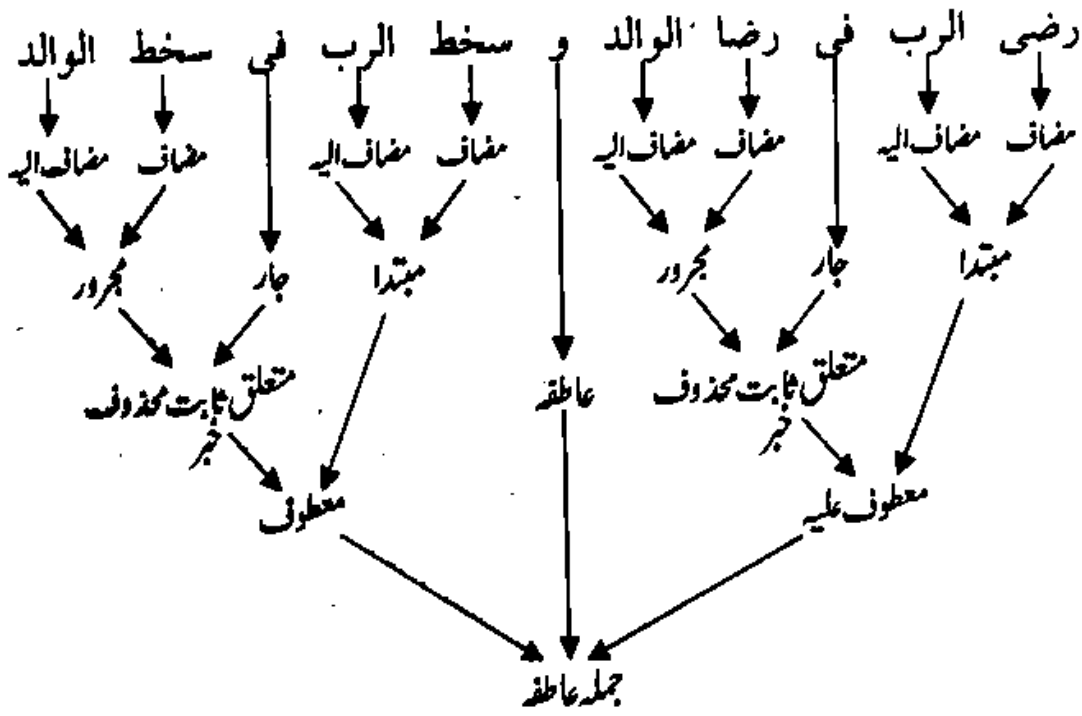
⑭ بڑے بھائی کا مقام و مرتبہ

حَقُّ كَبِيرِ الْاِخُوَةِ عَلٰى صَغِيرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ

ترجمہ:

''بڑے بھائی کا چھوٹے پر وہی حق ہے جو باپ کا اپنے بیٹے پر ہے۔''

تشریح:

پچھلی حدیث میں مصنف نے والد کے حق کا ذکر کیا تھا کہ والد کی ناراضگی درحقیقت خدا کی ناراضگی ہے۔ یہاں بڑے بھائی کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے خوبصورت انداز میں دونوں فریقوں کو ان کی ذمہ داریاں سمجھائی ہیں۔ چھوٹے بھائی کو یہ سمجھایا کہ جیسے تم اپنے والد اور باپ کا احترام کرتے ہو وہی مقام اپنے بڑے بھائی کو دو۔ اور بڑے بھائی کو یہ سمجھایا کہ جو حقوق اور ذمہ داریاں والد کی اولاد کی نسبت سے ہوتی ہیں وہی تمہاری بھی ہیں، چنانچہ تم ان ذمہ داریوں کو اسی طریقے سے نبھاؤ۔ یہ اسلامی شریعت کا بڑا بہترین اسلوب ہے کہ جس میں ہر فریق کو اس کی ذمہ داریاں سمجھائی جاتی ہیں تاکہ اس میں ان کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو، جبکہ آج کل مغربی نظام زندگی میں، ہر شخص کو اس کے حقوق اور منافع بتائے جاتے ہیں تاکہ وہ دوسروں سے لڑے اور ہر وقت ایک شورش اور دنگا فساد کی کیفیت بنی رہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

حق مصدر مضاعف ثلاثی باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے، حروف اصلی، ح، ق، ق ہیں بمعنی سچ، ذمہ داری۔
کبیر بروزن فعیل، باب کرم یکرم بمعنی بڑا۔
الاخوۃ اخ کی جمع ہے بمعنی بھائی۔

ترکیب:

حق مضاف کبیر مضاف الیہ مضاف، الاخوۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف علی حرف جار صغیر مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق الثابت کے الثابت صیغہ اسم فاعل اور متعلق مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مبتدا۔ حق مضاف الوالد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف علی حرف جار ولد مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا الثابت محذوف کے، الثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، صفت موصوف مل کر خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: باب، حدیث نمبر ۷۹۲۹

***
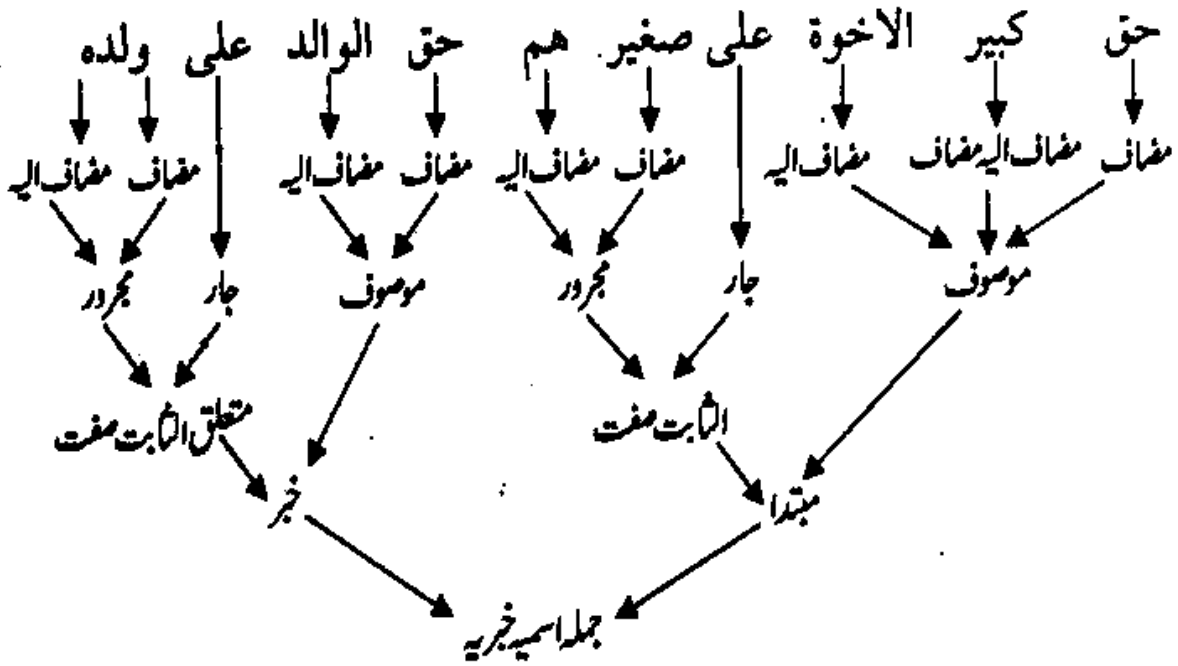
۴۳ ہر آدمی خطا کار ہے لیکن!!

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

ترجمہ:

''ہر آدمی خطا کار اور غلطی کرنے والا ہے، اور بہترین غلطی کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

تشریح:

پیچھے استغفار کی کثرت والی حدیث میں اس روایت کا ذکر بھی آیا تھا، اب یہاں مقصوداً اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ نے انسان کی فطرت اور سرشت میں غلطی اور خطاء کو رکھ دیا ہے سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی انسان بھی گناہ سے معصوم نہیں۔ چنانچہ تھوڑی بہت اونچ نیچ تو ہر آدمی سے ہو ہی جاتی ہے، انسان ہے فرشتہ نہیں، لیکن خوش قسمت انسان وہ ہوتا ہے جو گناہ پر اصرار نہ کرے اور گناہ پر گناہ نہ کرتا چلا جائے بلکہ فوراً واپس پلٹے اور توبہ کرے۔ جوں ہی توبہ کرے گا اللہ پچھلے گناہ نہ صرف معاف کریں گے بلکہ توبہ میں اخلاص اور قوت کے بقدر نیکیوں میں بدل دیں گے۔ بہر حال گناہ ایک ایسی چیز ہے جو فطرت سے نکل تو نہیں سکتی۔ البتہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ شیطان کے لیے انسان کی توبہ سے بڑھ کر کوئی چیز پریشان کن نہیں ہوتی۔

لغوی وصرفی تحقیق:

بنی یہ جمع کا صیغہ ہے اصل میں بنون، بروزن سنون ہے، اس کا مفرد بنٌ یا ابنٌ ہے۔ یہاں چونکہ یہ مضاف الیہ واقع ہو رہا ہے اس لیے حالت جری میں بنی ہے۔ اور نون اس وجہ سے ساقط ہو گیا ہے کہ اگلے لفظ کے لیے یہ مضاف بھی واقع ہو رہا ہے۔ جیسے یابنی اسرائیل۔

آدم بروزن فاعل، آدم عربی زبان کا لفظ ہے یا عجمی؟ دونوں رائے ہیں، اگر عربی ہو تو اس کا اشتقاق یا تو ادیم سے ہوگا، بمعنی مٹی، زمین، یا ادمہ سے ہوگا بمعنی گندم گوں، بہر حال اس کی اصل کچھ بھی ہو، یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ (دیکھئے لغات القرآن بحوالہ، کتاب المعرب وعمدۃ القاری)

ترکیب:

کل مضاف بنی مضاف الیہ مضاف، آدم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا خَطَّاءٌ خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔ و استینافیہ خیر مضاف الخطائین مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، التوابون خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
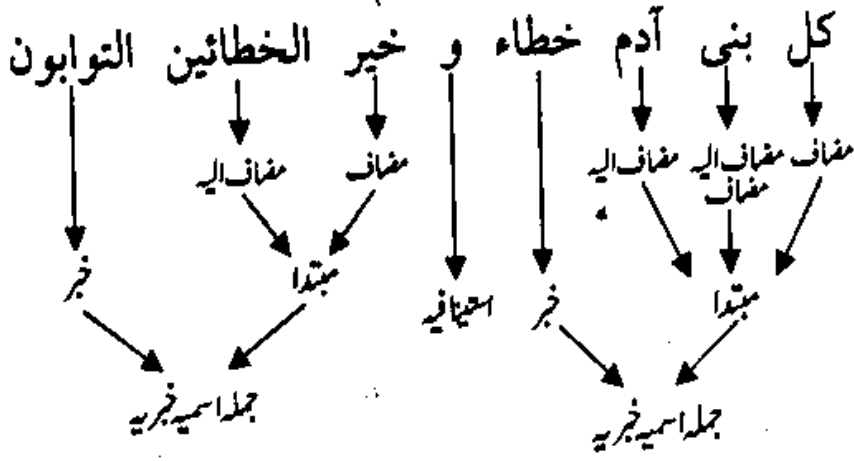
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ٢٤٩٩، ابواب صفة القيامة،

(۲) ابن ماجه: حديث نمبر ٤٢٥١

(۳) مستدرك: ٧٦١٧

***

⑥٥ اخلاص کے بغیر اعمال کچھ نہیں

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

ترجمہ:

''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزوں سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جنہیں شب بیداری سے سوائے بیداری اور جاگنے کے کچھ حاصل نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں دو اہم عبادتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آدمی بڑی مشقت ومحنت اور مجاہدے سے کام لیتا ہے، کیونکہ روزہ بھی مشکل کام ہے اور رات کی عبادت تو ویسے ہی کارے دارد ہے۔ اتنی بلند پایہ عبادات ہونے کے باوجود ان کے کرنے والے کو کچھ بھی اجر نہیں مل رہا۔ وجہ یہ ہے کہ اول تو ان لوگوں نے یہ کام اخلاص سے نہیں کیے، خدا کی رضا مندی مطلوب نہیں تھی، لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتے رہے، دوسرے یہ کام کرنے کے ساتھ ان کو ضائع کرنے والے اعمال مثلاً غیبت، جھوٹ، فواحش، ومنکرات سے اجتناب نہیں کیا، جس کی وجہ سے یہ نتیجہ سامنے آیا ہے، اور یہاں تو صرف دو عبادتوں کا ذکر ہے ورنہ درحقیقت ہر عبادت کا حکم یہی ہے، خواہ نماز ہو، یا روزہ، حج ہو یا زکوۃ، تبلیغ ہو یا جہاد، تدریس ہو یا تالیف۔ جب ان میں اخلاص نہ ہو تو پھر دنیا میں ہی جو کچھ مل گیا مل گیا آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

کم یہ نحو کے اعتبار سے دو قسم کا ہوتا ہے، ایک استفہامیہ جس میں آپ کسی چیز کی تعداد کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اس میں کم کے بعد آنے والا اسم منصوب ہوتا ہے جیسے ''كم عمراً لك'' تمہاری عمر کتنی ہے؟ اور دوسرا کم خبریہ ہوتا ہے جس میں سوال کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ خود بتانا مقصود ہوتا ہے، اور اس کم کے بعد عام طور سے مِن آتا ہے، جیسے قرآن پاک میں بھی ہے، ''وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ'' اور ''كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ'' اس کم کا ترجمہ ہوتا ہے، کتنے ہی زیادہ، یا بہت سارے، یہاں مذکورہ حدیث میں یہ دوسرا کم استعمال ہوا ہے۔

الظمأ یہ مصدر ہے باب سمع یسمع سے، اس کا باب ظمأ یظمأ ہوگا، بمعنی پیاسا ہونا، پیاس لگنا ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز اللام ہے۔

السَّهَر یہ بھی مصدر ہے باب سمع یسمع سے بمعنی رات جاگنا، شاعر کہتا ہے:

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِيْ
مَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِيْ

''تو اپنی محنت کے بقدر ہی بلندیاں پائے گا'' ''جو آدمی بلند مقام کا طالب ہو وہ راتوں کو جاگتا ہے''

ترکیب:

کم خبریہ ممیز مضاف، من زائدہ صائم تمیز مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، لیس فعل ہے افعال ناقصہ میں سے ل جارہ ہ ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتاً کے، من جار صیام مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتاً کے، ثابتاً صیغہ اسم فاعل اپنی ضمیر فاعل اور دونوں متعلقات سے مل کر خبر مقدم ہوئی، لیس فعل ناقص کی الا حرف استثناء، استثناء لغو (یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ پیچھے ذکر نہیں ہوتا یہاں بھی ظمأ کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔) الظمأ لیس کا اسم، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و حرف عطف کم ممیز مضاف، من زائدہ قائم تمیز مضاف الیہ، ممیز تمیز مل کر مبتدا، لیس فعل افعال ناقصہ میں سے ل جار ہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتاً کے، ثابتاً صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلقات سے مل کر خبر مقدم ہوئی لیس کی إلا حرف استثناء لغو، السہر اسم ہوا لیس فعل ناقص کا۔ لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ

ممیز مضاف — زائدہ — تمیز مضاف الیہ — فعل ناقص — جار مجرور — جار — مجرور — استثناء لغو — اسم موخر

مبتدا — متعلق ثابتا خبر مقدم

جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر

جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ

و کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر

عاطفہ — ممیز مضاف — زائدہ — تمیز — فعل ناقص — جار مجرور — جار — مجرور — استثناء لغو — اسم موخر

مبتدا — متعلق ثابتا خبر مقدم

جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر

جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف
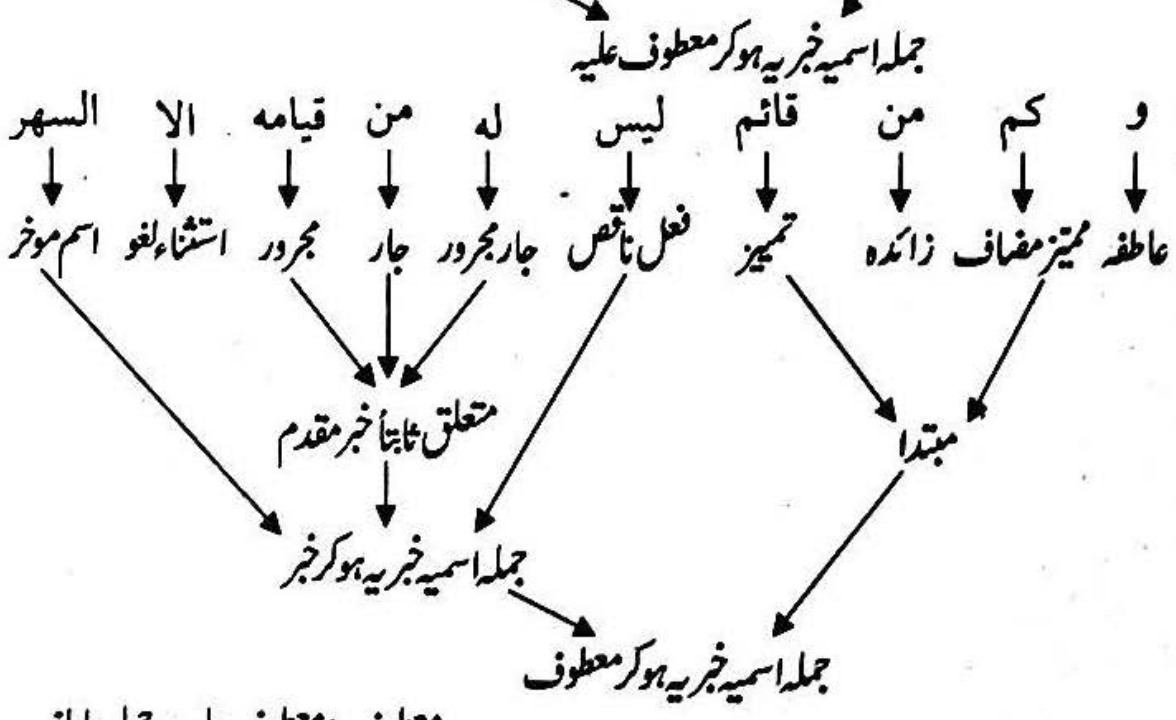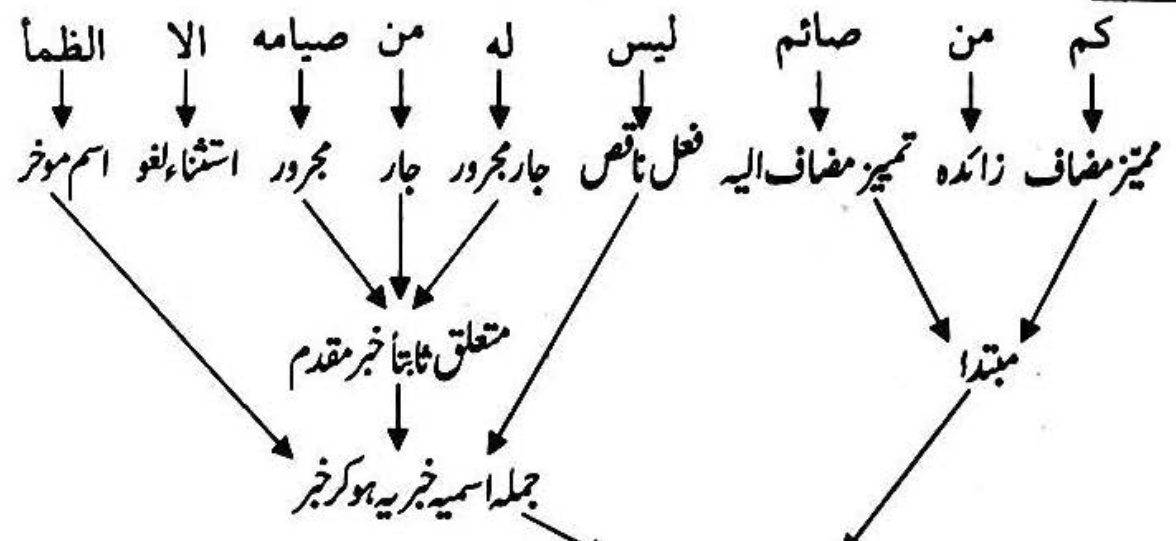
معطوف+معطوف علیہ= جملہ عاطفہ

تخریج حدیث:

(۱) دارمی: حدیث نمبر ۲۷۲۰

٭٭٭

⑨ ہر شخص نگہبان ہے

اَلا کُلُّکُم رَاعٍ وَکُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِہٖ

ترجمہ:

''خبردار! تم میں سے ہر آدمی نگہبان ہے اور ہر آدمی سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھ ہوگی۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں ہر انسان کو خواہ وہ دنیا میں کسی بھی حیثیت کا مالک ہو، غلام ہو یا آقا، خاوند ہو یا بیوی، والدین ہوں یا اولاد، سردار ہو یا عامی، شاگرد ہو یا استاد، حاکم ہو یا محکوم، قاضی ہو یا مجرم، ہر ایک کو اس بات سے آگاہ کر دیا گیا ہے کہ تمہارے دائرہ اختیار اور تصرف میں جتنا کچھ بھی ہے تم اس کے ذمہ دار ہو، اور تم سے اس ذمہ داری کے صحیح یا غلط استعمال کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس حدیث میں درحقیقت اس احساس ذمہ داری کو جگایا گیا ہے جو ہر انسان کے اندر ہونا چاہئے اور اگر یہ احساس بیدار رہے تو تمام کام درست نہج پر چلتے ہیں اور اگر ذمہ داری میں گڑبڑ ہو تو پھر نظام بگڑ جاتا ہے خواہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، خاندانی زندگی ہو یا حکومت، فوج کا نظام ہو یا عدالت کا۔ مذکورہ حدیث میں ہر آدمی کو ذمہ دار بتایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داری کے لیے ضروری نہیں کہ آدمی کے پاس کچھ ہو تبھی ذمہ دار ہے، اگر کچھ بھی نہ ہو اپنی ذات اور وجود تو دائرۂ اختیار میں ہے جس کی بابت سوال ہوگا۔

لغوی و صرفی تحقیق:

أَلَا کے کلمے کے بارے میں نحویوں کی ایک رائے یہ ہے کہ یہ کلمہ ہمزہ استفہام (ء) اور لائے نفی جنس سے مرکب ہے۔ جبکہ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ یہ کلمہ پورا کا پورا مرکب ہے جو تنبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (دیکھیے لغات القرآن، ج/۱ص ۲۰۷)

راعٍ اسم فاعل کا صیغہ اصل میں راعیٌ تھا بروزن فاعلٌ ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔ حروف اصل، ر، ع، ی ہیں۔ بمعنی چرانے والا، گلہ بان۔

مسئول اسم مفعول کا صیغہ ہے سأل سے، بمعنی ذمہ دار، جس سے پوچھ ہو۔

رعیۃ بروزن فعیلۃ، بمعنی رعایا، عوام، قوم وغیرہ۔

ترکیب:

الا حرف تنبیہ کل مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، راعٍ خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و حرف عطف کل مضاف کم ضمیر مضاف الیہ دونوں مل کر مبتدا، مسئول صیغہ اسم مفعول عن جار رعیۃ

مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا صیغہ اسم مفعول کے جو اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ۔

نقشہ ترکیب:
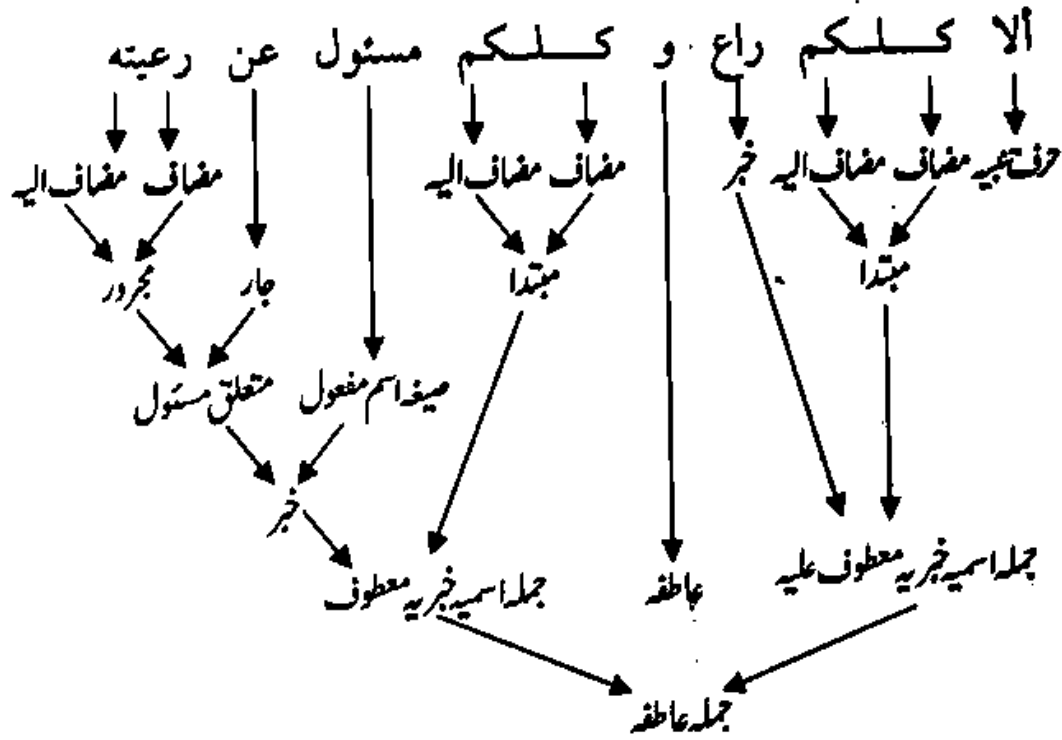
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۸۹۳، کتاب النکاح

(۲) مسلم: حدیث نمبر ۱۸۲۹، فضیلة الامام العادل

***

۶۷ لایعنی امور سے بچنے کی ترغیب

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ

ترجمہ:

''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت بڑی اہم اور جامع روایت ہے جس میں دنیا و آخرت کے اعتبار سے بہت سی خیر اور بھلائی کو سمیٹ لیا گیا ہے۔اسی وجہ سے امام نووی نے اس حدیث کو ان چار حدیثوں میں شمار کیا ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ لایعنی اور فضول ان کاموں کو کہتے ہیں جن کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ جیسے مثلاً فضول بیٹھے رہنا، گپیں ہانکتے رہنا، انگلیاں چٹخاتے رہنا، شریعت نے ایک مسلمان آدمی کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا دنیا کا یہ وقت انتہائی قیمتی اور اہم ہے اسے مفید اور ضروری کاموں میں لگاؤ۔ کوئی علم کا کام کرو یا عمل کا کام کرو، ایک حدیث میں آتا ہے، کہ قیامت والے دن تین چیزیں آدمی کا اعمال نامہ بھاری کریں گی، (۱) خاموشی (۲) خوش اخلاقی (۳) لایعنی اور فضول کاموں سے اجتناب۔ آدمی کو کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ یہ کام میرے لیے دنیا و آخرت کے اعتبار سے مفید ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو کرے ورنہ اسے لایعنی سمجھ کر چھوڑ دے۔ علماء نے لکھا ہے وہ تمام کھیلیں اور تفریحات جن میں معقول حد تک جسمانی ورزش نہ ہو وہ سب لایعنی ہیں مثلاً تاش، لڈو، کیرم بورڈ، سنوکر، کرکٹ، شطرنج وغیرہ (دیکھئے مسائل بہشتی زیور حصہ دوم)، کسی عاقل بالغ مسلمان کے لیے ان میں اپنا وقت ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تركٌ مصدر ہے باب نصر ینصر سے ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے، یعنی باب ضرب یضرب سے فعل مضارع، ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔ اس کا معنی ہے خیال رکھنا، مقصد رکھنا، سروکار ہونا۔

ترکیب:

من جار حسن مضاف اسلام مضاف الیہ مضاف المرء مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثابت محذوف کے ثابت محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم ہوئی۔ ترك مصدر مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ فاعل، ما اسم موصول لا یَعْنِیْ فعل مضارع منفی ضمیر اس کا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ ہوا، ترک مصدر کا، ترک مصدر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ

خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
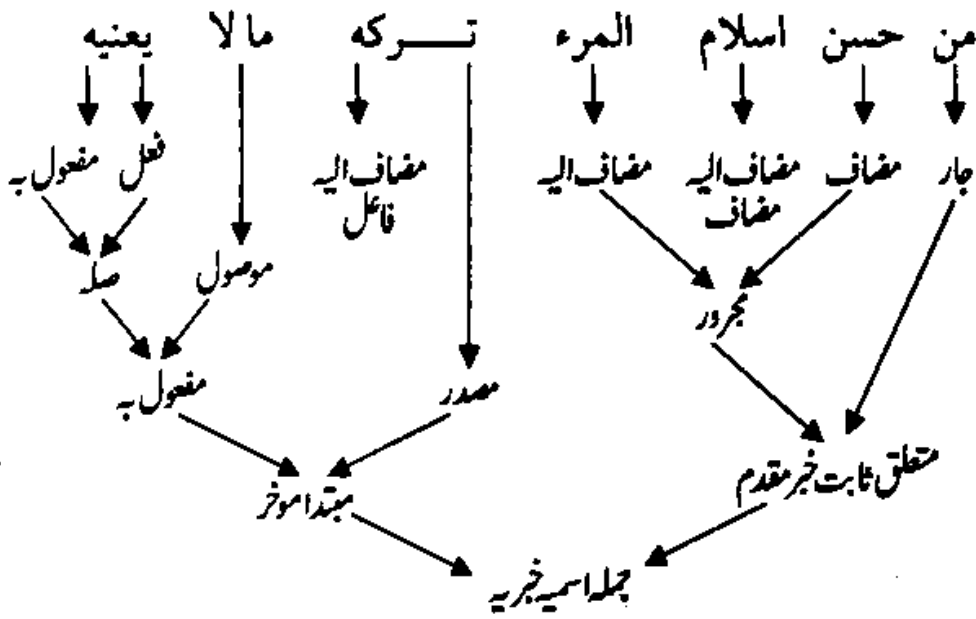
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۱۶، ابو اب الزهد

(۲) ابن ماجه: حدیث نمبر ۳۹۷۶، کف اللسان فی الفتنة

***

۶۸ سب سے پسندیدہ اور ناپسندیدہ جگہیں

اَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا

ترجمہ:

''آبادیوں میں سے اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ جگہیں مسجدیں ہیں۔اور سب سے ناپسند جگہیں بازار ہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت کا پہلا حصہ مسجد کی فضیلت پر مشتمل ہے، مسجد کی اہمیت اور مقام اسلام میں بہت زیادہ ہے، عبادت کی جگہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد کو اسلامی ریاست میں مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجدیں آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتی ہیں جیسے زمین والوں کے لیے ستارے چمکتے ہیں اور مسجد کی یہ فضیلت سب سے بڑی ہے کہ مسجد کو اللہ کا گھر ہونے کی نسبت کا شرف حاصل ہے، جو آدمی مسجد کو آباد کرتا ہے اللہ اس کے گھر کو آباد کرتے ہیں۔

دوسرے حصے میں بازار کی قباحت اور برائی بیان کی گئی ہے اس لیے کہ بازار میں مادیت اور خدا کے غیر کے تذکرے اور ترغیبات ہوتی ہیں، بے پردگی ہے، جھوٹ ہے، ملاوٹ ہے، بدزبانی ہے، اسی وجہ سے بازار میں جاتے ہوئے چوتھا کلمہ پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

احب صیغہ اسم تفضیل۔ ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے۔

البلاد جمع ہے بلدۃٌ کی بمعنی شہر، آبادیاں۔

مساجد جمع ہے مسجد کی۔لغوی مطلب سجدہ کرنے کی جگہ اور عرف میں وہ جگہ جسے اللہ کے نام پر نماز کے لیے وقف کردیا گیا ہو۔

ابغض صیغہ اسم تفضیل۔ ہفت اقسام میں سے صحیح ہے۔ بمعنی ناپسندیدہ ترین۔

اسواق جمع ہے سوقٌ کی بمعنی بازار۔

ترکیب:

احب مضاف صیغہ اسم تفضیل ، البلاد مضاف الیہ الی جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے احب صیغہ اسم تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مبتدا، مساجد مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، و عاطفہ ابغض صیغہ اسم تفضیل مضاف، البلاد مضاف الیہ الی جار لفظ

اللہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ابغض صیغہ اسم تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مبتدا، اسواق مضاف ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
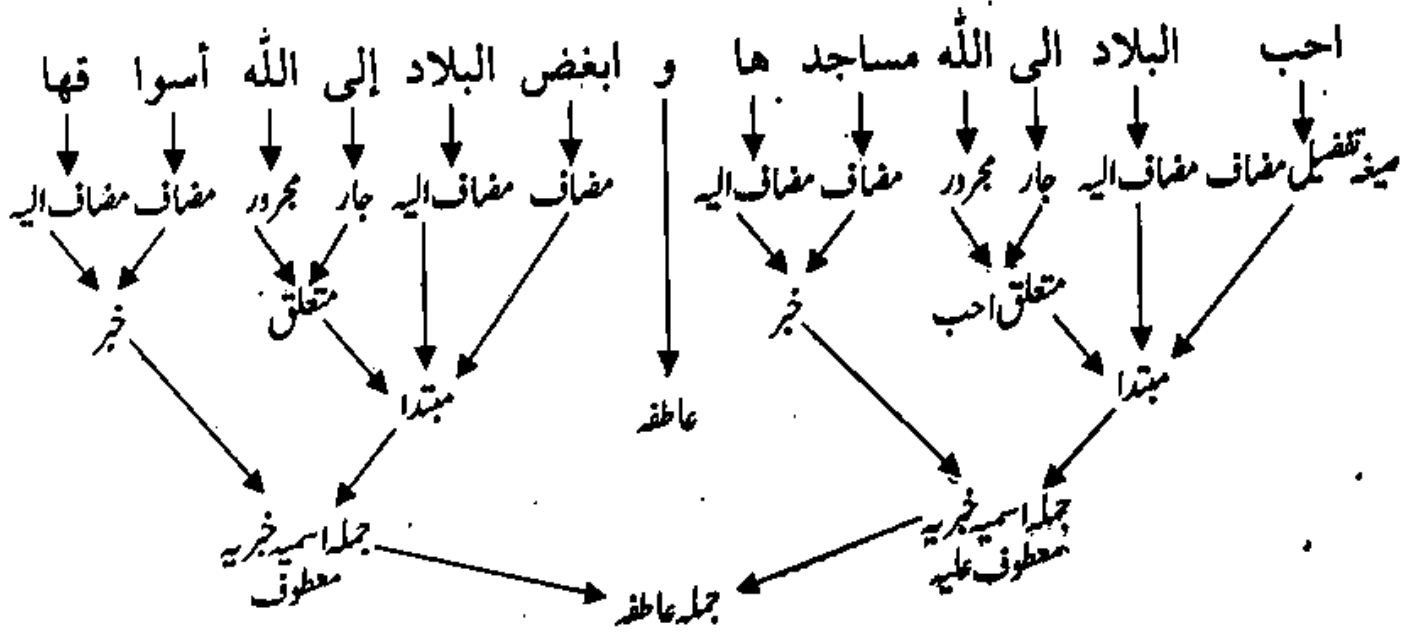
تخریج حدیث:

(۱) مسلم شریف: حدیث نمبر ۶۷۱، باب فضل الجلوس فی المسجد

(۲) سنن کبری بیہقی: حدیث نمبر ۵۱۸۲

***

⑲ کچھ برا کرنے سے کچھ نہ کرنا بہتر ہے

اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ، وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ

ترجمہ:

''تنہائی بہتر ہے برے ہم نشین سے اور اچھا ہم نشین بہتر ہے تنہائی سے، اور خیر کی بات کہنا بہتر ہے چپ رہنے سے اور چپ رہنا بہتر ہے بری بات کہنے سے۔''

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کے ان مختصر سے جملوں میں رسول اللہ ﷺ نے متعدد خیریں اور بھلائی کی باتیں جمع فرمادی ہیں۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ اگر تمہیں کوئی نیک اور صالح ہم نشین اور مجلس والا آدمی بیٹھنے اور مجلس کرنے کے لیے میسر نہ آئے تو یہ نہ ہو کہ تم برے لوگوں کی مجلس میں جا کر دل بہلاؤ، بلکہ تم ایسے حالات میں تنہا بیٹھ جاؤ۔ ہاں اگر اچھا آدمی اور نیک آدمی صحبت کے لیے میسر آئے تو پھر تنہائی میں بیٹھنا درست نہیں بلکہ نیک لوگوں کی مجلس میں جانا چاہیے کیونکہ مجلس کے بے شمار فوائد ہیں، جبکہ تنہائی اور فراغت میں آدمی شیطان کا آلہ کار بن سکتا ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ اگر تم اچھی بات کرسکتے ہو اور کوئی موقع بھی ہے تو وہاں اچھی بات ضرور کرو وہاں چپ رہنا درست نہیں اور اگر اچھی بات نہیں کہہ سکتے تو پھر خاموشی بہتر ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں ''قُلْ خَيْرًا وَاِلَّا فَاصْمُتْ'' ''بھلائی کی بات کرو ورنہ خاموش رہو''۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الوحدۃ بمعنی تنہا ہونا، اکیلا ہونا، اس کی جمع وحدات آتی ہے۔ ایک یونٹ کو بھی وحدۃ کہتے ہیں۔

جلیس بروزن فعیل یہ بمعنی ہم نشین، اس کی جمع جلساء اور جلاس آتی ہے۔

السوء یہ مصدر ہے باب نصر سے ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی اور مہموز اللام ہے۔ حروف اصلی، س، و، ء، ہیں بمعنی برائی۔

الصالح اسم فاعل کا صیغہ ہے، جو باب نصر، فتح اور کرم تینوں سے آتا ہے، بمعنی درست، ٹھیک، نیک، راست باز۔

املاء یہ مصدر ہے باب افعال سے، ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص یائی ہے۔ املیٰ یملی حروف اصلی: م، ل، ی، ہیں بمعنی بھرنا، لکھوانا، کسی کو کوئی بات بتانا، یا کہنا۔

السکوت باب نصر ینصر سے مصدر ہے، بمعنی خاموش رہنا، چپ رہنا۔

الشر یہ بھی مصدر ہے باب نصر سے اس کے علاوہ اس باب کے شرارۃ اور شرز بھی مصدر آتے ہیں، شر مفرد ہے جس کی جمع شرور آتی ہے۔

ترکیب:

الوحدۃ مبتدا، خیر صیغہ اسم تفضیل من جار جلیس مضاف السوء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے، صیغہ اسم تفضیل کے۔ صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ الجلیس موصوف الصالح صفت۔ موصوف صفت مل کر مبتدا۔ خیرٌ صیغہ اسم تفضیل، من جار الوحدۃ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے اسم تفضیل کے، اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو گیا۔

و استینافیہ، إملاء مضاف الخیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، خیر صیغہ اسم تفضیل من جار السکوت مجرور، جار مجرور متعلق ہوا صیغہ اسم تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ، السکوت مبتدا خیر صیغہ اسم تفضیل من جار املاء مضاف الشر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ اسم تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان: حدیث نمبر ۴۹۹۲

(۲) سنن ابی داود : حدیث نمبر ۴۸۳۱

***
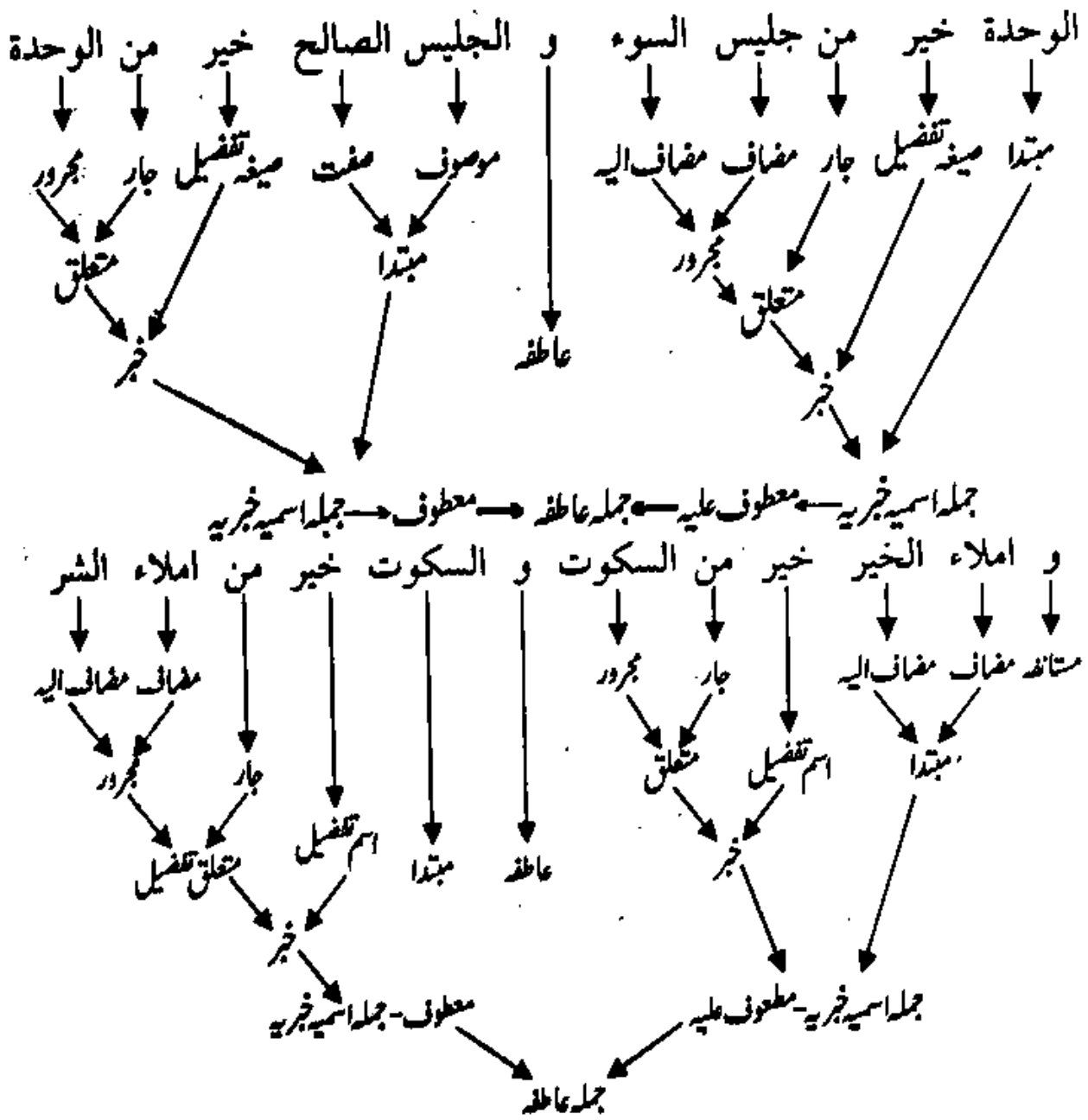
⑰ موت مومن کے لیے تحفہ ہے

تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ

ترجمہ:

''مسلمان کا تحفہ موت ہے/ موت مومن کا تحفہ ہے۔''

تشریح:

پیچھے ایک حدیث گزری تھی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ دنیا مومن آدمی کے لیے قید خانہ ہے کیونکہ اسے یہاں ہر وقت کی پابندی، حلال حرام کی تمیز اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے اور نیکیوں میں لگانے کی مشقت سے فرصت نہیں ملتی۔ گویا وہ کھل کر سانس بھی نہیں لے سکتا، لیکن یہ تکلیف اور پابندی صرف اس وقت تک ہے جب تک اس کے جسم میں جان ہے۔ جوں ہی جان نکلے گی اس کی پابندی ختم ہو جائے گی، اور اس کے لیے آخرت کا ایک وسیع وعریض اور بڑا جہان کھل جائے گا، دنیا اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس لحاظ سے موت یقیناً ایمان دار آدمی کے لیے خوشی کی چیز ہے کیونکہ اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں تو مل نہیں سکتا۔ چنانچہ مومن آدمی کی دنیا اور موت کی مثال ایسے ہی ہے جیسے پرندہ پنجرے میں بند ہو یہ پنجرہ دنیا ہے اور انسان کا جسم اور مادی وجود ہے، جوں ہی روح کا پرندہ اس قفس عنصری سے جدا ہوتا ہے تو اس کے سامنے باغ و بہار اور نہروں اور چشموں اور آزادی کی صورت میں اتنا وسیع جہان آباد ہوتا ہے کہ پنجرے کی اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تحفة ہر قیمتی چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو پیش کی جائے۔ اس کی جمع تحائف ہے، جمع اور مفرد دونوں اردو میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

ترکیب:

تحفة مضاف المومن مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا الموت خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
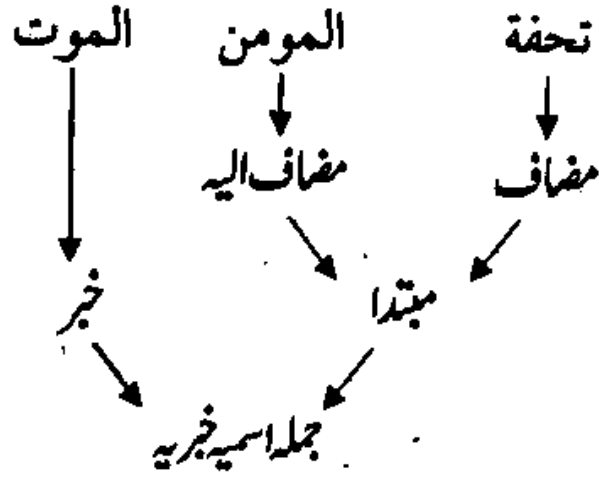
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی: حدیث نمبر ۹۸۸٤

***

⑤ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے

يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

ترجمہ:

''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا فقرہ ایک حدیث کا حصہ ہے، پوری حدیث اس طرح ہے، کہ ''نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ رب العزت میری تمام امت کو گمراہی پر جمع نہیں کریں گے، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو آدمی جماعت سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ تنہا ہو کر آگ میں جائے گا''۔

اس سے حدیث کا مطلب بڑی حد تک واضح ہو گیا کہ امت مسلمہ کا اجتماعی ضمیر اور دانش کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی اور یہ لوگ ہمیشہ ایک بڑی مقدار میں دنیا پر آباد رہیں گے، اور اللہ کی تائید اور نصرت بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ عام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس اجتماعیت کے ساتھ جڑے رہیں اور اپنی انفرادی حیثیت، شناخت بنانے اور جمہور امت کی مخالفت کرنے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ امت مسلمہ کے اس اجتماعی ضمیر کو جمہور کا اتفاق بھی کہتے ہیں اور کہا ایسے جاتا ہے کہ حق ہمیشہ جمہور کے ساتھ ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یدٌ اصل میں یدیٌ تھا، یا کو حذف کر دیا گیا، اس کی جمع ایدی، اور جمع الجمع ایادی آتی ہے ید کا لفظ مؤنث ہے۔

الجماعۃ یہ مفرد ہے جس کی جمع جماعات آتی ہے، کثیر تعداد میں لوگوں کو جماعت کہتے ہیں۔

ترکیب:

ید مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، علی جار الجماعۃ مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابتۃ کے ثابتۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
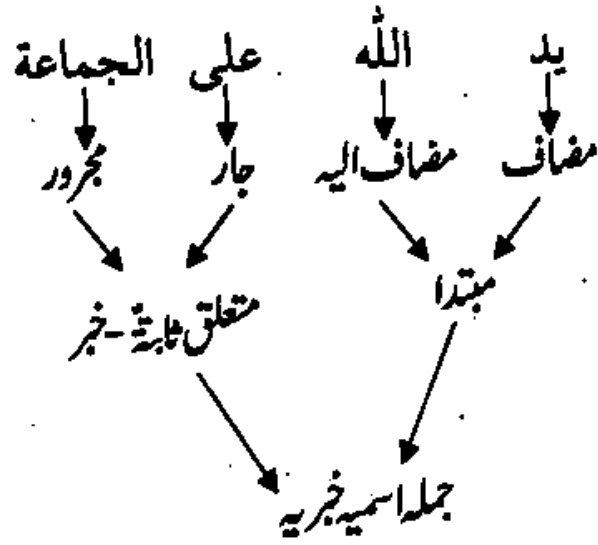
(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۱٦٦، باب لزوم الجماعة ابواب الفتن

***

⑭ زبان کا بولا، تولا جائے گا

كُلُّ كَلَامِ بَنِيْ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ

ترجمہ:

”آدمی کی ہر گفتگو اس کے لیے مفید نہیں بلکہ وبال ہے، سوائے امر بالمعروف، یا نہی عن المنکر کے یا اللہ کے ذکر کے۔“

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ہم جو کچھ بھی زبان سے بولتے ہیں وہ لغو اور بے کار نہیں جاتا اسے محفوظ کیا جاتا ہے اور اسے ہمارے نامۂ اعمال میں درج کیا جاتا ہے، اور اس کلام کی نوعیت کے مطابق آدمی کو اس کا اجر یا وبال ملے گا۔ اگر اچھا کلام ہوگا تو اجر ملے گا اور اگر برا ہوگا تو گناہ۔ اس لیے فرمایا کہ عام طور سے انسان جو کلام بھی کرتا ہے وہ عموماً انسان کے لیے وبال ہوتا ہے، البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو بجائے نقصان کے فائدہ دیتی ہیں، (۱) کسی کو اچھی بات کا حکم کرنا (۲) کسی کو بری بات سے منع کرنا (۳) اللہ کا ذکر کرنا۔ ذکر میں تلاوت، نماز اور دیگر دینی امور مثلاً تعلیم و تعلم وغیرہ بھی آسکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صرف وہ باتیں یا کلام مفید ہے جو شریعت میں مطلوب ہے، ورنہ تو وبال جان ہی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

معروف اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی مشہور اور پہچانا ہوا، نیکی کو معروف کہتے ہیں کیونکہ سب لوگ اسے اچھا جانتے اور سمجھتے ہیں۔

منکر اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے بمعنی برائی۔

ذکر یہ بھی مصدر ہے بمعنی یاد کرنا۔

ترکیب:

کل مضاف کلام مضاف الیہ مضاف بنی مضاف الیہ مضاف، آدم مضاف الیہ، مضاف الیہ مضاف مل کر مبتدا، علی جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر معطوف علیہ، لا عاطفہ ل جارہ ہ ضمیر مجرور، جار مجرور معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر متعلق ثابت کے، ثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مستثنیٰ منہ إلا حرف استثناء امر مصدر با جار معروف مجرور، جار مجرور متعلق مصدر کے۔ مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ او حرف عطف نہیٌ مصدر عن جار منکر مجرور، جار مجرور متعلق

مصدر، سب مل کر معطوف او حرف عطف ذکر مضاف لفظ اللّٰہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ تمام معطوفات مل کر مستثنیٰ۔ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے ملکر خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:

کل کلام بنی آدم علیہ لا لہ الا أمر بمعروف او نہی عن منکر او ذکر اللّٰہ

کل ← مضاف، کلام ← مضاف الیہ مضاف، بنی ← مضاف، آدم ← مضاف الیہ ← مبتدا

علیہ ← جار مجرور ← معطوف علیہ، لا ← عاطفہ، لہ ← معطوف ← ثابت محذوف مستثنیٰ منہ

الا ← حرف استثناء

أمر ← مصدر، بمعروف ← جار مجرور ← معطوف علیہ

او ← عاطفہ، نہی ← مصدر، عن ← جار، منکر ← مجرور ← معطوف علیہ معطوف

او ← عاطفہ، ذکر ← مضاف، اللّٰہ ← مضاف الیہ ← معطوف

معطوف علیہ + معطوف علیہ معطوف + معطوف ← مستثنیٰ

مستثنیٰ + ثابت محذوف مستثنیٰ منہ ← خبر

مبتدا + خبر ← جملہ اسمیہ خبریہ
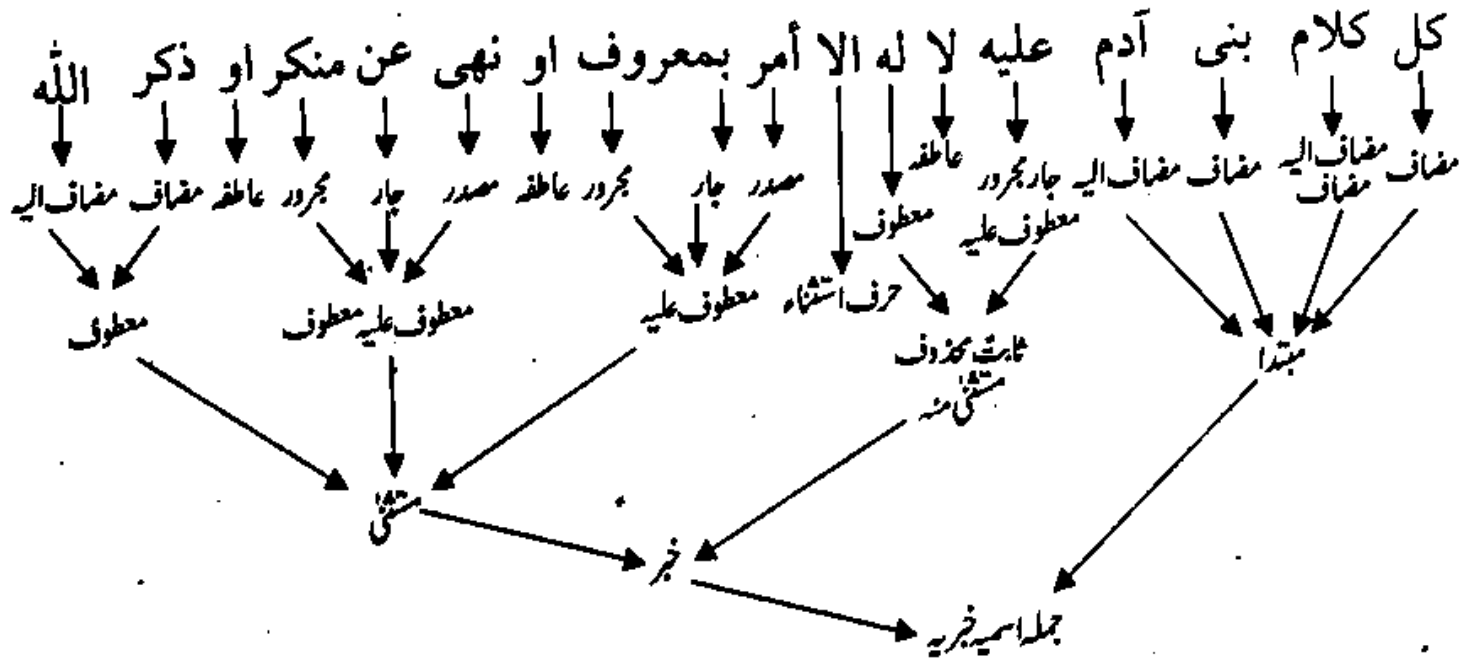
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۱۲، باب ماجاء فی حفظ اللسان

***

۴۳ ذکر الٰہی زندگی ہے

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ کَمَثَلِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

ترجمہ:

''اپنے رب کو یاد کرنے والے کی اور نہ کرنے والے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مردہ کی اور زندہ کی مثال ہے۔''

تشریح:

یعنی جو آدمی اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے زندہ آدمی ہوتا ہے کہ اس کی روح قائم ہے اس کے حواس کام کرتے ہیں، اس کے چہرے پہ بشاشت ہے۔ اور جو آدمی اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ ایسے ہے جیسے مردہ آدمی کہ بظاہر اس کے اعضاء اگرچہ سلامت ہوتے ہیں لیکن ان میں جان نہیں ہوتی، اس کے چہرے پر کوئی تر و تازگی نہیں ہوتی، اس کا شمار کسی کھاتے میں نہیں ہوتا، کیونکہ وہ محض بے جان لاش ہے۔ ایسے ہی جو ذکر نہ کرے وہ بے روح ہے نہ اس کا دل زندہ ہے نہ دماغ میں طراوت، نہ روح بیدار ہے نہ فکر و نظر میں جلاء۔ بظاہر چاہے وہ کتنا ہی مضبوط، توانا اور خوش و خرم ہو اس کا اندر خالی اور ویران ہوگا۔ دل میں سکون اور چین نہیں کیونکہ ''دل کا سکون و قرار تو یاد الٰہی میں ہے''۔

لغوی و صرفی تحقیق:

مثل مفرد ہے جس کی جمع امثال آتی ہے، باب نصر اور ضرب سے مستعمل ہے اور کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، شبیہ، نظیر، صفت، بات، کہاوت، عبرت، دلیل، مشابہت وغیرہ۔

حیّ یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے باب سمع سے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے لفیف مقرون ہے حروف اصلی، ح، ی، ی، ہیں بمعنی زندہ۔

المیت بمعنی مردہ، یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے، باب نصر سے، اجوف واوی ہے، حروف اصلی، م، و، ت ہے۔ اس کی صرفی تعلیل وہی ہے جو سید میں ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جائے۔

ترکیب:

مثل مضاف الذی اسم موصول یذکر فعل با فاعل ربہ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ الذی اسم موصول لا یذکر فعل فاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ک حرف جار مثل مضاف الحی معطوف علیہ و عاطفہ المیت معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق کائنٌ شبہ فعل کے، کائن شبہ فعل اپنے

فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
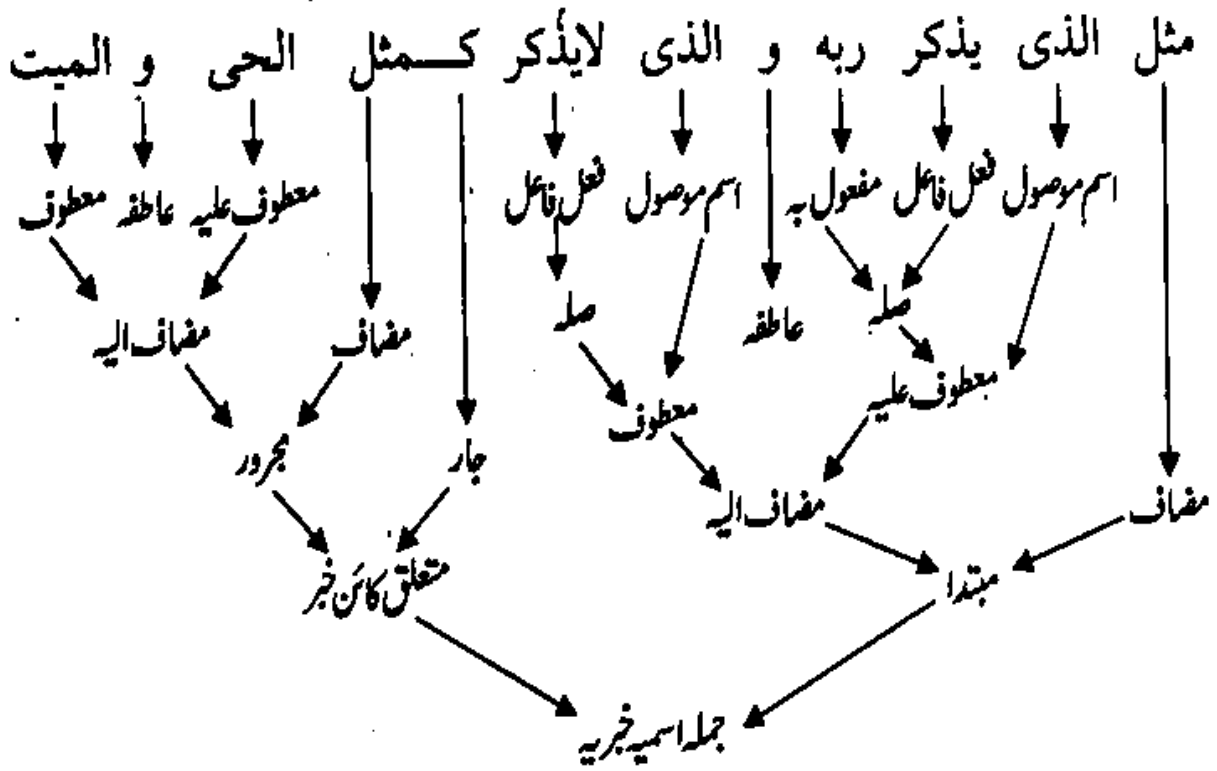
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٦٠٤٤، باب فضل ذکر اللّٰہ، کتاب الدعوات

***

۴۴ بے نفع علم بے کار ہے

مَثَلُ الْعِلْمِ لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ:

''اس علم کی مثال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی سی ہے جس میں سے راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔''

تشریح:

بلاشبہ علم ایک نور، علم ایک نعمت، علم ایک دولت، علم ایک سرمایہ ہے، لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس یہ ہو وہ اس پر اجارہ داری بنا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اس کو آگے پھیلائے، تاکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفیض ہوں۔ علم سے استفادے کی ایک صورت تو یہ ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود صاحب علم آدمی اپنے علم کی وجہ سے روز بروز ترقی کرتا جائے اور خدا کے قرب اور تعلق میں بڑھتا چلا جائے، اگر ایسا نہ ہوا اور خود بھی اپنے علم سے منتفع نہ ہو سکا تو گویا وہ بیچ دریا بھی پیاسا رہا۔ مذکورہ حدیث علم سے استفادے کی ان دونوں صورتوں کو شامل ہے، اس حدیث میں یہ فرمایا کہ علم سے فائدہ نہ اٹھانا ایسا ہے جیسے خزانے پہ سانپ بن کر بیٹھ رہنا کہ نہ خود نفع اٹھائے اور نہ دوسرے کو اٹھانے دے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

ینتفع یہ باب افتعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ بمعنی فائدہ اٹھانا، نفع حاصل کرنا۔
کنز خزانے کو کہتے ہیں اس کی جمع کنوز آتی ہے۔
ینفق باب افعال سے فعل مضارع معروف ہے بمعنی خرچ کرنا۔

ترکیب:

مثل مضاف العلم موصوف لا ینتفع فعل مجہول ب جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فی جار سبیل مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے متعلقات سے مل کر صفت ہوئی موصوف کی موصوف صفت مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا کائن کے۔ کائن شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
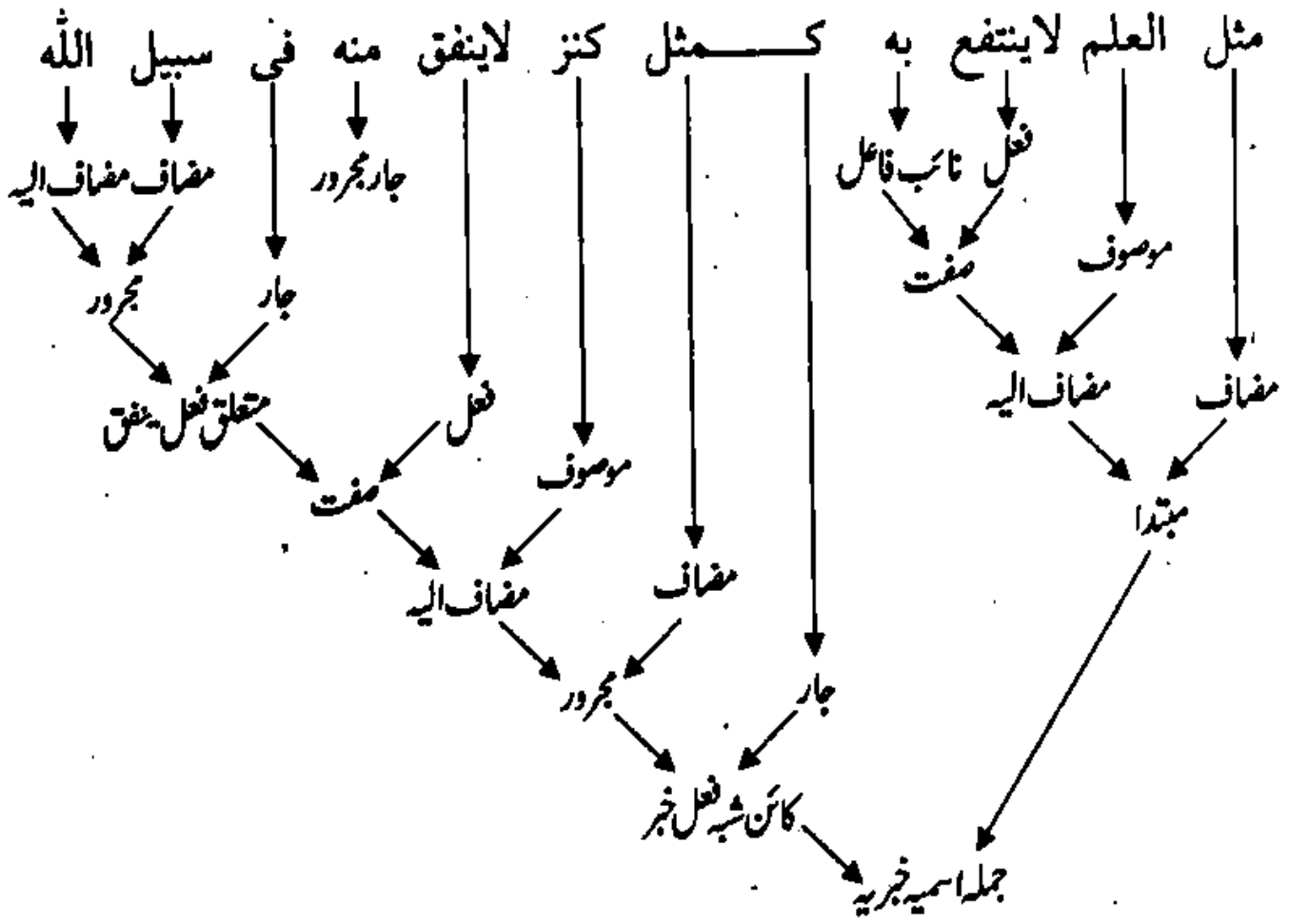
(۱) دارمی: حدیث نمبر ٥٥٦، ابواب العلم

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ١٠٤٨١

***

۸۵ بہترین ذکر کونسا ہے

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

ترجمہ:

''سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دعاء الحمد للہ ہے۔''

تشریح:

کلمہ کو سب سے افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کلمے کا واقعتاً عظیم مقام اور شان ہے کیونکہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد اور محور یہی کلمہ توحید تھا۔ اور مذہب کی ساری کی ساری بنیاد بھی اسی کلمے پر استوار ہے اور دین کی ساری چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اور حضرات صوفیاء کے ہاں بھی اسی کلمے سے دل کی صفائی اور نور حاصل کیا جاتا ہے لا الہ الا اللہ کی ضرب سے دل میں سے خدا کا غیر نکل جاتا ہے۔ اس کے بعد الحمد للہ کو سب سے بہتر دعا کہا گیا ہے کیونکہ الحمد للہ شکر اور تعریف وثنا کا کلمہ ہے۔ اور دعا کے لیے خدا کی تعریف بہت موثر اور کارگر چیز ہے الحمد للہ سے مراد صرف یہ دونوں کلمے بھی ہو سکتے ہیں اور پوری سورۂ فاتحہ بھی ہو سکتی ہے اور سورۂ فاتحہ تو واقعتاً دعا اور افضل دعا ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب سے دنیا کی سب سے قیمتی چیز یعنی ہدایت مانگتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

افضل باب کرم یکرم سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بمعنی بڑھا ہوا، زیادہ فضیلت والا اس کی جمع افاضل اور افضلون آتی ہے۔

الہ بمعنی معبود اس کی جمع آلہۃ آتی ہے۔

ترکیب:

افضل مضاف الذکر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، لا الہ الا اللہ پورا جملہ بتاویل مفرد (یعنی مفرد کے قائم مقام ہو کر) خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ، افضل مضاف الدعاء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، الحمد للہ پورا جملہ مفرد کے قائم مقام ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
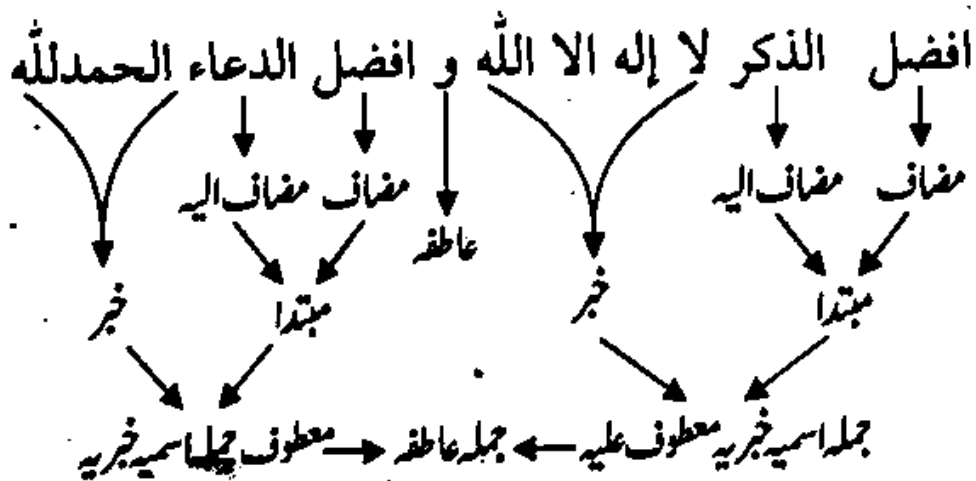
(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۳۳۸۳، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة،

(۲) ابن ماجه: حدیث نمبر ۳۸۰۰

***

⑥ہر حال میں شکر خداوندی کی فضیلت

اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلَی الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الَّذِیْنَ یَحْمِدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

ترجمہ:

''قیامت والے دن جن لوگوں کو سب سے پہلے جنت میں جانے کے لیے بلایا جائے گا، وہ لوگ ہوں گے جو خوشی ہو یا غمی ہر حال میں اللہ کی تعریف اور شکر کرتے ہیں۔''

تشریح:

حدیث مبارکہ کا مطلب تو ترجمہ ہی سے تقریباً واضح ہے۔ کہ قیامت والے دن جہاں بے شمار خلقت موجود ہوگی اور طرح طرح کے نیک اعمال والے لوگ ہوں گے، کوئی قربانی والا، کوئی مجاہدے والا، کوئی روزہ دار اور کوئی شب گذار، وہاں ان سب میں سے پہلے اعلان ہوگا کہ وہ لوگ آئیں جو زندگی کے ہر حال میں اور ہر نشیب وفراز اور اونچ نیچ میں اللہ کا شکر اور اس کی تعریف ہی تعریف کرتے تھے۔ چاہے خوشی کا حال ہو یا غمی کے حالات، ان کے دل وزبان پر ہر وقت اللہ کی تعریف ہی ہوتی تھی، کبھی بھی وہ خدا کے فیصلوں سے شاکی اور نالاں نہیں ہوتے تھے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الجنۃ بمعنی باغ، چمن، گلستان، اس کی جمع جنان، اور جنات آتی ہے، یہ دونوں جمعیں قرآن پاک میں مستعمل ہیں۔
السرآء بروزن فعلآء، ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے، حروف اصلی س، ر، ر ہیں بمعنی خوشی، فراخی، خوشگوار حالت۔
الضرآء بروزن فعلآء، مضاعف ثلاثی حروف اصلی ض، ر، ر بمعنی تنگی، تکلیف۔

ترکیب:

اول مضاف من اسم موصول یدعی فعل مجہول ضمیر اس کا نائب فاعل الی جار الجنۃ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے، یدعی فعل کے، یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے نائب فاعل، متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، الذین اسم موصول یحمدون فعل، ضمیر اس کا فاعل لفظ اللہ مفعول بہ فی جار السرآء معطوف علیہ، و عاطفہ، الضرآء معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
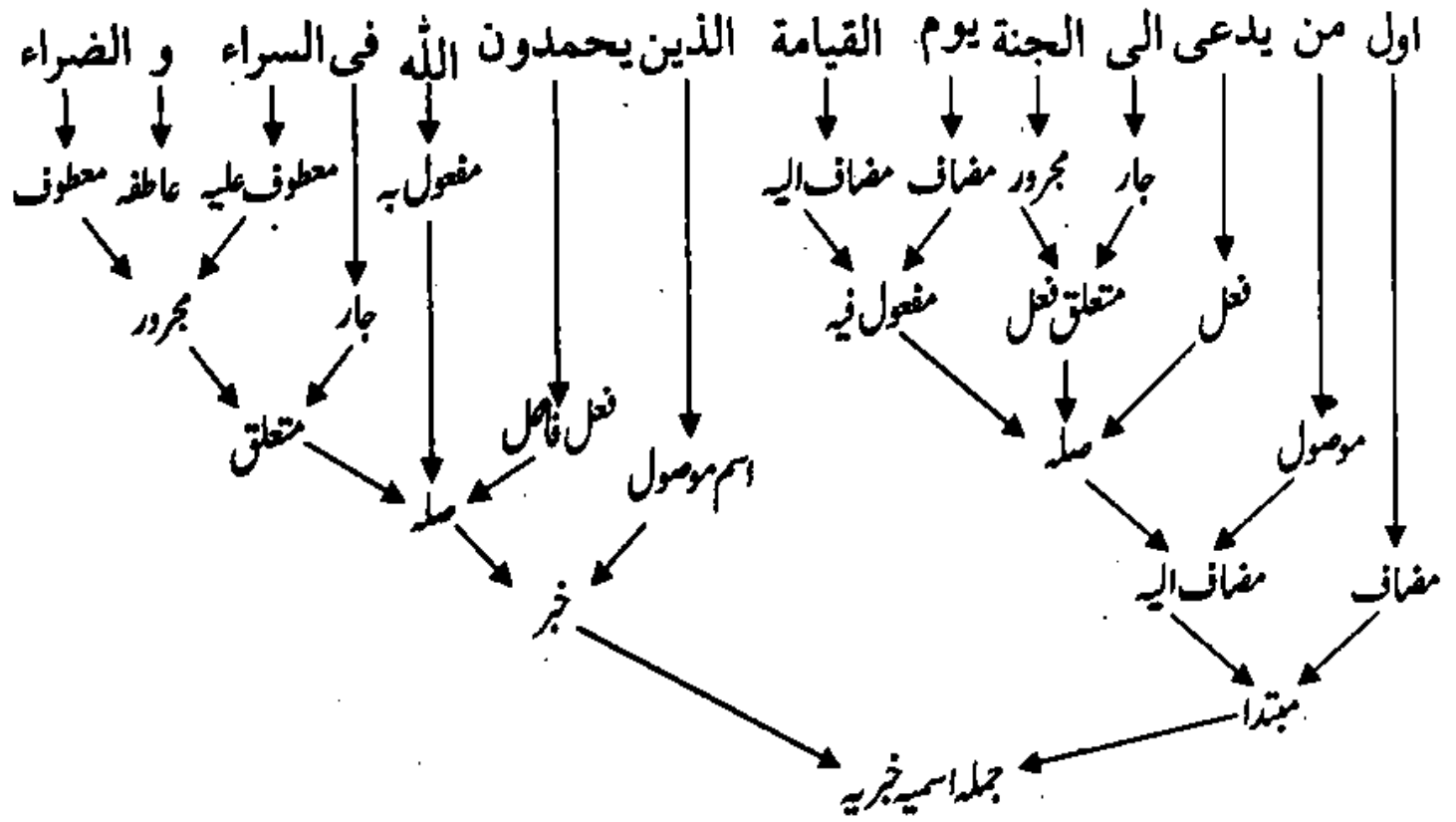
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: حدیث نمبر ۴۳۷۳

(۲) دارمی: حدیث نمبر ۷

***

نَوعٌ آخَرُ مِنهَا

(اس کی ایک دوسری قسم)

ای من الجملة الاسمية وهو ما دخل عليها "لا"

یعنی جملہ اسمیہ کی ایک دوسری قسم جس کے شروع میں ''لا'' (نفی جنس) داخل ہے۔

۴۷ امانت داری اور ایمان

لَا اِیمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ

ترجمہ:

''اس شخص کا ایمان نہیں جس کے پاس امانت داری نہیں۔''

تشریح:

یہ اور اس جیسی آگے والی تقریباً دس احادیث ایسی ہیں جن میں رسول خدا نے آدمی سے بظاہر ایک چیز کی بالکل نفی کی ہے، لیکن یہاں بالکلیہ نفی مقصود نہیں بلکہ مبالغہ، اور کمال مقصود ہے۔ یہاں فرمایا، جو آدمی امانت دار نہ ہو وہ ایمان والا نہیں، یعنی کامل ایمان والا نہیں، گویا ایمان کا کچھ نہ کچھ درجہ تو ہے، ایسا نہیں کہ بالکل ہی کافر ہو گیا ہو۔ لیکن بہر حال امانت داری کا فقدان بہت خطرناک ہے، کیونکہ جو آدمی لوگوں سے امانت و دیانت کا نبھاؤ نہیں کر سکتا وہ خدا کے ساتھ بھی دھوکہ دہی کرنے کی کوشش سے باز نہیں آئے گا۔ بہر حال ان احادیث میں کمال کی نفی مراد ہے جیسے ایک حدیث میں ہے "لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ" کہ جو آدمی مسجد کا پڑوسی (قریب میں رہائش رکھتا) ہو اس کی گھر میں نماز نہیں ہوتی، اسی طرح "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ" کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں، یعنی کامل نماز نہیں، ورنہ نفس نماز کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

ترکیب:

لَا نفی جنس ایمان اسم، لام جار مَن اسم موصول لَا نفی جنس امانة اسم لِ لام جارہ ہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتةٌ کے، ثابتةٌ شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہوئی لا نفی جنس کی، لا نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابت کے، ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے

اسم اور خبر سے مل جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی: حدیث نمبر ٤٣٥٤

***
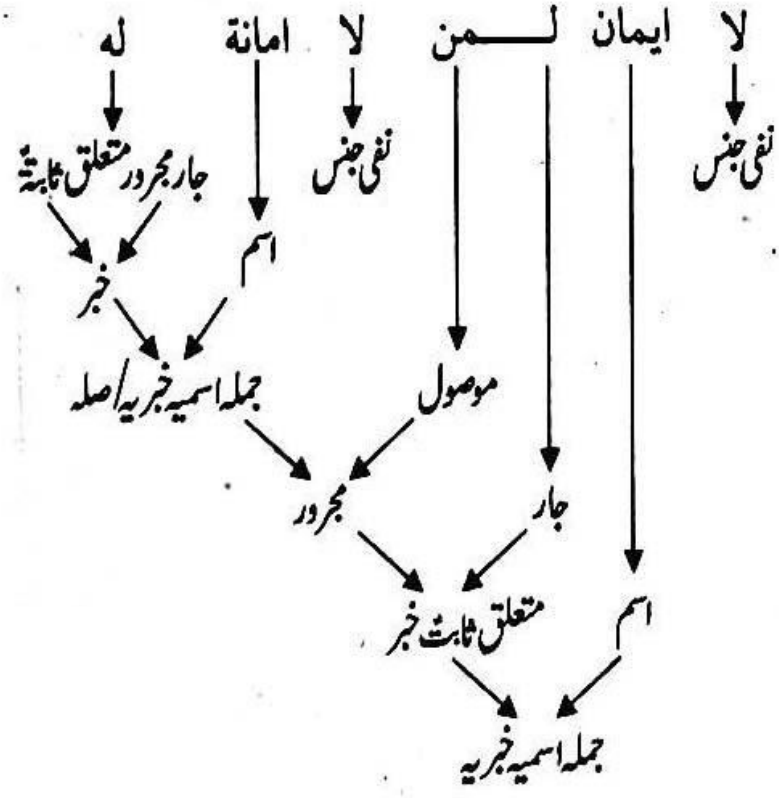
⑧ عہد و پیمان کی اہمیت

وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

ترجمہ:

''اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کا عہد و پیمان نہیں۔''

تشریح:

یہ اور پچھلی روایت ایک ہی حدیث کے دو جزء ہیں پہلے میں امانت داری کی اہمیت بتلائی گئی ہے کہ جس شخص کے اندر امانت ودیانت کا وصف نہیں وہ صحیح معنوں میں مومن کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ امانت کی تاکید شریعت میں بہت زیادہ آتی ہے، جبکہ اس دوسرے حصے میں عہد اور وعدے کی اہمیت اس انداز سے بتلائی گئی ہے۔ خود قرآن پاک کی بے شمار آیات میں وعدے کی پابندی کا ذکر ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ وعدہ کی پابندی کرو کیونکہ وعدے کے بارے میں قیامت والے دن پوچھ ہوگی کہ فلاں وعدہ کیوں نہ پورا کیا۔ ایک حدیث میں جو کہ پیچھے گزر چکی ہے یہ بتایا گیا تھا کہ وعدہ خلافی مومن کی نہیں بلکہ منافق کی علامت اور نشانی ہے۔

بعض علماء کے ہاں تو آپ نے اگر کسی سے وعدہ کیا ہو تو وہ آپ کو اس وعدے کی بنیاد پر عدالت کے ذریعے طلب کر کے مجبور بھی کر سکتا ہے۔ یعنی وعدہ گویا ایسا ہی حق ہوتا ہے جیسے قرض وغیرہ۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عہد باب سمع سے مصدر ہے، بمعنی وعدہ کرنا، یہاں حاصل مصدر یعنی معاہدے کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے، عہد مفرد ہے جس کی جمع عہود آتی ہے۔

ترکیب:

و استینافیہ لا نفی جنس دین اسم، لام جار من اسم موصول لا نفی جنس عہد اسم لہ جار مجرور متعلق ثابت شبہ فعل کے، ثابت شبہ فعل اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر خبر، اسم خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثابت شبہ فعل کے، ثابت شبہ فعل اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی: حدیث نمبر ٤٣٥٤

***
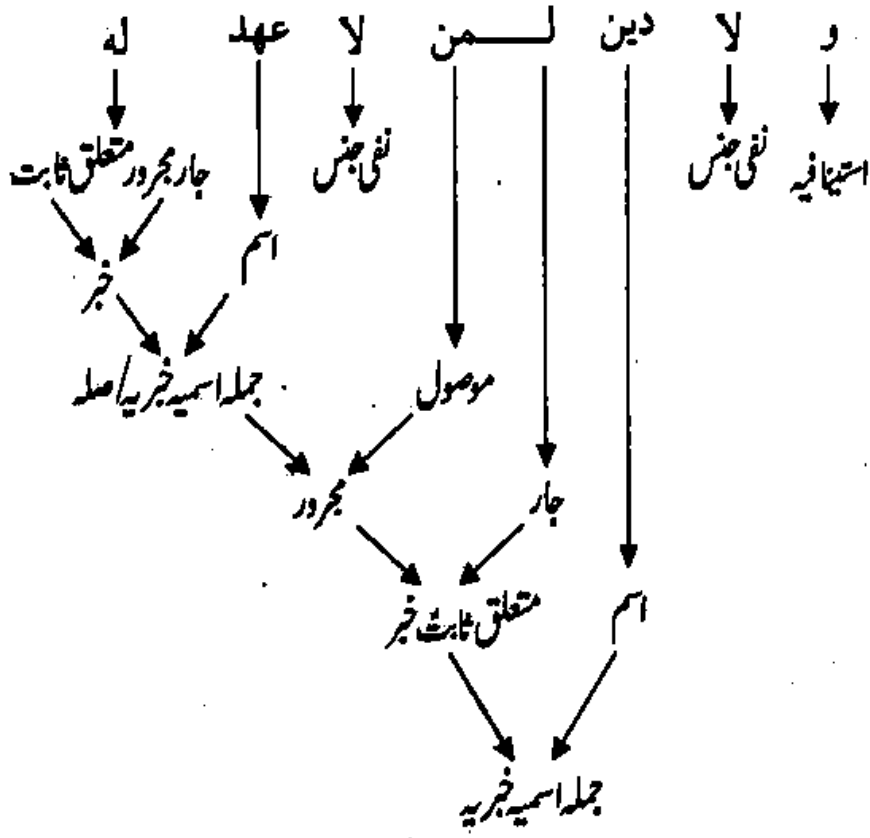
۵۹ بردبار اور دانشمند کون ہے؟

لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَّلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ

ترجمہ:

''کوئی بردبار اور حلیم نہیں سوائے لغزش والے کے، اور کوئی حکیم اور دانش مند نہیں سوائے تجربہ کار کے۔''

تشریح:

یہ حدیث شریف دو جملوں پر مشتمل ہے، پہلے جملے میں حلیم آدمی کا وصف بیان کیا گیا ہے۔ حلیم، بردبار، متحمل مزاج، دھیمے پن والے اور سمجھ دار کو کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا جملے میں یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی کا جب تک عملی زندگی میں اتار چڑھاؤ، کڑوی کسیلی اور اونچ نیچ سے اس کا واسطہ نہیں پڑتا تب تک اس کے حلم کا پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ صحیح معنوں میں اس وقت تک حلم اور بردباری کا وصف پیدا ہی نہیں ہوتا، ٹھوکریں کھانے سے ہی سنبھلتا ہے اور تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے پھر حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا، حلیم آدمی وہی ہے جو ٹھوکریں کھا چکا ہو۔

دوسرے جملے میں دانش منداور سمجھ دار و دانا آدمی کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک وہ بھی تجربات کی بھٹی سے نہ گذرے محض فہم و دانش کی باتیں سن اور پڑھ لینے سے حکمت نہیں آتی، دوسرے جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو آدمی محض طب اور میڈیکل کی کتابیں پڑھ لے اور اس نے عملی تجربہ نہ حاصل کیا ہو وہ حکیم اور طبیب نہیں کہلا سکتا۔ واللہ اعلم

لغوی وصرفی تحقیق:

حلیم یہ باب نصر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بردبار، متحمل مزاج۔
عثرۃ یہ مصدر ہے بمعنی ٹھوکر اور لغزش کے۔ اس کی جمع عثرات آتی ہے۔
تجربۃ یہ بھی باب تفعیل سے مصدر ہے، بروزن تبصرہ، بمعنی آزمائش، جانچ۔

ترکیب:

لا نفی جنس حلیم اسم إلا حرف استثناء لغو، ذو مضاف عثرۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر، لائے نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ لا نفی جنس حکیم اسم الا حرف استثناء لغو، ذو مضاف تجربۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
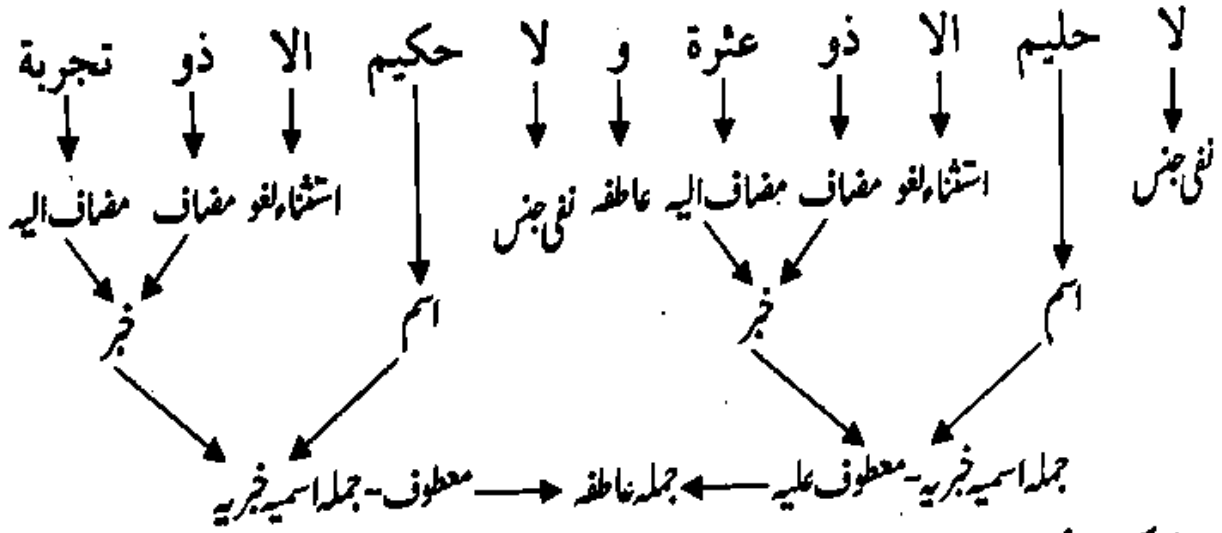
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۰۳۳، باب: ابواب البر والصلة

(۲) شعب الایمان: حدیث نمبر ٤٦٤٨

***

⑧ عقل، تقویٰ اور شرافت

لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ، وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ

ترجمہ:

''تدبیر کے مثل کوئی عقل نہیں، اور رکنے کے مثل کوئی تقویٰ نہیں، اور اچھے اخلاق جیسی کوئی شرافت نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں حکمت ودانائی کے سمندر رسول خدا ﷺ نے سمیٹ دیے ہیں۔ پہلے جملے میں یہ فرمایا کہ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں، یعنی کسی کام کے لیے پہلے سے سوچ بچار کرنا، اور اس کے تمام ممکنہ پہلوؤں اور احتمالات کو سامنے رکھ کر منصوبہ بنانا یہ بہت بڑی عقل مندی ہے۔ دوسرے جملے میں تقویٰ کی حقیقت کو بیان فرمایا اور وہ ایسے کہ تقویٰ کیا ہے تقویٰ یہ ہے کہ تم تمام کے تمام منکرات اور مشتبہات، یعنی صاف صاف ممنوع گناہ کی چیزیں اور شک وشبہ والی تمام چیزوں سے ہاتھ کھینچ لو اور انہیں چھوڑ دو تو یہ تقویٰ ہے، اس سے بڑھ کر جامع تقویٰ کا تصور ہی نہیں۔ اور تیسرے جملے میں یہ بیان فرمایا کہ آدمی کا جسمانی حسب ونسب چاہے جتنا بھی عمدہ ہو، جب اخلاق کا جنازہ نکلا ہوا ہو تو حسب ونسب کو چاٹنا ہے، جب اخلاق عمدہ ہو تو پھر یہ سب سے بڑھ کر شرافت ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عقل بمعنی فہم، سوجھ بوجھ، وہ نور جس سے غیر محسوس چیزوں کا ادراک کیا جاتا ہے۔
التدبیر باب تفعیل سے مصدر ہے بمعنی، منصوبہ بنانا، اہتمام سے معاملہ تیار کرنا۔
ورع احتیاط، تقویٰ۔
الکف مصدر ہے مضاعف ثلاثی، بمعنی روکنا، ہاتھ کھینچنا۔
حسب بمعنی خاندانی شرافت ونجابت، حسب ونسب۔

ترکیب:

لا نفی جنس عقل اسم لا ک جار، التدبیر مجرور، جار مجرور متعلق ثابت کے، ثابت اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر خبر۔ اسم وخبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ، لا نفی جنس ورع اسم ک جار الکف مجرور، جار مجرور متعلق ثابت کے، ثابت (مثل سابق) خبر، اسم وخبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف، و عاطفہ لا نفی جنس حسب اسم ک جار حسن مضاف الخلق مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثابت کے، ثابت خبر اسم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو

کر معطوف، تمام معطوفات مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجه: حدیث نمبر ٤٢١٨، باب الورع والتقوى،

***
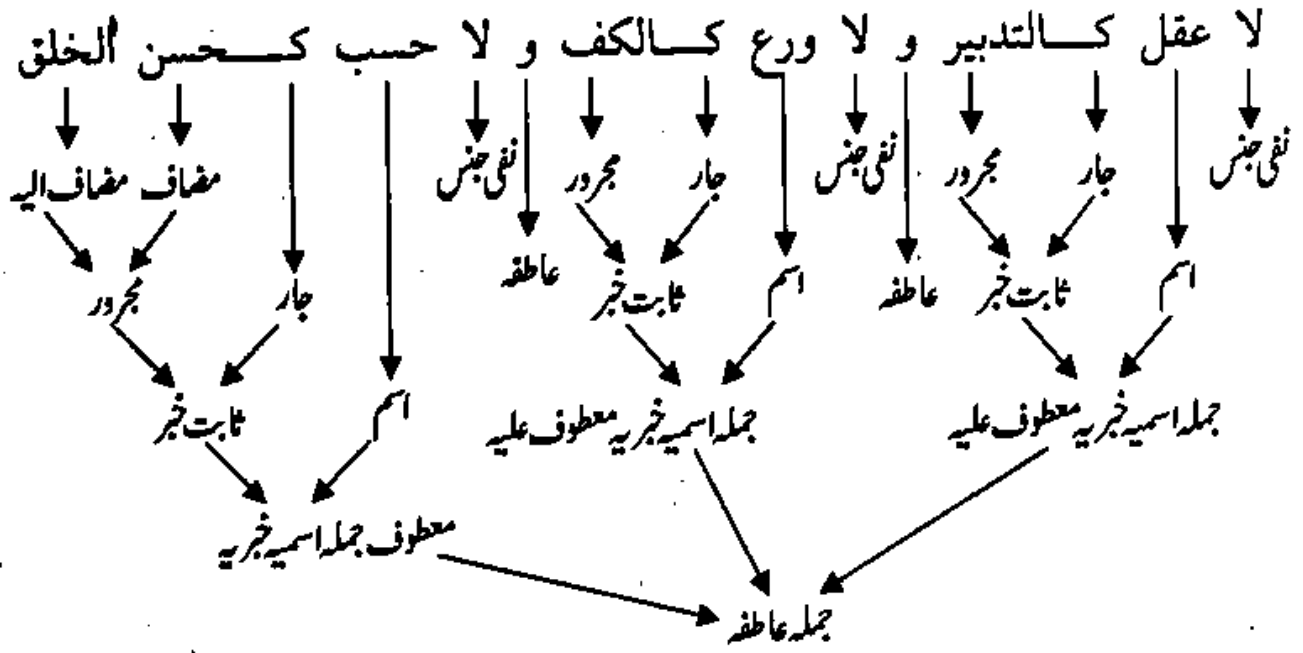
(۸۱) مخلوق کی اطاعت میں خدا کی نافرمانی کی گنجائش نہیں

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ

ترجمہ:

''خدا کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی فرماں برداری کی کوئی گنجائش نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں اسلامی اصول زندگی، اصول سیاست بلکہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق ایک نہایت ہی بنیادی اور اہم اصول دیا گیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ انسان خواہ کہیں بھی ہو، کوئی سا بھی ہو، کسی حالت میں بھی ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کے حکم کے مطابق چلے اور کوئی بھی ایسا کام نہ کرے جو خدا کی نافرمانی اور گناہ ہو۔ یہ آدمی کی ہر طرح سے مذہبی، اخلاقی اور عقلی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی دوسرا انسان اسے خدا کی نافرمانی پر مجبور کرے تو اس کے لیے اس انسان کی اطاعت اور فرماں برداری میں خدا کا حکم توڑنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ حکم دینے والا انسان، افسر ہو یا بادشاہ، والدین ہوں یا استاد، پیر ہو یا مرشد، کوئی بھی خدا کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کو ماننا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اس کے لیے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس کام سے ہم انکار کر رہے ہوں وہ واقع میں خدا کی نافرمانی ہونی چاہیے، یعنی شریعت کے اعتبار سے وہ لازماً گناہ کی بات ہو جیسے زنا، چوری، رشوت، سود، جھوٹ، قتل، تہمت، غیبت اور قطع رحمی وغیرہ۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طاعة یہ باب افعال سے مصدر ہے، بمعنی فرماں برداری۔

معصیة عصی یعصی باب ضرب سے مصدر میمی ہے، ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔ بمعنی نافرمانی، گناہ۔

ترکیب:

لا نفی جنس طاعة اسم مصدر لام جار مخلوق مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے مصدر کے۔ مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر اسم ہوا لانفی جنس کا۔ فی جار معصیة مضاف الخالق مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے کائنة شبہ فعل کے۔ کائنة اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، اسم و خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
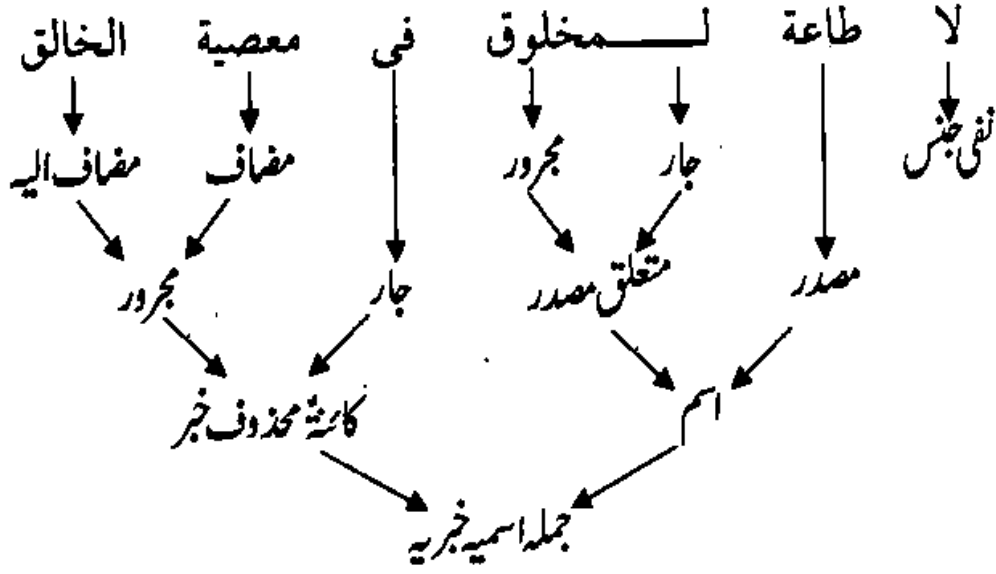
تخریج حدیث:

(۱) شرح السنة بغوی: جلد ۵، ص ۱۶۳

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ۱۷۰۷ بمعناہ۔

***

⑭ اسلام میں صرورت نہیں

لَا صَرُوْرَةَ فِی الْإِسْلَامِ

ترجمہ:

''اسلام میں صرورت نہیں ہے۔''

تشریح:

صرورۃ کے محدثین نے مختلف مطلب بیان کیے ہیں، (۱) شادی نہ کرنا، یعنی آدمی مسلمان ہو تو اس کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ نکاح نہ کرے۔ اس لحاظ سے نکاح کا تصور اسلام اور ایمان کا تکمیلی تصور ہوگا، چنانچہ جو آدمی نکاح نہ کرے وہ اسلام کو کامل نہیں کرتا، اس لیے فرمایا کہ بے نکاح رہنے کا اسلام میں تصور نہیں نہ کسی کو اس کا حکم دیا جائے گا، اور نہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی بلکہ اس طرز عمل کی حوصلہ شکنی کی جائے گی، کیونکہ یہ رہبانیت ہے۔ (۲) صرورت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی حج نہ کرے۔ حج نہ کرنے کے بارے میں ایک دوسری حدیث میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ فرمایا جس کو وسعت ہو اور وہ آدمی اس کے باوجود حج نہ کرے تو ہماری طرف سے یہ آدمی چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (نعوذ باللہ منہ)

تیسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صرورت سے مراد اپنے ماحول معاشرے سے لاتعلقی اور بے گانگی ہے اس کا اسلام میں تصور نہیں کیونکہ ایک مسلمان، مسلمان ہونے کے ناطے دوسرے مسلمانوں کا حصہ ہے ان کے دکھ درد میں شریک ہونا، ان کی غم خواری کرنا اس کا فرض ہے، فرمایا ''مَنْ اَصْبَحَ وَلَمْ يَهْتَمَّ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ لَيْسَ مِنَّا'' جو آدمی اس حال میں صبح کرے کہ اسے مسلمانوں کے معاملات کی کوئی فکر نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

صرورۃ مضاعف ثلاثی سے مصدر ہے، حروف اصلی ص، ر، ر، ہیں۔ جس کے مختلف معنی تشریح کے ضمن میں آچکے ہیں۔

ترکیب:

لا نفی جنس صرورۃ اسم فی جار الاسلام مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے کائنۃ کے، کائنۃ شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، لانفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
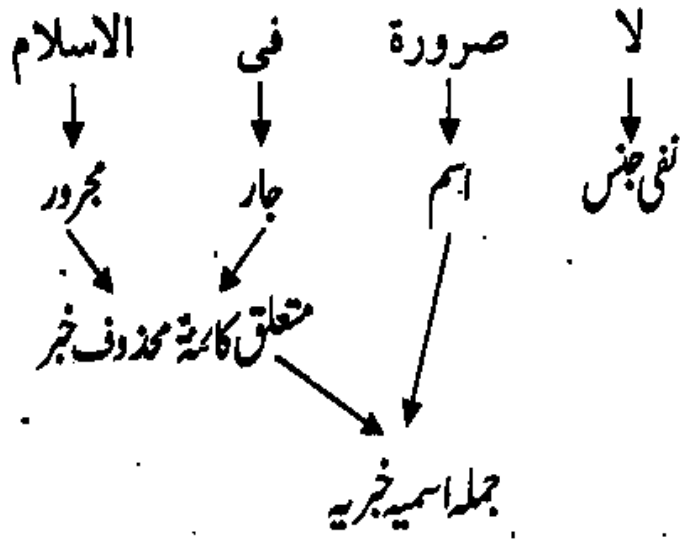
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۱۷۳۱، کتاب المناسك

***

۸۴ مالداری شریعت کی نظر میں

لَا بَأسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ

ترجمہ:

''جس شخص کے دل میں خوف خدا اور تقوی ہو اس کے پاس مال ہونے میں کوئی حرج نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث بھی ان متعدد روایات میں سے ایک روایت ہے جو دنیا اور اس کے مال و دولت اور اسباب ومتاع کے حوالے سے شریعت کا طرز عمل بتاتی ہیں۔ لیکن ان روایات پر سرسری نظر ڈالنے سے عجیب طرح کا ظاہری تعارض اور تناقض سا سامنے آتا ہے۔ کہیں تو یہ ہے کہ مالداری مضر نہیں اور کہیں یہ ہے کہ مالدار پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے، کہیں یہ ہے ''مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا'' مجھے دنیا سے کیا لینا دینا، اور کہیں کہا ''کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا'' کہیں یہ ہے ''اَلْیَدُ الْعُلْیٰ خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی'' کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور کہیں یہ ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو ناداری کی زندگی گذار جائے، گذارے کی روزی ہو، رونے والے تھوڑے ہوں۔ کہیں یہ ہے کہ ''اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ'' اے معاذ! خوش عیشی سے بچنا کیونکہ بندگان خدا خوش عیش نہیں ہوتے۔ اور کہیں یہ ہے، ''اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ'' اللہ صاحب جمال ہے وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ یہ تو نمونہ از مشت خروارے ہیں ورنہ اس طرح کی بے شمار روایات ہیں جہاں کبھی بات دنیا کی اہمیت کی اور اس کی طلب ومحنت کی طرف جاتی، تو کبھی زہد و بے رغبتی، سادگی وقناعت کی طرف چلی جاتی ہے؟ آخر اس کشمکش کا حل ہے تو کیا؟

اس موضوع پر دیگر حضرات علماء نے بھی لکھا ہے اور اچھا لکھا ہوگا لیکن راقم الحروف کو جو سب سے بہتر تطبیق اور توجیہ دیکھنے میں آئی ہے وہ حضرت الاستاذ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ہے، جسے انہوں نے اپنی کتاب فہم حدیث میں لکھا ہے۔ وہ تطبیق یہ ہے:

دنیوی ترقی کے دو پہلو:

دنیوی ترقی (یعنی ایک ادنی حالت سے نکل کر اعلیٰ حالت کی طرف جانے) کے دو پہلو ہیں۔

☆ ایک پہلو یہ ہے کہ دنیا کی ترقی کے ذریعے کسی ریاست اور معاشرے کی جو اجتماعی ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا کرنا، اور اس کے لیے وسائل اور اسباب مہیا کرنا، اور خوب سے خوب تر کی تلاش کرنا۔ یہ ذمہ داریاں پھر دو قسم کی ہیں۔

(i) یہ اہتمام کرنا کہ معاشرے اور ریاست کے ہر فرد کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو رہی ہوں۔ وہ ضروریات یہ ہیں۔

۱۔ غذا اور پانی کی فراہمی۔

۲۔ ضروری لباس کی فراہمی۔

۳۔ ضروری سکونت کی فراہمی۔

۴۔ حفظان صحت اور بیماریوں کا علاج۔

۵۔ نقل وحمل کے لیے سواری۔

۶۔ تعلیم۔

۷۔ ملک کے اندر امن وسکون اور انصاف کی فراہمی۔

۸۔ روزگار کی فراہمی۔

(ii) جہاد خواہ اقدامی ہو یا دفاعی اس کے لیے بھرپور تیاری کرنا۔

ان دونوں قسم کی اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے دنیوی ترقی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ بلکہ ریاست ذمہ دار ہے کہ وہ نئی نئی تحقیقات ودریافتیں کر کے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا کرے۔ ترقی کے وسائل ہوں یا ان کو پیدا کیا جا سکتا ہو، پھر بھی ریاست اس میں کوتاہی کرے تو وہ مجرم ہے، ریاست افراد کو بھی مجبور کر سکتی ہے کہ وہ جدید طریقے سیکھیں اور ہو سکے تو جدید اور مفید وسائل دریافت کریں اور ایجاد کریں۔ اسی طرح مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں، نبی اکرم ﷺ کے عہد میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا، آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز، کشتیاں، ایٹمی اسلحہ وغیرہ کا تیار کرنا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ اس کی خاطر ورزش کرنا سب سامان جہاد ہے۔

یہ تو تھا دنیوی ترقی کا ایک پہلو جو معاشرے اور ریاست کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھتا ہے۔

معیارِ زندگی کا سوال:

دوسرا پہلو یہ ہے کہ افراد اپنا معیار زندگی (standard of living) بلند کریں۔ جس کی صورتیں اور نکات یہ ہیں:

۱۔ خورد ونوش (کھانے پینے کی چیزوں) میں تنوع (رنگا رنگی) اور اسراف (فضول خرچی)

۲۔ لباس میں تکلفات۔

۳۔ عالی شان سواری۔

۴۔ ضرورت سے زائد یا عالی شان مکان۔

۵۔ غیر ضروری تقریبات۔

۶۔ تقریبات (خواہ ضرورت کی ہوں مثلاً نکاح ولیمہ وغیرہ) میں اسراف وغیرہ۔

۷۔ مال و دولت کی فراوانی۔

حدیثوں میں ذکر ہے کہ اس قسم کی ترقی کو مطلوب بنانا پسندیدہ نہیں ہے بلکہ اس کی بابت شرعی حکم یہ ہے کہ افراد اپنی زندگیوں کو اپنے اختیار سے سادہ بنائیں، اگرچہ آسائشوں اور آرائشوں کا استعمال جبکہ وہ حلال ذرائع سے حاصل ہوں حرام نہیں، لیکن جب دنیا ہماری منزل ہی نہیں ہے بلکہ مسافر کا وقتی پڑاؤ ہے اور آخرت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے تو عقل مند کو کب روا ہے کہ وہ اس سے دل لگائے۔

انسانی ضروریات کے تین درجے:

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ انسانی ضروریات یا استعمال کی چیزوں کی تفصیل میں جائیں تو ان کے متعدد درجات ہو سکتے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر تین بنیادی درجے قرار دیے جا سکتے ہیں: (۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) زینت

ضرورت اس درجے کو کہتے ہیں جس کے بغیر انسانی زندگی کا پہیہ چل ہی نہیں سکتا، جیسے ضرورت کا مکان جو سردی گرمی سے بچائے، ضرورت کا کپڑا جو موسمی ضروریات اور ستر کا کام دے، اور ضرورت کا کھانا جس سے آدمی زندہ رہ کر کچھ کر سکے۔

اور حاجت وہ درجہ ہے جس کے بغیر زندگی کا پہیہ چل تو جاتا ہے مگر قدرے مشکل سے۔ اس کی مثال یوں لے لیں جیسے مکان میں روشنی، ہوا کا مناسب نظم، اور دو تین جوڑے کپڑے اور سالن کے ساتھ روٹی اور دودھ وغیرہ کا استعمال۔

تیسرا درجہ ہے زینت کا جس کے بغیر ضروریات آرام سے پوری ہوتی رہتی ہیں، اور جس سے انسانی جسم اور بدن کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا بلکہ محض زیبائش اور تفریحی خواہش کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے رنگا رنگ کھانے، زرق برق لباس، عالیشان سواری واقعی ضرورت سے زائد عالیشان مکان وغیرہ۔

ان ضروریات میں آخری دو درجے جب حلال آمدن سے پورے کیے جائیں تو ان کے کرنے کی گنجائش اور جواز تو ہے، لیکن ان کے بارے میں آخرت میں سوال ہوگا اور حساب کتاب دینا ہوگا۔ (ماخوذ از: فہم حدیث حصہ اول: ص: ۱۷۴، بہ تغییر و تلخیص)

مالداری کس کے لیے نقصان دہ نہیں؟:

متن میں ذکر کردہ حدیث میں غنا کے بارے میں جو گنجائش دی گئی ہے، وہ اس آدمی کے لیے ہے جسے خوف خدا بھی ہو اور آخرت کی جواب دہی کا احساس بھی اور وہ صرف زبان سے یا دل سے اس احساس کا اقرار ہی نہ کرتا ہو بلکہ اس کا عمل اس کے اس جذبے کی تصدیق بھی کرتا ہو۔ مثلاً جہاں حکم خداوندی اور دین و انسانیت کا تقاضا ہو وہاں بے دریغ خرچ کرتا ہو، مال کی محبت اس کے دل کے کسی کونے کھدرے میں بھی نہ ہو، اور وہ شریعت کے اسی ترجیحی اصول (یعنی اپنی ذات پر خرچ کرنے میں احتیاط و سادگی اور اجتماعی ذمہ داریوں میں آگے بڑھنے کے اصول) پر کاربند ہو، ایسے مالداروں کی مثالیں صحابہ میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً

آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آئے، آپ ﷺ نے ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، جب وہ دروازے پر پہنچے تو سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے اس بات پر الجھ رہے ہیں کہ تم نے رات چراغ میں بتی موٹی کیوں ڈال دی؟ انہوں

نے سوچا یہ مجھے کیا دے گا؟ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر آئے، تو حاجت عرض کی، واپس گئے اور اشرفیوں کی بھری تھیلی لاکر اسے تھما دی، اس نے حیرانگی سے دیکھا اور عرض کیا، حضرت! ماجرا سمجھ نہیں آیا، مجھے تو (جان نہ پہچان) تھیلی اشرفیوں کی دے دی اور بیوی سے ایک ماشہ تیل پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات دراصل یہ ہے کہ تمہیں جو کچھ دے رہا ہوں (وہ صدقہ ہے) اس کا حساب لینا ہے اور اپنی ذات پر جو کچھ خرچ کروں گا اس کا حساب دینا ہوگا۔

اگر ایسی مال داری ہو تو واقعتاً کوئی حرج نہیں، لیکن اس کے برعکس دنیا کے ہر طرح کے تعیشات اور اسرافات پر اس حدیث کو چسپاں کرنا اور دعوائے تقوی کرنا، ناانصافی ہے۔ فقط واللہ اعلم

ترکیب:

لا نفی جنس بأس اس کا اسم ب جار الغنی مجرور، جار مجرور متعلق اول ہوا ثابت خبر محذوف کے ل جار من اسم موصول اتقی فعل ضمیر اس کا فاعل لفظ اللہ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثانی ہوا ثابت کے، ثابت اپنے دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، لانفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔ عز فعل ضمیر فاعل جو کہ راجع ہے لفظ اللہ کی طرف، فعل فاعل مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ جل فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معترضہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر ۲۱۴۱

***
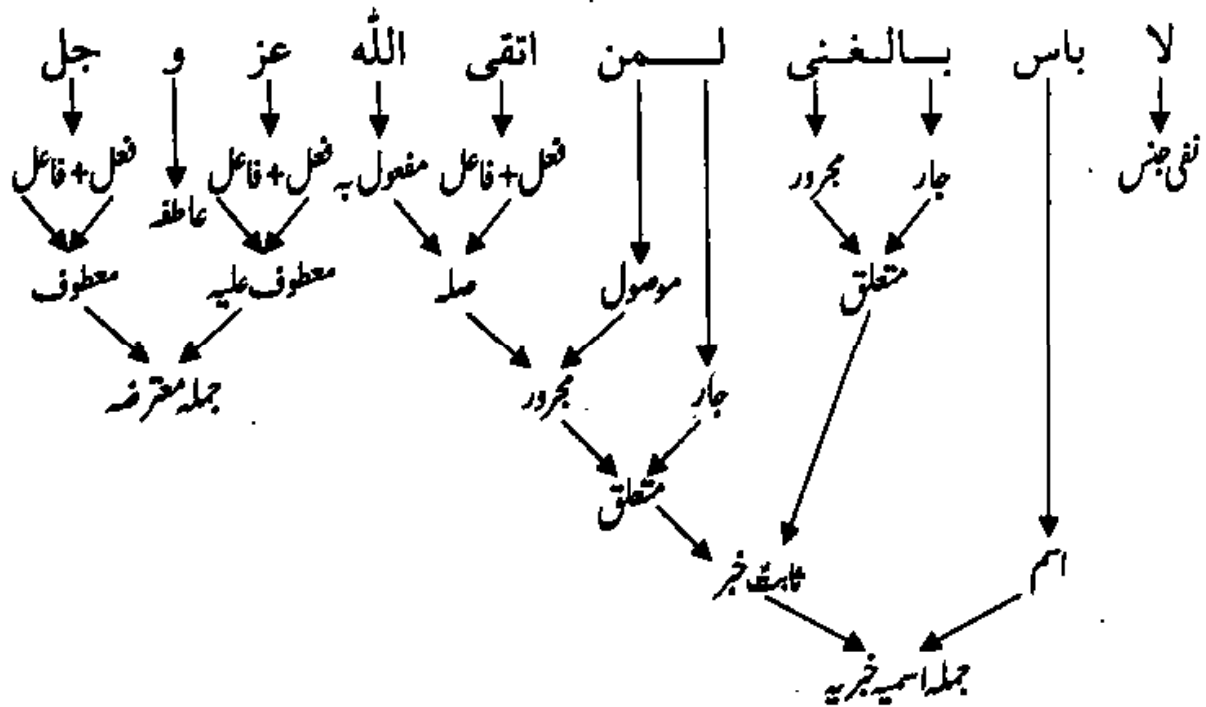
اَلْجُمْلَةُ الْاِسْمِيَّةُ الَّتِي دَخَلَتْ عَلَيْهَا حَرْفُ "اِنَّ"

پیش آمدہ صفحات میں وہ اسمیہ جملے ہوں گے جن کے شروع میں ''اِنَّ'' داخل ہے

۸۴ بعض بیان جادو تاثیر ہوتے ہیں

اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً

ترجمہ:

''بلاشبہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں، اور بعض شعر حکمت ودانائی ہوتے ہیں۔''

تشریح:

پہلی حدیث کا شان نزول اور پس منظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو صاحب آئے اور انہوں نے اپنی گفتگو میں بڑے انداز اور سلیقے سے اپنی شان اور اوصاف بیان کیے جس سے سامعین بڑے متاثر ہوئے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: کہ بعض بیانوں اور تقریروں میں جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے، یعنی جیسے جادو آدمی پر اثر انداز ہوتا ہے ایسے ہی بعض خطیب اور مقرر اپنے سامعین پر اسی انداز سے اپنے الفاظ، جملوں اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے ایسا اثر پیدا کرتے ہیں۔ مذکورہ واقعے میں ان الفاظ سے آپ ﷺ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے یا مذمت؟ یہ طے نہیں دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوسکتی ہیں۔ بہرحال اس میں پس منظر سے قطع نظر خطابت کی اہمیت اور افادیت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں شعر کے بارے میں معتدل رائے اور تبصرہ کیا گیا ہے کہ شعر اگرچہ عام طور سے لغو، اور لہو پر مشتمل ہوتے ہیں تاہم بعض اشعار حکمت ودانائی کی باتوں پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں اردو میں صوفیاء کی شاعری اور ڈاکٹر اقبال کی شاعری حکمت وموعظت سے لبریز ہے۔ اور شعر کا جو عام لازمہ ہے عشق معشوقی وغیرہ وہ اس سے خالی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

البیان یہ باب ضرب یضرب سے مصدر ہے، اجوف یائی ہے بمعنی، کھولنا، ظاہر کرنا۔

سحر مصدر ہے بمعنی جادو کرنا، اور جادو۔

الشعر: یہ بھی مصدر ہے باب نصر، اور کرم سے بمعنی محسوس کرنا، احساس ہونا، شعر پڑھنا، شعر کی جمع اشعار ہے۔

ترکیب:

انّ حرف مشبہ بالفعل من جار البیان مجرور، جار مجرور ثابت مقدر کے متعلق ہوکر خبر مقدم لام تاکید سحرا اسم مؤخر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ان من الشعر لحکمۃ کی بھی ترکیب بعینہ یہی ہے۔

نقشہ ترکیب:
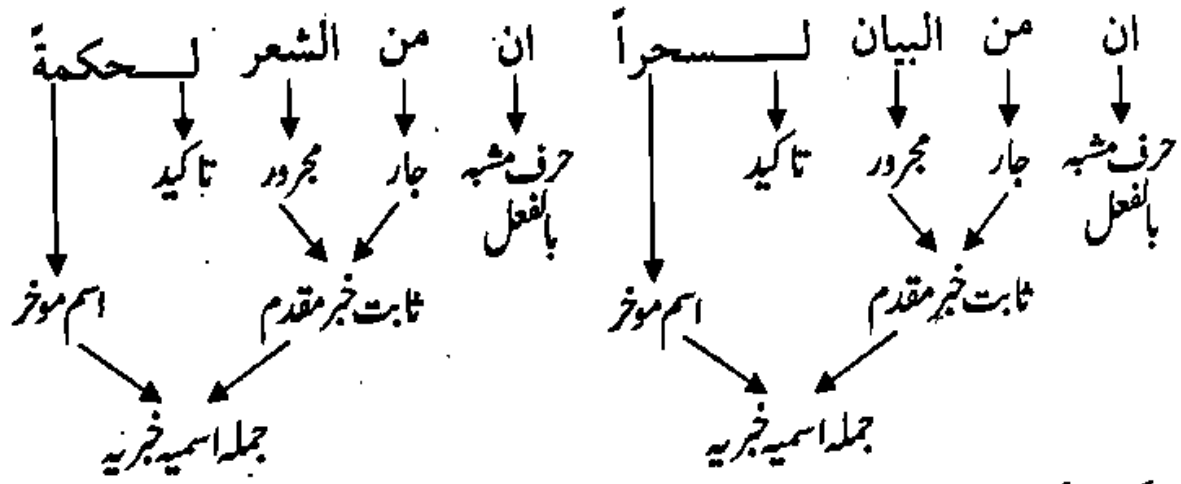
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٤٨٥١، باب الخطبہ: کتاب النکاح،

***

۸۵ بعض علم جہالت ہے

اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا

ترجمہ:

''بلاشبہ بعض علم جہالت ہیں، بلاشبہ بعض باتیں بوجھ اور وبال ہیں۔''

تشریح:

پہلی حدیث میں علم کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ کسی چیز کا علم رکھنے کے باوجود عالم کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے، اور ایسا اس صورت میں ہے جب آدمی کے پاس علم تو ہو لیکن اس پر عمل نہ ہو، اس کے مطابق زندگی نہ ہو تو ایسا عالم عالم کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ وہ جاہل ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ جن لوگوں کو تورات کا علم دیا گیا انہوں نے علم کی ذمہ داری کو نہ نبھایا تو ان کی مثال گدھے کی سی ہے جو اپنے اوپر کتابوں کا بوجھ لادے پھرتا ہے، لیکن ان کتابوں سے وہ عالم نہیں ہوتا۔ ایسے ہی وہ عالم جو علم کے تقاضوں پر عمل نہ کرتا ہو وہ بھی معلومات کا بوجھ اٹھانے کے باوجود عالم نہیں بنے گا۔

دوسری حدیث میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ آدمی کی ہر بات لکھی جا رہی ہے اور ہر بات کا حساب ہوگا، اب جو بات تو خیر کی ہوئی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور بھلائی کی ہوئی، وہ تو فائدہ مند رہے گی اور اجر کا باعث ہوگی۔ باقی رہی وہ بات جو اس کے علاوہ ہو تو اس کا حساب دینا ہوگا اور ایسی بات آدمی کے لیے وبال ہوگی مثلاً کسی مسلمان کی غیبت کی ہو، دل دکھایا ہو تو صاحب حق کو اس کے بدلے نیکیاں دینی پڑ جائیں گی۔ اب حقیقت دیکھی جائے تو کیا ہے، دو بول ہیں زبان کے جو بوجھ بن گئے ہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

العلم باب سمع سے مصدر ہے۔

الجهل بھی باب سمع سے مصدر ہے۔

عیال بمعنی بوجھ۔ اہل خانہ اور بال بچوں کو بھی عیال اس لیے کہتے ہیں کہ انسان پر ان کی ذمہ داری اور نفقے کا بوجھ ہوتا ہے۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل من جار العلم مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتٌ خبر مقدم کے جهلا اسم مؤخر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

ان حرف مشبہ بالفعل من جار القول مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے، ثابتٌ خبر مقدم کے، عیالاً اسم مؤخر، اسم اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
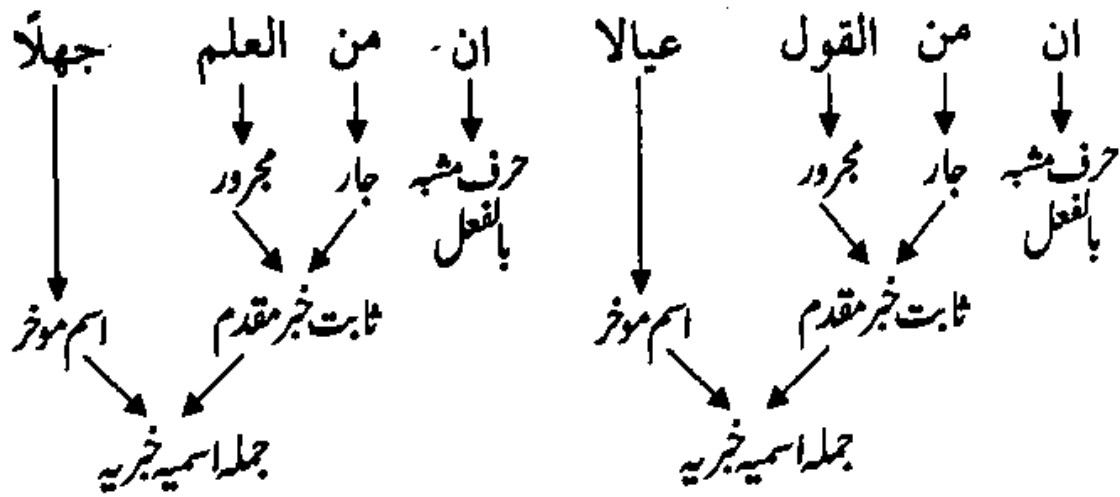
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۰۱۴، باب ماجاء فی الشعر کتاب الادب

***

⑯ معمولی سی ریا کاری بھی شرک ہے.

اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ

ترجمہ:

"تھوڑا سا ریا، بھی شرک ہے۔"

تشریح:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت تمہارے مالوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن اعمال کی گنتی نہیں ہوگی بلکہ وزن کیا جائے گا۔ اور اعمال میں وزن اخلاص اور للّٰہیت سے پیدا ہوتا ہے، جو عمل بھی جتنے اخلاص سے کیا جائے اس کا اتنا ہی زیادہ وزن ہوگا۔ اس کے برعکس اگر اعمال میں اخلاص نہ ہوا تو اس سے عمل کا وزن اور اہمیت تو خراب ہوتی ہی ہے اس کے علاوہ یہ بذات خود انسان کے لیے وبال بھی ہے کیونکہ مذکورہ حدیث میں ریا کاری کو شرک کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کسی کو دکھانے اور کسی کے سامنے اچھا بننے کے لیے عمل کرتا ہے، تو وہ آدمی گویا اس شخص کو اللہ کے حق میں شریک ٹھہرا رہا ہے کیونکہ عمل کا حق تو اللہ کا ہے یہ دوسرے کو بھی اس میں شامل کر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات سے بہت ڈرا کرتے تھے کہ کہیں ہمارے اعمال میں ریا اور دکھلاوا نہ آ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا اور دکھلاوے سے بچنے کے لیے یہ دعا سکھائی ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ" (ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ شریک ٹھہراؤں درانحالیکہ میں جانتا ہوں، اور ان چیزوں کی بھی معافی مانگتا ہوں جن کو میں نہیں جانتا) یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شیطان بسا اوقات ریا کاری کا دھوکہ دے کر عمل چھڑوانے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ریا کاری کے خوف سے عمل نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ عمل کرتے رہنا چاہیے، اور ساتھ میں دعا اور دل کا قبلہ درست کرتے رہنا چاہئے کیونکہ دل تو خدا کے دستِ قدرت میں ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یسیر باب کرم سے ہے مثال یائی بمعنی کم ہونا، تھوڑا ہونا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل یسیر مضاف الریاء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا شرك خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
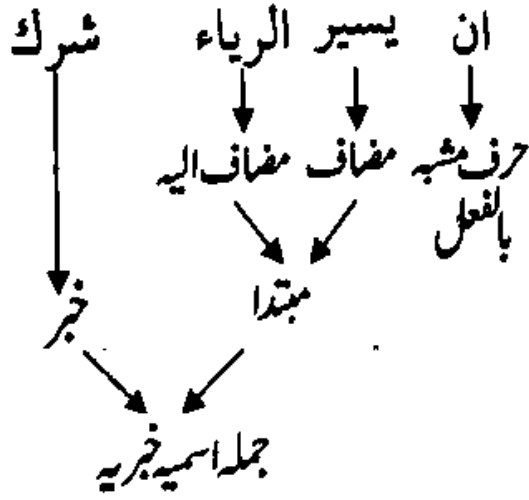
تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۳۹۸۹، کتاب الفتن

***

۵۷ فتنوں سے بچاؤ خوش بختی ہے

اِنَّ السَّعِيْدَ لِمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنُ

ترجمہ:

"خوش بخت آدمی وہ ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا۔"

تشریح:

فتنہ لغت کے اعتبار سے سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنے کو کہتے ہیں۔ یعنی آزمائش کے معنوں میں استعمال ہے۔ اور عرف کے اعتبار سے فتنہ ایسی صورت حال کو کہتے ہیں جہاں آدمی کے لیے ایمان بچانا مشکل ہو اور گمراہی کا اندیشہ پیدا ہو جائے، چاہے یہ مشکلات عملی تشدّد و جبر اور دباؤ کی وجہ سے ہوں یا فکری و نظریاتی الحاد اور زندقہ کی وجہ سے ہوں۔ یعنی علمی و عملی دونوں طرح کے فتنوں کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ بعض علماء کے بقول فتنہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں حق و باطل باہم یوں ملتبس اور گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ عام آدمی کے لیے ان میں فرق کرنا ہی مشکل ہو جاتا ہے اور محض عقل و تخمین کی بنیاد پر آدمی کسی جانب کے حق ہونے کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اسی لیے فتنے کا زمانہ انتہائی سخت، صبر آزما اور مشکل شمار ہوتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے آخری دور میں جو فتنے پیدا ہوئے ان کا ابتدائی حال کچھ اسی طرح کا تھا، البتہ بعد میں اہل حق اور سلف کی کوششوں اور محنتوں سے غبار چھٹتا ہے، تو حق واضح ہو جاتا ہے۔ آج کل کے دور میں بھی ہر روز نت نئے نظریات اور افکار فتنوں ہی کی شکل میں سامنے آتے رہتے ہیں۔ کہیں مرزائیت کا فتنہ ہے تو کہیں انکار حدیث کا، کہیں اباحیت پسندی کا فتنہ ہے تو کہیں قتل و غارت کا۔ خوش قسمت آدمی وہ ہے جو ان سے بچا رہے اور ان کے قریب بھی نہ جائے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

السعید بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی خوش بخت۔

جنب باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول ہے، بمعنی ایک جانب کرنا، بچانا۔

الفتن فتنۃٌ کی جمع ہے بمعنی آزمائش جانچ، امتحان، شورش۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل السعید اسم لام تاکید من اسم موصول جنب فعل مجہول ضمیر نائب فاعل الفتن مفعول بہ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر۔ اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
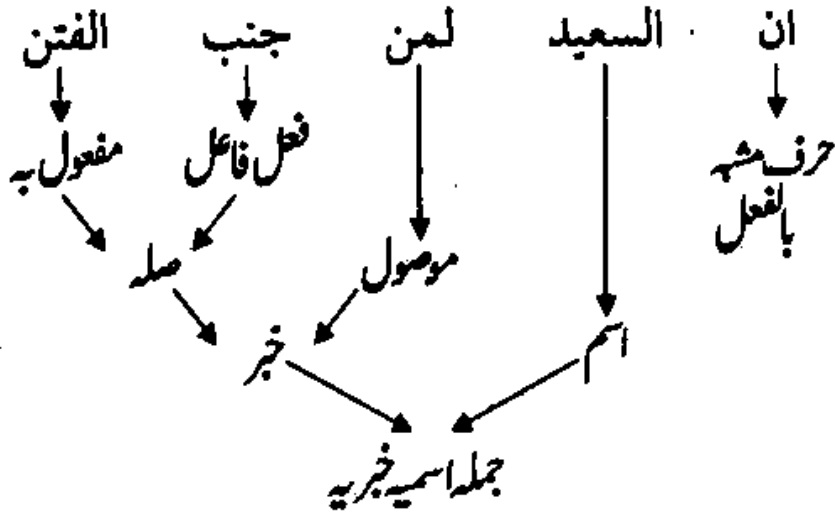
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٢٦٥، باب النهی عن السعی فی الفتنة، کتاب الفتن

***

⑧ مشورہ امانت ہے

اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

ترجمہ:

''بیشک جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین (امانت دار) ہوتا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث میں مشورے کے ایک فریق یعنی جس سے مشورہ طلب کیا جائے، اس کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے۔ ہدایت یہ ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس پر اس مشورہ کی وجہ سے بھاری ذمہ داری آ جاتی ہے اور وہ ایسے ہوتا ہے جیسے اس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہو۔ جیسے امانت دار کے ذمے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ امانت کی چیز بعینہٖ ذمہ داری اور احساس کے ساتھ صاحب حق کے پاس پہنچائے، اسی طرح جب مشورہ طلب کیا گیا تو ذہن میں آنے والی رائے کے بارے میں یہ ذمہ داری ہے کہ اسے امانت داری سے مشورہ کرنے والے کے سامنے رکھ دے۔ اگر ایسا نہیں کرتا، یا غلط مشورہ دیتا ہے تو یہ خیانت ہوگی۔ مشورہ چونکہ امانت ہے اس لیے یہ طلب بھی اس آدمی سے کرنا چاہیے جو مشورہ دینے کا اہل ہو اور خیر خواہ ہو۔ ہر ایرا غیرا مشورہ دینے کا اہل نہیں۔

تنبیہ:

آج کل کے ہمارے ریاستی نظام میں الیکشن اور انتخابات میں ووٹ ڈالنے کو بھی رائے دہی اور مشورہ سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ اول تو انتخابات مشورہ ہیں نہیں بلکہ یہ پہلے سے طے شدہ منصوبے اور پلان کو عملی شکل دینے کے لیے ایک ڈرامائی تشکیل کا نام ہے۔ دوسرے یہ مشورہ مشورہ کے اہل لوگوں سے طلب نہیں کیا جاتا بلکہ ہر ایرے غیرے کو اس میں شامل کیا جاتا ہے اس لیے اسے مشورے کی سنجیدہ شرعی اصطلاح کا مصداق قرار دینا مشکل ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المستشار بروزن المستفعل اصل میں المستشیر تھا باب استفعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ ہفت اقسام کے اعتبار سے اجوف واوی ہے حروف اصلی، ش، و، ر، ہیں۔

موتمن باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ، مہموز الفاء ہے۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل المستشار اسم موتمن خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگیا۔

نقشہ ترکیب:
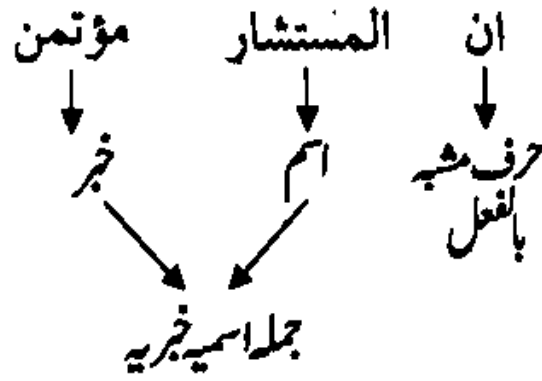
تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجه: حديث نمبر ٣٧٤٥، باب المستشار موتمن: كتاب الادب

***

⑲ اولاد بخل کا سبب ہے

اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَّجْبَنَةٌ

ترجمہ:

''بے شک اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے۔''

تشریح:

اس روایت کا پس منظر اور شانِ ورود یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو اپنے سینے سے لگا لیا اور مذکورہ بالا جملہ ارشاد فرمایا:

وجہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کی اولاد ہو جاتی ہے تو آہستہ آہستہ اولاد کی محبت دل میں پیدا ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی کے پہلے والے مزاج میں تغیر اور تفاوت آتا جاتا ہے۔ پہلے اگر ہاتھ کھلا تھا، اور کھلا خرچ کیا کرتا تھا تو اب اس خیال سے کہ اولاد کے لیے بچانا ہے بخل کرنے لگ جاتا ہے اور اسے مال بچانے اور جمع کرنے کی فکر لاحق ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آدمی پہلے عام حالات میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا، اور جب اولاد ہو جاتی ہے، تو پھر احتیاط پر مبنی طرز عمل شروع ہو جاتا ہے، اور یہ احتیاط بڑھتے بڑھتے بزدلی تک جا پہنچتی ہے۔ یہ دونوں باتیں فطری ہیں، ان سے بالکلیہ چھٹکارا ممکن نہیں، لیکن واضح رہے کہ یہ دونوں صرف فطری باتیں ہی نہیں بلکہ فطری کمزوریاں بھی ہیں جو مطلوب اور محمود نہیں، لہٰذا ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اولاد کی بنیادی اور حقیقی ضروریات کے لیے مال کمانا، تو درست ہے لیکن محض ان کا یا اپنا معیار زندگی بلند کرنے اور پُر آسائش زندگی گزارنے کے لیے مال حاصل کرنا اور اسے جمع کرنا اور خیر کے مصارف چھوڑ کر ایسے مصارف پر لگانا، مناسب نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

مبخلة یہ ہے باب سمع سے مصدر میمی بمعنی بخل، بخل کا باعث۔

مجبنة یہ بھی باب کرم سے مصدر ہے، بمعنی بزدلی۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الولد اسم مبخلة خبر اول مجبنة خبر ثانی، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:
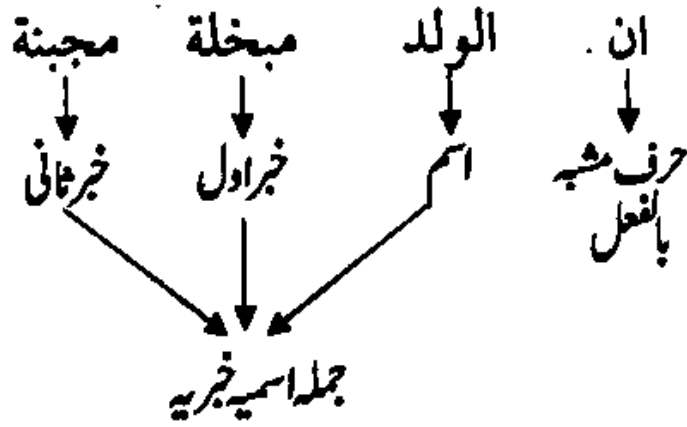
تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۳٦٦٦، باب برالولد والاحسان الی البنات، کتاب الادب

(۲) مسند امام احمد: حدیث نمبر ۱۷٥٦۲

***

⑨⓪ سچائی باعث اطمینان ہوتی ہے

اِنَّ الصِّدقَ طَمَانِيْنَةٌ وَّاِنَّ الكِذبَ رِيْبَةٌ

ترجمہ:

''سچائی باعث اطمینان ہے اور جھوٹ باعث شک اور الجھن ہے۔''

تشریح:

کہتے ہیں: ''سچ کو آنچ نہیں اور جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے'' قریب قریب یہی مذکورہ بالا قول نبوی کا خلاصہ اور مفہوم ہے۔ سچ کہیں بھی ہو فتح اور جیت اسی کی ہوگی۔ سچ بولنے والے آدمی کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے، اس کے دل میں کوئی کھٹکا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی احساس جرم اسے ستاتا ہے۔ کیونکہ سچ بولنے والا آدمی اپنی اخلاقی ذمہ داری بھی پوری کر رہا ہوتا ہے اور شریعت اور مذہب کا تقاضا بھی، اس لیے اسے ہر دم اطمینان اور سکون حاصل رہتا ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ بولنے والا آدمی ہمیشہ الجھن میں رہتا ہے، ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے اسے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، ہر دم دل میں احساس جرم اسے ٹھوکر لگاتا ہے، اور ہر لمحے ضمیر اسے جھنجھوڑتا ہے۔ یہ تو سچے آدمی کے حوالے سے بات ہے، اس کے علاوہ خود سچ کی علامت بھی یہی ہے کہ وہ سیدھا سادھا ہوتا ہے اور دل کی گہرائی سے نکلتا اور دل پر اثر انداز ہو کر اطمینان کا باعث ہوتا ہے، اور جھوٹ چاہے دلیل و برہان کے کتنے ہی عمدہ سے عمدہ اور خوشنما پردوں میں لپٹا ہوا ہو، اس میں کسی دل مضطرب کو سامان تسلی دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا، اس کا عملاً حال صحرا کی اس ریت کا ہوتا ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتی ہے مگر قریب آنے پر وہی خشک اور تپتی ریت اور جھلساتی ہوا کے تھپیڑے ہوتے ہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طمانینة یہ باب افتعال سے مصدر ہے، اس کے علاوہ اطمینان بھی مصدر آتا ہے بمعنی سکون، قرار، تسلی۔
ریبة یہ بھی مصدر ہے، بمعنی شک، تردد، الجھن، اضطراب وغیرہ۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الصدق اسم طمانینة خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ، ان حرف مشبہ بالفعل الکذب اسم ریبة خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۱۸

***
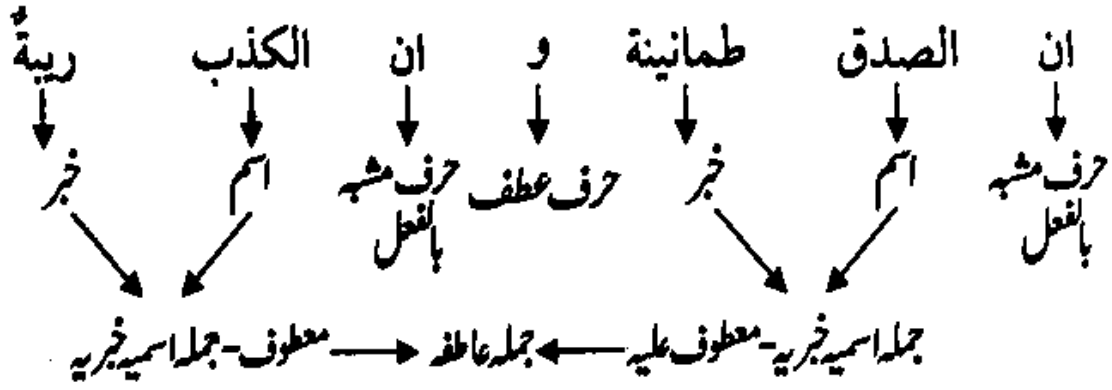
⑨١ خوبصورتی اللہ کی نظر میں

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ

ترجمہ:

”بلاشبہ، اللہ رب العزت جمال والے ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔“

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم سمجھنے سے پہلے اس کے شان ورود اور پس منظر پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی آدمی اچھا کپڑا اور عمدہ جوتا پہننے کو پسند کرتا ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ خود جمال والے ہیں اور وہ جمال کو پسند کرتے ہیں۔“ تکبر تو حق بات کی مخالفت اور لوگوں کو کمتر سمجھنا ہے۔

جمال لغت کی رو سے ظاہری اور باطنی خوبیوں دونوں ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ کے جمیل یا صاحب جمال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی خوبی اور عمدگی اور خیر اللہ ہی کی طرف سے ہے، اور جو چیز اللہ کی طرف سے ہے اللہ اس کو یقیناً پسند فرماتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو یہ فرمایا کہ کپڑے کا اچھا ہونا یہ بذات خود تکبر میں شامل نہیں بلکہ جب دوسرے لوگوں کی تحقیر دل میں آئے تو تکبر ہوگا۔ باقی رہا یہ سوال کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ہر قسم کے تنعم اور عمدہ سے عمدہ اور خوب سے خوب تر اشیاء کے استعمال اور طلب کی ترغیب یا کم از کم اجازت دے رہے ہیں، یہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دیگر احادیث میں انسان کی اپنی انفرادی زندگی میں ضرورت سے زائد مال لگانے کو حساب کا سامنے کرنے کا موجب بتایا گیا ہے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: کہ تنعم اور ترفہ (خوش عیشی) سے بچنا، کیونکہ اللہ کے بندے تنعم کی زندگی نہیں گزارتے۔ ویسے بھی جب دنیا ہماری قیام گاہ ہے ہی نہیں تو اس سے دل لگانا، اور اس کو سنوارنا، بنانا اور اس میں منہمک ہونا کب روا ہے؟

لغوی وصرفی تحقیق:

جمیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی خوبصورت، خوب سیرت، عمدہ اوصاف والا۔

جمال مصدر ہے جمیل سے۔ قال فی النهایه: الجمال یطلق علی الصورة والمعانی۔ جمال میں ظاہری وباطنی دونوں خوبیاں مراد ہوتی ہیں۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل لفظ اللہ اسم جمیل خبر اول یحب فعل با فاعل الجمال مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر خبر ثانی۔ ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
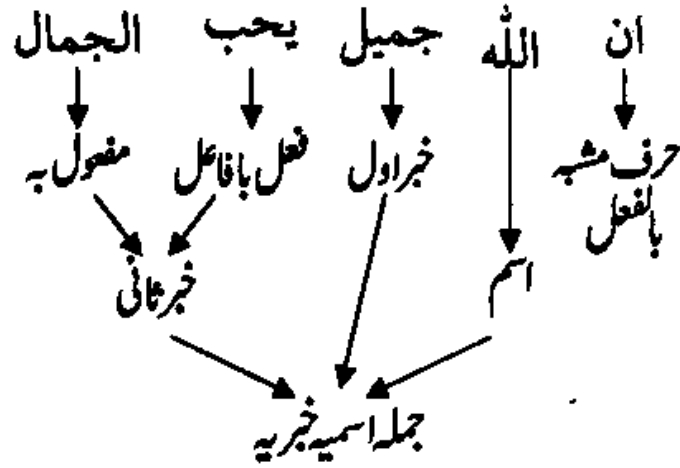
تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد: حدیث نمبر ۳۷۸۹

(۲) طبرانی کبیر: حدیث نمبر ۱۲۹۵

***

⑨۴ ہر عروج کو زوال ہے

اِنَّ لِكُلِّ شَىْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً

ترجمہ:

”ہر چیز کے لیے ایک تیزی، اور عروج ہے اور ہر تیزی کے لیے سستی اور ڈھیلا پن ہے۔“

تشریح:

مذکورہ حدیث ایک فطری قانون کا بیان ہے کہ ہر چیز ایک دفعہ تیزی اور خوب عروج پر آتی ہے اس کے بعد چونکہ فنا اس کے مقدر میں ہوتی ہے، اس لیے اس کی تیزی، شوخی اور چستی دھیمی پڑنی شروع ہو جاتی ہے، حتی کہ آہستہ آہستہ وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر شرعی عبادات اور مجاہدات وریاضات وغیرہ کے حوالے سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات وہاں بھی بآسانی منطبق ہو سکتی ہے، کہ آدمی جب کسی نیک کام کو شرع کرتا ہے تو خوب لگن جذبے اور طلب کے ساتھ کرتا ہے اور شوق ہی شوق میں بہت سا کام یکدم کر جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ سستی غالب آتی جاتی ہے۔ لیکن عبادات اور دیگر دینی کاموں میں یہ صورت حال مطلوب نہیں بلکہ اس پر قابو پانا چاہیے کیونکہ دینی کاموں میں جوش سے زیادہ ہوش، کثرت سے زیادہ مداومت، اور تیزی سے زیادہ مستقل مزاجی سے دھیمی چال مطلوب ہے۔ اسی لیے فرمایا: ”احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل“ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ عمل ہے جو ہیشگی اور پابندی کے ساتھ کیا جائے چاہے تھوڑا ہی ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

شرة ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے، حروف اصلی، ش، ر، ر، ہیں۔ بمعنی تیزی، چستی، نشاط، رغبت۔

فترہ یہ بھی مصدر ہے بمعنی انقطاع، ختم ہونا، کٹنا، ایسا زمانہ جس میں کوئی کام جاری نہ رہے۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل ل جار کل مضاف شیء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتة محذوف کے، ثابتة خبر مقدم شرة اسم مؤخر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ، ل جار کل مضاف شرة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابت خبر مقدم کے، فترة مبتدا مؤخر۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
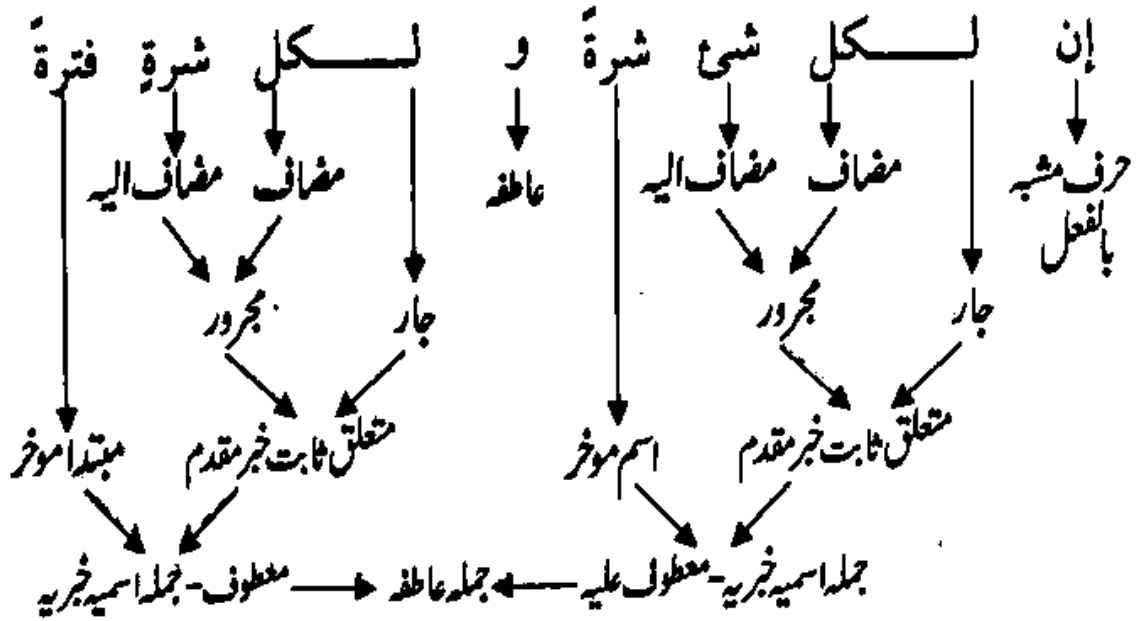
(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲٤٥۳، باب ابواب صفة القیامة

***

۹۳ جو مقدر میں ہو مل کر رہتا ہے

إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ

ترجمہ:

’’رزق آدمی کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔‘‘

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ جیسے موت ایک یقینی چیز اور حقیقت ہے اور اس کا اپنے طے شدہ وقت پر آنا لازمی ہے ایسے ہی بندے کے مقدر کا جو رزق اللہ نے لکھ دیا ہے وہ اسے ملنا یقینی اور حقیقت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر مل کر رہے گا۔ بلکہ حدیث کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ رزق آدمی کو تلاش کرتا ہے گویا جیسے کوئی چیز گم ہو اور اس کی ضرورت ہو تو آدمی اس کو تلاش کرنے کے لیے ادھر ادھر دیکھتا ہے اور بھاگ دوڑ کرتا ہے ایسے ہی رزق بھی آدمی کی تلاش میں رہتا ہے۔ کہتے ہیں جس دانے پر اللہ نے کسی انسان کا لقمہ بننا لکھ دیا ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اس وقت تک اپنی ذمہ داری نبھاتا ہے جب تک وہ دانہ آدمی کے منہ میں نہیں چلا جاتا۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہاں گندم اگتی ہے، لادی جاتی ہے، لے جائی جاتی ہے، اور کہاں کہاں کے آدمی کس کس شہر میں آ کر کون کون سی جگہ پر اسے کھاتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ رزق ایک طے شدہ چیز ہے اس کے لیے اتنا پریشان ہونا کہ نہ آخرت کا ہوش رہے نہ احکامات خداوندی کا پاس، یہ درست نہیں۔ توکل کے ساتھ محنت ضرور کرنی چاہیے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الرزق یہ باب نصر سے مصدر اور حاصل مصدر ہے۔ اس کی جمع ارزاق آتی ہے۔
اجل مفرد ہے بمعنی موت اس کی جمع آجال ہے۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الرِّزْقَ اسم لام ابتدائیہ یطلب فعل فاعل العبد مفعول بہ کَ حرف جار ما اسم موصول یطلب فعل ہ ضمیر مفعول بہ اجل مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق فعل کے، فعل فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) حلیہ ابو نعیم: جلد ٦ ، ص ٨٦

***

⑭ شیطان کا انسانی جسم میں دوڑنا

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ

ترجمہ:

''شیطان انسان کے جسم میں چلتا ہے خون کے چلنے کی جگہ۔''

تشریح:

اس حدیث کا پس منظر اور شان ورود یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اعتکاف میں تھے کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک ام المومنین کسی ضرورت سے آپ سے ملنے آئیں، جب آپ ﷺ انہیں واپس چھوڑنے کے لیے نکلے تو اندھیرا تھا۔ ایک صحابی دوسری طرف سے آرہے تھے، آپ نے انہیں متوجہ کر کے فرمایا: یہ صفیہ ہیں جو میرے ساتھ ہیں، اس پر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ کے بارے میں ایسے گمان کا ہم سوچ بھی سکتے ہیں؟ آپ نے اس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔

اس حدیث میں شیطان کے چلنے کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ اگر مجری کے لفظ کو مصدر میمی سمجھیں تو پھر مفعول مطلق ہوگا اور مطلب ہوگا کہ جیسے خون دوڑتا ہے شیطان بھی ایسے ہی دوڑتا ہے اور اگر مجری کا لفظ ظرف ہو اور ظرف زمان ہو تو پھر وقت مراد ہو گا، یعنی شیطان تب تک چلتا رہتا ہے جب تک خون چلتا ہے، یعنی زندگی بھر کیونکہ جب تک خون چل رہا ہے، زندگی ہے۔ اور اگر ظرف مکان ہو تو پھر مراد ہے رگوں میں دوڑنا کہ جہاں جہاں جیسے جیسے خون دوڑتا ہے، وہاں وہاں شیطان چلتا اور وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

شیطان اس کی لغوی تحقیق گذر چکی ہے۔

یجری فعل مضارع، ناقص۔ بمعنی چلنا، دوڑنا۔

مجری مصدر میمی، ظرف مکان یا ظرف زمان کا صیغہ ہے، بمعنی چلنا، چلنے کی جگہ یا چلنے کا زمانہ۔

الدم خون، اصل میں دَمَوٌ تھا۔ اس میں وہی تعلیل وتغیر ہوا ہے جو یَدٌ میں ہوا ہے۔ دیکھئے حدیث "ید اللہ علی الجماعۃ"

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الشیطانِ اسم یجری فعل فاعل من جار الانسان مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، مجری مضاف، الدم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق، یا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول سے مل

کر خبر، انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
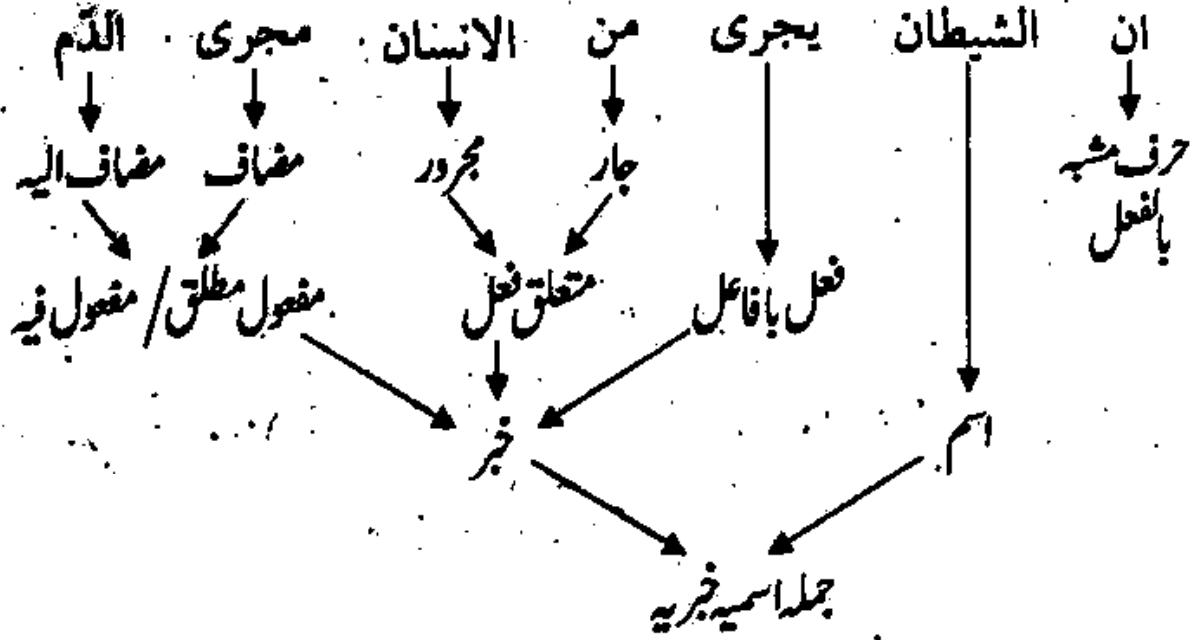
تخریج حدیث:

(۱) بخاری شریف: حدیث نمبر ۲۰۳۸، باب صفۃ ابلیس و جنودہ

***

⑨۵ اس امت کا فتنہ مال ہے

اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَ فِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ

ترجمہ:

''بے شک ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔''

تشریح:

پیچھے ایک حدیث میں فتنے کے مختلف مطلب بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں فتنہ سے مراد یا تو آزمائش ہے یعنی مال ایک آزمائش اور امتحان ہے یعنی مال دینے کے بعد اللہ رب العزت آزماتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ آدمی مال کی فراوانی اور وسعت کے حالات میں کیا میرے احکامات پورے کرتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے۔ پچھلی امتوں کو اللہ رب العزت نے مختلف قسم کی آزمائشوں اور امتحانات سے دوچار کیا مگر اس امت کے لیے ایک ہی فتنہ رکھا اور وہ مال کا ہے۔ پچھلی امتوں میں یہ طریقہ تھا کہ جنگ کے بعد مال غنیمت ان کے لیے حلال نہیں تھا جبکہ اس امت کی ضروریات اور تقاضوں کو دیکھتے ہوئے اللہ رب العزت نے مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے لیکن اس کے نتیجے میں مال کی فراوانی ہوگی جو دینی احکامات سے غفلت اور تنازعات کا باعث ہو سکتی ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

امة اخفش کی تصریح کے مطابق امة کا کلمہ لفظ کے اعتبار سے واحد اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور امة ہر اس جماعت کو کہتے ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو، خواہ یہ اتحاد و اشتراک مذہبی ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت ہو۔ (لغات القرآن ص ۲۴۱)

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل لِ جار کل مضاف امة مضاف الیہ۔ مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابت خبر مقدم کے، فتنة اسم موخر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ فتنة مضاف امة مضاف الیہ مضاف، ی ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، المال خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف، معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

إن — لـ — کل — امة — فتنة — و — فتنة — امتی — المال

إن: حرف مشبہ بالفعل

لـ: جار

کل: مضاف — امة: مضاف الیہ → مجرور

جار + مجرور → متعلق ثابت خبر مقدم

فتنة: اسم موخر

و: عاطفہ

فتنة: مضاف — امتی: مضاف الیہ → مبتدا

المال: خبر

متعلق ثابت خبر مقدم + اسم موخر → جملہ اسمیہ خبریہ معطوف علیہ ←— جملہ عاطفہ —→ معطوف جملہ اسمیہ خبریہ ← مبتدا + خبر
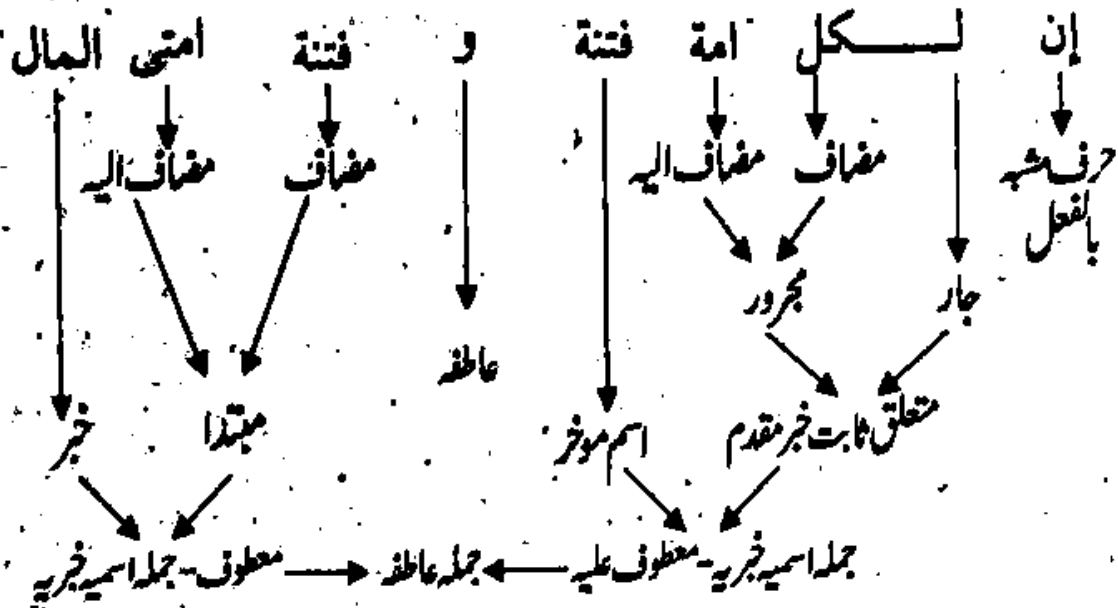
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۳۶، ابواب الزھد

***

⑯ جلدی قبول ہونے والی دعا

إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ إِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

ترجمہ:

"سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب آدمی غائب کے لیے کرے۔"

تشریح:

دعا میں ویسے تو اعلان خداوندی ہے "ادعونی استجب لکم" میرے سے دعا کرو میں قبول کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ دعا کے لیے متعدد شرائط اور ضوابط بھی ہیں۔ مثلاً دعا کرنے والے کی روزی حلال ہو حرام نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح دعا کے لیے جلدی قبولیت کی کچھ تقریبات اور مناسبات بھی ہیں، مثلاً دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھا جائے۔ تہجد کے وقت مانگی جائے، افطار کے وقت مانگی جائے، اذان کے بعد مانگی جائے، دو خطبوں کے درمیان مانگی جائے وغیرہ وغیرہ۔ انہی تقریبات اور اسباب میں سے ایک سبب اس حدیث میں بھی ذکر ہے، اور وہ ہے غائب کے لیے دعا کرنا یعنی جو آدمی آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ پر اس کے لیے دعا کرنے کا کوئی ظاہری سبب یا اخلاقی دباؤ وغیرہ بھی نہیں پھر بھی آپ محض اس سے محبت یا رحم دلی کی وجہ سے جب دعا کرتے ہیں تو اللہ کو یہ عمل اور طرز اتنا پسند آتا ہے کہ اللہ رب العزت اس دعا کی جلد از جلد قبولیت کا پروانہ جاری فرما دیتے ہیں کہ ایک بندے میں دوسرے بندے کے لیے اتنا رحم ہے تو خدائے رحیم اور رحمٰن کیوں نہ رحم کرے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اسرع اسم تفضیل بمعنی جلدی والا، تیز، زود رفتار۔

اجابة قبول کرنا، مصدر ہے باب افعال سے اجاب یجیب ہفت اقسام سے اجوف واوی ہے۔

دعوة مصدر ہے دعا یدعو سے بمعنی دعا، پکار، بلاوا۔

غائب اسم فاعل اجوف واوی، بمعنی غیر موجود۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل اسرع مضاف الدعاء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر ممیز اجابة تمیز، ممیز تمیز مل کر اسم، دعوة مصدر مضاف غائب مضاف الیہ فاعل مصدر کا، ل جارہ غائب مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے مصدر کے۔ مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہوئی انّ کی، انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
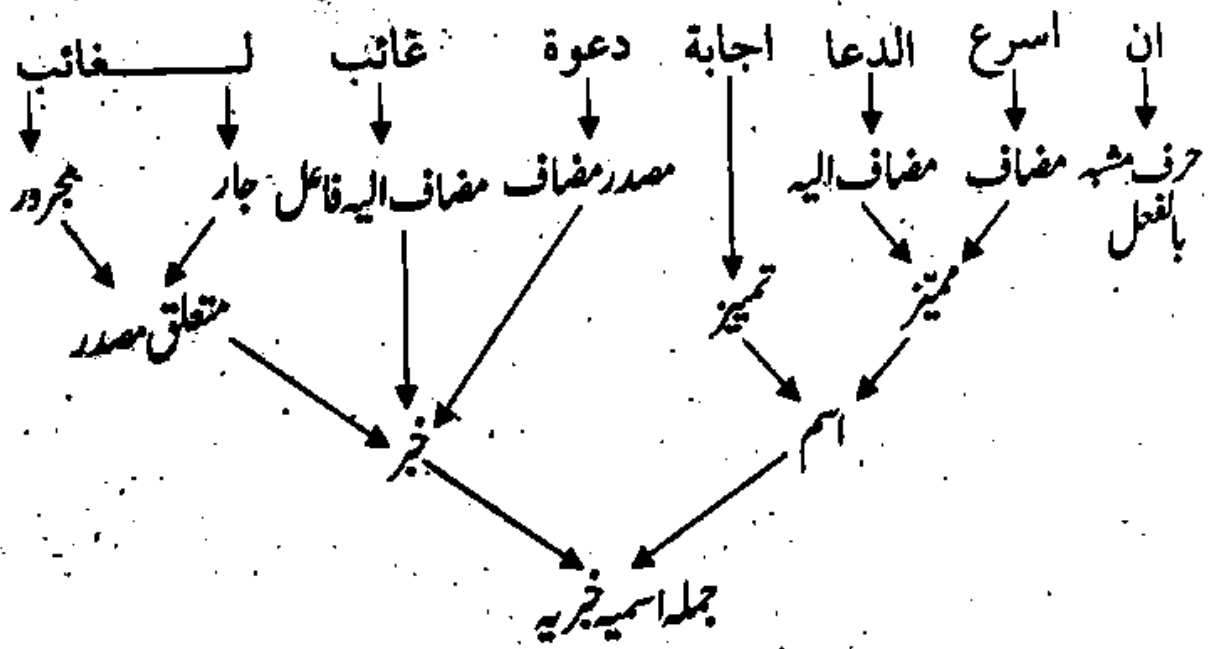
تخریج حدیث:

۱۔ ابو داؤد: حدیث نمبر ۱۵۳۷، باب الدعاء بظهر الغیب، کتاب الصلوۃ

۲۔ ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۸۰، باب ماجاء فی دعا الاخ

***

۹۷ گناہ رزق سے محرومی کا باعث ہے

اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ

ترجمہ:

''بلاشبہ آدمی رزق سے محروم ہو جاتا ہے اس گناہ کی وجہ سے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے''

تشریح:

اس حدیث کا ظاہری مطلب ومفہوم یہی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آدمی کی روزی کم ہو جاتی ہے اور آدمی جتنے گناہ کرتا ہے رزق سے محروم ہوتا جاتا ہے، لیکن اس پر ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ فاسق وفاجر لوگ تو دنیا کے بے حساب رزق میں زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ رزق کے معنی ومفہوم صرف دنیا کے ظاہر مال واسباب سمجھے جاتے ہیں حالانکہ اگر زندگی میں سکون نہ ہو، آفات وبلیات سے حفاظت نہ ہو تو ایسے رزق کا کیا فائدہ، اور اصل چیز تو مال کی برکت اور کفایت ہے اگر رزق زیادہ بھی ہو اور آدمی حرص وہوس میں بھاگ بھاگ کر مر جائے تو یہ زیادتی کس شمار میں؟ دوسری بات یہ ہے کہ رزق سے مراد صرف دنیا کا مال ہی نہیں۔ آخرت کی نعمتیں بھی ہیں اور ان سے محرومی ظاہری بات ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ ضابطہ مخلص مومن لوگوں کے لیے ہے کیونکہ انہیں اللہ تنبیہ کے لیے مصیبت دیتے ہیں۔ باقی رہے فاسق وفاجر لوگ تو ان کو اللہ نے دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے تاکہ وہ طغیانی وسرکشی میں بڑھتے رہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یحرم فعل مجہول ہے بمعنی حرام کرنا، محروم کرنا۔

الرزق عطا کرنا، دینا، روزی۔

الذنب مصدر بمعنی گناہ، معصیت، نافرمانی۔

یصیب باب افعال ہفت اقسام میں سے اجوف واوی ہے، بمعنی پہنچنا، مرتکب ہونا۔

ترکیب:

انّ حرف مشبہ بالفعل الرجل اسم لیحرم فعل مجہول ضمیر اس کا نائب فاعل الرزق مفعول بہ ب جار الذنب ذوالحال یصیب فعل فاعل ہ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر خبر، انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی: حدیث نمبر ۱۱۸۵

***
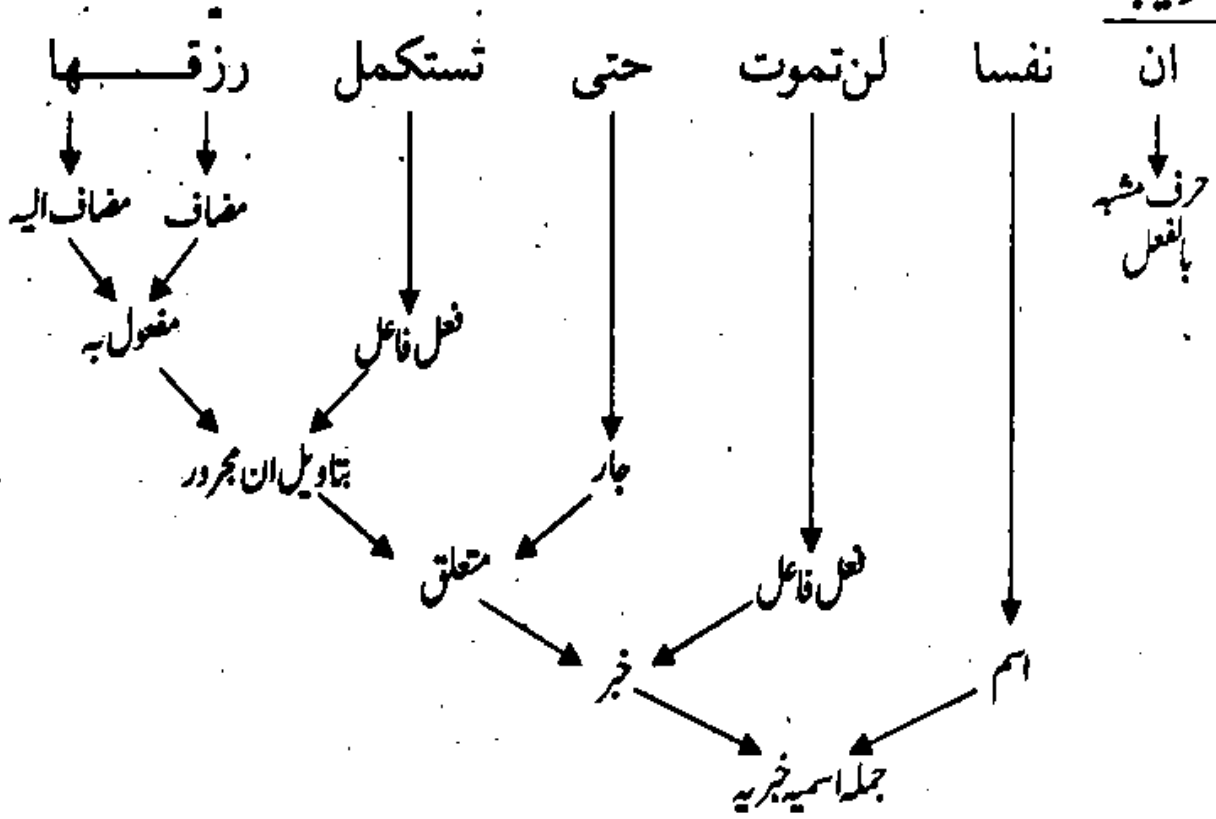
⑲ صدقہ بری موت کو ٹالتا ہے

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ

ترجمہ:

"بلاشبہ! صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔"

تشریح:

انسان جب صدقہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، اور اس خاص شخص پر اور اس کے آس پاس اور ماحول پر گناہوں کی وجہ سے جو پہلے خدا کا غضب اور غصہ طے ہو چکا ہوتا ہے، وہ اس صدقے کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ بلا کو ٹالتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آسمان سے بلائیں اور آفات و بلیات اترتی ہیں، نیچے سے اگر بندے خدا کی طرف رجوع کریں اور دعا و استغفار اور صدقہ کریں تو وہ آفات ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ تو اجتماعی حالت کے اعتبار سے ہے، انفرادی اور شخصی حالت میں بھی انسان پر آنے والی آفتوں کو صدقہ ختم کرتا ہے، اور اس صدقے کی برکت سے اللہ انسان کو بری موت سے بچا لیتے ہیں۔ بری موت سے مراد بے ایمانی کی موت بھی ہو سکتی ہے اور حادثاتی و ناگہانی اور تکلیف دہ موت بھی ہو سکتی ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

تطفی: یہ باب افعال سے مضارع ہے، مصدر اطفاء، ہفت اقسام سے ناقص یائی ہے، بمعنی بجھانا آگ وغیرہ کو۔

غضب باب سمع سے مصدر ہے بمعنی غصہ، ناراضگی۔

تدفع فعل مضارع بمعنی دور کرنا، ہٹانا۔

میتۃ فعلۃ بروزن جلسۃ، بمعنی مرنے کی حالت۔

ترکیب:

انّ حرف مشبہ بالفعل الصدقۃ اسم لتطفیء فعل فاعل غضب مضاف الرب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ تدفع فعل فاعل میتۃ مضاف السوء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
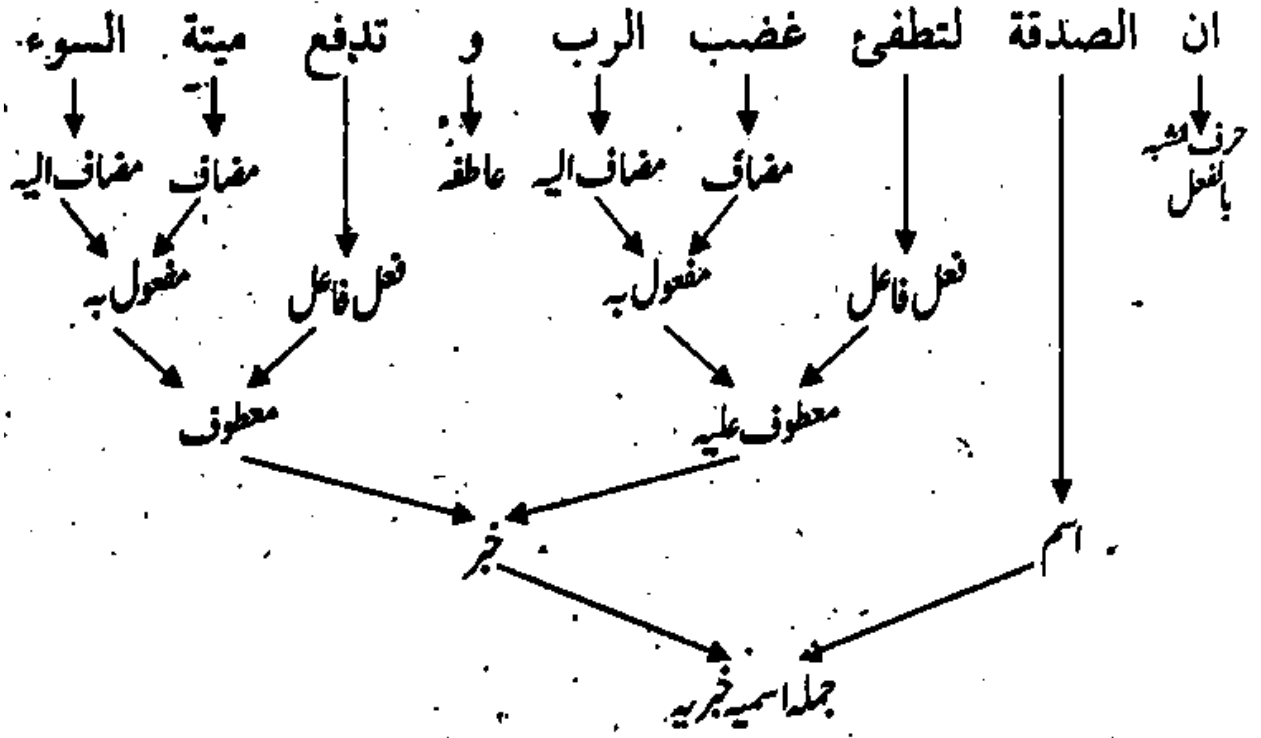
(۱) ترمذی: حدیث نمبر ٦٦٤، باب ماجاء فی فضل الصدقة

***
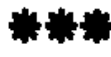
⑩ اصل معیار فضیلت کیا ہے؟

إِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰى

ترجمہ:

''تم نہ سرخ رنگ والے سے بہتر ہو اور نہ کالے رنگ والے سے، الّا یہ کہ تم ان سے تقوی میں بڑھ جاؤ۔''

تشریح:

اس حدیث میں اس اسلامی اصول اور حقیقت کو ہی بیان کیا گیا ہے جو مختلف آیات اور احادیث میں جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے معیار فضیلت اور لوگوں کے درمیان درجہ بندی کی بنیاد نہ مال و دولت ہے، نہ جاہ و منصب اور نہ رنگ و روپ بلکہ وہاں صرف اور صرف اعمال اور تقوی بنیاد ہے۔ باقی چیزیں بطور تعارف تو ہو سکتی ہیں، معیار فضیلت اور درجہ بندی کی بنیاد نہیں۔ مذکورہ حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک آدمی گورے رنگ کا ہو تو محض اس وجہ سے کہ وہ گورا ہے اسے کالے پر یا سرخ پر ذرا بھی فضیلت اور برتری یا ترجیح حاصل نہیں ہوگی۔ ہاں معیار فضیلت حاصل کرنا ہے تو اس کے میدان اور اصل راستے کی طرف آؤ اور وہ راستہ قیامت تک کے لیے ہر انسان کے واسطے کھلا ہے، وہ راستہ ہے تقوی اور دینداری میں آگے سے آگے بڑھنے کا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

احمر صیغہ اسم تفضیل ہے بمعنی سرخ رنگ والا۔

اسود صیغہ اسم تفضیل ہے بمعنی کالا۔

تفضل زیادہ ہونا، بڑھنا۔

تقوی یہ باب افتعال سے مصدر ہے بمعنی پرہیزگاری، پاکدامنی اور خوف خدا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل ك ضمیر منصوب اسم، لست فعل ناقص ت ضمیر مخاطب اس کا اسم ب جار خیر صیغہ اسم تفضیل من جار احمر معطوف علیہ و عاطفہ لا زائدہ اسود معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق اسم تفضیل کے۔ اسم تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہوئی لست فعل ناقص کی۔ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء ان مصدریہ تفضل فعل فاعل ہ ضمیر مفعول بہ با جار تقوی مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مستثنیٰ، مستثنیٰ مستثنیٰ منہ مل کر خبر ہوئی ان کی، ان اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
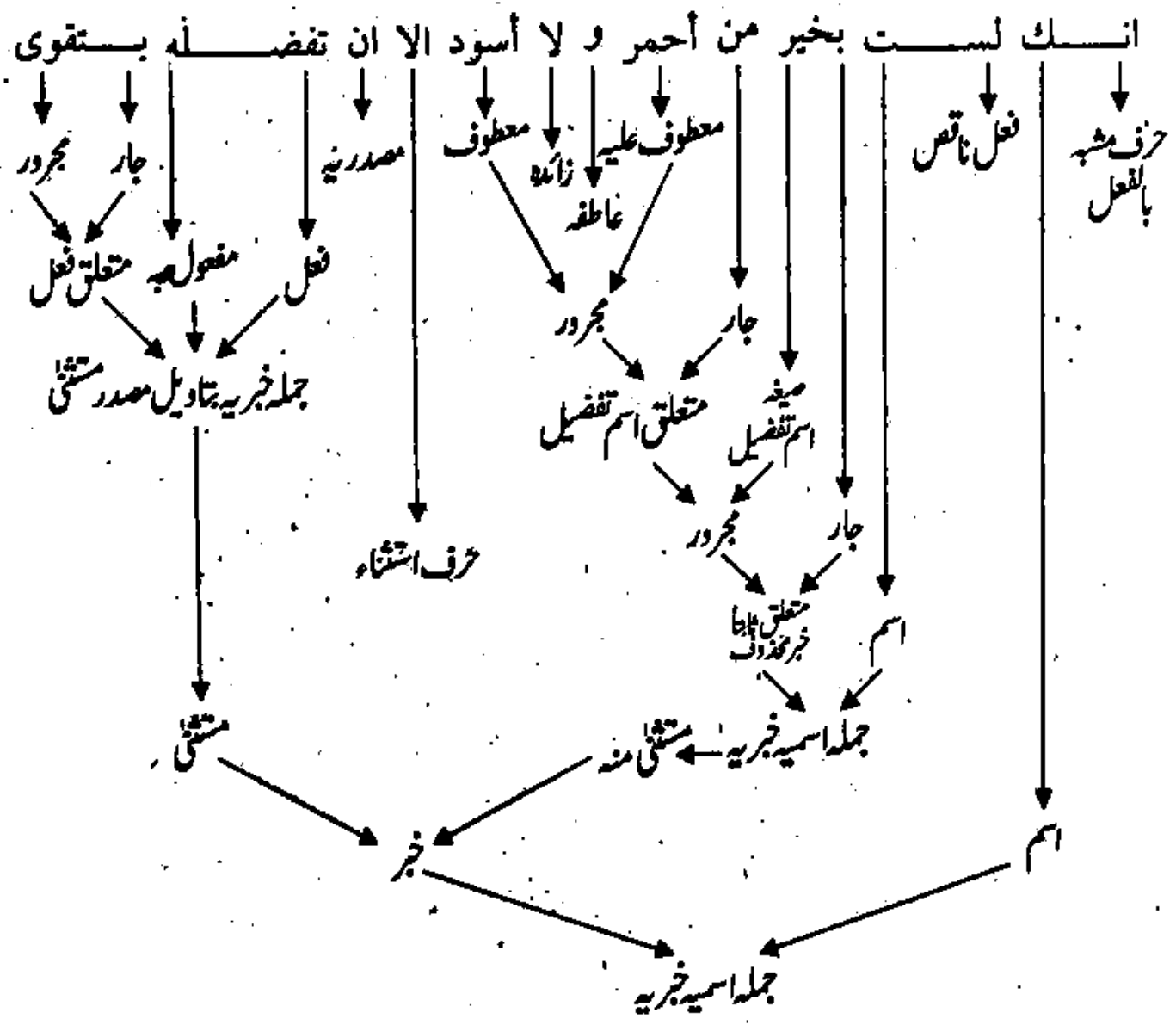
تخریج حدیث:

(۱) مسند امام احمد بن حنبل: حدیث نمبر ۲۱٤۰۷

***

⑩ اللہ کو بندوں سے کیا مطلوب ہے؟

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

ترجمہ:

''بلاشبہ اللہ تمہاری شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتے البتہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتے ہیں۔''

تشریح:

ابھی پچھلی حدیث میں ہی یہ ذکر ہوا کہ اللہ کے دربار میں فضیلت اور درجے کا معیار ظاہری شکل اور رنگ وروپ نہیں۔ بلکہ تقویٰ اور عمل ہے۔ اسی بات کو ذرا دوسرے انداز سے کھول کر اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ فرمایا کہ اللہ رب العزت تمہارے بارے میں جو فیصلے اور درجات کا حساب فرماتے ہیں اس کی بنیاد تمہاری شکل وصورت اور مال ودولت نہیں ہوتا، بلکہ تمہاری دل کی کیفیت اور عمل ہوتا ہے۔ اگر وہ اچھا ہے تو تم اچھے ہو اگر وہ برا ہے تو تم برے ہو۔ اللہ کے ہاں مقام چاہیے تو اس کے لیے دل کی کیفیات کو بنانا ہوگا، اعمال کو بڑھانا ہوگا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

ینظر فعل مضارع ہے بمعنی دیکھنا، نظر کرنا، نظر التفات کرنا۔
صور جمع ہے فعل کے وزن پر اس کا واحد صورۃ ہے، بمعنی شکل، تصویر۔
اموال جمع ہے جس کا واحد مال ہے۔
قلوب قلب کی جمع ہے۔ بمعنی دل۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل لفظ اللہ اسم، لاینظر فعل ھو ضمیر اس کا فاعل الی حرف جار صور مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ اموالکم معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ لکن حرف استدراک ینظر فعل با فاعل الی جار قلوبکم مضاف مضاف الیہ مل کر، معطوف علیہ و عاطفہ اعمالکم معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
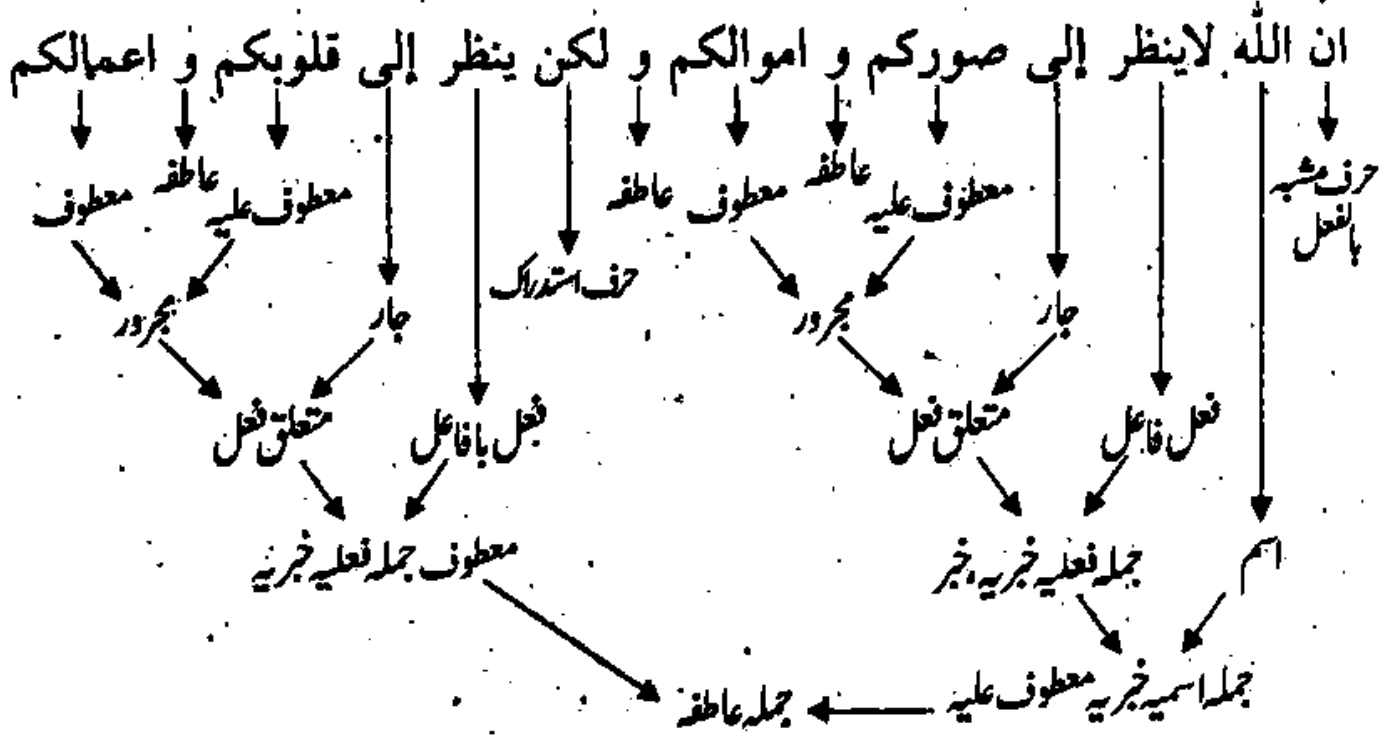
تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ۲۵٦٤، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ

(۲) ابن ماجہ: حدیث نمبر ٤١٤٣، باب القناعۃ: ابواب الزھد

⑩۲ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا

اِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰی اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ

ترجمہ:

"یہ بھی نیکی کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔"

تشریح:

اس حدیث میں ایک نہایت اہم اخلاقی سبق دیا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب تم کسی بھی مسلمان سے ملو تو خندہ پیشانی سے ملو، کیونکہ اس سے اگلا مسلمان خوش ہوگا، اور ایک مسلمان کو خوش کرنا یقیناً باعث اجر وثواب ہے، اس لیے اس عمل کو نیکی کہا گیا ہے، کیونکہ اس خوشی کا سبب خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملنا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی صرف ظاہری طور سے نیک اعمال عبادات اور صدقات مالیہ وغیرہ میں منحصر نہیں بلکہ نیکی کے اور بھی بے شمار راستے ہیں، جیسے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا، اہل خانہ سے دل لگی کی باتیں کرنا، مسلمان بھائی کو پانی دینا، بلکہ محض زبان سے کسی کو اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا یہ بھی صدقہ اور نیکی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

المعروف صیغہ اسم مفعول عرف سے بمعنی پہچانا ہوا، نیکی کے کام کو معروف اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کام شریعت اور اخلاق کی رو سے مانوس اور پہچانا ہوا ہے۔

تلقی فعل مضارع، ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص ہے۔

اخا حالت نصبی میں ہے، اس لیے الف کے ساتھ ہے۔

وجہ چہرے کو کہتے ہیں اور ذات کو بھی، جیسے "وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" کہ اللہ کی ذات باقی رہے گی۔

طلق بروزن فعل باب کرم سے مصدر ہے بمعنی خوش ہونا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل من حرف جار المعروف مجرور، جار مجرور متعلق ثابت خبر مقدم کے، ان مصدریہ تلقی فعل فاعل اخاك مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ب جار وجہ موصوف طلق صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر اسم ہوا انّ کا۔ انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔
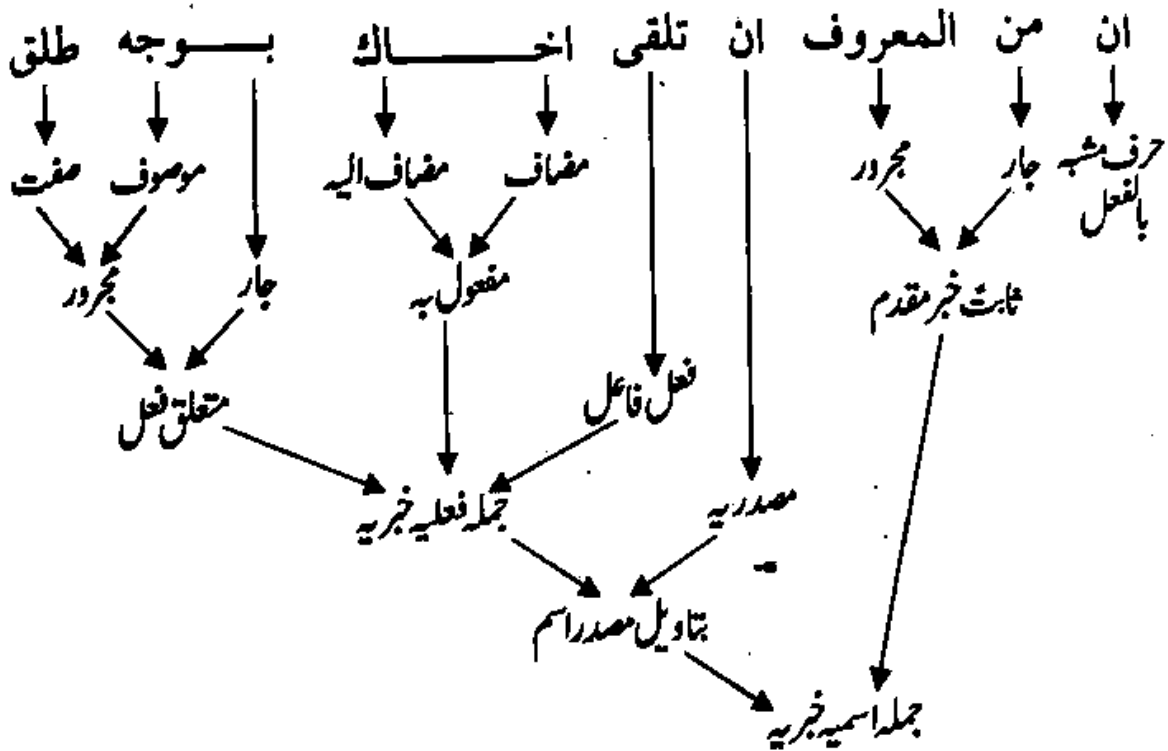
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ٢٦٢٦، کتاب البر والصلة

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۷۰، ابواب البر والصلة

***

⑭ سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ

ترجمہ:

''لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک سب سے قریب وہ شخص ہے، جو سلام میں پہل کرے۔''

تشریح:

اسلام کے آنے سے پہلے عربوں کے معاشرے میں ایک دوسرے سے ملنے اور ملاقات کے وقت مختلف قسم کے رسمی جملے معروف تھے لیکن وہ سب ناقص، اور بعض تو اسلامی عقائد کے مخالف بھی تھے۔ اسلام نے ان سب کی جگہ ایک جامع اور بہترین کلمہ عطاء کیا، جس میں امن وسلامتی اور رحمت کی دعا تھی، یعنی ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' اور پھر اس کلمے کو عام کیا گیا۔ آپ ﷺ نے متعدد مرتبہ اس کی تاکید کی کہ سلام کو رواج دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں اس بات کا بہت اہتمام تھا اگر ایک آدمی مجلس سے اٹھ کر گیا ہو واپس آئے تب بھی وہ سلام کرتا تھا۔ مذکورہ بالا روایت میں بھی سلام کی فضیلت واہمیت ہے اور اس میں سلام میں پہل کرنے والے کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے قریب ترین شخص ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سلام میں پہل کرنا ہی اصل ہے اور یہی مشکل کام ہوتا ہے، اس لیے اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی سلام میں پہل کرتا ہے وہ تکبر سے بچ جاتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اولی اسم تفضیل کا صیغہ ہے ولی یلی باب سے۔ ہفت اقسام میں سے لفیف مفروق ہے، حروف اصلی، و، ل، ی، ہیں بمعنی زیادہ بہتر، حقدار، قریبی۔

بدأ فعل ماضی، مہموز اللام بمعنی ابتدا کرنا، شروع کرنا، پہل کرنا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل اولی مضاف اسم تفضیل الناس مضاف الیہ فاعل ب جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق اولی صیغہ تفضیل کے، صیغہ تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر اسم۔ من اسم موصول بدأ فعل ضمیر اس کا فاعل ب جار السلام مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
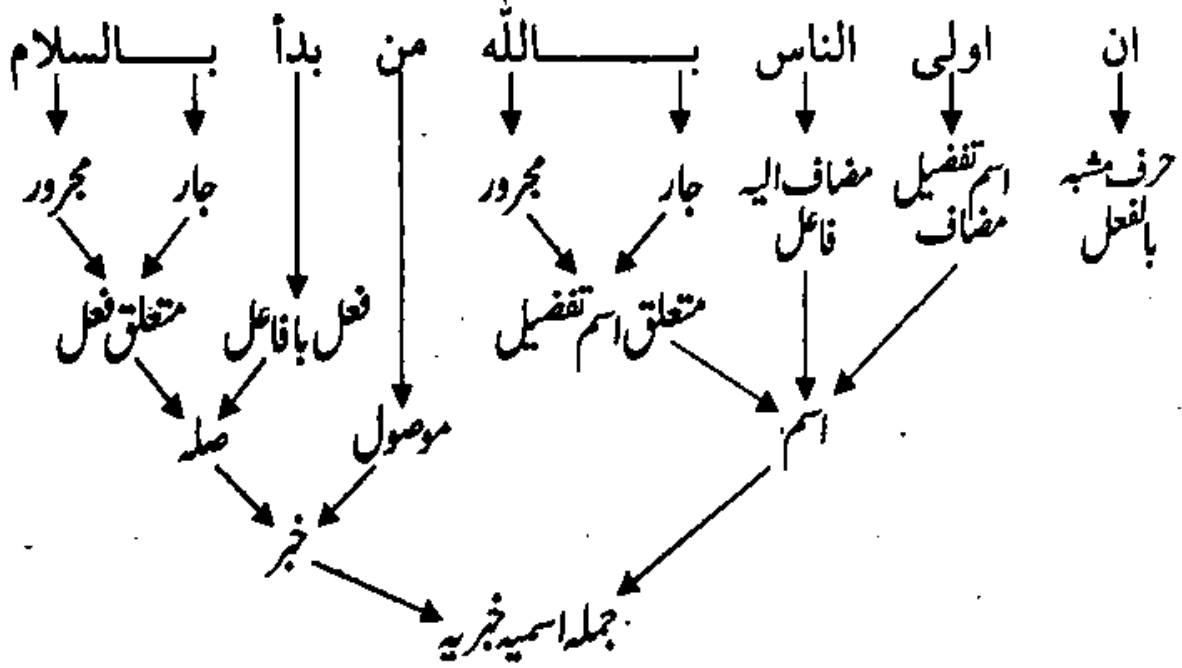
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۱۹۷، باب فی فضل من بدأ بالسلام: کتاب الادب

***

۱۴۳ سود کا انجام

اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ

ترجمہ:

''بلاشبہ! سود اگرچہ زیادہ ہی ہو آخر کار وہ کمی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔''

تشریح:

سود ان برائیوں میں سے ہے جن کی کسی مذہب، کسی قوم وملت کے اخلاقی ضابطے اور اصول میں گنجائش نہیں دی گئی۔ اسے ہمیشہ ایک فطری کمزوری، اخلاقی برائی، اور مذہبی اعتبار سے ایک گناہ کے طور پر لیا گیا ہے۔ اسلامی شریعت میں سود لینے کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا مرادف ٹھہرایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سود کے گناہ کے کئی درجات ہیں۔ ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی کسی محرم عورت سے منہ کالا کرے۔ مذکورہ حدیث میں سود کو معاشی حوالے سے بھی ایک نقصان دہ چیز شمار کیا گیا ہے، یعنی سود میں اگرچہ بظاہر مال بڑھتا ہے لیکن آخر کار یہ اضافہ کمی اور نقصان میں بدل جاتا ہے اور اس کی مثال اس جسم کی سی ہوتی ہے جو بیماری اور ورم کی وجہ سے سوج جائے تو اسے صحت منداور فربہ نہیں کہتے، کیونکہ اس نے آخر کار پھٹنا ہے یا اس پر نشتر چلنا ہے اور فاسد مواد پیپ وغیرہ باہر آنی ہے۔ یہی حال سودی معیشت کا ہے کہ اس کا ظاہری حجم چاہے کچھ بھی ہو، اس کی بنیاد پر حقیقی خوشحالی، غربت کا خاتمہ، اور مثالی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

الربا یہ باب نصر ینصر سے مصدر ہے ہفت اقسام کے اعتبار سے ناقص واوی ہے، لغت میں مطلق زیادتی اور اضافے کو ربا کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں قرض کے بدلے نفع اور عوض سے خالی شے کو ربا کہتے ہیں۔

عاقبۃ اسم فاعل باب نصر اور ضرب، معنی بدلہ، اچھا بدلہ، انجام۔

قل مصدر ہے بمعنی کم ہونا، نقصان ہونا، ختم ہونا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الربا اسم قلیل محذوف خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ و مبالغہ ان وصلیہ شرطیہ کثر فعل فاعل مل کر شرط، ف جزائیہ ان حرف مشبہ بالفعل عاقبتہ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم تصیر فعل فاعل الی جار قل مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
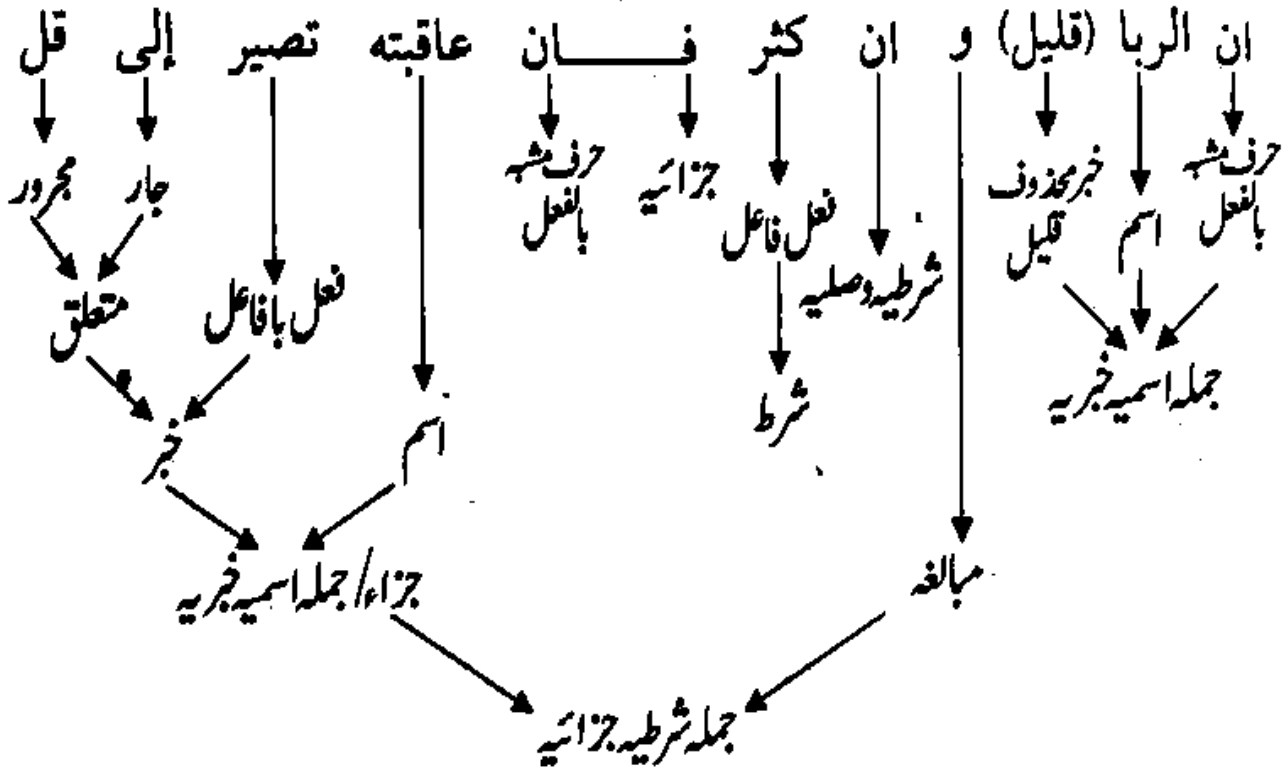
تخریج حدیث:

(۱) مسند امام احمد: حدیث نمبر ۳۷۵٤

***

⑩⑤ غصہ ایمان کا دشمن ہے

اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ

ترجمہ:

"بلاشبہ! غصہ ایمان کو ایسے ہی خراب کرتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔"

تشریح:

انسان جب غصے میں آتا ہے تو شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور بغلیں بجاتا ہے بلکہ انسان پر ہنستا ہے کہ دیکھو میں نے اسے چھوٹی سی بات پر کیسے بے وقوف بنا دیا ہے۔ کیونکہ غصے میں آدمی واقعتاً بہت سے وہ کام کر جاتا ہے جو عام حالات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ غصہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جب آدمی ایسے الٹے پلٹے کام کرتا ہے تو آدمی کا ایمان اور اس کے تقاضے متاثر ہوتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ نرم کلامی ہو، درگذر ہو، بدزبانی نہ ہو، بے عزتی نہ ہو، گالی گلوچ نہ ہو، لڑائی اور ہاتھا پائی نہ ہو، دنگا فساد نہ ہو، جبکہ غصے کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوں۔ اس لیے غصے اور ایمان میں کوئی جوڑ نہیں۔ بلکہ اگر کوئی نسبت دونوں میں ہے تو وہی جو آگ اور پانی کی ہے یا جو نسبت ایلوے اور شہد کی ہے کیونکہ شہد ایمان کی طرح بہت میٹھا اور شیریں ہے جبکہ ایلوا غصے کی طرح بہت زیادہ کڑوا کسیلا ہے۔ غصے کے وقت انسان کو اپنے آپ کو قابو کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دل میں یہ سوچے کہ جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے تھا، اور عملاً یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، لاحول و لا قوۃ پڑھے اور وضو کرے۔ جگہ بدل لے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لغوی وصرفی تحقیق:

غضبِ مصدر ہے باب ضرب یضرب سے یفسد فعل مضارع باب افعال سے بمعنی بگاڑنا، خراب کرنا۔
الصبر ایلوا ایک کڑوی جڑی بوٹی، جو انتہائی بدذائقہ ہوتی ہے۔
العسل شہد، انگبین۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الغضب اسم لیفسد فعل فاعل الایمان مفعول بہ ك جار ما موصولہ یفسد فعل الصبر فاعل العسل مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
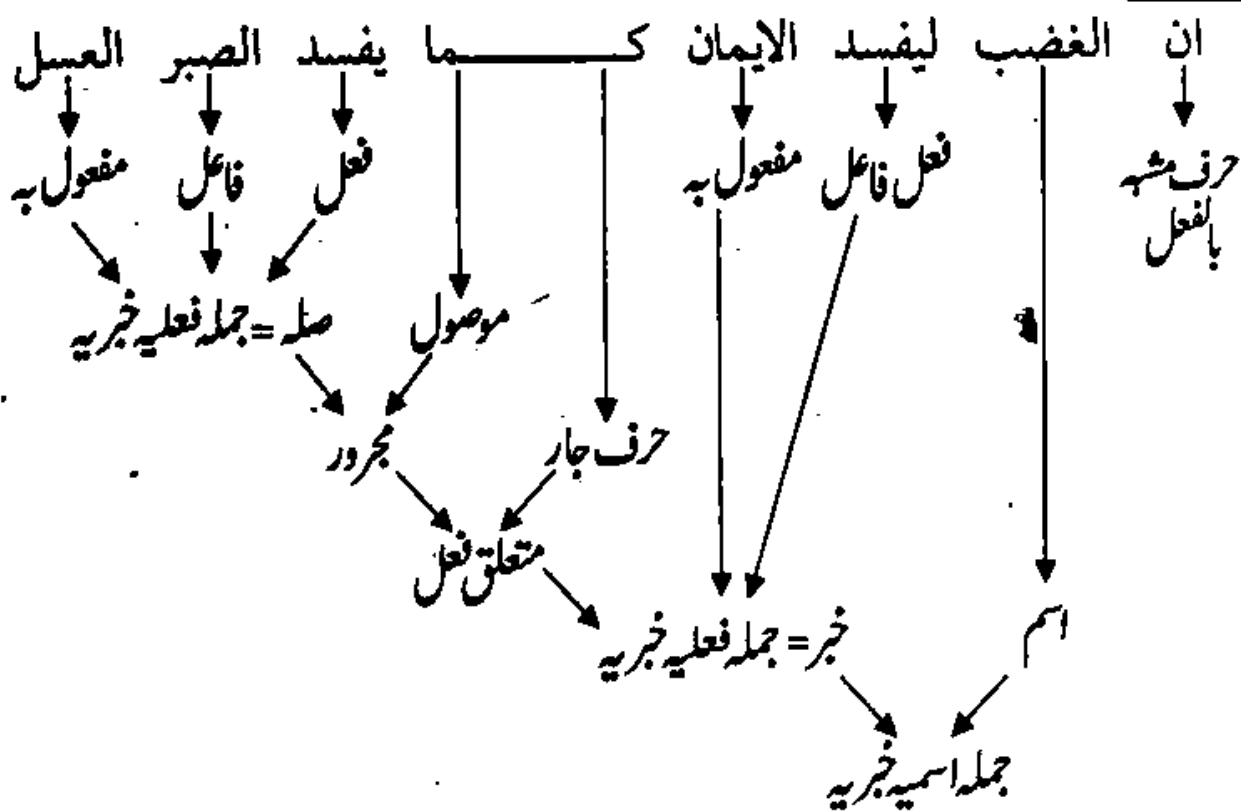
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی: حدیث نمبر ۸۲۵٤

***

⑯ سچ اور جھوٹ کا تقابل

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ

ترجمہ:

"بلاشبہ! سچ ایک نیکی ہے اور ہر نیکی جنت تک لے جاتی ہے، اور جھوٹ ایک برائی ہے اور ہر برائی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔"

تشریح:

سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا ویسے تو ہر انسان کا ایک اخلاقی فرض اور اپنی فطرت کا تقاضا ہے کیونکہ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میرے سے سچ بولا جائے جھوٹ نہ بولا جائے۔ شریعت نے اسی تقاضے کو مزید تاکید کے ساتھ مختلف انداز سے نصوص میں ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث یہ بھی ہے جس میں بڑے منطقی اور معقول طریقے سے جھوٹ کا جہنم میں لے جانا بتایا گیا ہے، فرمایا سچ کا نیکی ہونا، اور جھوٹ کا برائی ہونا سب کو پتہ ہے اور یہ بھی علم ہے کہ نیکی جنت کو لے جائے گی اور برائی جہنم کو۔ تو اس سے لامحالہ یہ نتیجہ نکلا کہ سچ جنت کو اور جھوٹ جہنم کو لے جائے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

بر مصدر ہے، ہفت اقسام سے مضاعف ثلاثی ہے، جمع ابرار آتی ہے۔
فجور باب نصر سے مصدر ہے بمعنی برائی، گناہ، بدی۔
النار مفرد ہے بمعنی آگ اس کی جمع نیران آتی ہے۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل الصدق اسم بر خبر، اسم وخبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ و عاطفہ ان حرف مشبہ بالفعل البر اسم یھدی فعل باقاعل الی جار الجنۃ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر اگلے جملے کے لیے پھر معطوف، و عاطفہ، ان حرف مشبہ بالفعل الکذب اسم فجور خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، و عاطفہ ان حرف مشبہ بالفعل الفجور اسم یھدی فعل فاعل الی جار الجنۃ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، ان اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر معطوف۔ پچھلے جملے کے لیے، دونوں معطوفات مل کر جملہ عاطفہ ہوا۔
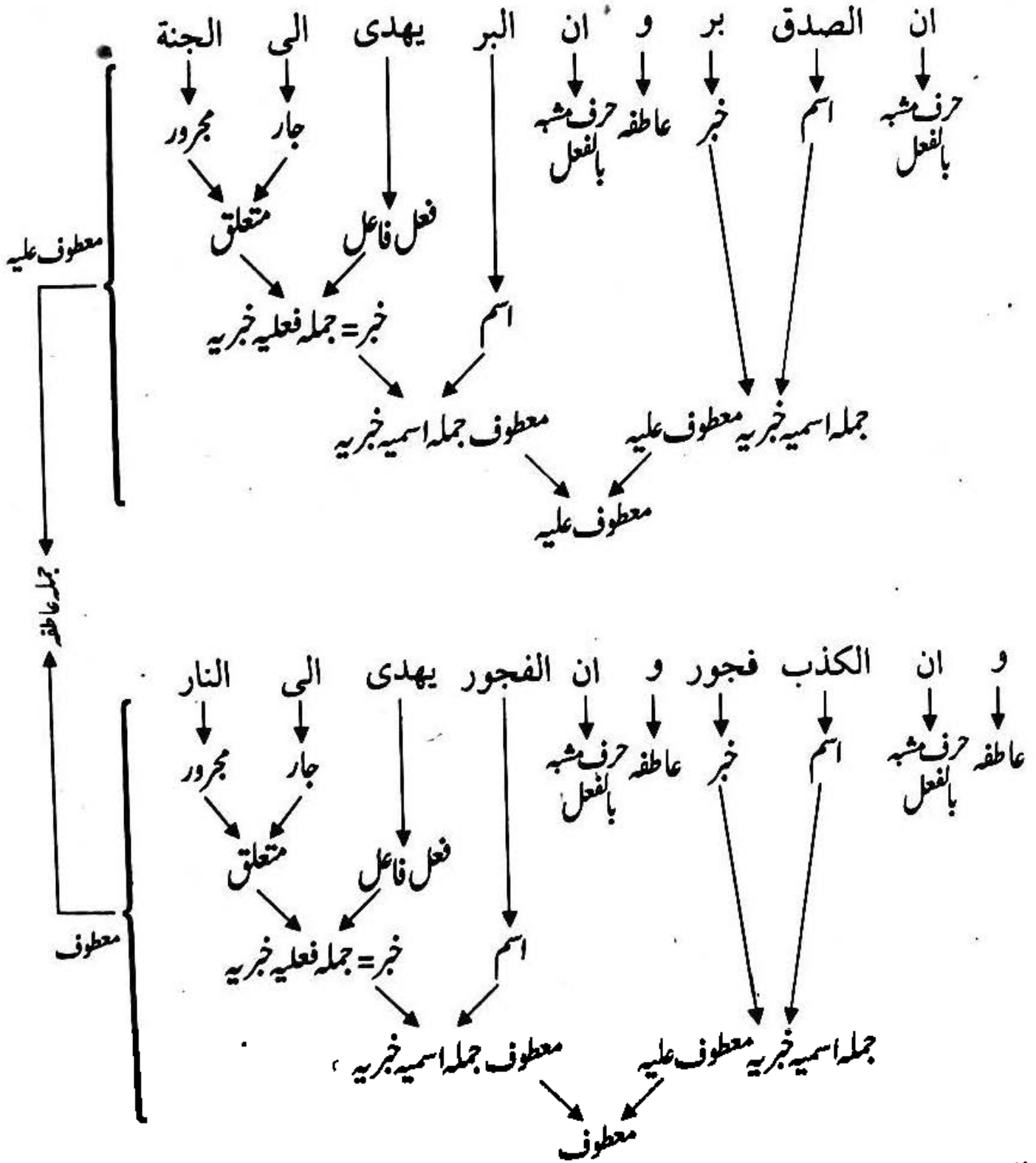
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم شریف: باب قبح الکذب وحسن الصدق: کتاب البر والصلة

(۲) ابو داؤد: باب التشدید فی الکذب: کتاب الادب

***

⑰ چند ممنوعہ چیزیں

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَ وَھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّوَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ

ترجمہ:

''بلاشبہ! اللہ نے تم پر حرام کی ہیں یہ چیزیں۔(۱) ماؤں کی نافرمانی (۲) بچیوں کو زندہ درگور کرنا (۳) بخل کرنا (۴) مانگنا۔اور ناپسند کی ہیں یہ باتیں۔(۱) فضول گفتگو (۲) زیادہ سوال کرنا (۳) مال کو ضائع کرنا۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں متعدد چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔سب سے پہلے ماں کی نافرمانی کو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر زمانہ جاہلیت میں عرب جو بچیاں زندہ دفن کر دیتے تھے ان کے بارے میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔پھر بخل سے یعنی جز رسی اور اپنے مال میں کنجوسی سے منع کیا گیا، کہ کنجوسی نہ کرو بلکہ راہ خدا میں صرف زکوٰۃ، عشر ہی نہیں اس کے علاوہ بھی بڑھ چڑھ کر خرچ کیا کرو۔پھر یہ فرمایا: کہ لوگوں سے مانگنا اور گداگری بھی حرام ہے جس شخص کے پاس ایک دن رات کی روزی، روٹی موجود ہو اس کے لیے دوسروں سے صدقہ وغیرہ مانگنا درست نہیں قرض وغیرہ لے سکتا ہے۔

اور جو چیزیں شریعت نے قطعی حرام نہیں کیں لیکن انہیں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، ان میں پہلی چیز فضول اور لایعنی گفتگو ہے، جس سے نہ دنیا میں کچھ حاصل ہو اور نہ آخرت کے اعتبار سے وہ مفید ہو، اور دوسری چیز علمی مجالس اور اپنے بڑے علماء ومشائخ سے زیادہ یعنی بات بات پر سوال کرنے کو ناپسند کیا ہے۔تاکہ مسائل میں بنی اسرائیل کی گائے کی طرح تنگی اور حرج واقع نہ ہو اور تیسری چیز مال کا ضائع کرنا ہے۔اپنی ضروریات اور حاجت سے زیادہ مال کو خرچ کرنا، اور ایسے کاموں میں مال لگانا جو آخرت کے اعتبار سے مفید نہ ہو یہ مال کی اضاعت ہے جیسے سگریٹ نوشی، اور فضول کھیلوں پر پیسہ لگانا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عقوق مصدر ہے، مضاعف ثلاثی، بمعنی نافرمانی۔

الامھات ام کی جمع ہے، بمعنی ماں، والدہ۔

واد مصدر ہے مہموز العین، بمعنی زندہ درگور کرنا۔

ھات اسم فعل ہے بمعنی لاؤ، دو، عطا کرو۔

قیل وقال یہ اردو میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔قیل وقال مراد ہے فضول گفتگو۔

اضاعۃ باب افعال سے مصدر ہے، اجوف یائی، بمعنی ضائع کرنا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل لفظ اللہ اسم حرم فعل ضمیر اس کا فاعل علیکم جار مجرور متعلق فعل، عقوق مضاف الامہات مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ و اد مضاف البنات مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر پھر معطوف علیہ، و عاطفہ منع و ھات اسم فعل معطوف، تمام معطوفات مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ کرہ فعل لکم جار مجرور متعلق فعل قیل و قال بتاویل مفرد معطوف علیہ، و عاطفہ کثرۃ مضاف السوال مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ معطوف علیہ، و عاطفہ اضاعۃ مضاف المال مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر پچھلے جملے کے لیے۔ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
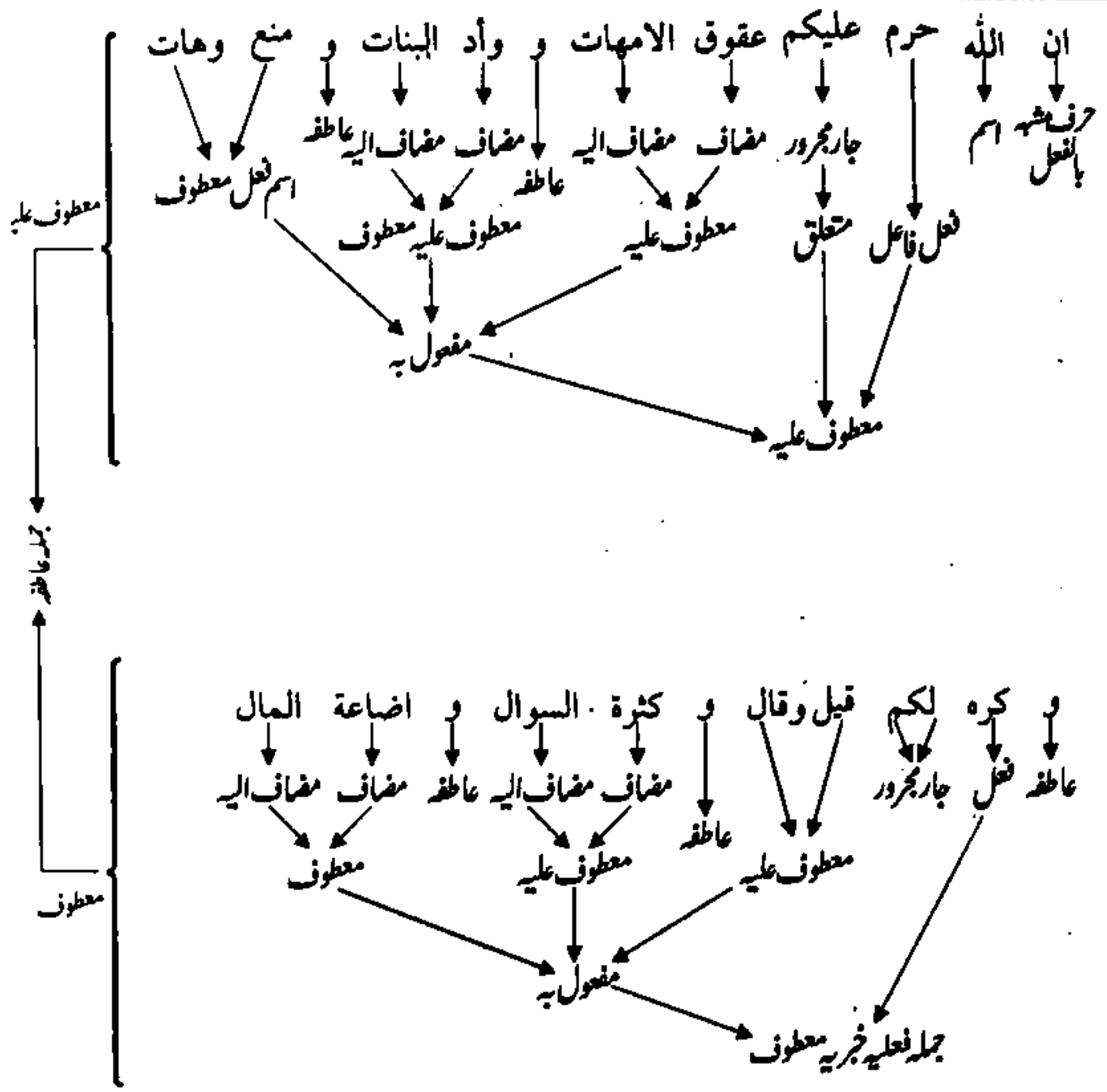
تخریج حدیث:

(۱) مسلم شریف: حدیث نمبر ٦٨٠٤، باب النهی عن كثرة السائل

***

⑯ اللہ کے ہاں سب سے محبوب عمل

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ

ترجمہ:

''اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ اور محبوب عمل اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے نفرت ہے۔''

تشریح:

قرآن پاک میں ہے۔ ''قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اسلام کا مطلب ہے مطیع ہونا، اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، کہ اب خدا ہی کے حکم سے چلوں گا اور اسی کے حکم سے بیٹھوں گا، اور جو کچھ بھی کروں گا وہ خدا کی رضاء کے لیے ہی ہوگا۔ اس چیز کو اخلاص اور للّٰہیت کہتے ہیں۔ مذکورہ حدیث بھی اخلاص کے بارے میں ہے لیکن اس میں ایک نہایت اہم بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ کسی سے محبت کرنا اور کسی سے نفرت کرنا، یہ عام طور سے غیر اختیاری اور انسان کا ایک فطری جذبہ ہوتا ہے جو کسی ضابطے اور قاعدے کا پابند نہیں ہوتا، لیکن یہاں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ خدا کے لیے خلوص کی انتہاء یہ ہے، کہ تمہارے یہ خالص فطری جذبات بھی اپنی خواہشات کے تابع نہیں حکم خداوندی کے منتظر ہونے چاہییں۔ خدا کا حکم ہو کہ کسی سے محبت کرو تو دل و جان سے محبت کرو۔ اور اگر خدا کہہ دے کہ سگا باپ بھی چھوڑ دو تو دوسرا لفظ نہ بولو۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

لغوی وصرفی تحقیق:

احب صیغہ اسم تفضیل ہے حب سے مضاعف ثلاثی ہے۔
البغض مصدر ہے بمعنی نفرت۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل احب صیغہ اسم تفضیل مضاف الاعمال مضاف الیہ الی جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے متعلق سے مل کر اسم ہوا انّ کا، الحب مصدر فی جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق مصدر، معطوف علیہ، و عاطفہ البغض مصدر فی جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق مصدر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر، انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۶۰۱، باب مجانبة اهل الهواء، کتاب السنة

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ۲۱۳۰۲

***

⑩⑨ علماء وطلباء کا مقام

اَلَا اِنَّ الدُّنیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیہَا اِلَّا ذِکْرُ اللہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ

ترجمہ:

''یاد رکھو! دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور ان چیزوں کے جو ذکر کے قریب ہیں۔ اور سوائے عالم کے یا طالب علم کے۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سارے کا سارا خدا کی نظر رحمت سے دور ہے بلکہ لعنت کا مستحق ہے۔ البتہ چار طرح کے لوگ اور کام اس لعنت سے خارج ہیں۔ (۱) اللہ کا ذکر۔ جو بھی شخص ذکر کرنے والا ہوگا وہ لعنت سے خارج ہو جائے گا۔ (۲) ذکر کے ساتھ قرب وتعلق رکھنے والی چیزیں جیسے امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ دعوت وتبلیغ، جہاد وغیرہ جیسی وہ چیزیں جن میں حکم خداوندی کو پورا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ امور دنیویہ جو شریعت کے مطابق سرانجام دیے جائیں کیونکہ وہ بھی باعث ثواب ہوتے ہیں۔ (۳) تیسری چیز عالم دین ہے کیونکہ علم کی بہت زیادہ فضیلت ہے، (۴) اور چوتھی چیز یا آدمی طالب علم ہے جو دین کے علم کی تحصیل میں دن رات لگا ہوا ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے کہ میرا شمار کس طرح کے لوگوں میں ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

ملعونۃ صیغہ اسم مفعول باب فتح بمعنی لعنت کیا ہوا۔

والا یہ ماضی کا صیغہ ہے باب مفاعلہ سے وَلِیَ سے لفیف مفروق ہے اور حروف اصلی، و، ل، ی، ہیں بمعنی قریب ہونا، متعلق ہونا، اسی سے ہے موالاۃ بمعنی دوستی۔

ترکیب:

الا حرف تنبیہ ان حرف مشبہ بالفعل الدنیا اسم ملعونۃ خبر اول ملعون صیغہ اسم مفعول ما موصولہ فی جار ھا ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق ثابت فعل کے، فعل فاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر نائب فاعل ملعون کا۔ ملعون اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء ذکر مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، دونوں مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ ما اسم موصول والا فعل با فاعل ہ ضمیر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ عالم معطوف علیہ معطوف، او عاطفہ متعلم معطوف، تمام معطوفات مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مل کر خبر ثانی، انّ اپنے اسم اور دونوں

خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۲۲، باب ماجاء فی هو ان الدنیا، ابواب الزهد،

۲۔ ابن ماجه: حدیث نمبر ٤١١٢، باب مثل الدنیا، کتاب الزهد،

***

⑩ مرنے کے بعد جاری رہنے والے اعمال

اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ عِلْمًا عَلَّمَہٗ وَنَشَرَہٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَکَہٗ اَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَہٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاہُ اَوْ بَیْتًا لِاِبْنِ السَّبِیْلِ بَنَاہُ اَوْ نَہْرًا اَجْرَاہُ اَوْ صَدَقَۃً اَخْرَجَہَا مِنْ مَّالِہٖ فِیْ صِحَّتِہٖ وَحَیٰوتِہٖ تَلْحَقُہٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہٖ

ترجمہ:

''موت کے بعد انسان کے عمل اور وہ نیکیاں جو اس کو پہنچتی رہتی ہیں۔ ان میں سے چند چیزیں یہ ہیں۔ (۱) اس کا وہ علم جسے اس نے آگے دوسرے لوگوں کو سکھایا اور اس علم کی خوب نشر واشاعت کی ہو (۲) نیک اولاد جو آدمی دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا ہو (۳) قرآن پاک جسے وہ وارثوں کو دے کر گیا ہو (۴) مسجد بنائی ہو (۵) مسافر خانہ تعمیر کرایا ہو (۶) نہر کھدوائی ہو (۷) اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں جو صدقہ اپنے ہاتھ سے اپنے مال میں سے نکالا ہو۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا اور پہنچتا رہتا ہے۔''

تشریح:

انسان کے اپنے عمل کا حساب وکتاب تو نزع اور جان نکلنے کے وقت سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اعمال والے رجسٹر اس وقت بند کر دیے جاتے ہیں۔ البتہ کچھ ایسے صدقات جاریہ اور نیکیاں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی آدمی کو ملتا رہتا ہے۔ ایسے صدقات جاریہ کی بے شمار انواع ہیں لیکن حدیث پاک میں ان میں سے چند ایک اہم اور مشہور مشہور قسموں کو ذکر کیا گیا ہے۔

آدمی کو اول تو زندگی میں ہی نیک اعمال کا کافی وافی ذخیرہ رکھنا چاہیے ورنہ کم از کم یہ ضرور سوچ رکھنی چاہیے کہ میں مرنے سے پہلے کوئی ایسا کام چھوڑ کر مروں جس کا ثواب مجھے مرنے کے بعد بھی ملتا رہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یلحق فعل مضارع ہے بمعنی لاحق ہونا، ملنا، پہنچنا۔

حسنات جمع ہے حسنۃ کی بمعنی نیکی، اچھی بات، بھلائی۔

علّم باب تفعیل سے، بمعنی تعلیم دینا، سکھانا۔

نشر پھیلانا۔ مصحف قرآن پاک کا نسخہ۔

ابن السبیل راستے کا بیٹا، مراد مسافر ہے۔

اجری کھدوانا، نکلوانا، جاری کرنا، چلوانا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل من جارہ ما موصولہ یلحق فعل فاعل المومن مفعول بہ من جارہ بیانیہ عملہ معطوف علیہ و عاطفہ حسناتہ معطوف، دونوں مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے بعد مضاف موتہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، یلحق فعل اپنے فاعل مفعول بہ مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہوئے ثابت مقدر کے، ثابت مقدر خبر مقدم (آگے ذرا لمبی ترکیب ہے توجہ مطلوب ہے)

علماً موصوف عملہ معطوف علیہ و عاطفہ نشرہ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ و عاطفہ ولداً موصوف صالحاً صفت اول ترکہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف او عاطفہ مصحفا موصوف ورثہ صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ معطوف، او عاطفہ مسجداً موصوف بناہ صفت، موصوف صفت، معطوف علیہ معطوف، او عاطفہ بیتاً موصوف لام جار ابن مضاف السبیل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثابتاً محذوف کے، ثابتا محذوف صفت اول ہوا بیتاً کی، بناہ صفت ثانی۔ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ معطوف، او عاطفہ نہراً موصوف اجراہ صفت، موصوف صفت معطوف علیہ معطوف او عاطفہ صدقۃ موصوف اخرج فعل فاعل ہ ضمیر مفعول بہ من جار مالہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل اخرج کے، فی جار صحتہ معطوف علیہ و عاطفہ حیاتہ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل اخرج کے اخرج فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت صدقۃ کی، موصوف صفت مل کر معطوف، تمام کے تمام (سات) معطوفات مل کر اسم مؤخر ہوئے انّ کا، انّ اپنی خبر مقدم اور اسم مؤخر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ تلحق فعل ضمیر اس کا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ من جار بعد مضاف موتہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا محذوف کی اور وہ ہے "ھذہ الاشیاء" عبارت یوں بنے گی "ھذہ الاشیاء تلحقہ من بعد موتہ" واللہ اعلم

نقشہ ترکیب:

او بیتًا لابن السبیل بناه أو نهراً أجراه او صدقة اخرجها من ماله

عاطفہ موصوف صفت اول صفت ثانی عاطفہ موصوف صفت عاطفہ موصوف فعل جار مجرور

معطوف معطوف صفت متعلق فعل اخرج
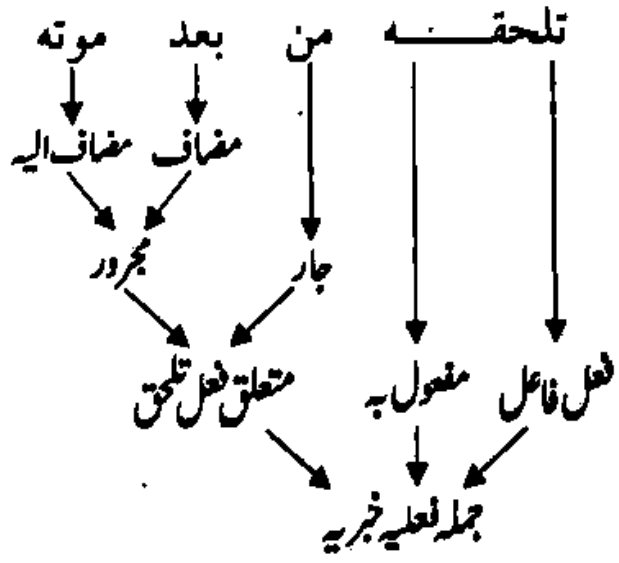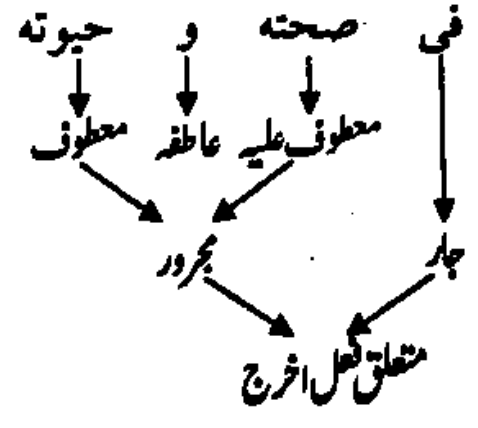
تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۲۳۸، باب ثواب معلم الخیر

***

⑪⑪ اللہ دین کا کام کسی سے بھی لے سکتے ہیں

اِنَّ اللہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

ترجمہ:

''بلاشبہ! اللہ اس دین کی تائید ونصرت ایسے آدمی سے بھی کروا دیتے ہیں جو فاسق وفاجر ہو۔''

تشریح:

حدیث میں آتا ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر ایک صاحب کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ آدمی جہنمی ہے دوسرے روز جب لڑائی ہوئی تو اس آدمی نے مسلمانوں کی طرف سے خوب لڑائی کی اور خود بھی بری طرح زخمی ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر سب کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ہوا لیکن آخر کار اس شخص نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خود کو تیر سے ہلاک کر دیا اس سے سب کو رسول اللہ ﷺ کی بات کا سچا ہونا معلوم ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا: کہ یہ اعلان کر دو! کہ اللہ اپنے دین کا کام اور نصرت کسی برے آدمی سے بھی لے سکتا ہے۔ یہاں رجل فاجر سے مراد کون ہے؟ کافر یا بے عمل مسلمان! دونوں ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اس حدیث میں دین کا کام کرنے والے لوگوں کے لیے بھی خاص تنبیہ ہے کہ وہ محض دین کا کام کر لینے کو اپنی نجات کے لیے کافی نہ سمجھیں بلکہ اپنی ذات اور اعمال کی اصلاح اور درستگی کی فکر کرتے رہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یؤید باب تفعیل سے فعل مضارع ہے، اور ہفت اقسام کے اعتبار سے مہموز الفاء اجوف یائی ہے۔ حروف اصلی، ا، ی، د، ہیں بمعنی تائید کرنا، مدد کرنا، نصرت کرنا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل لفظ اللہ اسم لیوید فعل با فاعل ھذا اشارہ الدین مشار الیہ، اشارہ مشار الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
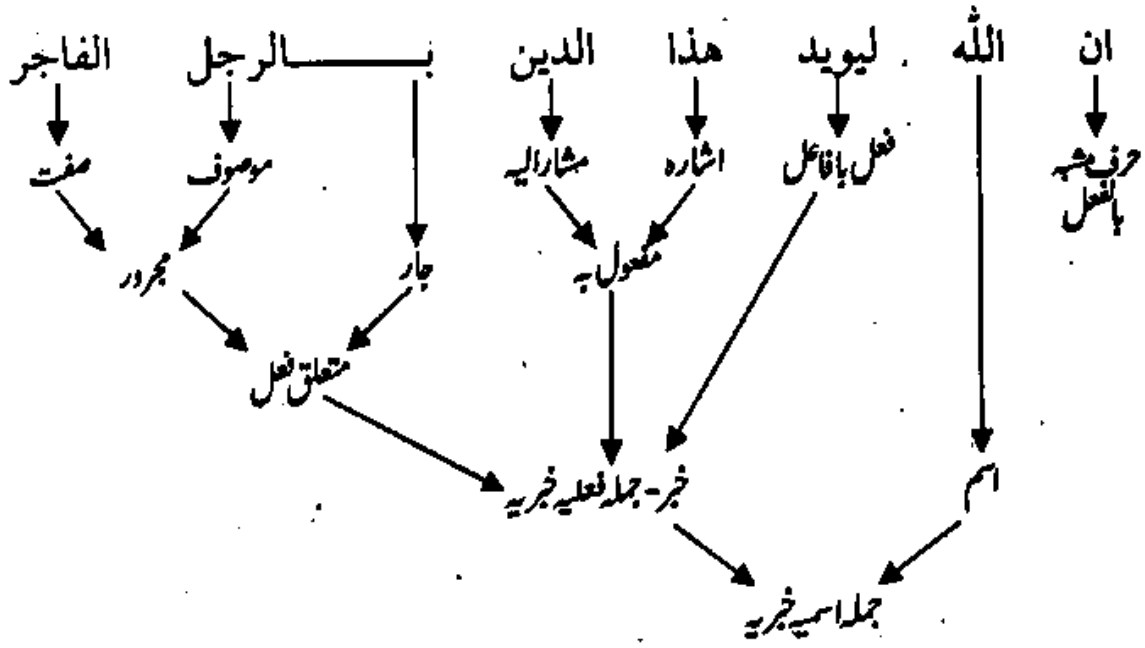
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۳۰۶۲، باب ان اللہ لیوید ھذا الدین، الخ

***

⑪⑫ قیامت کی ایک علامت

اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَى النَّاسُ فِى الْمَسَاجِدِ

ترجمہ:

''قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں فخر کرنے لگ جائیں۔''

تشریح:

قیامت کی دیگر علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ لوگ مسجد جیسی عبادت کی جگہ اور تقدس کے مقام کو بھی اپنی فخر ومباہات اور بڑائی میں استعمال کرنے لگیں گے، اور ہر ایک یہ کہے گا کہ ہماری مسجد بڑی عالیشان ہے، یہ بہت اعلیٰ تعمیر کا نمونہ ہے، یہ اس مسجد سے اچھی ہے، اور ایسا کرنا ظاہر ہے مقصد شرعی کے خلاف ہے، کیونکہ مساجد اس کام کے لیے تو نہیں وہ تو اللہ کی یاد اور اسلام کی خدمت کے لیے بطور مرکز ہیں۔ اسی حدیث کی بنیاد پر علماء نے یہ فرمایا ہے کہ مسجدوں کی تعمیر وتزئین میں مبالغہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہ لازماً مباہات کا سبب بن جاتا ہے، اور ویسے بھی لوگ مساجد کے اصلی مقصد کو بھول کر انہیں بنانے سنوارنے میں لگے رہیں گے، مسجد کی تزئین ہوتی رہے گی لیکن نماز کا ہوش نہیں ہوگا، اور مسجد کی اس خدمت کو کافی سمجھے رکھیں گے، البتہ بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ مساجد کی تعمیر کا معیار عام آبادی کی عمارات کے مقابلے میں اتنا پست بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے مسجد کی تحقیر ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اشراط بروزن افعال جمع ہے شرط کی بروزن مرض بمعنی علامت۔

الساعة بمعنی وقت، اصطلاحاً بمعنی قیامت۔

یتباھی ناقص سے فعل مضارع ہے، بمعنی فخر کرنا۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل من جار اشراط مضاف الساعه مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابت خبر مقدم کے، ان ناصبہ یتباھی فعل مضارع الناس فاعل فی جار المساجد مجرور، جار مجرور متعلق فعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر اسم مؤخر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
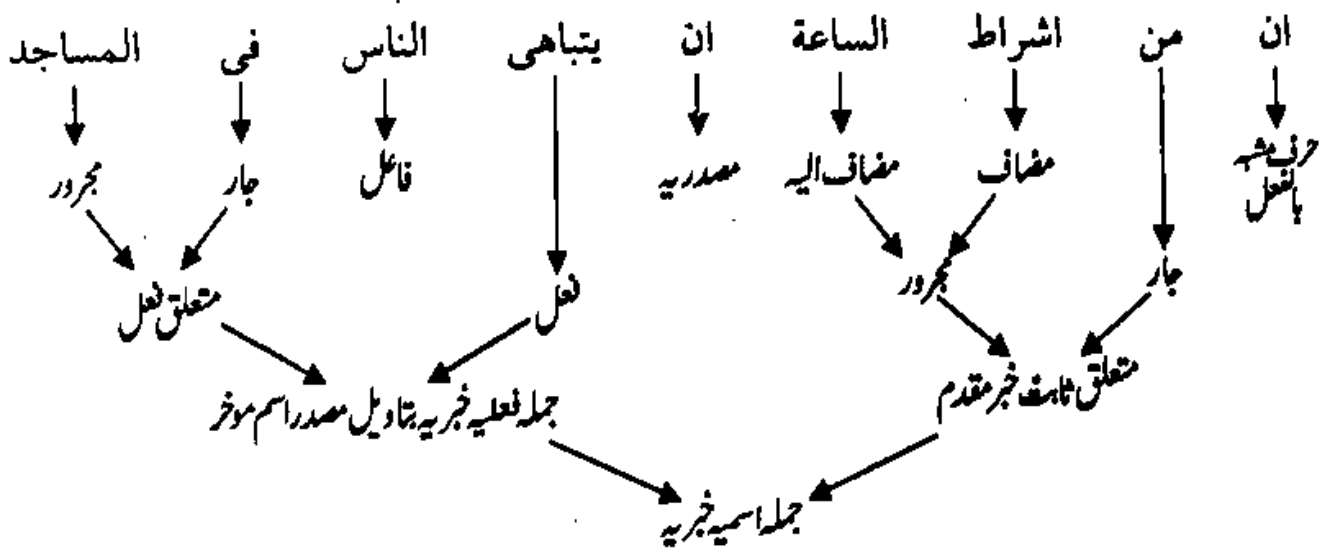
(۱) ابو داوٗد: حدیث نمبر ۴۴۹، باب بناء المسجد، کتاب الصلوۃ

***

(اِنَّمَا)

اس باب میں وہ اسمیہ جملے ذکر کیے جائیں گے جن کے شروع میں اِنَّمَا ہوگا

⑪۳ جہالت کا علاج

اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ

ترجمہ:

"بلاشبہ جہالت کا علاج سوال کرنا ہے۔"

تشریح:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ چند صحابہ سفر میں تھے ایک صحابی کے سر میں پتھر لگا، رات سوئے تو انہیں نہانے کی حاجت ہوگئی انہوں نے ساتھیوں سے پوچھا کہ میں تیمم کرلوں؟ ایک صاحب نے انہیں تیمم سے منع کیا، اس لیے انہوں نے غسل کیا، جب غسل کیا تو ان کی وفات ہوگئی۔ جب صحابہ نے یہ بات آپ ﷺ کے سامنے ذکر کی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا ناس ہو! تم نے اسے قتل کر دیا جب تمہیں علم نہیں تھا تو پوچھ لیتے، کیونکہ لاعلمی اور جہالت کی بیماری کا علاج پوچھنا ہے، اگر تم نے پوچھا ہوتا تو یہ مصیبت نہ آتی۔ قرآن پاک میں ہے "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"
ترجمہ: "اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو!"

ظاہر بات ہے کہ ساری باتوں کا علم ایک عام آدمی کو نہیں ہوسکتا اس لیے اسے اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ بجائے اپنی عقل چلانے کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھے کیونکہ اگر اپنی عقل چلائے گا تو پھر اس کے برے نتائج اور نقصانات سامنے آتے ہیں جیسے اوپر کی روایت میں ذکر ہوا۔ اس حدیث اور آیت سے علماء اور اہل علم وفقہ کی فضیلت اور ان کا مقام اور عوام کا منصب بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس کے ذمے کیا ہے؟ عوام کے ذمے یہ ہے کہ وہ اہل علم وتقویٰ پر اعتماد کریں اور اپنے تمام شرعی مسائل ان سے معلوم کریں اپنی عقل نہ چلائیں۔ اور اہل علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مطابق حکم بتانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور کتاب وسنت سے لوگوں کے حالات وواقعات کا صحیح تجزیہ کرکے ان کے لیے حکم بتائیں اور جو بھی حکم بتائیں وہ قرآن وسنت کی کسی دلیل پر مبنی ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

شفاء شفی یشفی باب ضرب یضرب سے مصدر ہے ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔

العی باب سمع سے مصدر ہے بمعنی عاجز ہونا، کچھ نہ کرنے والا ہونا، مراد ہے عوام، عامی آدمی جو علم نہ رکھتا ہو اور شریعت کے معاملے میں بے بس ہو۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل ما کافہ عن العمل، کافہ کا مطلب ہے روکنے والا، اس ما کو کافہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ما انّ کو عمل کرنے یعنی اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینے سے روک دیتا ہے، اس وجہ سے آگے آنے والے اسماء اسم اور خبر نہیں بلکہ مبتدا اور خبر ہیں۔ گویا ما کی وجہ سے ان کا آنا نہ آنا برابر ہو گیا اور یوں ہو گیا جیسے اب یہاں انّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہی نہیں۔ شفاء مضاف العی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا السوال خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
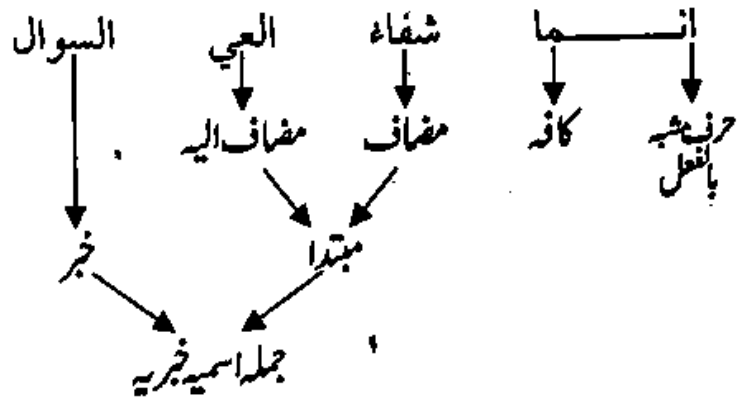
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۳۳۶، باب المجروح تیمم

***

⑪۲ اعمال کا دار ومدار خاتمے پر ہے

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ

ترجمہ:

''اعمال کا دار ومدار خاتمے اور انجام پر ہے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت پوری اس طرح ہے:

"عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَفْعَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ"

''آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ آدمی دوزخیوں کے اعمال کرتا رہتا ہے لیکن وہ ہوتا اہل جنت میں سے ہے، اور ایک آدمی جنتیوں کے اعمال کرتا رہتا ہے لیکن ہوتا وہ اہل جہنم میں سے ہے، اور اعمال کا دار ومدار تو خاتمے اور انجام پر ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی آخرت کے اعتبار سے فیصلہ کن گھڑی اور مرحلہ اس کی زندگی کے آخری لمحات ہیں اگر اس وقت کوئی آدمی مومن ہے تو اس کا شمار مومنین میں ہوگا اور وہ جنت کا مستحق ہوگا، اور اگر اس وقت خدانخواستہ وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو پھر اس کا شمار کافروں میں اور آخرت کی تمام منزلوں میں ناکامی کا منہ دیکھنے والوں میں ہوگا۔ اور خاتمے کا کسی انسان کو معلوم نہیں کہ میرا خاتمہ کیسے ہوگا؟ اس لیے ہر انسان کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے کسی عمل کی وجہ سے اللہ مجھے مرتے ہوئے ایمان سے محروم کر دیں، امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تنہائیوں میں گناہ کرنا یہ ایمان کے سلب ہونے کا ذریعہ ہے، مقام فکر یہ ہے کہ ایمان ہی ایک پونجی ہے اگر وہ بھی شیطان مرتے ہوئے لوٹ لے تو پھر آدمی کے پلے کیا رہ جائے گا، اس لیے ہر دم خاتمہ بالخیر کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو آدمی زندگی میں زیادہ سے زیادہ وقت یاد خداوندی میں گزارتا ہے اسے مرتے دم تک ایمان کی دولت نصیب رہتی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

خواتیم جمع ہے خاتمۃ کی، جو کہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب ضرب یضرب سے، بمعنی آخر، انتہاء، انجام کار۔

ترکیب:

انّ حرف مشبہ بالفعل ما کافہ الاعمال مبتداب جار الخواتیم مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابتۃٌ محذوف کے، ثابتۃٌ محذوف اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
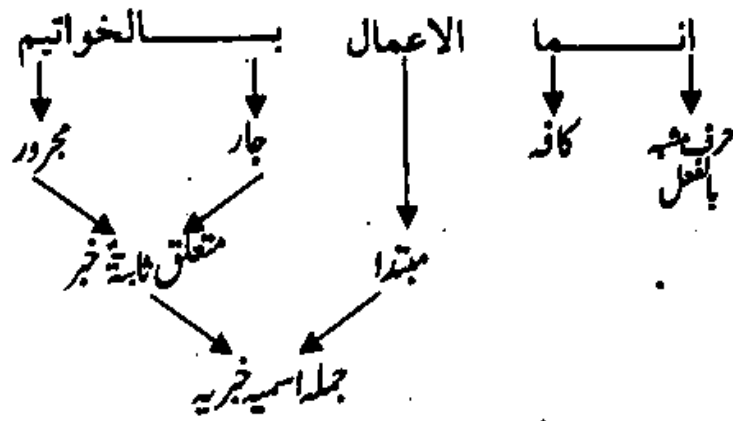
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۶۲۳۳، باب العمل بالخواتیم

***

۱۱۵ قبر صرف مٹی کا گڑھا نہیں

اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ

ترجمہ:

''قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔''

تشریح:

ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: موت کو یاد کیا کرو کیونکہ قبر ہر روز یہ اعلان کرتی ہے میں وحشت وتنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جس وقت کوئی نیک آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اسے خوش آمدید کہتی ہے، اور پھر اس کی نظر جہاں تک جاتی ہے وہاں تک کھل جاتی ہے، اور جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جب کوئی برا آدمی قبر میں آتا ہے تو قبر اسے کہتی ہے تیرا آنا، نامبارک، برا کیا جو یہاں آیا، آج میرا سلوک دیکھے گا، پھر وہ قبر چاروں طرف سے یوں تنگ ہو جاتی ہے، کہ اس سے آدمی کی پسلیاں آپس میں مل جاتی ہیں، اور ستر بڑے بڑے سانپ اس پر مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک سانپ بھی اگر زمین پر پھونکار مار دے تو رہتی دنیا تک کوئی سبزہ نہ اگے۔ یہ اژدہا اسے قیامت تک مارتا رہے گا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

اس لیے قبر کو یہ نہ سمجھو کہ وہ آرام اور سونے کی جگہ ہے بلکہ آخرت کی پہلی منزل ہے یہاں سے آخرت کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور یہاں ملنے والا عذاب وثواب قیامت تک جاری رہے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

القبر باب نصر ینصر سے مصدر ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے، مٹی کا گڑھا جہاں میت دفن کی جاتی ہے۔
روضۃ مفرد ہے بمعنی باغ۔ ریاض جمع ہے روضۃ کی۔
حفرۃ مفرد ہے بمعنی گڑھا، حفر جمع ہے حفرۃ کی۔

ترکیب:

ان حرف مشبہ بالفعل ما کافہ القبر مبتدا روضۃ موصوف من جار ریاض مضاف الجنۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق کائنۃ کے، کائنۃ صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ، او عاطفہ حفرۃ موصوف من جار حفر مضاف النار مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق کائنۃ صفت کے، موصوف صفت مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
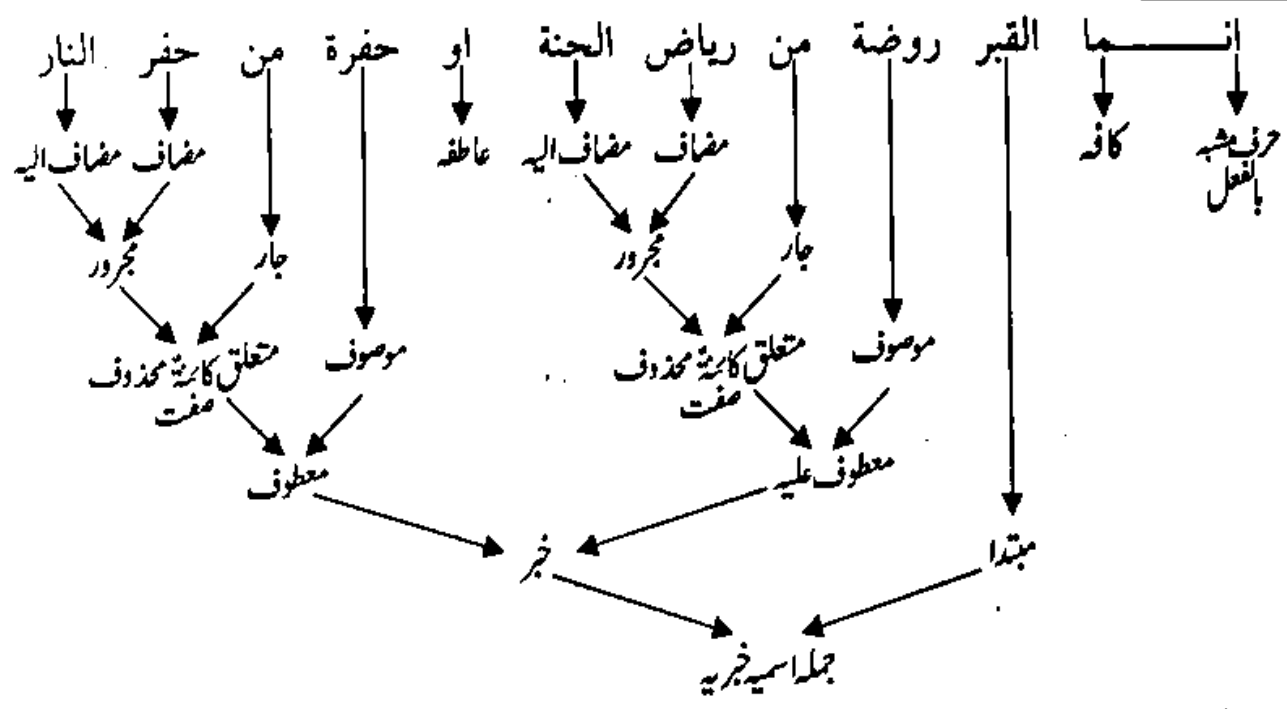
(۱) ترمذی: حدیث نمبر ٢٤٦٠، باب ابواب صفة القيامة

***

الجملة الفعلية

اس باب میں وہ جملے ذکر کیے جائیں گے، جو فعلیہ ہوں گے یعنی ان کا پہلا جزء فعل پر مشتمل ہوگا۔

⑪۹ فقر ایک آزمائش ہے

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا

ترجمہ:

''قریب ہے کہ فقر وافلاس کفر ہو جائے۔''

تشریح:

فقر کے کفر ہونے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فقر کی وجہ سے انسان ناشکری کرتا ہے اور اپنی زبان سے طرح طرح کے جملے خدا کے بارے میں بول دیتا ہے۔ مثلاً خدا کو میں ہی ملا تھا اس کام کے لیے، یا خدا کے پاس میرے لیے رزق ہے ہی نہیں۔ یا خدا اگر مجھے دے گا تو اس کے خزانے کم پڑیں گے۔ یا خدا نے انصاف نہیں کیا وغیرہ وغیرہ اور یہ سارے جملے ایسے ہیں جو کفر ہیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ فقر کی وجہ سے آدمی کافروں کے قریب ہوتا ہے اور دنیا کی محبت اور مال و دولت کے لالچ میں وہ اپنے ایمان اور دین سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، جیسے آج کل کے دور میں بدقسمتی سے کئی مسلمان مال و دولت کے لالچ میں قادیانی و مرزائی ہو کر کافر ہوتے اور ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں ہمارے لیے کرنے کا کام اور بات یہ ہے کہ ہم کسی بھی مسلمان کو فقر کی حالت میں نہ رہنے دیں ان کے ساتھ اتنا مالی تعاون کریں کہ وہ زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کر سکیں تاکہ شیطان ان کو ورغلا نہ سکے۔ اگر خدانخواستہ ہم کسی غریب مسلمان کو مالی امداد نہیں دیتے اور وہ کافر ہو جاتا ہے تو یقیناً یہ ہماری اجتماعی مسئولیت اور ذمہ داری کا سوال ہوگا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

فقر یہ باب ضرب یضرب سے مصدر ہے بمعنی، غربت، ناداری، مفلسی، احتیاج مالی۔

کفر یہ بھی باب نصر سے مصدر ہے، اس کا لغوی مطلب چھپانا ہے، کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اندر موجود اس فطری شہادت کو چھپاتا ہے جو اسلام کا تقاضا ہے۔

ترکیب:

کاد فعل از افعال ناقصہ الفقر اس کا اسم ان ناصبہ مصدریہ یکون فعل ناقص ھو ضمیر اس کا اسم کفراً اس کی خبر، یکون فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مصدر خبر ہوئی کاد فعل کی، کاد فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: حدیث نمبر ٦٦١٢

***
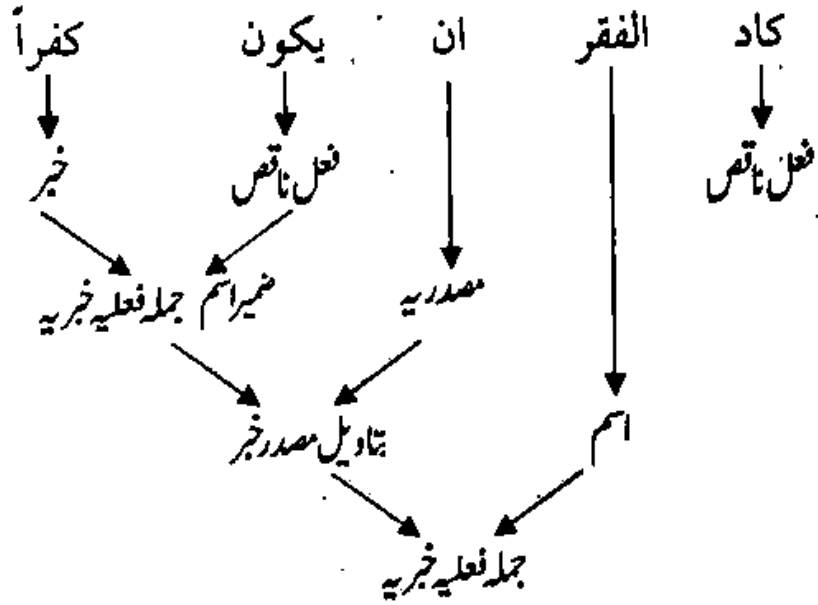
⑪⑦ جس حال پر موت آئے گی اس پہ حشر ہوگا

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ

ترجمہ:

''قیامت میں ہر آدمی کو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس میں وہ مرا ہو۔''

تشریح:

پیچھے ایک حدیث میں آیا تھا کہ اعمال کا دار و مدار خاتمے اور انجام پر ہے۔ یہ حدیث اس کی مزید تشریح و توضیح کر رہی ہے کہ جس عمل اور جس حالت پر انسان کا خاتمہ ہوگا قیامت والے دن اسے اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اگر نیک عمل اور نیک حالت میں خاتمہ ہوگا تو نیک حالت میں اٹھایا جائے گا اور اگر خدانخواستہ بری حالت پر موت آئی تو بری حالت میں اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے آدمی کو اسی خون سے لت پت حالت میں اٹھایا جائے گا اور اس کے خون سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی ہوگی۔ اور اگر کوئی چور چوری کی حالت میں مرا تو اسی گناہ اور رسوائی کی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا اور وہ لوگوں کے لیے نشان عبرت ہوگا۔ اس طرح اگر ایمان کی حالت میں انتقال ہوا تو ایمان پر اٹھایا جائے گا۔ اور اگر کفر کی حالت میں مرا تو کافر ہی اٹھایا جائے گا۔ اے اللہ! ہمیں خاتمہ بالایمان نصیب فرما (آمین)۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یبعث فعل مضارع ہے، بمعنی اٹھانا، دوبارہ زندہ کرنا، قیامت میں لانا۔

ترکیب:

یبعث فعل کل مضاف عبد مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر نائب فاعل علی جار ما اسم موصول مات فعل فاعل علی جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل یبعث کے، یبعث فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
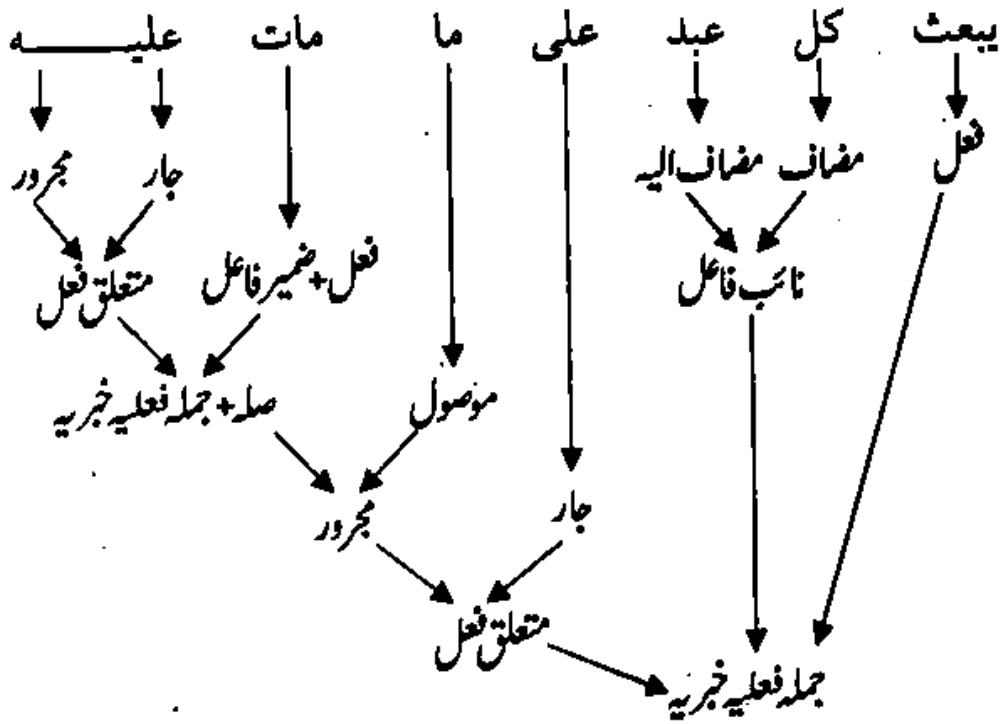
(۱) مسلم شریف: حدیث نمبر ۷٤۱۳، باب الامر بحسن الظن باللّٰہ عند الموت،

***

⑪۸ ہر سنی بات آگے بیان کرنے کی نہیں ہوتی

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ:

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

تشریح:

اس حدیث شریف میں ایک اصول اور ضابطے کے طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ جو بھی بات آدمی کسی سے سنے اس کی پہلے اچھی طرح تحقیق کرلے اس کے بعد اسے آگے نقل کرے۔ اور یہ اصول معاشرتی زندگی کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، کیونکہ بہت سی لڑائیاں جھگڑے اور غلط فہمیاں صرف اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ آدمی کوئی بات سنتا ہے مگر اس کی تحقیق کے بغیر اسے آگے نقل کردیتا ہے اس کی وجہ سے جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے قرآن میں آیا ہے کہ ''جب بھی تمہارے پاس کوئی آدمی بات لائے تو اسے خوب جانچ پرکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں تم کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس پر بعد میں ندامت ہو۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی تحقیق کیے بغیر آگے بات کردیتا ہے وہ خود اپنی ثقاہت وعدالت مجروح کر بیٹھتا ہے کیونکہ اس کا شمار بھی جھوٹوں میں ہونے لگتا ہے۔ یہ بات محدثین کے اصول کے زیادہ موافق ہے۔ واضح رہے کہ یہ ضابطہ ان چیزوں اور باتوں کے بارے میں ہے۔ جو دینی یا دنیاوی حوالے سے اہمیت کی حامل ہوں اور ان کے فی الواقع غلط یا صحیح ہونے سے نتائج پر اثر پڑسکتا ہے۔ جو باتیں اس پائے کی نہ ہوں ان میں اس قدر حزم واحتیاط کی ضرورت نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

كفى فعل ہے ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے، بمعنی کافی ہونا۔
يحدث فعل مضارع، باب تفعیل بمعنی بیان کرنا، آگے نقل کرنا۔

ترکیب:

كفى فعل ب جار المرء ممیز كذبا تمیز، ممیز تمیز مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کفی کے، ان مصدریہ ناصبہ، يحدث فعل ضمیر اس کا فاعل ب جار كل مضاف ما موصولہ سمع فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق يحدث فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بتاویل مصدر فاعل ہوا، كفى فعل کا، كفى فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ۷، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع

(۲) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٩٥٤، باب التشدید فی الکذب

***

⑪⑨ شہید کے گناہوں کی معافی

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ شَيْءٍ [1] إِلَّا الدَّيْنُ

ترجمہ:

''شہید کے لیے ہر چیز کی مغفرت ہو جاتی ہے سوائے قرض کے۔''

تشریح:

قرآن پاک میں جہاں انسانیت کے سب سے اعلیٰ قسم کے لوگوں یعنی انبیاء اور صدیقین کا ذکر ہے وہاں راہ خدا میں جان دینے والے لوگوں کا یعنی شہداء کا بھی ذکر ہے۔ شہید کے فضائل کے بارے میں شرعی نصوص بے شمار ہیں جن میں شہید کا رتبہ اور مقام بتایا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ شہید کے باقی تمام گناہ اور کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں۔ لیکن ساتھ میں ایک بات کی اہمیت اور سنگینی بتانے کے لیے یہ بھی فرما دیا کہ ایک معاملہ ایسا ہے جو شہید کا بھی معاف نہیں ہوتا اور وہ ہے قرض۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرض لینے کو شریعت پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتی اس لیے ضرورت کے بغیر قرض لینا مناسب نہیں۔ اور اگر کسی نے قرض لے لیا لیکن ادا نہ کیا اور مر گیا تو یہ معاملہ اس کا معاف نہیں ہوگا چاہے وہ شہید ہی ہو۔

لغوی و صرفی تحقیق:

یغفر فعل مجہول ہے باب ضرب یضرب سے بمعنی بخشا۔

شہید بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں دین کی سربلندی کے لیے لڑتا ہوا مارا جائے۔

ترکیب:

یغفر فعل مجہول لِ جار الشہید مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، کل مضاف شیء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ منہ الا حرف استثناء الدین مستثنیٰ، مستثنیٰ مستثنیٰ منہ مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

---

[1] زاد الطالبین کے مطبوعہ نسخے میں حدیث کے الفاظ وہی ہیں، جو ہم نے متن کے طور پر ذکر کیے ہیں۔ لیکن کتب حدیث کی مراجعت کرنے سے معلوم ہوا کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہ مشکوۃ میں ہے اور نہ دیگر کسی بنیادی حدیث کی کتاب میں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف علیہ الرحمۃ کا تسامح ہے۔ تمام کتب حدیث میں بشمول مشکوۃ یہ الفاظ ہیں "یغفر للشہید کل ذنب الا الدین" اگرچہ معنی و مفہوم میں کوئی فرق نہیں تاہم الفاظ حدیث میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں میں فرق کیا جائے۔

نقشہ ترکیب:
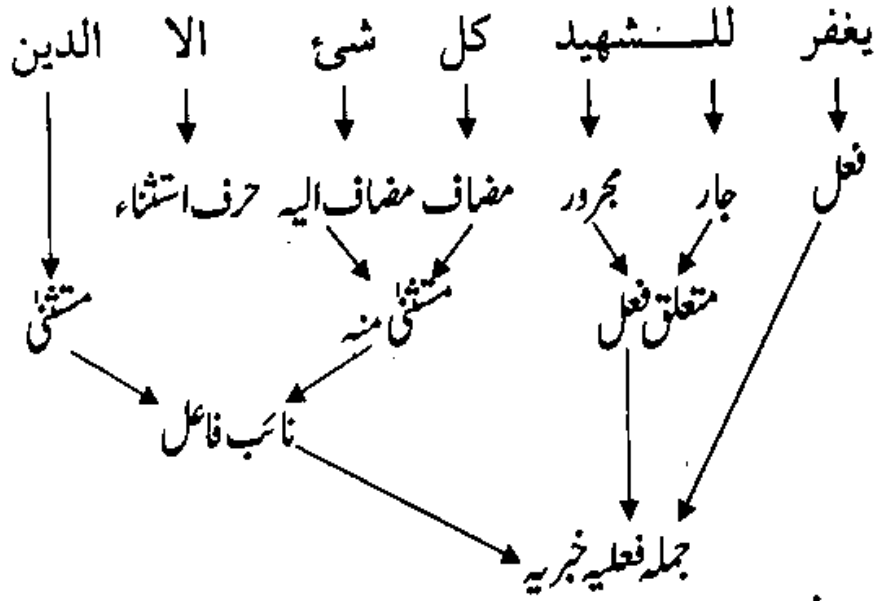
تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ٤٩٥١، باب من قتل فی سبیل اللّٰہ

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ۷۰۵۱

***

⑭ پیسے کا پجاری ملعون ہے

لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ

ترجمہ:

''ملعون ہے وہ آدمی جو درہم و دینار کا غلام ہو۔''

تشریح:

یعنی وہ آدمی جو پیسے کا غلام بن جائے اور پیسہ اور مال و دولت اس کا آقا بن جائے وہ آدمی لعنتی اور ملعون ہے۔ غلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے آقا کا جو تقاضا اور حکم ہوتا ہے، غلام اس سے سرمو انحراف نہیں کرتا، اور صبح و شام غلام کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ میرا آقا میرے سے راضی ہو جائے، ایسے ہی پیسے کے پجاری اور مال و دولت کے غلام کی حالت ہوتی ہے وہ مال و دولت اور پیسے کے تقاضے اور طلب پر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، عزت نفس بیچنی پڑے کوئی بات نہیں، پیسہ آنا چاہیے، حتی کہ ایمان بیچنا پڑے کوئی بات نہیں دولت آنی چاہیے، تو جو آدمی یوں پیسے کا غلام ہوا اس پر یقیناً لعنت ہی ہونی چاہیے۔ پیسے کی یہ غلامی تب آتی ہے جب آدمی کے دل میں پیسے اور مال و دولت کی محبت آتی ہے پھر یہ محبت بڑھتی جاتی ہے حتی کہ پیسہ خدا بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے متنبی (شاعر) نے کہا تھا۔

لَوْلَا التُّقٰی لَقُلْتُ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ

اگر ڈر نہ ہو تو میں کہوں کہ پیسہ ہی خدا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

لعن فعل مجہول ہے لعن سے بمعنی رحمت سے دور کرنا۔

الدینار سونے کا سکہ۔

الدرھم چاندی کا سکہ۔ یہ سکے پہلے دور میں آج کل کے نوٹوں کی جگہ رائج تھے، دینار کا وزن ساڑھے 4.5 ماشے اور درہم کا وزن ساڑھے تین ماشے 3.5 ہے، یہاں مراد مطلقاً مال و دولت ہے۔

ترکیب:

لعن فعل مجہول عبد مضاف الدینار مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ عبد مضاف الدرھم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
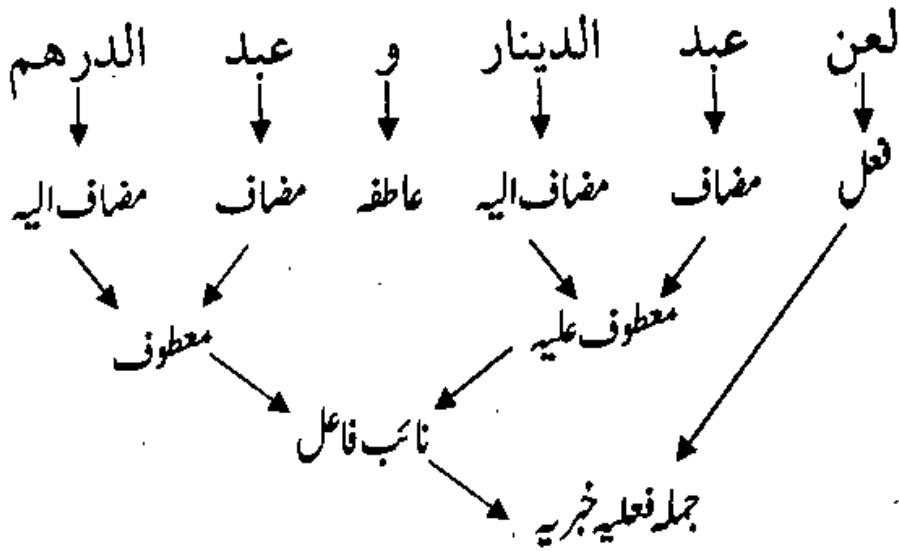
(۱) بخاری: حدیث نمبر ٦٠٧١، باب، کتاب الرقاق

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ٢٣٧٥، باب ماجاء فی اخذ المال، ابواب الزهد

❊❊❊

⑫۱ جہنم پہ خواہشات کا پردہ

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ

ترجمہ:

''دوزخ کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا اور جنت کو سختیوں اور مصیبتوں سے۔''

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں جنت اور جہنم کو بڑی لطیف تشبیہ کے پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے اور یوں فرمایا گیا جیسے جنت اور جہنم دو چیزیں ہیں جو نیچے کہیں زمین وغیرہ میں دبائی ہوئی ہیں۔

اوران دونوں کے اوپر کے حصے پر ایک چادر ڈالی گئی ہے اور یہ چادر منقش اور نقش ونگار والی ہے جو چادر جنت پر ہے اس کے اوپر سختیاں، مصائب، قربانیاں، نفس کی مخالفت والے اعمال نقش ہوئے پڑے ہیں اور جو چادر جہنم والی ہے اس کے اوپر خواہشات نفسانی، نافرمانیاں، گناہوں کی لذت وغیرہ نقش ہے۔ اب جو آدمی صرف ان ظاہری نقوش کو دیکھے گا وہ جنت سے دور ہو جائے گا اور جہنم کی چادر کی طرف لپکے گا حالانکہ وہاں نیچے آگ ہی آگ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں دنیا کی زندگی میں جو آدمی اپنے نفس کے کہے پر چلے گا وہ دنیا کی رنگینیوں میں کھوئے گا اور جہنم میں جا پڑے گا اور جو عقل مند ہو گا وہ نفس کی مخالفت کرے گا مشقت برداشت کرے گا دنیا سے دل نہیں لگائے گا اور وہ اس طرح جنت کی وسیع وعریض اور شاداب جگہ میں پہنچے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

حجبت فعل ماضی، باب نصر سے بمعنی ڈھانپنا، چھپانا۔

الشھوات جمع مؤنث سالم ہے شھوۃ کی بمعنی خواہشات اور من چاہی چیزیں۔

المکارہ جمع ہے مکرھۃ کی بمعنی ناپسندیدہ، دل کو نہ لگنے والی چیز۔

ترکیب:

حجبت فعل مجھول النار نائب فاعل ب جار الشھوات مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ حجبت فعل الجنۃ نائب فاعل ب جار المکارہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ

نقشہ ترکیب:
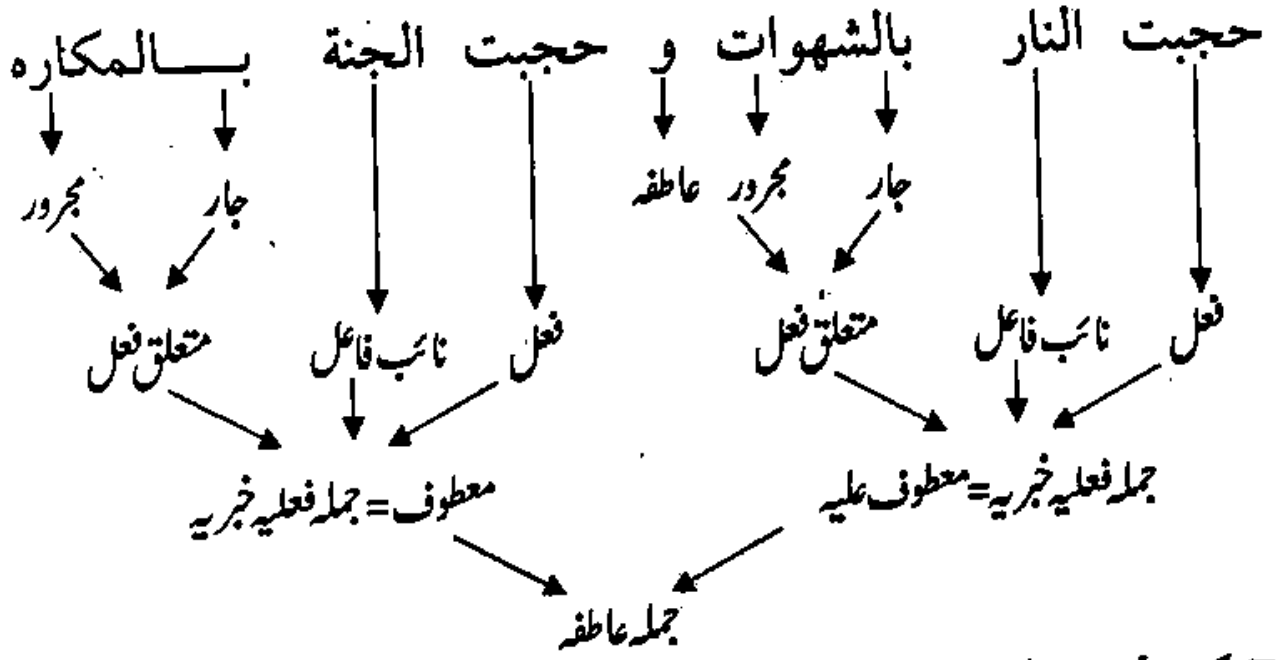
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۶۱۲۲، باب حجبت النار بالشهوات کتاب الرقاق

***

⑭ انسان کی دو خواہشیں

يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ

ترجمہ:

"انسان خود بوڑھا ہوتا رہتا ہے لیکن دو چیزیں اس میں جوان ہوتی رہتی ہیں۔(۱) مال کی حرص (۲) عمر کی حرص"

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ انسان کی عمر میں جوں جوں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس کی اس بات کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس میں دنیا کی محبت کم ہوتی جائے کیونکہ عمر کم ہو رہی ہوتی ہے اور قبر قریب آ رہی ہوتی ہے چنانچہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے موت دستک دینا شروع کرتی ہے، اس بات کا تقاضا تو یہ ہے کہ دنیا کے جھمیلوں سے دل کو فارغ کیا جائے، اور زیادہ سے زیادہ آخرت کی تیاری اور دھیان میں وقت گزارا جائے، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، اور مال کے اعتبار سے اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ مال کی محبت اس کے دل میں پہلے سے زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے حتی کہ بعض بڑی عمر کے لوگوں کے پیسہ نکالتے ہوئے ہاتھ کانپنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور رہا عمر کا معاملہ تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کبھی نہ مریں اپنے بیٹوں کی شادیاں ان کی اولاد کی شادیاں پھر پوتوں کی اولاد دیکھنے کا بھی ارمان دل میں پلتا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو اگرچہ انسان کی ایک فطری کمزوری اور حقیقت واقعہ کے اعتبار سے بیان کیا ہے تاہم اس میں اس حالت سے بچنے کا مطالبہ بھی موجود ہے کہ انسان کی یہ حالت نہیں ہونی چاہیے، اور اس حالت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یھرم فعل مضارع باب سمع۔ ہفت اقسام میں سے صحیح ہے بمعنی بوڑھا ہونا، ہرم بڑھاپے کو کہتے ہیں۔

یشب فعل مضارع باب ضرب یضرب۔ ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے، حروف اصلی ش، ب، ب ہیں بمعنی جوان ہونا، شباب جوانی کو کہتے ہیں۔

ترکیب:

یھرم فعل ابن مضاف آدم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ یشب فعل منہ جار مجرور اثنان مبدل منہ، الحرص مصدر علی المال جار مجرور متعلق مصدر کے۔ مصدر اپنے متعلق سے مل کر معطوف علیہ۔ و عاطفہ، الحرص علی العمر اسی طرح معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر بدل، بدل مبدل منہ مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
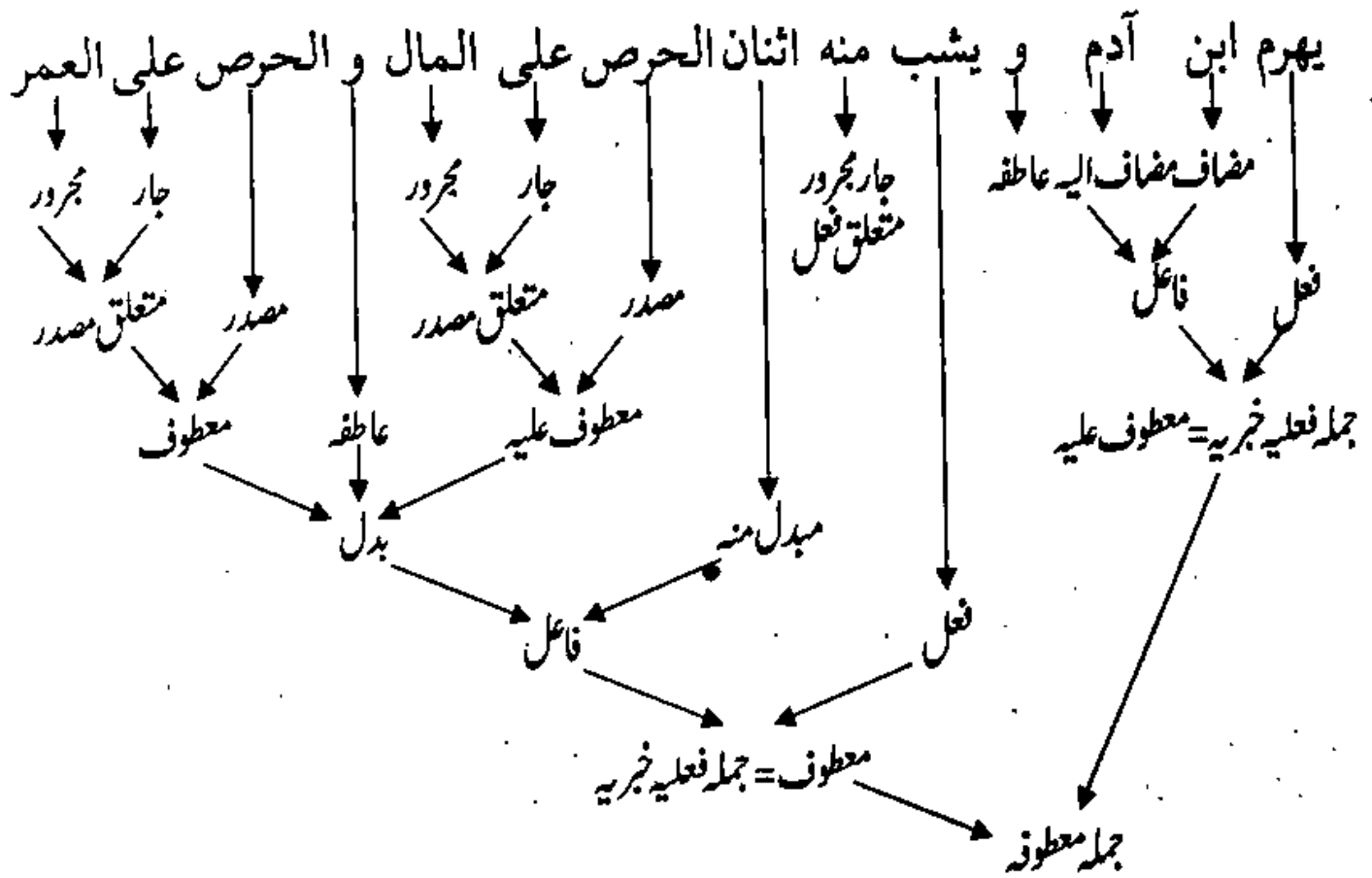
تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ۱۰۴۷

(۲) ترمذی: حدیث نمبر ۲۴۵۵، باب ماجاء قلب الشیخ شاب، ابواب الزهد

***

⑭ عالم دین کی شان

نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِي الدِّيْنِ اِنِ احْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ اَغْنٰى نَفْسَهٗ

ترجمہ:

''کیا ہی اچھا ہے وہ عالم دین کہ اگر اس کی ضرورت محسوس کی جائے تو وہ مفید بات بتادے اور اگر اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی اپنے آپ کو بے نیاز کر لے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں ایک عالم دین کے مقام ومنصب کو متعین کیا گیا بلکہ اس کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، اور فرمایا کہ عالم میں دو متضاد صفات جمع ہونی چاہئیں کہ اگر عوام اور لوگ اس سے رجوع کریں اور علم دین سیکھنے یا مسائل معلوم کرنے یا شریعت کی روشنی میں اپنی مشکلات حل کرنے کے لیے اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے لیے مجسم اخلاق نبوت ہو اور انہیں اپنی ذات اور علم سے خوب مقدور بھر نفع پہنچائے۔ اور اگر صورت حال ایسی ہو کہ اس کے پاس کوئی نہ آتا ہو، چاہے اس وجہ سے کہ لوگوں میں دین کی طلب اور شعور نہیں یا اس وجہ سے کہ دوسرے علماء موجود ہیں جہاں لوگ رجوع کر سکتے ہیں، تو ایسے عالم کو چاہیے کہ پھر اپنی ذات میں انجمن بن جائے اور اپنا وقار بنا کر رکھے۔ لوگوں کے پیچھے نہ پڑے کہ میں عالم ہوں میرے سے دین پڑھو یا مسائل معلوم کرو۔

واضح رہے کہ یہ مذکورہ تقسیم اور صورت حال علم اور تعلیم کے اعتبار سے ہے کہ جس میں طلب نہ ہو اسے علم نہ سکھاؤ باقی رہا منصب دعوت کہ بے دین لوگوں میں دین کی طلب پیدا کرنا، اور شریعت پر چلنے کا مزاج پیدا کرنا، یہ عالم کی بحیثیت داعی علیحدہ ذمہ داری ہے، چنانچہ اگر ایسی صورت حال ہو کہ لوگ دینی شعور کے فقدان کی وجہ سے علماء دین سے بے نیاز ہوں تو ایسی صورت میں لوگوں میں دینی شعور بیدار کرنا یہ ہر عالم کی بحیثیت داعی ذمہ داری ہے، خلاصہ یہ کہ دعوت کے لیے لوگوں کے پاس جا سکتا ہے علم سکھانے کے لیے نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

نعم یہ فعل مدح ہے بمعنی عمدہ، اچھا، بہترین۔

الفقیہ سمجھ دار، گہری سمجھ والا، دانش مند۔

احتیج فعل ماضی، باب افتعال سے، ہفت اقسام میں سے اجوف وادی ہے۔ حروف اصلی، ح، و، ج، ہیں بمعنی محتاج ہونا۔

استغنی باب استفعال، ناقص یائی حروف اصلی، غ، ن، ی، بمعنی ضرورت نہ ہونا۔

ترکیب:

نعم فعل مدح الرجل فاعل الفقیه صفت مشبہ فی جار الدین مجرور، جار مجرور متعلق شبہ فعل کے، شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مخصوص بالمدح، فعل اپنے فاعل اور مخصوص بالمدح سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ان حرف شرط احتیج فعل مجہول ضمیر نائب فاعل الیہ جار مجرور متعلق فعل، فعل نائب فاعل اور متعلق مل کر شرط، نفع جزا، شرط جزاء مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ ان حرف شرط استغنی فعل مجہول ضمیر نائب فاعل عنہ جار مجرور متعلق فعل، فعل متعلق و نائب فاعل سے مل کر شرط، اغنی فعل معروف ھو ضمیر اس کا فاعل نفسہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: حدیث نمبر ۱۷۲۰

***

۱۴۳ آخرت میں کام آنے والی چیز

یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَةٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَهٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَیَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَیَبْقٰی عَمَلُهٗ

ترجمہ:

''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔جن میں سے دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ میت کے پیچھے اس کے اہل خانہ، اس کا مال و دولت، اور اس کے اعمال جاتے ہیں۔اہل خانہ اور مال تو واپس آ جاتے ہیں۔اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔''

تشریح:

میت کو دفنانے کے لیے رشتہ دار بھی ساتھ ہوتے ہیں۔خادم نوکر چاکر اور چارپائی وغیرہ بھی مگر جب لحد میں رکھتے ہیں تو اب کوئی بھی ساتھ نہیں دے سکتا، نہ مال نہ اہل وعیال، کوئی چاہے بھی کہ میں اپنے ابا اماں کی لحد میں ان کے ساتھ اتر جاؤں ایسا ممکن نہیں۔اب آگے صرف اور صرف اس کے ہاتھوں کے کیے ہوئے اعمال، دیئے ہوصدقات وغیرہ کام آئیں گے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا ایک آدمی کے تین بھائی ہوں ایک کہے، تیری زندگی تک تیرے ساتھ ہوں مرتے ہی کسی اور کا ہوں گا۔دوسرا کہے، دفنانے تک تیرے ساتھ ہوں۔اور تیسرا کہے، میں ہمیشہ تیرے ساتھ ہوں۔اب بتاؤ تین بھائیوں میں سے کون سا اچھا ہے؟ سب نے کہا تیسرا بھائی۔آپ نے فرمایا: پہلا بھائی مال ہے، اور دوسرا بھائی رشتہ دار ہیں، اور تیسرا بھائی اعمال ہیں۔مال مرتے ہی کسی اور کا ہو جاتا ہے، رشتہ دار دفن تک ساتھ رہتے ہیں اور اعمال جنت تک ساتھ جائیں گے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

یتبع فعل مضارع باب سمع، پیچھا کرنا، ساتھ ہونا۔

المیت صفت مشبہ ہے موت سے بمعنی مردہ، مرنے والا۔

ترکیب:

یتبع فعل المیت مفعول بہ مقدم ثلثه فاعل مؤخر، فعل فاعل مفعول بہ مل کر معطوف علیہ، ف عاطفہ یرجع فعل اثنان فاعل، فعل فاعل مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ یبقی فعل معه جار مجرور متعلق فعل واحد فاعل، فعل فاعل اپنے متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مفسر، یتبع فعل ہ ضمیر مفعول بہ اهله معطوف علیہ، و عاطفہ ماله معطوف علیہ معطوف، و

عاطفہ عمله معطوف تمام معطوفات مل کر فاعل، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، ف عاطفہ یر جع فعل عمله فاعل، فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر معطوف ہوا یتبعہ کے لیے پھر معطوف معطوف علیہ سے جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تفسیر مفسر تفسیر سے مل کر جملہ تفسیر یہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
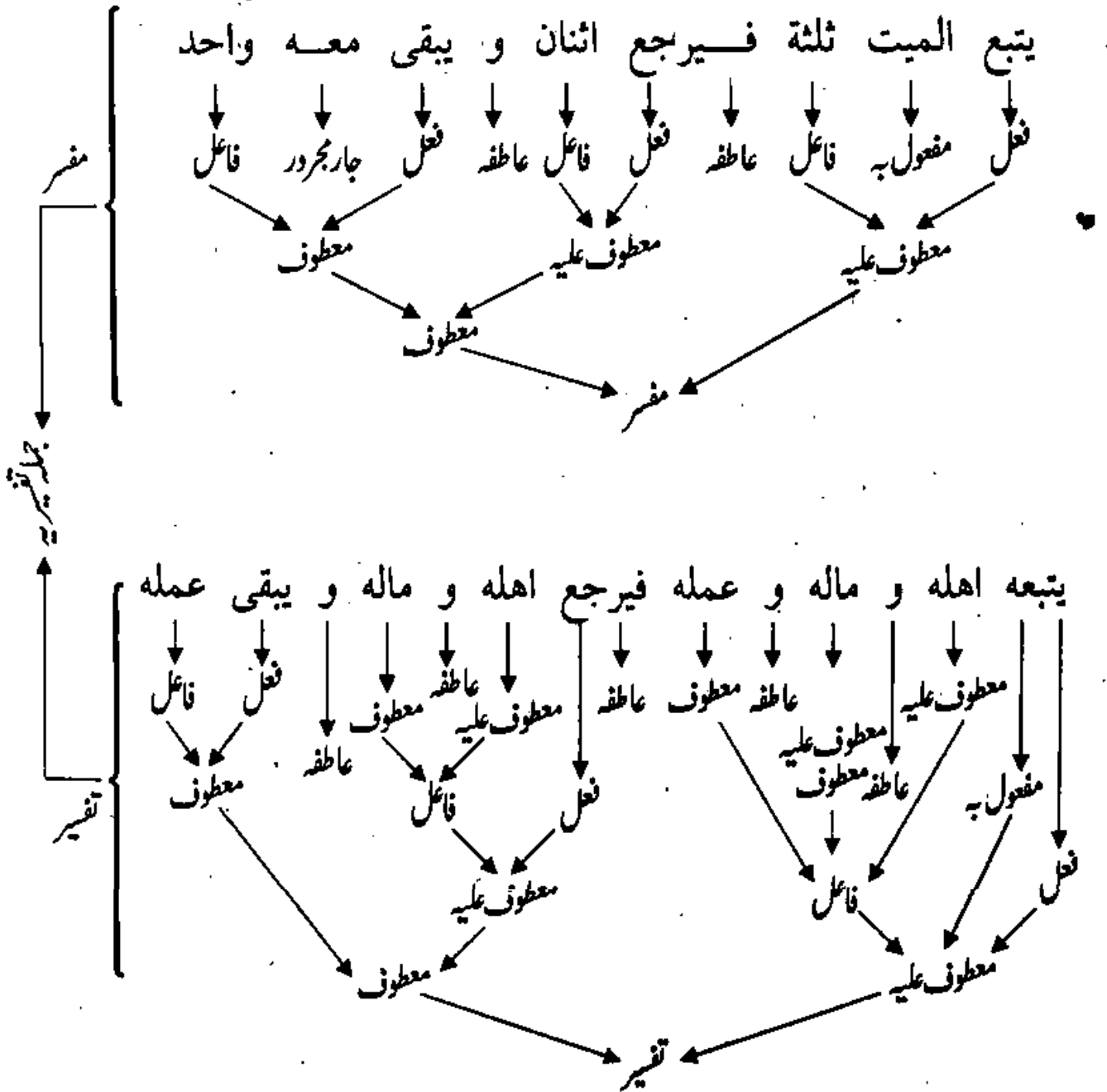
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٦١٤٩، باب سکرات الموت

۲۔ مسلم: حدیث نمبر ۷٦١٣، کتاب الزهد

۳۔ ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۷۹

***
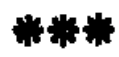
⑮ ایک بہت بڑی خیانت

كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ

ترجمہ:

''یہ بات بہت بڑی خیانت اور بددیانتی ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کو کوئی ایسی بات بتاؤ جس میں وہ تمہیں سچا سمجھتا ہو اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔''

تشریح:

ویسے تو ہر حال میں اور ہر جگہ ہر آدمی کے ساتھ جھوٹ بولنا گناہ ہے، تاہم اس گناہ میں بعض اعتبار سے مزید شدت بھی آ جاتی ہے ان میں سے ایک موقع یہ بھی ہے کہ جہاں ایک مسلمان تمہارے اوپر پورا بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہو اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ تم سچ کہہ رہے ہو اور تم فی الواقع اس سے غلط بیانی کرر ہے ہو۔ یہ بڑا گناہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں جھوٹ کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب بھی ہے۔ دوسرے اس میں نفاق کا پہلو بھی پایا جاتا ہے، وہ ایسے کہ ایک آدمی پہلے اپنا اعتماد بٹھائے اور پھر اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے غلط باتوں سے کان بھرنا شروع کردے اس لیے اس بات کو بہت بڑی بددیانتی اور خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

كبرت فعل ماضی باب کرم یکرم سے بمعنی بڑا ہونا، عظیم ہونا۔

خيانة خان یخون سے مصدر ہے بددیانتی، امانت میں خیانت کرنا۔

مصدق صیغہ اسم فاعل باب تفعیل، تصدیق کرنے والا، سچا سمجھنے والا۔

كاذب صیغہ اسم فاعل کذب سے بمعنی جھوٹا، دروغ گو۔

ترکیب:

كبرت فعل هى ضمیر ممیز خيانة تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مفسر ان ناصبہ مصدریہ تحدث فعل فاعل اخاك مفعول بہ اول حديثاً موصوف هو مبتدا لك جار مجرور متعلق فعل کے مصدق، به جار مجرور متعلق مصدق، مصدق صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلقات سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ انت مبتدا، به جار مجرور متعلق كاذب، كاذب صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ بتاویل مفرد صفت ہوا حديثاً موصوف کی، موصوف صفت مل کر مفعول ثانی۔ تحدث فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر تفسیر ہوا مفسر کی، مفسر تفسیر سے مل کر فاعل ہوا كبرت فعل کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ

فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٩٧١، باب فی المعاریض

***
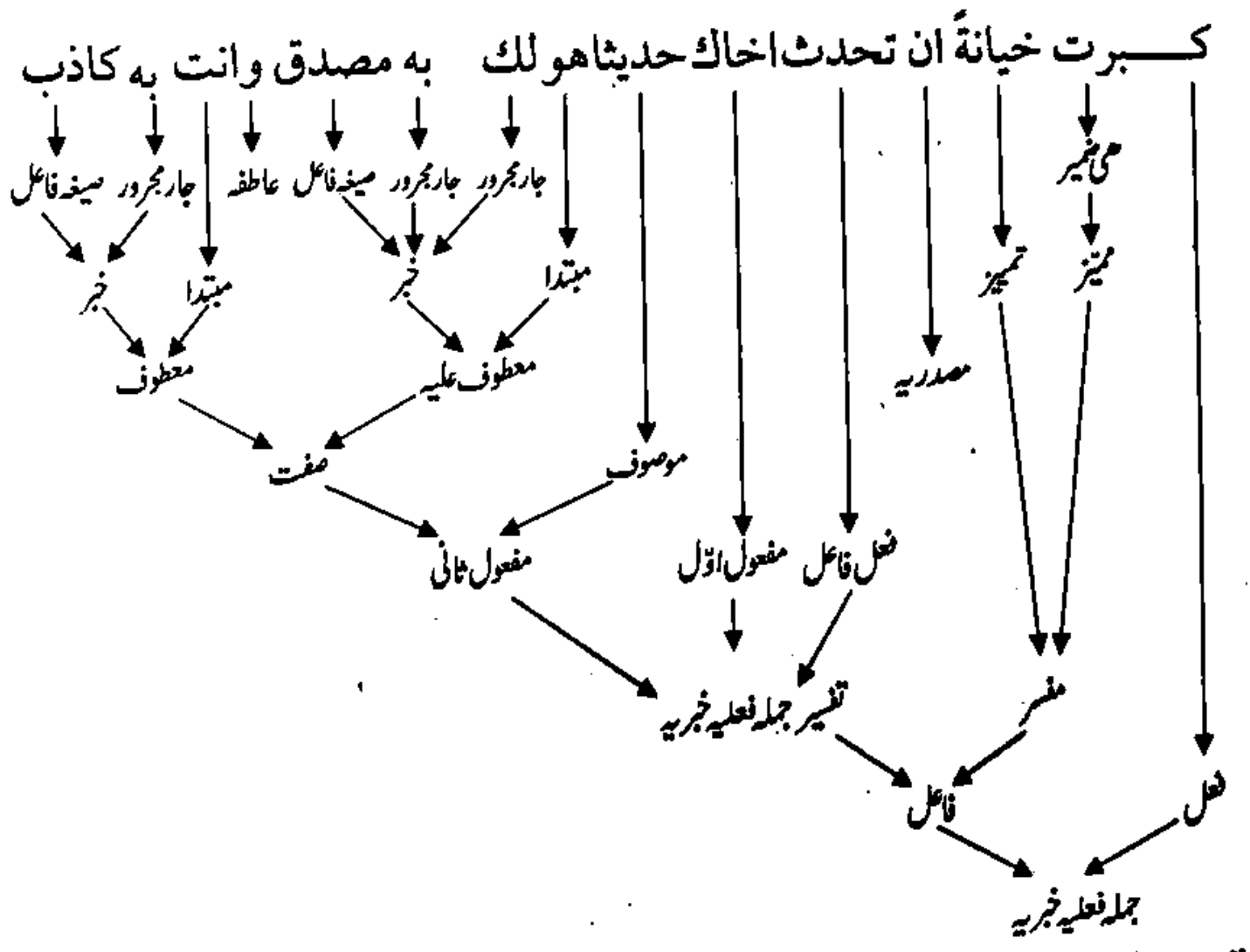
⑭۱ ذخیرہ اندوز کی مذمت

بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ

ترجمہ:

''بہت برا ہے ذخیرہ اندوز آدمی کہ اگر اللہ بھاؤ میں ارزانی کرتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتا ہے اور اگر بھاؤ اور نرخ میں گرانی ہو تو وہ خوش ہوتا ہے۔''

تشریح:

احتکار کا مطلب ہوتا ہے ذخیرہ اندوزی کرنا، محتکر وہ شخص جو غلے اور دیگر ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی کرنے والا ہو۔ اس حدیث میں اسلام کے معاشی نظام اور اسلامی معاشیات اور کافرانہ وسرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ایک اہم اور بنیادی فرق بھی سامنے آتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں تاجر کو زیادہ نفع کمانے سے غرض ہوتی ہے، چاہے اخلاقیات پامال ہوں، جبکہ اسلام میں انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جبکہ نفع ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ مذکورہ حدیث اس تاجر کی گھٹیا اور پست ذہنیت کی عکاس ہے۔ جس میں ہے مہنگائی سے وہ خوش ہوتا ہے کہ اب مجھے خوب نفع ملے گا، اور سستا ہونے سے اسے غم لاحق ہوتا ہے کہ میرا نفع تو کم ہو جائے گا، ایسے شخص کو انتہائی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا کیونکہ یہ اپنے نفع اور مادی فائدے کو اخلاقی اقدار اور انسانی ہمدردی سے مقدم سمجھتا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

بئس فعل ذم ہے، محتکر احتکار سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔
ارخص باب افعال، گرانا، ریٹ کم کرنا، نرخ گھٹانا۔
الاسعار جمع ہے سعر کی بمعنی نرخ، بھاؤ، ریٹ۔
حزن فعل ماضی باب سمع، بمعنی رنجیدہ وکبیدہ خاطر ہونا، پریشان ہونا۔
اغلی باب افعال ناقص واوی غ، ل، و، مہنگا کرنا، بڑھانا، فرح باب سمع بمعنی خوش ہونا۔

ترکیب:

بئس فعل ذم العبد فاعل المحتکر مخصوص بالذم فعل اپنے فاعل اور مخصوص بالذم سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ ان حرف شرط ارخص فعل لفظ اللہ فاعل الاسعار مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط حزن جزا، شرط جزا مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ ان حرف شرط اغلی فعل فاعل ھا ضمیر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط فرح جزا، شرط جزا مل کر معطوف،

معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
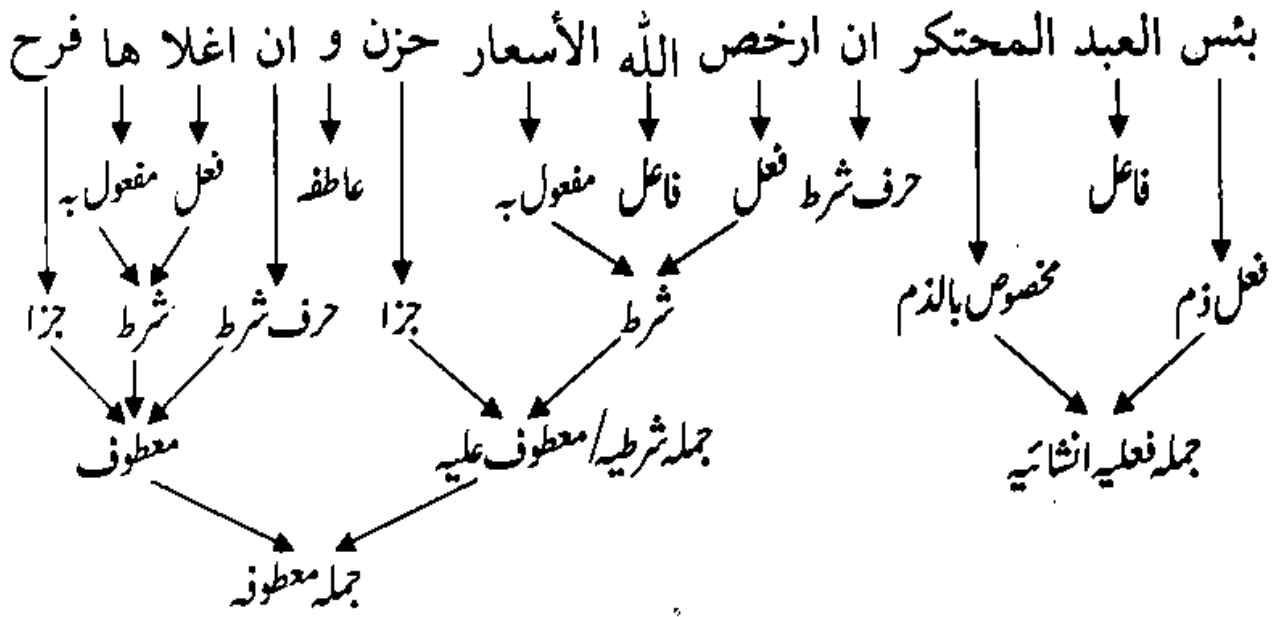
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: حدیث نمبر ۱۱۲۱۵

***

نَوعٌ آخَرُ مِنَ الجُملَةِ الفِعلِيَّةِ

جملہ فعلیہ ہی کی ایک دوسری قسم، اس میں مصنف وہ حدیثیں لائیں گے جن میں فعل پر لا نفی داخل ہوگا۔

⑭ چغل خور کے لئے وعید

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

ترجمہ:

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

تشریح:

چغل خوری یہ ہے کہ آدمی کسی کی بات کسی دوسرے کے سامنے اس نیت سے نقل کرے کہ دوسرا اس کے خلاف کوئی کارروائی کرے یا کم از کم دونوں میں لڑائی اور پھوٹ ڈالی جا سکے۔ چغل خوری ایک اخلاقی جرم ہے شریعت نے اس کے خلاف انتہائی سخت رویہ رکھا ہے۔ چغل خور در حقیقت بقول امام غزالی تین بڑے بڑے گناہوں جھوٹ، حسد اور نفاق کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ ایسے کہ دوسرے کی بات پہنچانے کے لیے وہ اس کو اپنے پاس سے مرچ مصالحہ لگائے گا اور یہ جھوٹ ہوگا اور دوسرے کی بات نقل کرنے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس سے نفرت کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور یہ حسد ہے اور چغل خور کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ جس کی چغل خوری کرتا ہے اس کا اعتماد اور بھروسہ بھی حاصل رکھے، ایسا کرنے کے لیے اسے دوغلے پن اور نفاق و منافقت کا سہارا لینا پڑے گا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت والے دن بدترین شخص چغل خور ہوگا جو ایک آدمی کے پاس کسی نیت سے جائے اور دوسرے کے پاس دوسرے رویے اور وطیرے سے۔ اور فرمایا: قیامت کے دن ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی جن سے وہ دنیا میں چغل خوری کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ عذاب قبر کی ایک اہم وجہ چغل خوری بھی بتائی گئی ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

قتات بروزن فعال، اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قاموس میں لکھا ہے: قتات اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کی باتیں خفیہ طریقے سے سنتا ہو۔ اور پھر لوگوں تک انہیں چغل خوری کے طور پر نقل کرتا ہو۔

ترکیب:

لا یدخل فعل الجنۃ مفعول بہ مقدم قتات فاعل، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

لا یدخل ← فعل

الجنۃ ← مفعول بہ

قتات ← فاعل

فعل + مفعول بہ + فاعل ← جملہ فعلیہ خبریہ
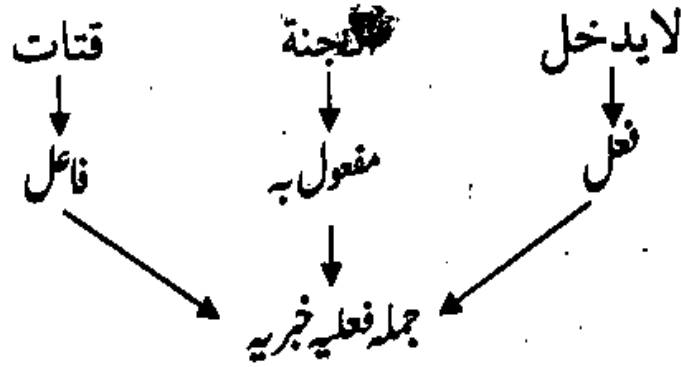
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۵۷۰۹، باب مایکرہ من النمیمۃ، کتاب الادب

(۲) مسلم: حدیث نمبر ۳۰٤، باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ، کتاب الایمان

***

⑲ قطع رحمی کا وبال

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ

ترجمہ:

''قطع رحمی کرنے والا آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔''

تشریح:

جن باتوں اور جن احکامات کی شریعت نے بہت زیادہ تاکید کی ہے اور بار بار ان کا مختلف انداز بدل کر اور مختلف پیراؤں میں ذکر کیا ہے ان میں سے صلہ رحمی کا حکم بھی ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہوتا ہے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا، شریعت نے اس بات کی بہت تاکید کی ہے، کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں عام طور سے کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اور رشتہ داروں میں جب آدمی زندگی گزارتا ہے تو انسانی فطرت کے مطابق اونچ نیچ تو ہو ہی جاتی ہے، اب شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسی اونچ نیچ کی صورت میں اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے، رشتہ داروں سے تعلقات نہ بگاڑے جائیں، چاہے رشتہ دار قطع رحمی کریں لیکن ہم نے صلہ رحمی کرنی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صل من قطعك'' جو رشتہ دار تیرے سے تعلق توڑے تو اس کے ساتھ جوڑ، فرمایا: رشتہ داری کا قیامت میں باقاعدہ سوال ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اس موقع پر رشتہ داری سے فرمایا: جو تجھے قائم رکھے گا اور جوڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے توڑ دوں گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

قاطع اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب فتح یفتح سے بمعنی کاٹنے والا، رشتہ داری کے حقوق پامال کرنے والا۔

ترکیب:

لا یدخل فعل الجنۃ مفعول بہ مقدم قاطع فاعل مؤخر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
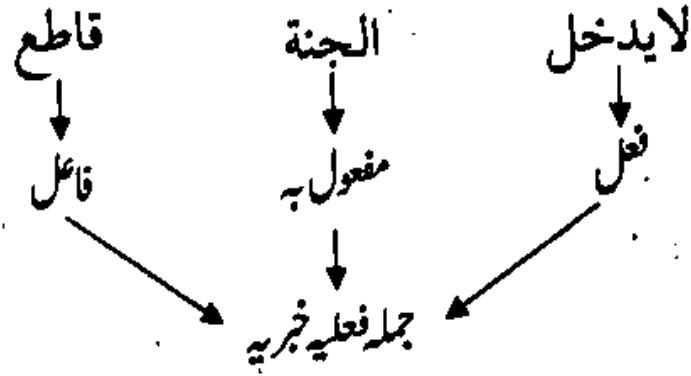
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٥٦٣٨، باب اثم القاطع، کتاب الادب

(۲) مسلم: حدیث نمبر ٦٦٨٤، باب صلة الرحم وتحریم قطیعته، کتاب البر والصلة

***

⑲ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ

ترجمہ:

''مومن آدمی ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔''

تشریح:

آپ ﷺ کے زمانے میں ابوعزہ نامی ایک کافر شاعر تھا جو آپ ﷺ اور مسلمانوں کی مذمت میں اشعار کہا کرتا تھا، جنگ بدر کے موقع پر وہ قید ہو گیا لیکن بہت منت ساجت اور آئندہ اپنی حرکات سے باز آنے کے وعدے پر اسے چھوڑ دیا گیا، لیکن اس نے رہا ہونے کے بعد وہی کام دوبارہ شروع کر دیے اب کی دفعہ جب گرفتار ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب کسی نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سفارش کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جملہ ارشاد فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ ایک دفعہ اس کو مہلت دے کر ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ یہ آدمی اس قابل نہیں۔ اب دوبارہ اسے اس کے وعدے پر چھوڑنا یہ تو آزمائے ہوئے کو آزمانا ہے اور وہ تو سوائے ندامت و رسوائی کے کچھ نہیں۔ آپ ﷺ کا مذکورہ بالا جملہ عربی ادب کا بطور ضرب المثل حصہ بن گیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

يلدغ فعل مضارع مجہول، باب فتح یفتح سے ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے بمعنی ڈسنا، ڈنگ مارنا۔

جحر بروزن صنق، بمعنی سوراخ، بل، یہ مفرد ہے اور اس کی جمع اجحار آتی ہے۔

ترکیب:

لایلدغ فعل مجہول المومن نائب فاعل من جار جحر موصوف واحد صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، مرتین صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ لدغین ہے قائم مقام مفعول مطلق کے، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہوا، فعل اپنے نائب فاعل متعلق اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد: حدیث نمبر ٥٩٦٤

(۲) ابوداؤد: حدیث نمبر ٤٨٦٢

***
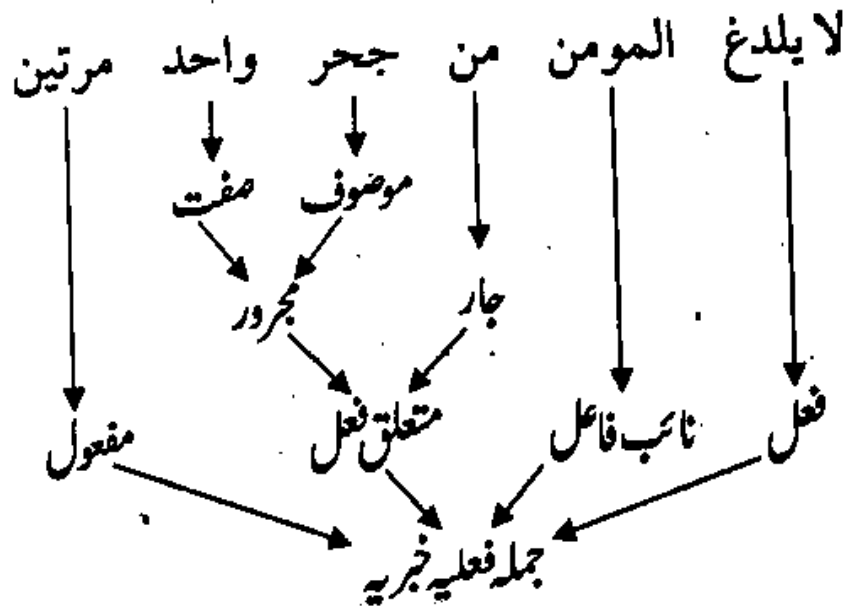
⑭ پڑوسیوں سے بدسلوکی پر وعید

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ

ترجمہ:

''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔''

تشریح:

ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اتنا اہتمام اور تاکید کر رہے تھے کہ مجھے لگا شاید وہ پڑوسی کو جائیداد میں بھی شریک نہ کر دیں اور اسے رشتہ داروں کی طرح باقاعدہ وارث نہ بنا دیں۔ اسلام میں پڑوسی کے حقوق کی بہت تاکید آئی ہے۔ بلکہ آدمی کی اچھائی اور برائی کا معیار یہ مقرر کیا گیا ہے کہ اس کے پڑوسی اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے اچھا یا برا ہونے کا اندازہ کیسے لگاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تیرے پڑوسی تجھے اچھا کہیں تو تو اچھا ہے اور اگر وہ برا کہیں تو پھر برا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ آدمی مومن نہیں وہ آدمی مومن نہیں وہ آدمی مومن نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون مومن نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

لغوی وصرفی تحقیق:

بوائق جمع ہے بائقۃ کی، اور بائقہ صیغہ اسم فاعل، ہفت اقسام سے اجوف واوی ہے حروف اصلی، ب، و، ق، ہیں، بائقہ کا مطلب مصیبت، شر، اور برائی ہوتا ہے۔

ترکیب:

لایدخل فعل الجنہ مفعول بہ مقدم من اسم موصول لایامن فعل جارہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل بوائقہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، لا یأمن فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۵۶۷۰، کتاب الادب

(۲) مسلم: حدیث نمبر ۱۸۱، باب تحریم ایذاء الجار، کتاب الایمان

***

۳۶ حرام غذا کا اثر

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ

ترجمہ:

''جس جسم کی حرام غذا سے نشو ونما ہوئی ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں حرام غذا اور حرام مال سے بچنے کی تاکید اور حکم نہایت سختی اور اہتمام سے دیا گیا ہے اور حرام کھانے پر وعید سنائی گئی ہے، وعید یہ ہے کہ جس شخص نے حرام کا ایک لقمہ بھی کھایا، اور وہ لقمہ اس کا جزو بدن بن گیا تو یہ جسم جنت میں جانے کے قابل نہیں۔ بلکہ جہنم کے لائق ہے تاکہ حرام کھائے ہوئے کی سزا بھگتے اور حرام کا اثر ختم ہو۔ حرام غذا کے بارے میں بے شمار وعیدیں ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کر کے آتے ہیں بال بکھرے ہوئے، چہرہ گرد آلود، کپڑے میلے کچیلے، غرض ظاہری حالت ایسی ہے کہ ہر ایک کو دیکھتے ہی رحم آئے۔ جب یہ لوگ خدا سے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف التفات بھی نہیں کرتے کیونکہ ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور خدا ایسے شخص کی طرف التفات کیوں کرے؟ دعا بلکہ تمام عبادات کی قبولیت میں حلال کمائی کو بہت دخل ہے۔ الغرض ایک مسلمان کے ذمے یہ لازم ہے کہ وہ حلال کھائے حرام سے خواہ کسی بھی قسم کا اور کسی بھی درجے کا ہو بچے۔ حرام کی کچھ صورتیں تو وہ ہیں جو معروف اور بدیہی ہیں، مثلاً، رشوت، جوا، سود، شراب وغیرہ کی کمائی، چوری، ڈاکہ، جھوٹ کی کمائی۔ ان کو سب لوگ حرام جانتے اور سمجھتے ہیں، اور کچھ صورتیں ایسی ہیں جنہیں عام طور سے لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ وہ بھی ایسے ہی حرام ہیں جیسے دیگر حرام ذرائع آمدن۔ اس دوسری قسم میں تجارت اور ملازمت یا زراعت وغیرہ کی تمام وہ صورتیں شامل ہوں گی جن کو مکمل طور سے اول تا آخر شرعی حکم اور تقاضوں کو سامنے رکھ کر نہ کیا گیا ہو چاہے ان میں ایک آدھ ہی فنی خرابی ہو تاہم اس کی وجہ سے وہ حرام کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے حرام سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر آدمی اپنے شعبے سے متعلق مسائل سیکھے اور کسی بھی مشتبہ صورت کو یا تو چھوڑ دے یا کسی ماہر عالم یا مفتی سے اس کا شرعی حکم معلوم کرے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

غذی فعل مجہول، باب تفعیل ہفت اقسام سے ناقص یائی، بمعنی غذا دی جانا، نشو ونما پانا، پرورش پانا۔

ترکیب:

لایدخل فعل الجنۃ مفعول بہ مقدم جسد موصوف غذی فعل مجہول ضمیر نائب فاعل ب جار الحرام مجرور، جار مجرور

متعلق فعل کے فعل، نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
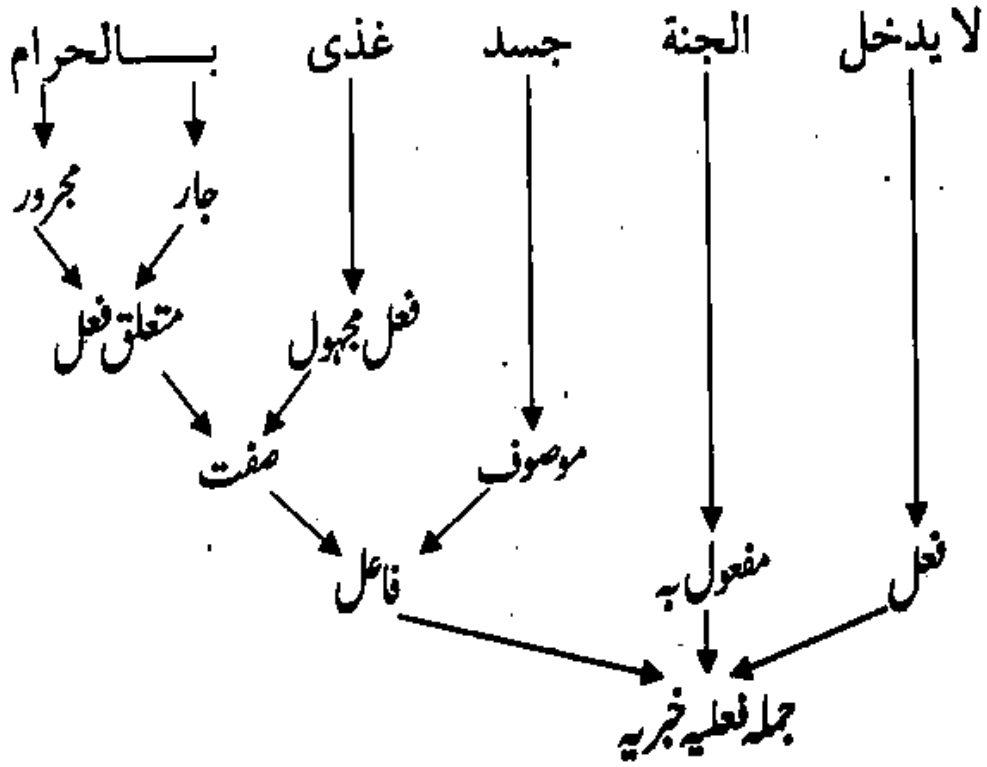
تخریج حدیث:

(۱) معجم اوسط: حدیث نمبر ٥٩٦١

***

۴۲ کامل ایمان کامل اتباع سے مشروط ہے

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ

ترجمہ:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اور چاہت اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔''

تشریح:

اسلام کا لغوی مطلب ہے سر تسلیم خم کرنا اور اپنے آپ کو مکمل طور سے کسی کے حوالے کر دینا وہ جو چاہے حکم کرے جو چاہے کہے اسے ماننا اور مانتے چلے جانا۔ اسی طرح اس کا اصطلاحی مطلب یعنی جب اسلام بطور ایک مذہب استعمال ہوتا ہے تو بھی اس کے پس منظر میں یہ لغوی معنی کارفرما ہوتا ہے، چنانچہ ایک مسلمان کی حقیقت اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خدا کا ہر حکم مانے۔ چاہے وہ اس کی خواہش کے مطابق ہو یا نہ ہو، چاہے اس کا اس میں فائدہ ہو یا نقصان ہو، ہر طور وہ اسے تسلیم کرتا جائے۔ مذکورہ حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان اور کامل اسلام تب تک ممکن نہیں جب تک انسان اپنی خواہشات کو دین مصطفوی کے تابع فرماں نہ کر دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کو خواہ وہ سیاسیات کا باب ہو یا اقتصادیات اور سماجیات کا، ان تمام شعبوں میں اسلام لانے اور ان کو اسلام کے مطابق کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے دین کے تمام اصول اور قواعد کو دیکھا جائے۔ اور پھر ان تمام شعبوں میں بلاتکلف اور کلی طور سے ان کو نافذ کیا جائے، اس میں یہ نہ دیکھا جائے کہ ہمارے سابقہ مفادات اور منافع کا کیا بنے گا؟ کیا وہ اسلام پر چلنے میں پورے رہیں گے یا نہیں؟ اس طریقے سے اسلام کے تابع ہونے کی بجائے اس کو تابع بنانا شروع کر دیا جائے، کیونکہ ایسی سوچ کا مطلب ہوگا کہ ہمیں اسلام کے احکامات عزیز نہیں بلکہ اپنی خواہشات اور مفادات عزیز ہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

هوی ہفت اقسام میں لفیف مقرون ہے، بمعنی خواہش، چاہت، نفسانی داعیہ۔
تبع بمعنی تابع، مطیع، فرماں بردار۔

ترکیب:

لا یومن فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل حتی ناصبہ یکون فعل ناقص، ھواہ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم تبعاً صیغہ صفت اسم مشتق ل جار ما موصولہ جئت فعل ب جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور، متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق تبعاً کے، تبعاً اپنے متعلق سے مل کر خبر یکون کی، یکون اپنے

اسم اور خبر سے مل کر بتاویل ان مصدر یہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
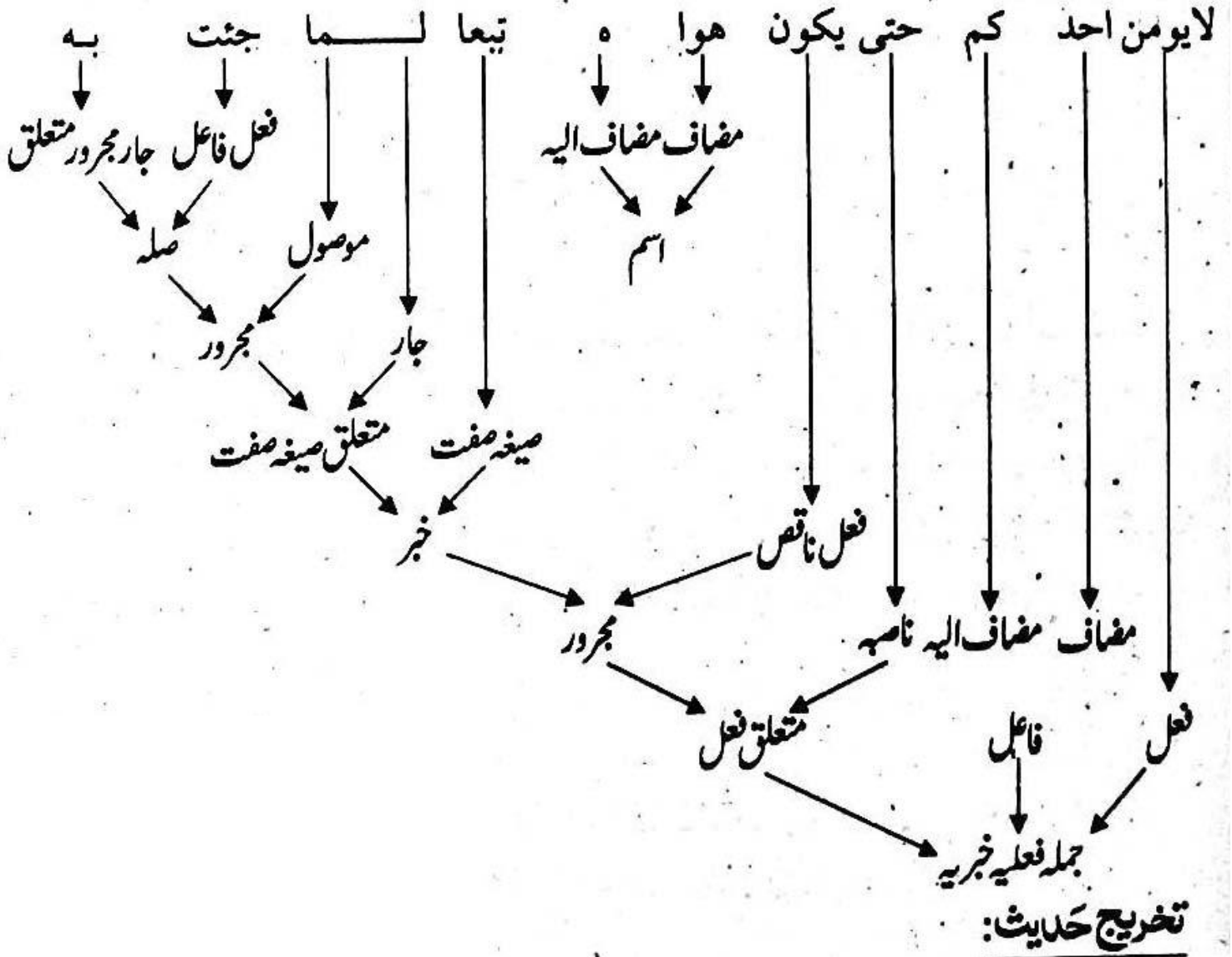
(۱) الأربعین النوویہ: حدیث نمبر ٤١

***

⑬ مسلمان کو دہشت زدہ کرنا

لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُرَوِّعَ مُسْلِمًا

ترجمہ:

''کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے۔''

تشریح / پس منظر:

آپ ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کا پس منظر اور شانِ ورود یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کسی جنگ کے لیے سفر میں تھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے مذاق میں دوسرے سوئے ہوئے صحابی رضی اللہ عنہ کو رسی سے باندھ دیا۔ جس سے وہ صحابی رضی اللہ عنہ گھبرائے اور ڈر گئے۔ آپ ﷺ کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جملہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کے مفہوم اور کلمات کی جامعیت میں وہ تمام صورتیں اور طریقے شامل ہوں گے جن میں کسی مسلمان کو پریشان یا دہشت زدہ کیا جاتا ہے۔ چاہے مذاق میں ہو یا سنجیدگی سے، چاہے اسلحہ سے ہو یا کسی آواز وغیرہ سے۔ ہر وہ صورت جس میں ایک مسلمان دہشت زدہ ہو وہ جائز نہیں۔

لغوی و صرفی تحقیق:

یحل فعل مضارع ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی، حروف اصلی، ح، ل، ل، ہیں بمعنی حلال ہونا، جائز ہونا۔
یروع فعل مضارع باب تفعیل سے ہفت اقسام میں اجوف واوی ہے، بمعنی خوفزدہ کرنا۔

ترکیب:

لا یحل فعل ل جار مسلم مجرور، جار مجرور متعلق فعل ان مصدریہ ناصبہ یروع فعل ضمیر اس کا فاعل مسلما مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر فاعل ہوا لا یحل فعل کا، لا یحل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٥٠٠٤، باب من یاخذ الشئ من مزاح، کتاب الادب

***
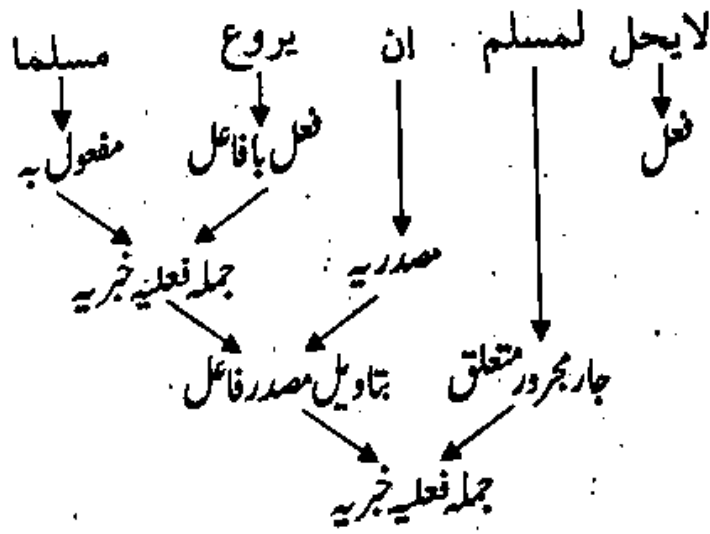
۴۲ تصویر کا حکم

لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِکَةُ بَیْتاً فِیْهِ کَلْبٌ وَّلَا تَصَاوِیْرُ

ترجمہ:

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا اور تصاویر ہوں۔"

تشریح:

اس حدیث میں ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں دوسرے فرشتے مثلاً موت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے، اور نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے بارے میں یہ حکم نہیں، کیونکہ وہ ہر جگہ آتے جاتے ہیں۔ کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ پالا ہوا ہو، یا بلاضرورت رکھا ہوا ہو، ضرورت کی وجہ سے رکھا ہوا کتا مثلاً کھیتی کی حفاظت یا بکریوں وغیرہ کی حفاظت یا اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہوا کتا، اس میں شامل نہیں۔ اسی طرح تصویر سے مراد وہ تصویر ہے جو حرام ہو، مباح تصویر، مثلاً غیر جاندار کی تصویر، یا جاندار کی تصویر جو ضرورت کی بنا پر بنوائی ہو مثلاً شناختی کارڈ یا پاسپورٹ کی تصویر یہ اس وعید میں شامل نہیں ہوں گی۔ تصویروں کے بارے میں بڑی بڑی سخت وعیدیں ہیں مثلاً فرمایا: قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصویریں بنانے والے ہیں۔ ان سے یہ کہا جائے گا، کہ جو مورتیں اور تصویریں تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو لیکن ظاہر ہے کہ وہ ان میں جان نہیں ڈال پائیں گے۔ بعض لوگ تصویروں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ تصویر تب حرام ہے جب وہ بت پرستی کا ذریعہ ہو، اب چونکہ یہ خطرہ نہیں لہٰذا اب تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ اول تو اس حکم کی یہ علت بنانا بلادلیل ہے دوسرے اگر یہ علت مان بھی لی جائے تب بھی اس بات کی کون ضمانت دیتا ہے کہ اگر اب نہیں تو دو چار نسلیں گزرنے کے بعد تصویریں اتنا تقدس اور احترام حاصل کریں جو شرک کا مرادف ہو۔

موجودہ دور میں ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ دیگر حضرات اس کے بھی بدستور عدم جواز کے قائل ہیں اور وہ اسے ممنوعہ تصویر ہی سمجھتے ہیں اور یہی بات راجح بھی ہے۔ لہٰذا اس قسم کی تصویروں سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم

لغوی وصرفی تحقیق:

الملائکۃ جمع ہے ملك کی، بمعنی فرشتہ۔

کلب مفرد ہے جس کی جمع کلاب ہے، بمعنی کتا۔

تصاویر جمع ہے تصویر کی۔

ترکیب:

لا تدخل فعل الملائکۃ فاعل بیتا موصوف، فیہ جار مجرور متعلق ثابت محذوف کے خبر مقدم کلب معطوف علیہ و عاطفہ لا نافیہ تصاویر معطوف، معطوف علیہ مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
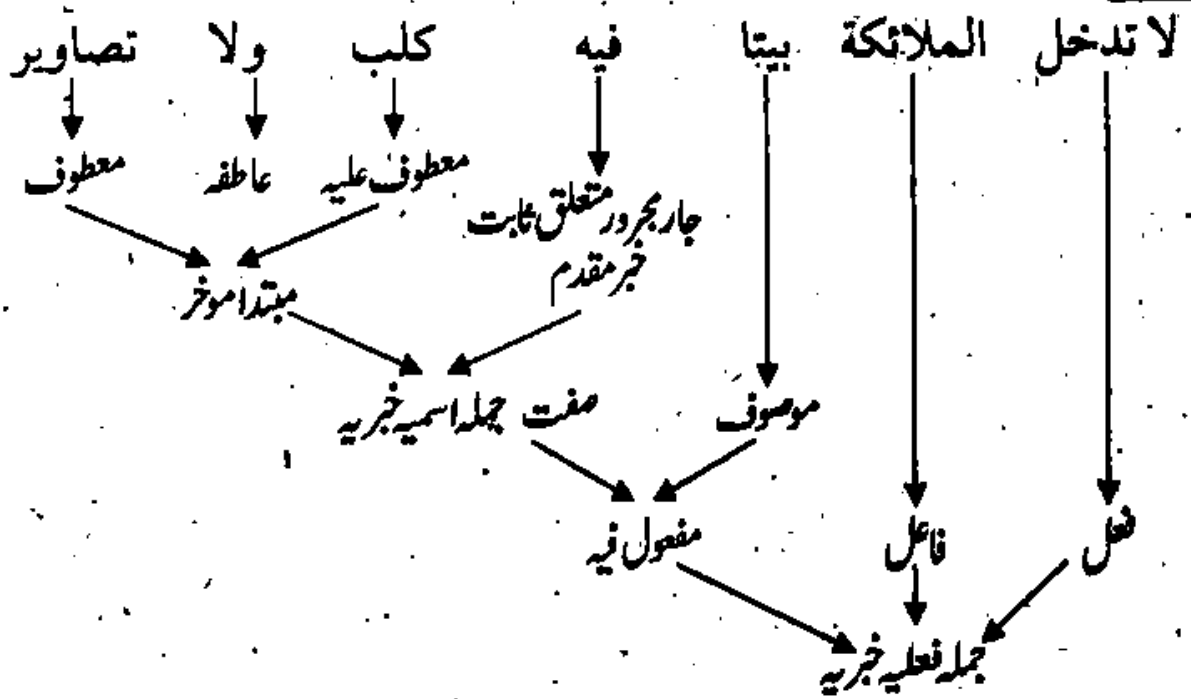
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۵۶۰۵، باب التصاویر

***

۱۳۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شرط ایمان ہے

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ:

’’تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

تشریح:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک سرور دو عالم، رحمتِ کائنات، محبوب خدا، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کی محبت اور عقیدت انسان کے دل میں دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے، تب تک ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ انسان اپنے قریبی سے قریبی رشتہ دار ہوں جیسے ماں باپ، اور اپنی اولاد یا عام لوگ ہوں۔ جتنی محبت ان لوگوں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ایمان کی بنیاد اور مرکزی نقطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی ہے جس کی وجہ سے ہم خدا سے متعارف ہوئے۔ جس کی بدولت ہمیں قرآن ملا، ہمیں یہ مقام اور شان ملی، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اس سب کچھ میں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور انعامات بھی اس امت پر اتنے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے عقلی تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ ہو

لغوی وصرفی تحقیق:

اجمعین ، اجمع صیغہ اسم تفضیل کی جمع ہے، بمعنی تمام کے تمام، سارے کے سارے، یہ لفظ بطور تاکید آتا ہے۔

ترکیب:

لا یومن فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل حتی حرف ناصبہ اکون فعل ناقص ضمیر اس کا اسم احب صیغہ اسم تفضیل الیہ جار مجرور متعلق صیغہ تفضیل من جار والدہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ ولدہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ الناس موکد اجمعین تاکید، موکد تاکید مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر مجرور جار مجرور متعلق احب کے، احب اپنے دونوں متعلقات سے مل کر خبر، اکون فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مجرور ہوا حتی کا، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
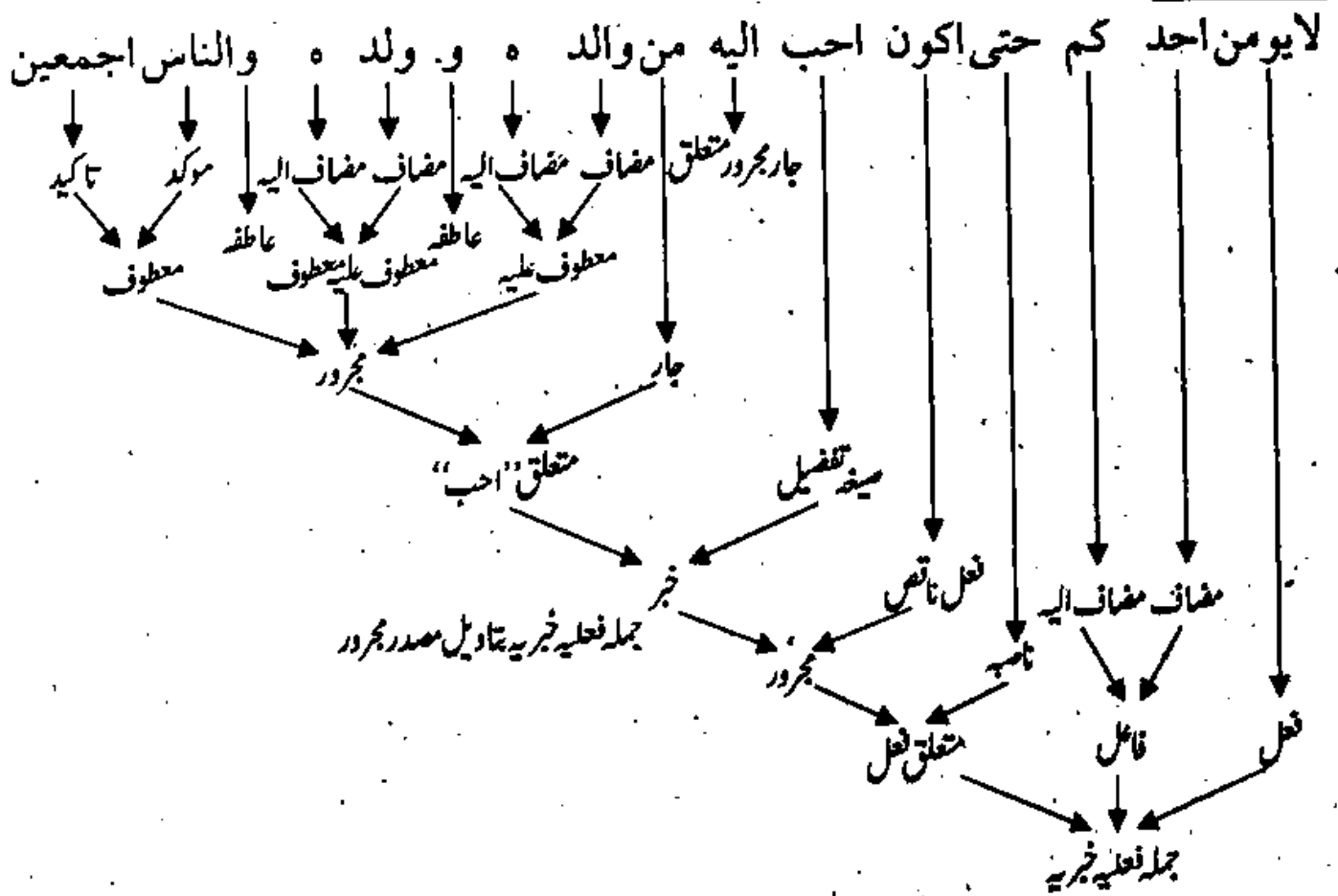
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۱۵، باب حب الرسول

(۲) مسلم: حدیث نمبر ۷۰، باب وجوب محبة رسول اللہ ﷺ

***

۳۹ مسلمان بھائی سے ناراضگی کا حکم

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

ترجمہ:

''کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے، جو شخص تین دن سے زیادہ ناراض رہا اور اس حال میں مرگیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔''

تشریح:

انسان مختلف جذبات اور احساسات رکھتا ہے، اسے غصہ بھی آتا ہے اور چیزیں یا باتیں ناپسند بھی ہوتی ہیں۔ اور انسان اپنی ان فطری خصوصیات سے الگ نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف معاشرے میں رہتے ہوئے، مفادات کی کھینچا تانی، یا غلط فہمیوں کی وجہ سے ایک انسان دوسرے سے ناراض بھی ہوتا ہے، غصے بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن عمدہ اخلاق اور انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اس حالت کو زیادہ دیر نہ رکھا جائے۔ چنانچہ شریعت نے اس وجہ سے ایک طرف انسانی جذبات کی رعایت کرتے ہوئے ناراضگی کو بالکلیہ ممنوع قرار نہیں دیا لیکن دوسری طرف اسے زیادہ سے زیادہ محدود اور مختصر کرنے کا حکم دیا، اور اس حد کو تین دن میں محدود کر دیا اور فرمادیا کہ تین دن تک تو آپ کسی بھی مسلمان سے ناراض ہونا چاہیں تو ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ بلکہ زیادہ دیر کی ناراضگی پر بڑی سخت وعید سنائی، کہ اگر ایسی حالت میں کوئی فوت ہو جائے تو یہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

لغوی وصرفی تحقیق:

یحل فعل، مضاعف ثلاثی، حروف اصلی، ح، ل، ل۔

یھجر فعل مضارع بمعنی ترک کرنا، چھوڑنا، ناراض ہونا۔

ترکیب:

لا یحل فعل ل جار مسلم مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، ان مصدریہ ناصبہ، یھجر فعل ضمیر اس کا فاعل اخاہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ فوق مضاف ثلاث مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر فاعل لا یحل فعل۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ف تفریعیہ من شرطیہ، ھَجَرَ فعل فوق مضاف ثلاث مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر معطوف علیہ ف عاطفہ مات فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط، دخل فعل ضمیر اس کا فاعل النار

مفعول فیہ، فعل فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
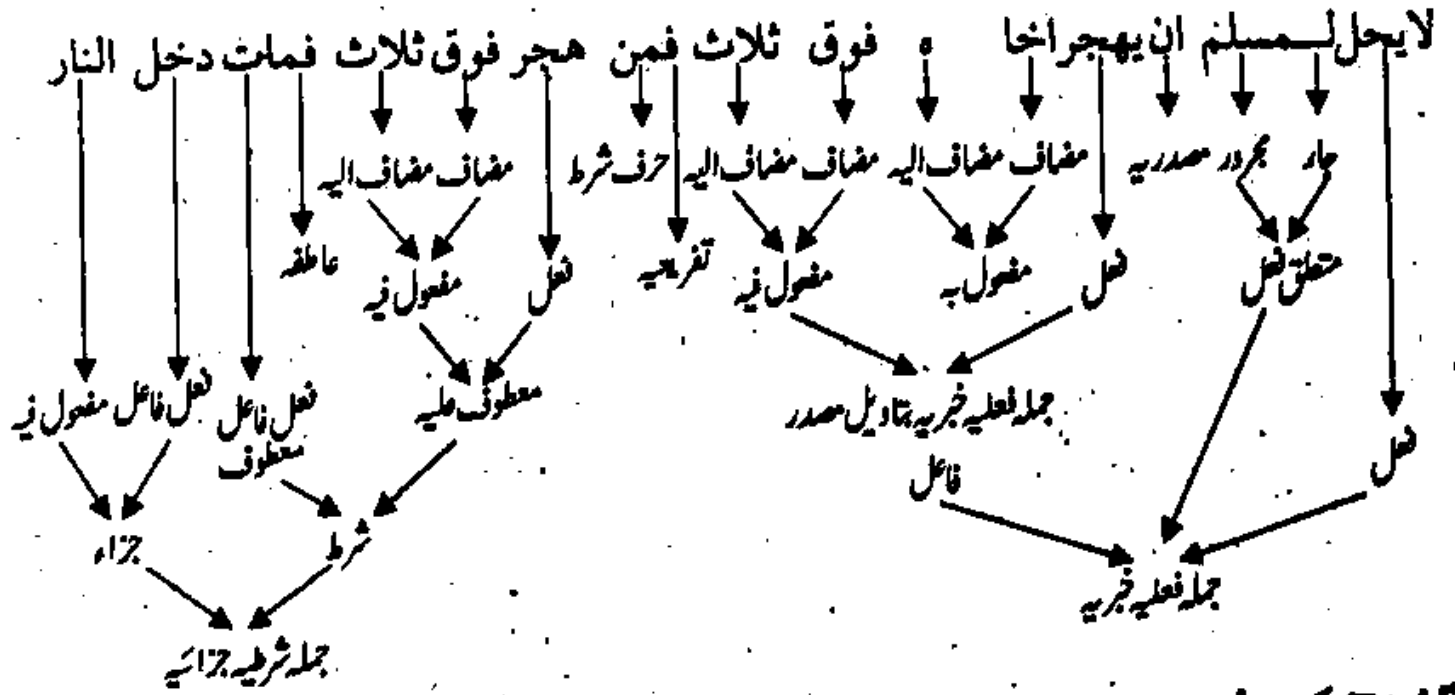
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۱۲، باب ھجرۃ الرجل اخاہ، کتاب الادب

***

۳۷ کسی کی دلی خوشی کے بغیر اس کی چیز لینے کا حکم

اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ

ترجمہ:

''آگاہ رہو! کسی بھی شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔''

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی شخص کا مال آپ کے لیے حلال ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ مال کسی قانونی حکم اور شرعی اصول کے تحت آپ کو ملے، جیسے بیع میں مبیع و ثمن، نکاح میں مہر یا اپنے کام کی اجرت وغیرہ یا پھر دوسرا آدمی آپ کو اپنی دلی خوشی سے دے دے جیسے ہدیہ یا ضیافت، یا استعمال کے لیے کوئی چیز دینا۔ اس کے علاوہ دیگر تمام صورتیں ناجائز میں داخل ہیں، خواہ غصب ہو یا رشوت وغیرہ۔ اسی طرح دباؤ میں آ کر دیا جانے والا مال بھی حلال نہیں ہوتا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طیب مصدر ہے طاب یطیب فعل سے بمعنی خوش گواری، یہاں مراد دل کی خوشی اور رضائے نفس ہے۔

ترکیب:

الا حرف تنبیہ لا یحل فعل مال مضاف امرئ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر فاعل، الا حرف استثناء لغو ب جار طیب مصدر مضاف نفس مضاف الیہ من جارہ ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا مصدر کے، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا لا یحل فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بیھقی: حدیث نمبر ۵۴۹۲
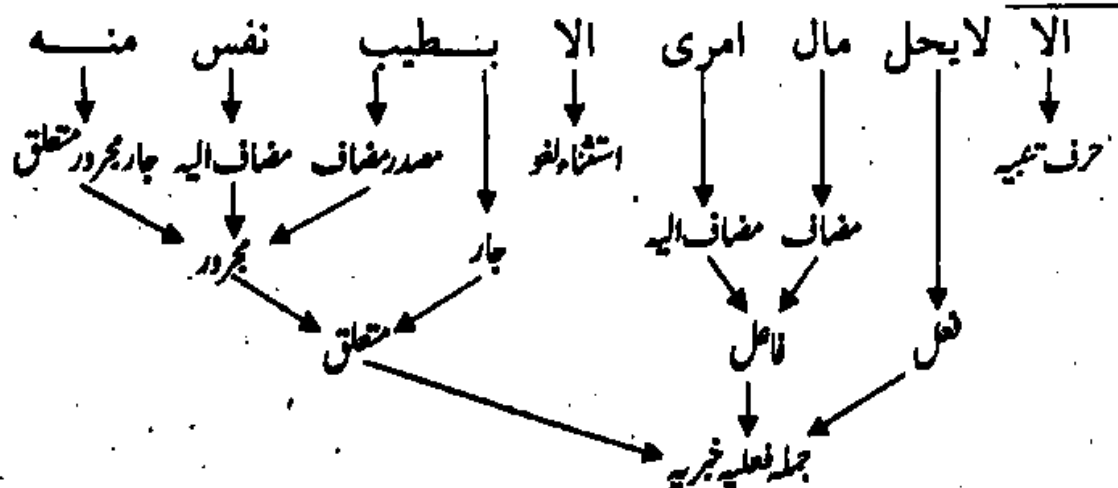
⑬⑨ رحم دلی سے محرومی بدبختی ہے

لَاتُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ

ترجمہ:

"رحمت کو اسی آدمی سے الگ کیا جاتا ہے جو بد بخت ہوتا ہے۔"

تشریح:

رحمت حق تعالیٰ کی صفت ہے جس کی بدولت کائنات کا یہ نظام قائم ودائم ہے اللہ نے اپنی جن صفات کی مشابہت کا بندوں سے تقاضا کیا ہے ان میں یہ صفت بھی ہے۔ فرمایا: "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" تم زمین پر بسنے والے لوگوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

مذکورہ بالا روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے دل میں اس رحمت کے جذبات نہیں اور اسے خلق خدا پر رحم نہیں آتا اور وہ ظلم کرتا ہے، ترس نہیں کھاتا تو ایسا آدمی بدبخت اور محروم ہے یعنی گویا جس کو اللہ نے بدبخت کرنا ہو اس کے دل میں رحمت کے جذبات موجزن نہیں ہوتے، اور یہ علامت ہوتی ہے کہ یہ شخص رحمت خداوندی اور سعادت و نیک بختی سے عاری ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تنزع فعل مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا، کسی چیز کو زبردستی دوسری چیز سے الگ کرنا۔
شقی بروزن فعیل صیغہ صفت مشبہ، ہفت اقسام میں ناقص واوی ہے اس کا مصدر شقاوت ہے، بمعنی بدبختی، محرومی۔

ترکیب:

لاتنزع فعل الرحمة فاعل الا حرف استثناء لغو، من جار شقی مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
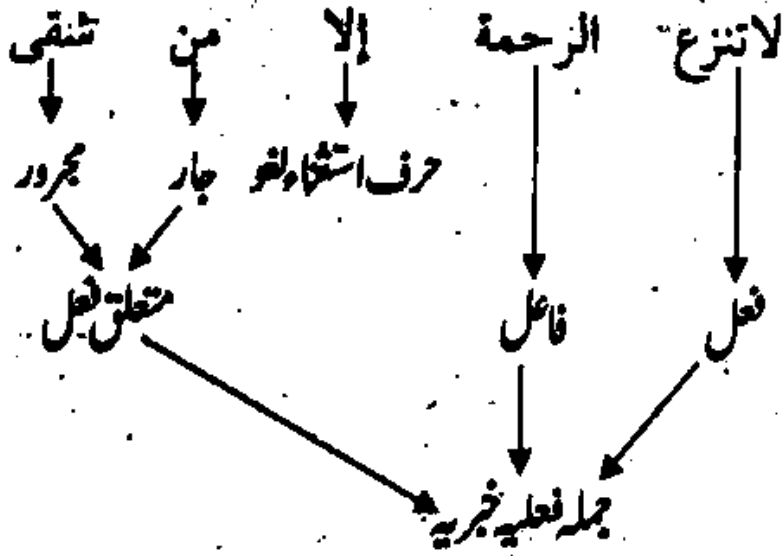
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۲۳، باب ما جاء فی رحمة الناس، ابو اب البر والصلة

(۲) ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۴۲، باب فی الرحمة، کتاب الادب

***

۳۹ گھنٹیوں اور موسیقی کا حکم

لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رَفِقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ

ترجمہ:

''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔''

تشریح:

پیچھے حدیث میں یہ بیان ہوا تھا کہ جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، یہاں یہ فرمایا کہ یہ پابندی صرف گھر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کتا جہاں بھی ہو، چاہے وہ گھر ہو یا قافلہ اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس حدیث میں کتے کے ساتھ ساتھ ایک دوسری چیز کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اور وہ ہے گھنٹی، یعنی جس قافلے یا سفر میں گھنٹی ساتھ ہو، وہاں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس گھنٹی سے مراد وہ ہے جو ایک تو بڑی ہو، دوسرے بلا ضرورت و مقصد محض شوقیہ لگائی جائے، اگر کوئی ضرورت ہو اس کے تحت چھوٹی گھنٹی استعمال کر لی جائے تو بعض علماء کے ہاں اس کی گنجائش ہے مثلاً جانور کے گم ہو جانے کی صورت میں گھنٹی سے پتہ چل جاتا ہے۔ اس حدیث میں یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ جب بلا ضرورت شریعت نے ایک سادہ گھنٹی کے ساتھ اتنا سخت رویہ رکھا ہے تو بڑے ساز وآلات کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ آج کل کے دور میں موبائل فون کے اندر بجنے والی گھنٹیوں میں سے جو گھنٹیاں سادہ ہوں وہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہیں اور جن گھنٹیوں میں آواز کا اتار چڑھاؤ اور موسیقی ہو، وہ ناجائز ہیں ایسی گھنٹیوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تصحب فعل مضارع باب سمع یسمع بمعنی ساتھ ہونا، ساتھ دینا، ساتھی بننا۔
رفقة اس کی راپر زیر، زبر اور پیش تینوں حرکات پڑھی جاسکتی ہیں۔ یہ رفیق کی جمع ہے، بمعنی ساتھی، شریک سفر، سوار۔
جرس بمعنی گھنٹی۔

ترکیب:

لا تصحب فعل الملائكة فاعل رفقة موصوف فيها جار مجرور متعلق ثابت خبر مقدم كلب معطوف علیہ و عاطفہ لا نفی جرس معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ فعل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔
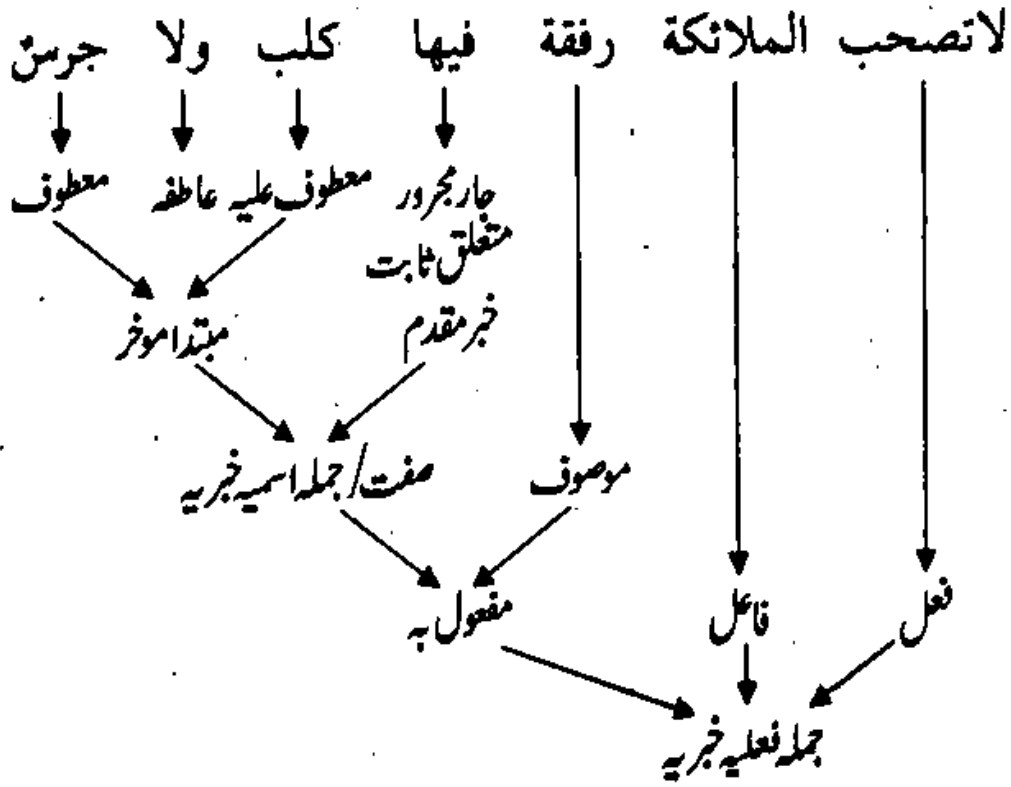
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم: حدیث نمبر ۵٦٦٨، باب کراهیة الکلب والجرس فی السفر

(۲) ابو داؤد: حدیث نمبر ۲۵۵٤، باب فی تعلیق الأجراس

***

صِيَغُ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ

آگے آنے والے باب میں وہ احادیث ذکر ہوں گی جن میں امر کا یا نہی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تمام احادیث جملہ خبریہ کی بجائے جملہ انشائیہ پر مشتمل ہیں، کیونکہ امر و نہی انشاء کی اقسام ہیں۔

⑭⓪ دین کی بات آگے پہنچانے کا حکم

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً

ترجمہ:

''میری طرف سے پہنچاؤ/تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہی ہو''

تشریح:

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے امتیوں کو بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ تمہارے پاس دین کی جتنی باتیں بھی ہوں، خواہ تم مکمل عالم ہو یا نہیں، چاہے تمہارے پاس ایک آیت ہے اس کے بارے میں یہ کوشش کرو کہ وہ ایسے شخص تک پہنچ جائے جس کے علم میں وہ نہیں، کیونکہ دین کا علم ایک امانت ہے جسے ناواقف لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے اور دین کی بقاو دوام اور استمرار اس کی نشر و اشاعت اور اس کے پھیلاؤ پر موقوف ہے اس لیے دین کی باتیں دوسروں تک پہنچانا اتنا ہی ضروری ہے، جتنی دین کی بقا اور وجود۔ کیونکہ جو چیز واجب ہو اس کے حصول کے مقدمات بھی واجب کا درجہ رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دین کا علمی اور عملی طور سے محفوظ اور جاری رہنا یہ ایک ضرورت اور لازمی تقاضا ہے اب اس کے لیے وہ تمام اسباب بروئے کار لانا اسی طرح ضرورت اور لازمی تقاضا ہوگا۔ ان اسباب میں سے جو سبب مقصد کے حصول یعنی دین کے احیاء کے لیے جتنا موثر اور مفید ہوگا وہ اسی قدر ضروری ہوتا چلا جائے گا۔ اگر حالات ایسے ہوں کہ زبانی تبلیغ مفید ہو تو وہ ضروری ہوگی، اگر تحریر و تقریر کی ضرورت ہو تو وہ ضروری ہوگی۔ غرض کوئی شکل متعین نہیں۔ مقصد (یعنی دین کی علمی اور عملی حفاظت اور اس کا نفاذ اور غلبہ) متعین اور ضروری ہے اب اس کے لیے جائز حدود میں رہتے ہوئے مفید سے مفید کوئی سے بھی اسباب اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ اور اس بارے میں ہر صاحب نظر اپنی فکر کا پابند ہے وہ جسے حالات کا تقاضا اور ضرورت سمجھتا ہے اس کو ضرور اختیار کرے۔ غلبہ دین کے لیے محنت کی کسی ایک شکل کو خواہ وہ کوئی بھی ہو ایسے طور سے متعین کرنا کہ شرعاً اس متعین شکل کو فرض عین کا درجہ دیا جائے اور اس ترتیب میں جو لوگ منسلک نہ ہوں انہیں گناہ گار یا خطا کار سمجھا جائے یہ درست نہیں۔ چاہے یہ شکل تعلیم و تدریس کی ہو یا دعوت و تبلیغ کی، چاہے

جہاد وقتال کی ہو یا سیاست وانقلاب کی۔ خلاصہ یہ کہ دین کی محنت کے لیے کچھ بھی کرنا چاہیے اور ضرور کرنا چاہیے باقی رہی یہ بحث کہ کیا فرض ہے؟ اور کیا واجب؟ اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔

ترکیب:

بلغوا فعل امر حاضر ضمیر اس کا فاعل عنی جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ و وصلیہ لو حرف شرط آیۃ خبر ہے فعل محذوف کانت کی کانت فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط، جزا محذوف کی، جو کہ فبلغوا ہے، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

آیۃ	لو	و	عنی	بلغــوا	
خبر فعل محذوف کانت	حرف شرط	وصلیہ	متعلق	فاعل	فعل
جملہ شرطیہ جزائیہ			جملہ فعلیہ انشائیہ		

تخریج حدیث:

(۱) بخاري: حديث نمبر ۳۲۷٤، باب ما ذكر عن بني اسرائيل

***
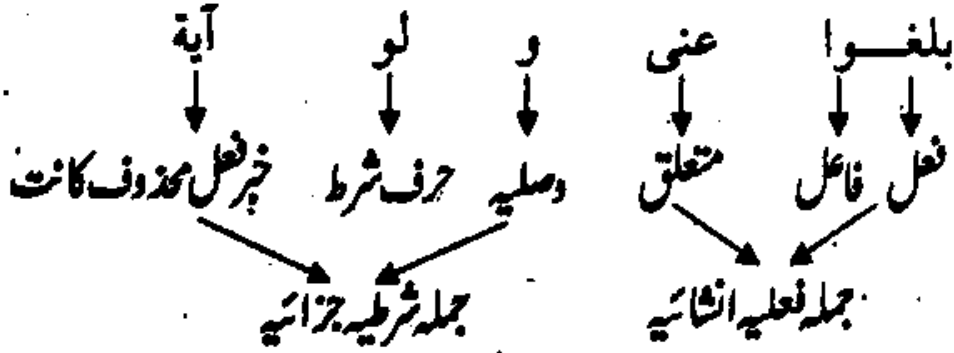
⑭ فرقِ مراتب کا خیال

اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ

ترجمہ:

"لوگوں کو ان کے مراتب پر رکھو۔"

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ آدمی جس رتبے اور حیثیت کا ہو اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرو۔ بنیادی طور سے تمام انسان مرتبہ انسانیت پر فائز ہیں لہٰذا ہر انسان کے انسان ہونے کے ناطے کچھ حقوق ہیں، وہ ادا کرو۔ اس کے بعد مسلمان ہونا ایک مرتبہ ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس میں وہ تمام حقوق ہیں جو ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی کے ذمے ہیں۔ اس کے بعد پھر بے شمار مراتب ہیں مثلاً رشتہ داری، قرابت داری، استادی، شاگردی، بھائی چارہ، علم و ہنر کی فضیلت وغیرہ۔ حاصل یہ کہ ہر انسان کا بنیادی احترام اور عزت تو ضروری ہے ہی، اس کے علاوہ جس قدر شرافت کی دیگر چیزیں ہوں گی ان کے حساب سے اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ اور ایسا کرنا شرعاً مطلوب ہے، اور یہ چیز مساوات کے منافی نہیں۔ کیونکہ مساوات کا تعلق بنیادی حقوق اور ذمہ داریوں سے ہے، بعد کے درجات اور مراتب فضیلت سے نہیں، کیونکہ جاہل اور عالم رتبے میں برابر نہیں، ایک آقا اور اس کا غلام رتبے میں برابر نہیں، ہاں بنیادی احترام اور عزت نفس کا خیال سب کے لیے یکساں ہے، اور تحقیر و توہین کسی کی بھی جائز نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

انزلوا فعل ہے باب افعال سے امر حاضر کا صیغہ ہے بمعنی اتارو، مراد ہے معاملہ کرنا، مقام دینا۔

منازل جمع ہے بروزن مفاعل، اس کا مفرد منزل ہے۔ بمعنی مقام، مرتبہ، درجہ فضیلت۔

ترکیب:

انزلوا فعل با فاعل الناس مفعول بہ منازل مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
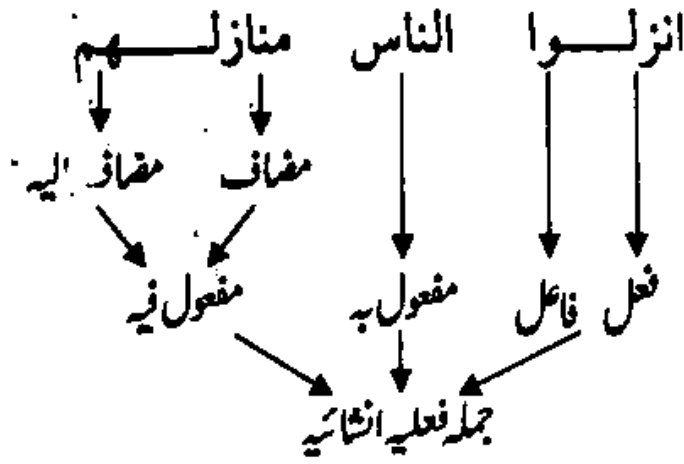
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٨٤٢، باب فی تنزیل الناس منازلهم، كتاب الادب

***

۴۴ سفارش کا حکم

اِشْفَعُوْا فَلْتُوْجَرُوْا

ترجمہ:

''سفارش کرو تاکہ ثواب پاؤ۔''

تشریح:

معاملات کی دنیا میں آدمی کو بے شمار دفعہ ایسی جگہوں پر کام پڑتا ہے جہاں سے کام کرانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ متعلقہ کام بذات خود اگرچہ جائز ہوتا ہے لیکن یہ آدمی چونکہ گمنام یا بے رعب ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا کام یا تو ہوتا ہی نہیں، اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت دیر اور مشقت سے۔ ایسی صورت میں یہ آدمی اگر کسی ایسے بااثر شخص کے پاس جائے جس کے کہنے سننے سے وہ کام آسانی ہو جائے تو ایسے کرنے کو سفارش کہتے ہیں۔ اور یہ سفارش کی جائز حدود ہیں۔ ایسی سفارش کرنا جائز بلکہ باعث ثواب ہے کیونکہ اس میں ایک مسلمان بھائی کی مدد اور تعاون ہے اور تعاون تو باعث ثواب ہی ہے۔

اس کے برعکس اگر سفارش ناجائز کام کی ہو تو یہ سفارش کرنا اور کروانا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ وبال اور گناہ کا باعث ہے۔ خلاصہ یہ کہ سفارش اگر اچھی ہو تو اجر وثواب ہے اور اگر بری ہو تو باعث وبال وعذاب ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ''مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا.'' (سورۃ نساء: آیت ۸۵)

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ سفارش کی حقیقت اور حیثیت ایک ترجیحی مشورے کی ہے۔ حکم اور ضروری تقاضے کی نہیں۔ چنانچہ جو سفارش دباؤ کی صورت میں ہو وہ سفارش نہیں ہوگی۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اشفعوا فعل امر حاضر، باب سمع یسمع بمعنی سفارش کرنا۔

لتوجروا فعل امر باب ضرب یضرب ہفت اقسام سے مہموز الفاء۔

ترکیب:

اشفعوا فعل امر حاضر ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل سے مل کر امر، فا جوابیہ لتوجروا فعل امر۔ ضمیر اس کا نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جواب امر۔ امر جواب امر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
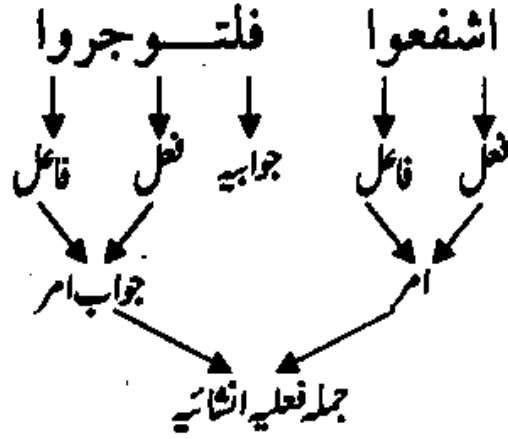
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۵٦۸۱، باب تعاون المومنین بعضهم بعضا، کتاب الادب

(۲) مسلم: حدیث نمبر ٦۸۵۸، باب استحباب الشفاعة، کتاب البر والصلة

⑭ استقامت کا حکم

قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

ترجمہ:

''تم یہ کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ''

تشریح / پس منظر:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی جامع اور کامل و مکمل نصیحت فرما دیں کہ جس کے بعد مجھے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ رہے۔ اور میں اگر اس نصیحت پر عمل پیرا رہوں تو مجھے کافی ہو جائے۔ آپ نے نہایت مختصر مگر واضح الفاظ میں یہ نصیحت فرمائی کہ سب سے پہلے اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ کی ذات وصفات اور اس کے تمام احکامات کو دل وجان سے تسلیم کرو اور پھر ان باتوں پر ثابت قدم رہو اور ڈٹ جاؤ۔ چاہے دنیا میں حالات کی آندھیاں جس رخ پہ چلتی رہیں تمہارے پائے استقلال میں فرق نہیں آنا چاہیے۔ چاہے تمہارے اوپر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ جائیں مگر تمہارے عزم واستقلال میں ذرا بھی جنبش نہیں ہونی چاہیے۔

حدیث میں استقامت کا مصداق کیا ہے؟ اس کے بارے میں کئی طرح کی تشریحات ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین کی تمام تعلیمات کو مکمل احتیاط اور حزم کے ساتھ اپنائے رکھنا اور ان پر ہمیشہ عمل پیرا رہنا استقامت ہے۔ اسی وجہ سے اہل نظر کہتے ہیں: ''الاستقامة فوق الف کرامة'' کہ دین کے احکام پر جماؤ ہزار ظاہری کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

قل امر حاضر کا صیغہ ہے باب قال یقول، نصر ینصر سے جو کہ اجوف واوی ہے۔

استقم امر حاضر کا صیغہ ہے باب استفعال سے، اصل میں استقوم تھا، واؤ حذف ہوگئی ہفت اقسام میں سے اجوف واوی ہے، حروف اصلی ق، و، م، ہیں۔

ترکیب:

قل فعل امر حاضر۔ ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل سے مل کر قول ''امنت'' فعل، ضمیر اس کا فاعل با جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول مقولہ مل کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف استقم فعل امر حاضر۔ ضمیر فاعل، فعل فاعل سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد: حدیث نمبر ١٥٤١٦

(۲) ابن ماجہ: حدیث نمبر ٣٩٧٢

***
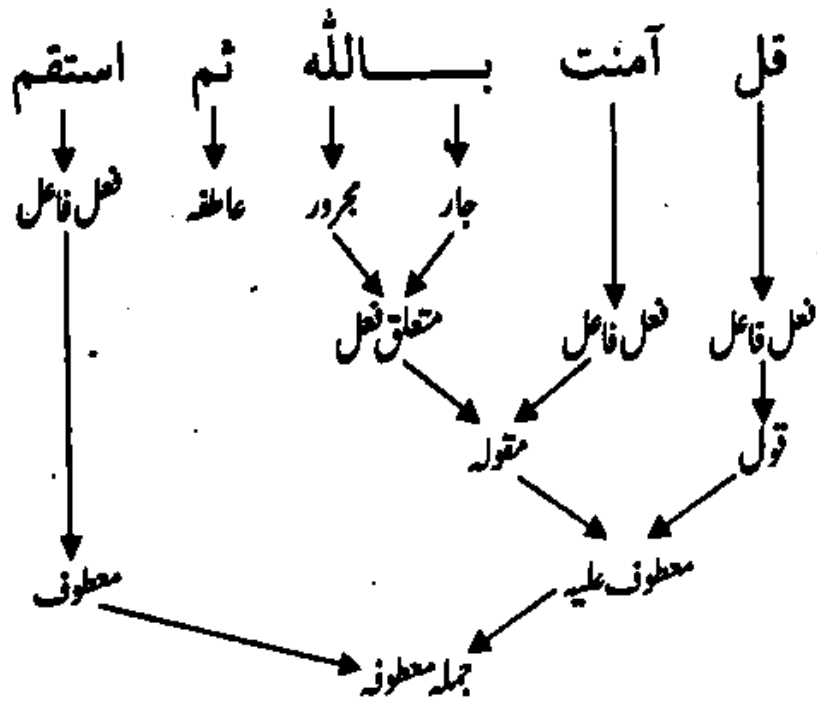
۱۴۴ ایک اور جامع نصیحت

دَعْ مَا يُرِيبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ

ترجمہ:

''جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ چیز لے لو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔''

تشریح:

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا: "اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ" کہ شریعت کے بے شمار احکامات بالکل واضح اور بے غبار ہیں چاہے حلال ہوں یا حرام، سب کو علم ہے البتہ کچھ امور ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں واضح جانب اور پہلو موجود نہیں ہوتا۔ ایسے امور کے بارے میں اجمالی اور مبنی بر احتیاط حکم یہ ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے، ایسا نہ ہو کہ آدمی جائز سمجھ کر حرام کا مرتکب ہو جائے۔ مذکورہ بالا روایت بھی اس بات کو ذرا مختلف انداز سے بیان کر رہی ہے، اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں اگر تمہیں شبہ ہو جائے تو اب بجائے اس کے کہ اس کو اختیار کیے رکھو! اور دل ہی دل میں شبہ پنپتا رہے اور وہم کی صورت اختیار کر جائے اس سے بہتر ہے کہ تم اس چیز کو ہی ترک کر دو۔ اور اس کی جگہ وہ کام کر لو جو بلا شبہ جائز ہو۔

یہ اصول زندگی کے ہر شعبے اور ہر کام کے بارے میں ہے، خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے۔ اس لیے فرماتے ہیں "استفت قلبك" اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو، اگرچہ علماء تمہیں فتویٰ دے بھی دیں۔ کیونکہ بے شمار کاموں کے بارے میں انسان کا دل ہی گواہی دے دیتا ہے کہ یہ درست نہیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

دع صیغہ امر حاضر ہے۔ ہفت اقسام میں سے مثال واوی ہے۔ حروف اصلی، و، د، ع، ہیں بمعنی چھوڑنا، الوداع کرنا۔

یریب فعل مضارع باب افعال سے۔ ہفت اقسام سے اجوف یائی ہے۔ حروف اصلی، ر، ی، ب، ہیں بمعنی شبہ میں ڈالنا۔

ترکیب:

دع فعل امر حاضر۔ ضمیر اس کا فاعل ما موصولہ لا یریب فعل ك مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر صلہ ہوا، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل ''دع'' کے۔ فعل اپنے مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
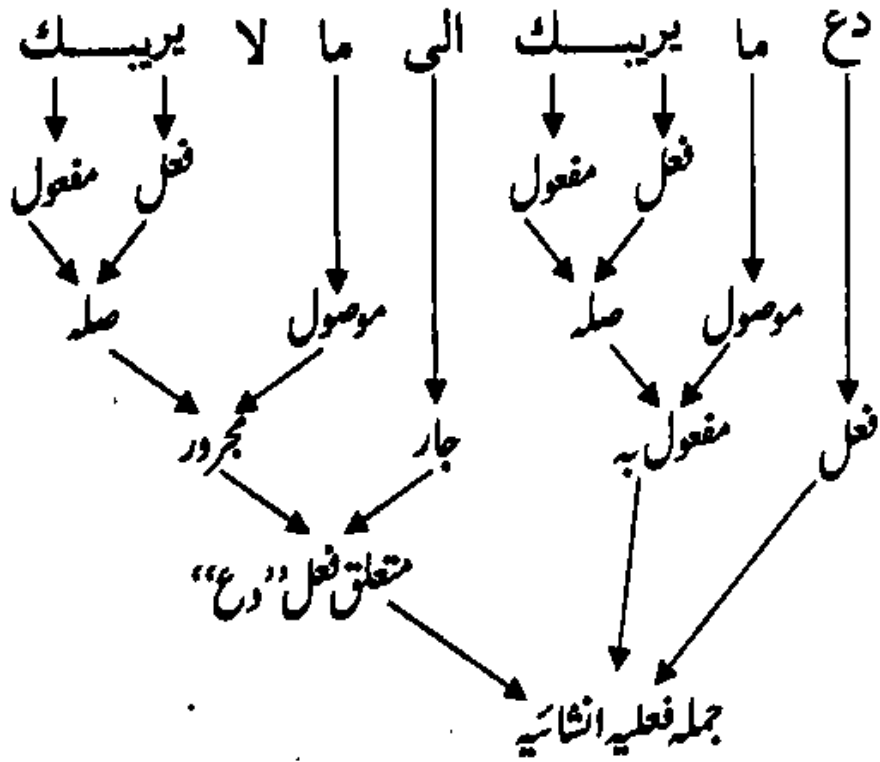
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۵۱۸، ابواب صفۃ القیامۃ

۲۔ نسائی: حدیث نمبر ۵۳۵۸

۳۔ احمد: حدیث نمبر ۱۲۰۹۹

***

⑮ تین اہم نبوی نصیحتیں

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

ترجمہ:

”تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو! اور برائی کے بعد اچھائی کرو، وہ اس کو مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں تین چیزوں کا حکم اور تاکید واہتمام آیا ہے۔ سب سے پہلی بات ہے تقویٰ اختیار کرنے کی کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو جس حال میں بھی ہو خوف خدا بہر طور اس کے دل میں ہونا چاہیے۔ اور دوسری بات یہ فرمائی کہ انسان خطا کار ہے، غلطی اور گناہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دل پر برا اثر پڑتا ہے، اس لیے فرمایا جب بھی غلطی ہو جائے ایک تو فوراً توبہ کرو اور دوسرے اس برائی کا اثر اور نحوست ختم کرنے کے لیے فوراً اس کے برابر کوئی نیکی کا کام کرو کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

اور تیسری چیز یہ فرمائی کہ لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ لوگوں میں ہر قسم کے انسان شامل ہیں خواہ کافر ہوں یا مسلمان، قریبی رشتہ دار ہوں یا دور کے تعلق والے سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، البتہ فرق مراتب سے خوش خلقی کی حدود اور انداز کا فرق رہے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اتبع فعل امر حاضر بمعنی پیچھا کرنا، بعد میں آنا۔
تمح فعل ہے، مجزوم ہونے کی وجہ سے حروف علت (واؤ) محذوف ہے۔

ترکیب:

اتق فعل لفظ اللہ مفعول بہ حیث مضاف ما موصولہ کنت فعل اور ت ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل فاعل اور مفعول فیہ اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ اتبع فعل امر حاضر، ضمیر اس کا فاعل السیئۃ مفعول بہ اول الحسنۃ مفعول بہ ثانی، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر امر تمح فعل، ضمیر فاعل ھا ضمیر مفعول بہ فعل مفعول سے مل جواب امر، امر جواب امر سے مل معطوف علیہ معطوف، و عاطفہ خالق فعل، ضمیر فاعل الناس مفعول بہ با جار خلق موصوف حسن صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل

اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل معطوف، تمام معطوفات مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۱۹۸۷، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، ابواب البر والصلۃ

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ۲۱۳۵۴

***

۱۳ اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم

لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ

ترجمہ:

''تم صاحب ایمان آدمی ہی کی صحبت اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف تقوے والا آدمی ہی کھائے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں اسلامی اصول معاشرت کا ایک اہم اور امتیازی اصول بیان فرمایا گیا ہے۔ انسان چونکہ ایک معاشرتی مخلوق ہے اس لیے اسے دوسروں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اور دوستی بھی کرنی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی دعوت وضیافت کی نوبت بھی آتی ہے۔ غرض ہر طرح کے بے تکلفی کے معاملات پیش آنا لازمی بات ہے۔ اور لوگ ان معاملات میں اپنے اپنے معیار اور اصولوں اور مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے تعلقات بھی استوار کرتے ہیں، لیکن ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے ان معاشرتی تعلقات میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھے کہ میرا میل جول کن لوگوں سے ہے، اگر دوستی اور صحبت اختیار کرنی ہے تو اس کے لیے کسی ایمان والے کو تلاش کرے تاکہ صحبت کا اثر اچھا ہو اور اگر کسی کی دعوت وضیافت کرنی ہے تو نیک آدمی کی کرے تاکہ رحمت کا نزول ہو، غرض ہر قسم کے تعلقات مسلمانوں ہی کے ساتھ رکھنے چاہییں، دین کی ترقی اور حفاظت اس میں منحصر ہے کافروں، منافقوں اور فاسق وفاجر لوگوں سے دوستی دنیا وآخرت میں نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ع

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

ترجمہ: ''اچھے آدمی کی صحبت تمہیں بھی اچھا کرتی ہے، برے آدمی کی صحبت تمہیں بھی برا کرتی ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

تصاحب فعل مضارع باب مفاعلہ، بمعنی صحبت اختیار کرنا، ساتھی بننا۔

تقی صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فعیل۔ ہفت اقسام میں سے ناقص واوی ہے۔ حروف اصلی، ت، ق، و، ہیں بمعنی پرہیزگار، نیکوکار۔

ترکیب:

لاتصاحب فعل۔ ضمیر فاعل الا حرف استثناء لغو مومنا مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لا یاکل فعل طعام مضاف ک مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ مقدم الا حرف استثناء لغو تقی فاعل مؤخر،

فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ وانشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
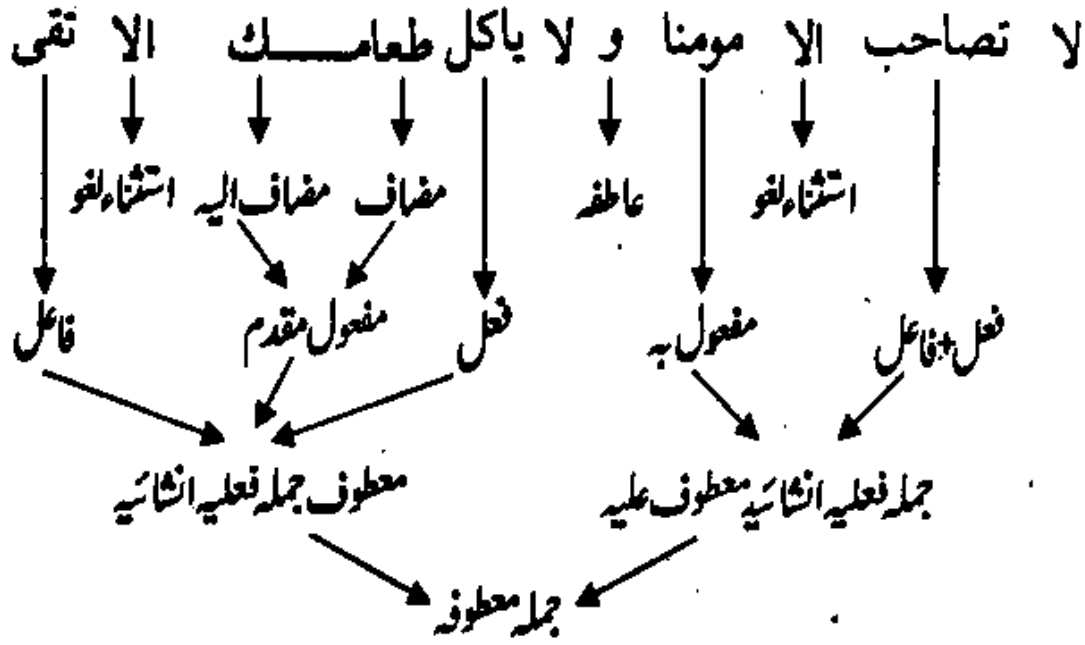
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۹۵، باب ماجاء فی صحبة المومن، ابواب الزهد

(۲) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٨٣٢، باب مَن یومر ان یجالس، کتاب الادب

***

⑭ ہر ایک سے حسن معاملہ کا حکم

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

ترجمہ:

”جو تمہارے پاس امانت رکھوائے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے اس سے خیانت نہ کرو۔“

تشریح:

اس حدیث میں امانت کی ادائیگی کے حوالے سے تاکید کی گئی ہے، کہ آپ کے پاس جو بھی آدمی امانت رکھوائے چاہے کوئی بھی ہو اس کی امانت واپس کرنی ضروری ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا یا اس میں خیانت کرنا درست نہیں، اور امانت کی ادائیگی کو ایک حدیث میں ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا ہے، اور امانت میں خیانت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے جملے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ اگر کوئی شخص مالی بددیانتی کرتا ہے تو تمہیں اس بات کا حق نہیں کہ تم بھی اس کے ساتھ بددیانتی کرو۔ کیونکہ اس نے اپنے ایمان کو خراب کیا ہے تم بدلے میں اپنا ایمان خراب نہ کرو۔

تنبیہ:

اگر کوئی شخص آپ کا مال دبائے ہوئے ہو، چاہے غصب سے یا قرض لے کر اور ادا نہ کر رہا ہو۔ آپ اپنا وہ مال کسی بھی طرح اس سے وصول کر سکتے ہیں، چاہے ظاہراً دھوکہ ہی ہو۔ لیکن اس معاملے میں کسی صاحب علم کی راہنمائی ضرور لے لینی چاہیے تاکہ کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اَدِّ فعل امر حاضر، باب تفعیل۔ ہفت اقسام میں سے ناقص یائی، مہموز الفاء ہے۔ حروف اصلی ا، د، ی، ہیں۔

لاتخن فعل نہی حاضر، اجوف واوی۔ حروف اصلی خ، و، ن، ہیں۔

ترکیب:

ادِّ فعل امر حاضر۔ ضمیر اس کا فاعل الی حرف جار من اسم موصول ائتمن فعل۔ ضمیر اس کا فاعل كَ ضمیر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ادِّ فعل کے۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ لاتخن فعل ضمیر اس کا فاعل من اسم موصول خان فعل۔ ضمیر اس کا فاعل كَ ضمیر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
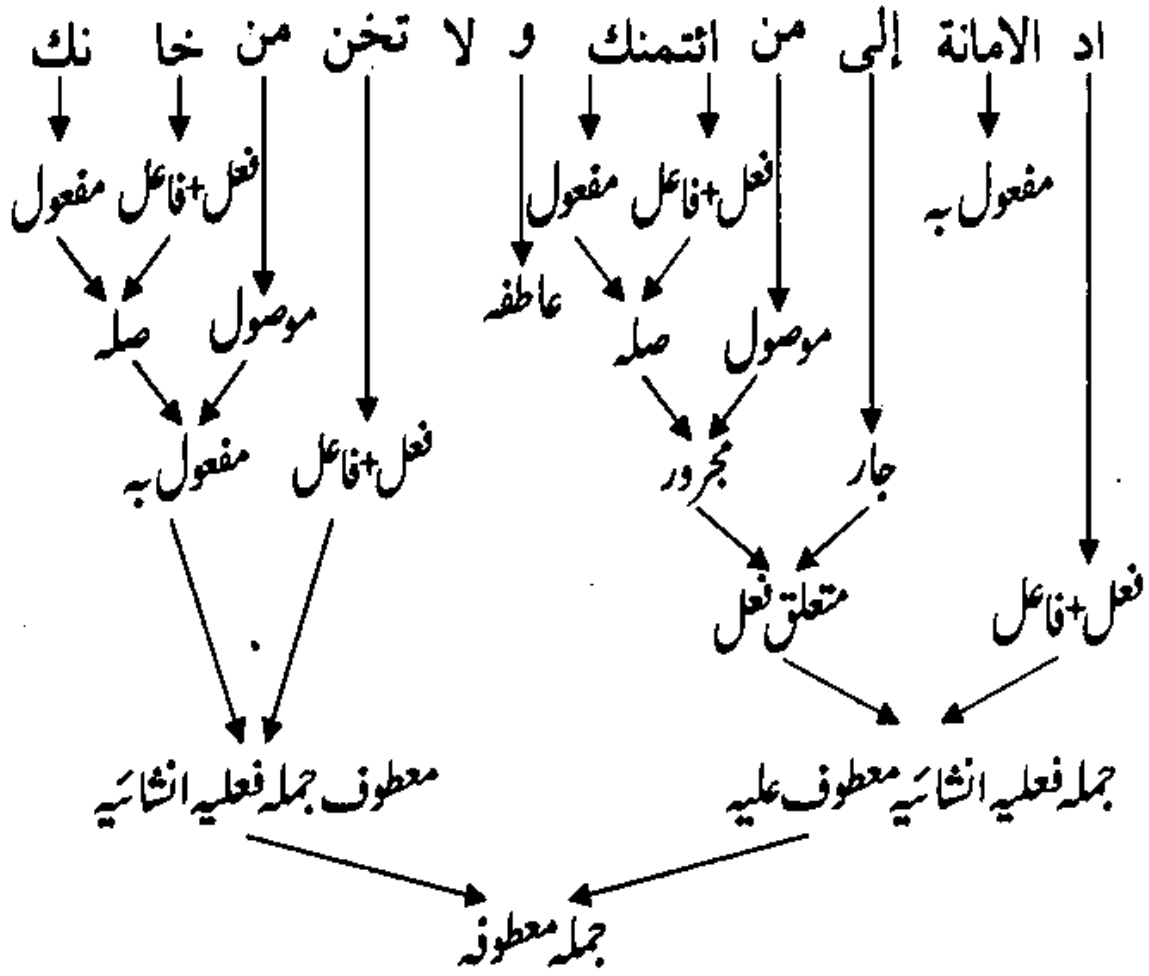
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ٣٥٣٤، باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده، كتاب البيوع

(۲) دارمی: حدیث نمبر ٢٥٩٧، باب اداء الامانة

***

⑲ اذان اور امامت ایک عظیم منصب

لِیُؤَذِّنْ لَکُمْ خِیَارُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ قُرَّائُکُمْ

ترجمہ:

"تمہارے بہترین لوگ تمہارے لیے اذان دیں، اور تمہارے قرآن پڑھنے والے امامت کروائیں۔"

تشریح:

مذکورہ بالا روایت دو اجزاء پر مشتمل ہے، پہلا اذان اور مؤذن سے متعلق ہے۔ اذان چونکہ نماز کے لیے دی جانے والی نداء اور اعلان ہے اور نماز کا اسلام میں نہایت بلند اور اہم مقام ہے، اس مقام اور اہمیت کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے فریضے کو بھی وہی آدمی ادا کرے جو دینی اعتبار سے اچھا اور نیک ہو، اور وہ نماز کے اوقات وغیرہ کا بھی علم رکھتا ہو، اسی طرح اس میں تقویٰ بھی ہو کیونکہ اگر اذان کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر دینی پڑے تو لوگوں کے گھروں میں نظر نہ ڈالے۔ حدیث کے دوسرے جزء میں نماز ہی سے متعلق ایک دوسری بات، یعنی امامت کا بیان ہے، امامت کے لیے تمام لوگوں میں سے مقدم وہ آدمی ہے جو شریعت کے احکامات کا علم رکھتا ہو، اور قرآن پاک کی تلاوت بھی صحیح کرتا ہو، جاہل اور مجہول قراءت کرنے والا نہ ہو۔ غرض جو آدمی قرآن پاک سے زیادہ شغف رکھنے والا ہو، اس کا علم بھی کامل ہو اور اس کا قرآن بھی درست ہو، وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں چونکہ سب سے بڑا قاری سب سے بڑا عالم بھی ہوتا تھا اس لیے قراءت ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

لیؤذن صیغہ امر غائب معروف، باب تفعیل۔ ہفت اقسام سے مہموز الفاء حروف اصلی ا، ذ ن، ہیں۔

خیار جمع ہے خیر کی بمعنی پسندیدہ، بہتر۔

لیؤم صیغہ امر غائب۔ ہفت اقسام میں سے مہموز الفاء مضاعف ثلاثی۔ حروف اصلی ، اَ،م،م، ہیں۔ بمعنی امامت کرنا۔

ترکیب:

لیؤذن فعل ل جار کم ضمیر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، خیار مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ لیؤم فعل کم ضمیر مفعول بہ مقدم قراء مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
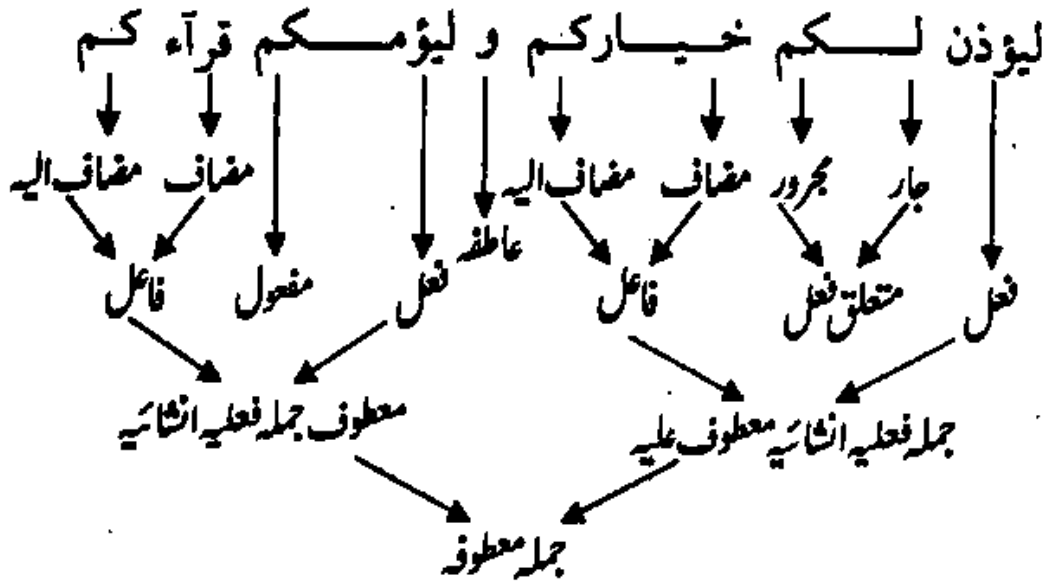
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۹۰، باب من احق بالامامۃ، کتاب الصلوۃ،

(۲) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۷۲۶، باب فضل الاذان وثواب المؤذنین، کتاب الاذان

***

⑭ سلام میں پہل کی ترغیب

لَا تَأْذَنُوْا لِمَنْ لَّمْ يَبْدَأْ بِالسَّلَامِ

ترجمہ:

''جو شخص سلام کرنے میں پہل نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔''

تشریح:

اسلام نے جہاں اپنی معاشرتی زندگی میں دیگر بے شمار اصلاحات اور تغیر و تبدیلی کی ہے، وہاں اس نے سلام کو بھی رواج دیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسا بہترین کلمہ کسی مذہب اور معاشرے میں رائج نہیں۔ مذکورہ حدیث میں یہ ادب سکھلایا گیا ہے کہ آدمی جہاں بھی جائے، جب بھی کسی سے ملاقات کرنے کے لیے جائے تو سب سے پہلی بات جو کرے وہ سلام ہونا چاہیے، اپنی محفل اور گفتگو کی ابتداء سلام سے کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ جہاں بھی کسی سے ملنے جاتے، دروازے پر دستک دیتے تو سب سے پہلے سلام فرماتے۔ اگر جواب آتا تو آگے اجازت طلب کرتے ورنہ واپس تشریف لے آتے۔ مذکورہ روایت میں اس ادب پر ذرا سختی کے انداز میں عمل کرانے کا کہا گیا ہے، اور اس کا طریقہ یہ بتایا کہ جو آدمی ویسے ہی اجازت طلب کرے اور ابتداء میں سلام نہ کرے اسے تنبیہ کرنے اور ادب سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے اندر آنے کی اجازت نہ دو۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ ﷺ کے ہاں گیا اور سلام کیے بغیر اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ اور سلام کرو پھر اجازت طلب کرو۔ (ابو داؤد شریف)

ترکیب:

لا تاذنوا فعل نہی حاضر معروف ضمیر اس کا فاعل لِ جار مَن موصولہ لم یبدأ فعل ضمیر اس کا فاعل با جار السلام مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
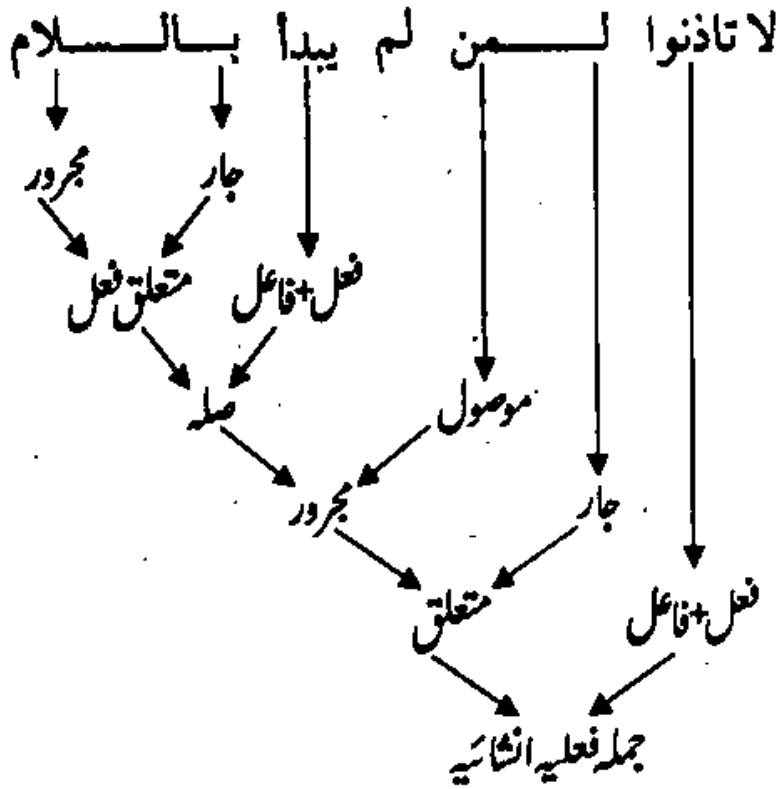
تخریج حدیث:

(۱) بیہقی: حدیث نمبر ۸۸۱۶

***

⑮ بڑھاپا مسلمان کا نور ہے

لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ

ترجمہ:

''نہ دور کرو بڑھاپے کو کیونکہ وہ مسلمان کا نور ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کا اگلا حصہ یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا یعنی اس کا ایک بال بھی سفید ہوا تو اللہ اس بال کے بدلے میں اس کے لیے ایک نیکی لکھتے ہیں، اور اس کی بدولت ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور اس کی بدولت ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب تمہارے بال سفید ہو جائیں تو ان کو اپنے سے دور نہ کرو کیونکہ یہ بال تمہارا نور ہیں۔ نور کے دو مطلب ہیں۔ (۱) دنیا میں وقار اور زینت ہے، (۲) قیامت کے دن یہ بڑھاپا نور بن کر سامنے آئے گا۔ بلکہ دوسری حدیث میں خود اس بات کی وضاحت موجود ہے۔ (مرقاۃ، ص: ۲۳۶/ ج: ۸)

واضح رہے کہ یہ حدیث بال اکھیڑنے کے بارے میں ہے۔ باقی رہا بالوں کو کسی رنگ سے رنگنا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ سوائے کالے رنگ کے باقی رنگوں سے رنگنا جائز ہے، صرف کالا رنگ احادیث میں منع آیا ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

لا تنتفوا صیغہ نہی حاضر، باب افتعال، ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔ حروف اصلی ن، ف، ی، ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا معنی دور کرنا، اور جدا کرنا ہوگا۔ دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ باب ضرب یضرب سے ہو، اس صورت میں اس کے حروف اصلی، ن، ت، ف، ہوں گے اس کا معنی ہوتا ہے بال اکھاڑنا، بال نوچنا۔

صاحب نہایہ علامہ ابن اثیر نے دوسرے احتمال کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اپنی کتاب میں نتف مادے سے اسے ذکر کیا ہے البتہ نفی سے اس کے قریب قریب افعال ذکر کیے ہیں۔

الشیب بمعنی بڑھاپا، یہاں مراد سفید بال ہیں۔

ترکیب:

لا تنتفوا فعل ضمیر اس کا فاعل الشیب مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مُعَلَّل، ف تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اسم نور مضاف المسلم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی : حدیث نمبر ۲۸۲۱، باب فی نتف الشیب، کتاب الرحل

(۲) مسند احمد: حدیث نمبر ٦٦٧٢

***
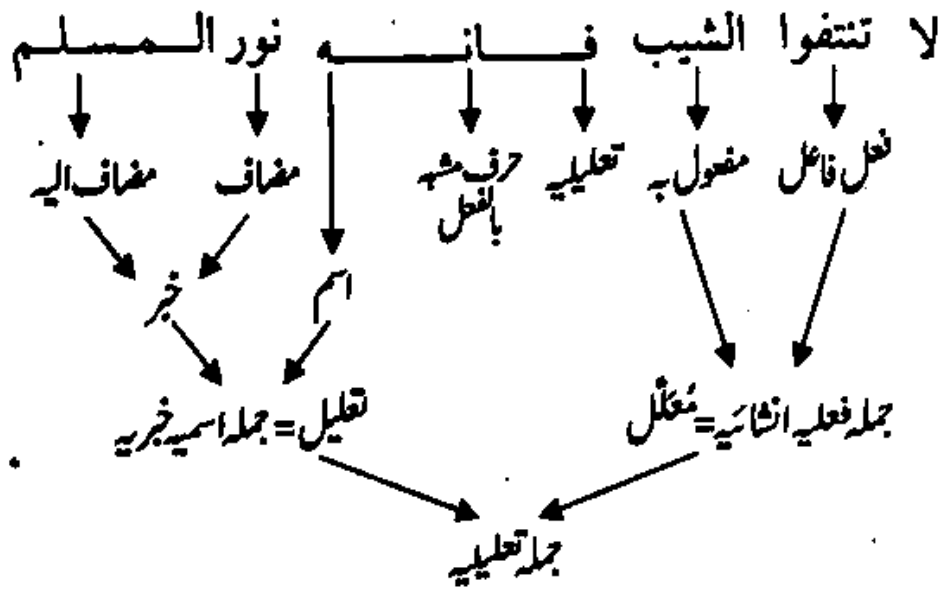
⑮١ محبوب بننے کا طریقہ

اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّكَ النَّاسُ

ترجمہ:

’’دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کریں گے، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی کرو گے تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔‘‘

تشریح:

یہ روایت دراصل ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال کا جواب ہے جس میں انہوں نے اللہ اور لوگوں کی محبت کا طریقہ پوچھا تھا۔ زھد دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کی لذت اور مرغوبہ چیزوں سے اعراض برتنے کا نام ہے یعنی ایک چیز آدمی کے پاس موجود ہو اس کے باوجود وہ اسے اختیار نہ کرے یا ایک چیز حاصل کر سکتا ہے اس کے باوجود اسے ترک کرے تو یہ زہد ہے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب دل میں آخرت پر کامل یقین دنیا کی بے ثباتی، حساب کا خوف موجود ہو، تب دل میں دنیا کی محبت نہیں رہتی اور دل دنیا کی رنگینیوں اور چمک دمک سے بیزار ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آخرت کے شوق اور طلب میں اپنی انفرادی زندگی کو انتہائی سادگی اور ضروریات وحاجات کے درجے میں گذارنا زہد ہے، جب دل میں ملعون دنیا کی محبت نہ ہوگی تو خدا کی محبت آئے گی اور جب لوگوں سے بے رغبتی ہوگی تو لوگ بھی اس کے قریب ہوں گے۔

ترکیب:

ازھد فعل، ضمیر اس کا فاعل فی جار الدنیا مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر امر یحب فعل ك ضمیر مفعول بہ مقدم لفظ اللہ فاعل، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب امر، امر جواب امر سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ ازھد فعل با فاعل فی جار ما اسم موصول عند مضاف الناس مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ متعلق فعل محذوف یکون کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر امر یحب فعل ك ضمیر مفعول بہ مقدم الناس فاعل مؤخر فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب امر، امر جواب امر سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔
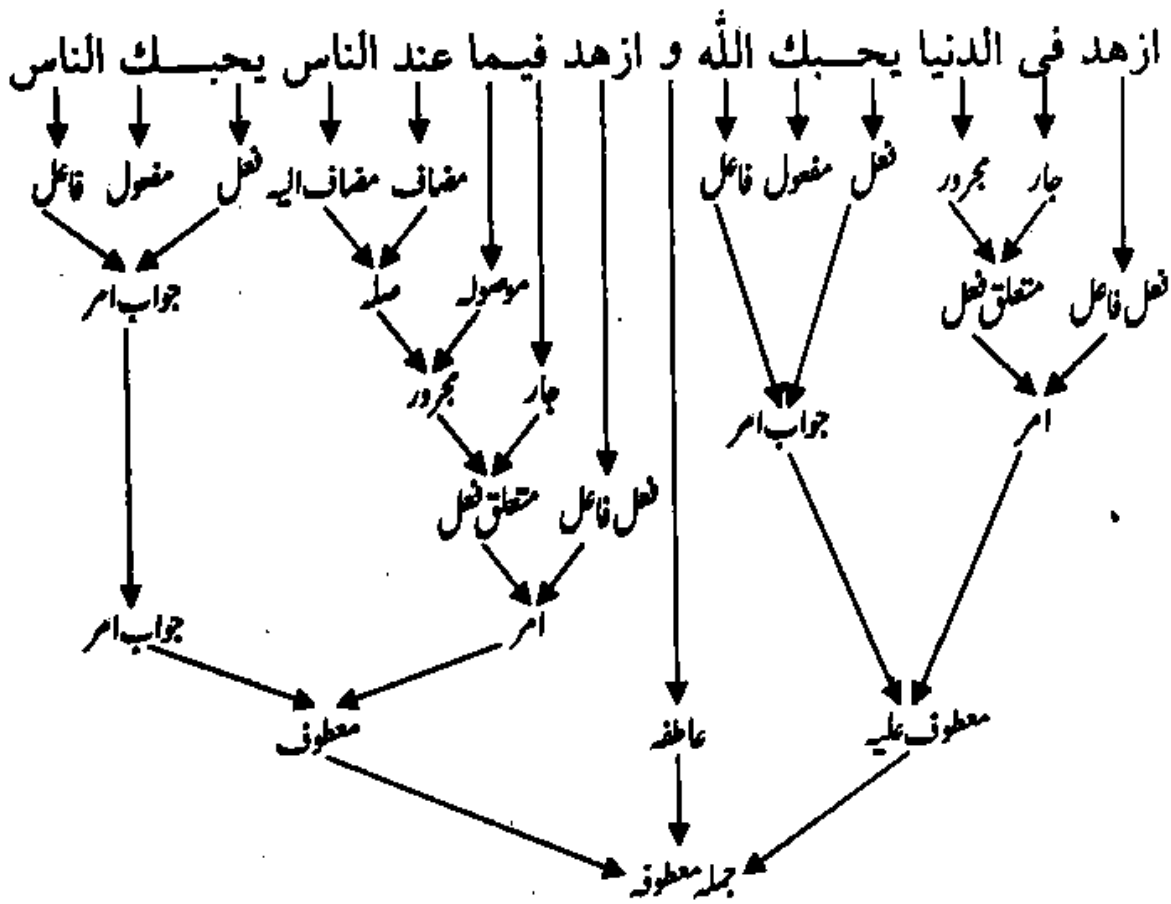
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی: حدیث نمبر ۱۰۵۲۲

(۲) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۴۱۰۲، باب الزهد فی الدنیا

***

⑮ دنیا ایک مسافر خانہ ہے

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

ترجمہ:

"دنیا میں ایسے ہو جاؤ جیسے کوئی پردیسی ہوتا ہے یا راہ چلتا مسافر۔"

تشریح:

اس حدیث کا مضمون کئی اور احادیث میں بکثرت وارد ہوا ہے، اس کا حاصل ہے دنیا سے جی کا نہ لگانا، اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا، اور دنیا کو اصل گھر نہ سمجھنا، آخرت کو اپنا مطمح نظر بنانا اور اس سے دل کا لگانا۔ یہ مضمون کئی جگہ مختلف پیرایوں میں بیان ہوا ہے، یہاں ایک بڑی پیاری اور انوکھی مثال سے آپ ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا اور وہ مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مومن آدمی کو دنیا میں پردیسی راہی اور راہ چلتا ہوا مسافر قرار دیا، کہ جیسے وہ اپنے سفر میں کسی جگہ سے دل نہیں لگاتا اور نہ ہی کسی جگہ کو اپنی منزل سمجھتا ہے اور نہ ہی اپنے ساتھ مال و متاع کی اتنی زیادہ مقدار رکھتا ہے اور اسے ہر دم راہزنوں اور راستے کے شدائد و مشکلات کا خطرہ دامنگیر رہتا ہے، کچھ ایسا ہی حال مومن آدمی کا بھی دنیا میں ہونا چاہیے کہ دنیا کو اپنی منزل نہ سمجھے اور دنیا کا مال و متاع بقدر ضرورت اکٹھا کرے اور نفس شیطان کے جال اور ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا كَمَنْزِلِ رَاكِبٍ　　أَنَاخَ عَشِيًّا وَهُوَ فِي الصُّبْحِ رَاحِلُ

دنیا کی مثال اس مسافر کی منزل کی ہے جہاں شام ڈھلے ایک آدمی پڑاؤ ڈالتا ہے۔ اور پو پھٹتے ہی وہ وہاں سے کوچ کر جاتا ہے۔

ترکیب:

کن فعل ناقص انت ضمیر اس کا اسم فی جار الدنیا مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے کان حرف مشبہ بالفعل ك ضمیر اس کا اسم غریب معطوف علیہ او عاطفہ عابر مضاف سبیل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر کن فعل ناقص کی خبر، کن فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
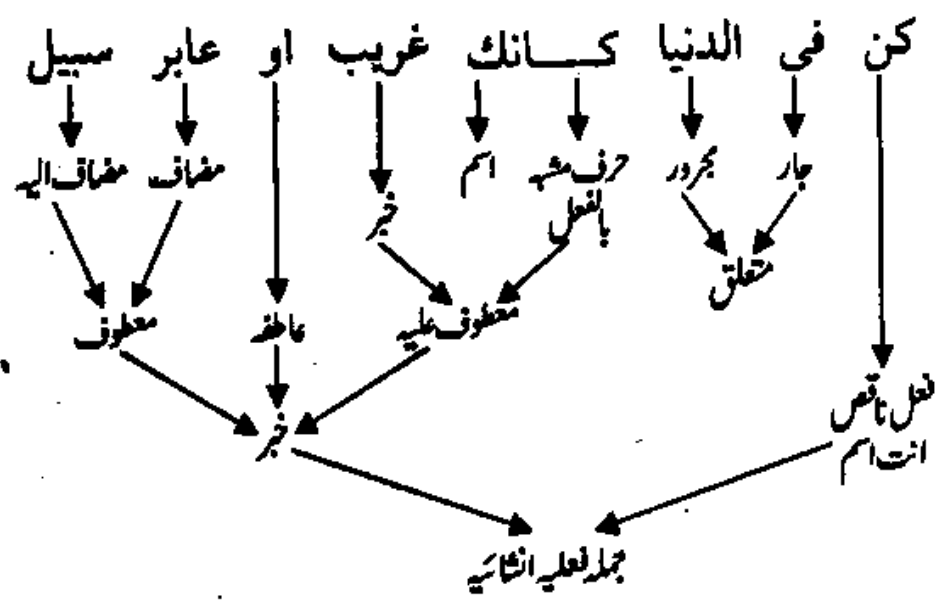
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۶۰۵۳، باب قول النبی کن فی الدنیا الخ،

***

⑮۳ جائیداد بنانے کا اثر

لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا

ترجمہ:

''تم جائیداد نہ بناؤ! تاکہ دنیا میں رغبت نہ کرنے لگو۔''

تشریح:

ضیعہ کے دو مطلب ہیں۔ ایک کاروبار زندگی۔ دوسرا جائیداد اور باغ وچمن زار بنانا۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں اس قدر مشغولیت نہ اختیار کرو کہ جس سے تم دنیا کے ہو کر ہی رہ جاؤ۔ اور صبح وشام یہی سوچیں ہوں، بس دنیا بڑھانے کی فکر ہو، اور آخرت کا محض ہلکا اور دھندلا سا خیال دل میں ہو۔ چونکہ جائیداد اور باغ وغیرہ میں یہ صورت زیادہ ہوسکتی ہے اس لیے اس کو خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ ضرورت کے بقدر جائیداد بنانا اور کاروبار کرنا جائز بلکہ اکثر حالات میں ضروری ہے لیکن اس سے زیادہ کا درجہ جس سے غفلت پیدا ہو ممنوع ہے۔ چنانچہ یہ اصول ہوگا کہ جو جائیداد غفلت کا باعث بنے وہ ممنوع ہوگی۔ اور جو غفلت کا باعث نہ ہو یا تو اس وجہ سے کہ جائیداد وغیرہ ہے ہی اتنی مقدار میں کہ جس میں اتنی مشغولیت نہیں ہوتی، یا اس وجہ سے کہ غفلت دور کرنے کے اسباب بہم پہنچائے ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی حالت تھی کہ دنیا کا مال ومتاع زیادہ ہونے کے باوجود ان کی ایمانی حالت میں فرق نہیں آتا تھا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

لا تتخذوا فعل نہی حاضر معروف، باب افتعال ہفت اقسام میں سے مہموز الفاء ہے۔
الضیعة بمعنی جائیداد وپیشہ۔

ترکیب:

لا تتخذوا فعل نہی حاضر، ضمیر اس کا فاعل الضیعہ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر نہی، ف جوابیہ ترغبوا فعل ضمیر اس کا فاعل فی جار الدنیا مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جواب نہی، نہی جواب نہی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
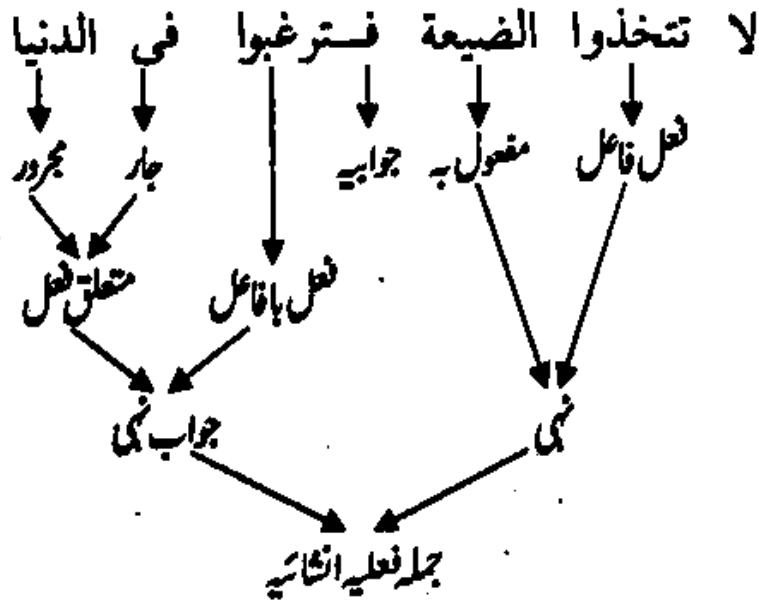
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۲۸، کتاب الزهد

***

⑮٤ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو

اَعْطُوا الْاَجِيْرَ أَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ

ترجمہ:

''مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو۔''

تشریح:

مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو یعنی مزدوری دینے میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ سارا دن کام لیا اور شام کو اس بیچارے کو خالی ہاتھ بھیج دیا اور پھر وہ بیچارا اپنی مزدوری کے لیے اس کے گھر پر چکر لگاتا رہے، ایسا کرنے والا شخص انتہائی درجے کا ظالم ہے، ایسے شخص کے بارے میں ایک اور حدیث میں بڑی سخت وعید آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی مزدور کی مزدوری دینے میں ٹال مٹول کرتا ہو قیامت والے دن اللہ اس کا معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے کر مزدور کی طرف سے اس کے ساتھ نمٹیں گے، اور اسے عذاب دیں گے۔

تنبیہ:

کئی جگہوں پر یہ دستور ہے کہ مزدور ہر روز مزدوری نہیں لیتے بلکہ ہفتہ وار وصول کرتے ہیں ایسی صورت میں اگر ہر روز نہ بھی دیں تو اس کی گنجائش ہے، ہاں اگر مزدور مطالبہ کرے تو فوراً دینا ضروری ہے کیونکہ اسے ہر روز مطالبے کا حق ہے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

اعطوا فعل امر ہے باب افعال سے۔ ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے، حروف اصلی ع، ط، ی، ہیں۔
یجف مضارع، ہفت اقسام سے مضاعف ثلاثی ہے، بمعنی سوکھنا، خشک ہونا، عرق پسینہ

ترکیب:

اعطوا فعل ضمیر اس کا فاعل الاجیر مفعول بہ اول اجر مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ثانی قبل مضاف ان مصدریہ یجف فعل عرقہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل سے جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، اعطوا فعل اپنے فاعل اور تمام مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
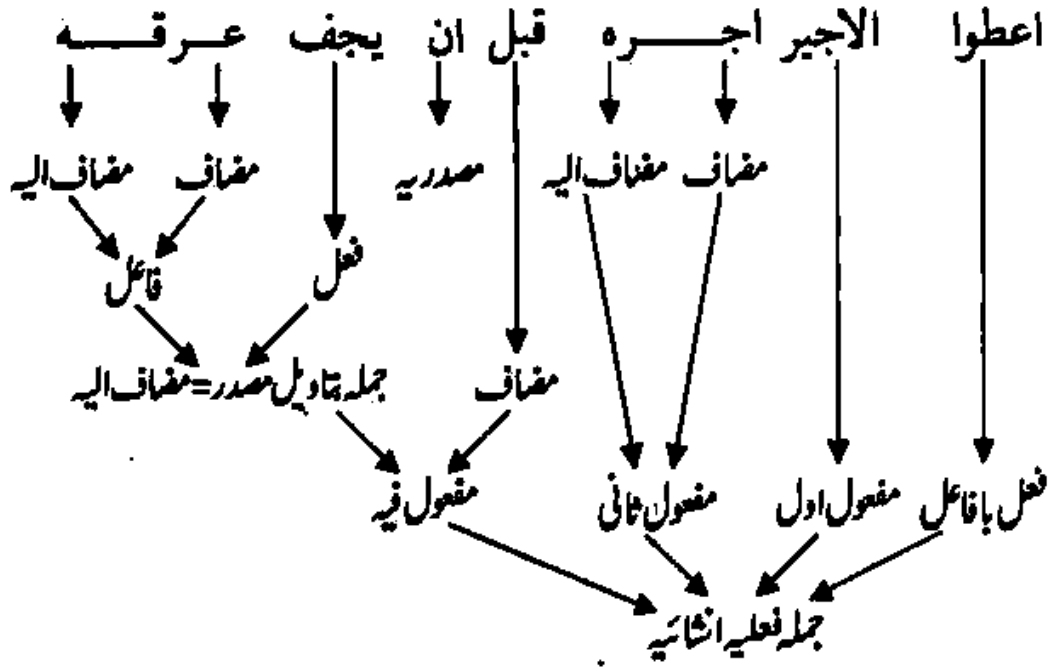
تخریج حدیث:

(۱) بیهقی: حدیث نمبر ۱۱۹۸۸

(۲) ابن ماجه: حدیث نمبر ۲٤٤۳

***

⓯⓯ داڑھی رکھنے کا وجوب

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ

ترجمہ:

''مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتاؤ۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث تین جملوں پر مشتمل ہے پہلے جملے میں ایک عمومی اور تمہیدی حکم ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے رہن سہن، معاشرت، وضع قطع، اور طور طریقوں میں تمام ممکنہ حدوں تک مشرکین خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا ہنود و بدھ مذہب، ان کی مخالفت کریں۔ یعنی اپنا طرزِ عمل ان سے الگ اور نمایاں رکھیں۔ یہ حکم اس وجہ سے دیا ہے کہ معاشرت اور تہذیبی آثار کا زندگیوں پر گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ تم لوگ مسلمان ہونے کے ناطے اپنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔ اس حدیث سے بھی اور دیگر احادیث اور ان کے اندر موجود قرائن اور پھر امت کے چودہ سو سالہ تعامل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ داڑھی کا بڑھانا، شریعت کا ایک تاکیدی حکم ہے جس کو ترک کرنے والا گناہ گار اور شرعی حکم کا تارک ہے۔ چنانچہ داڑھی کا وجوب اور اہتمام شروع سے ایک مسلمہ حقیقت اور معمول کے طور پر چلا آ رہا ہے۔ موجودہ دور میں جہاں مغرب اور طاغوت کے تسلط نے ہمارے کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا اور ان کے تصورات کو بدلا ہے، وہاں داڑھی کا مسئلہ بھی ہے، اور لوگ اس رخ پر سوچنے لگے ہیں کہ داڑھی نہ رکھنا بھی جائز ہو سکتا ہے، اصل چیز تو مرعوبیت اور تاثر ہے لیکن اس کے لیے لوگ پھر علمی ذخیرے میں گری پڑی روایات بھی تلاش کرتے ہیں، اور ان کا سہارا لے کر انگریزوں سے اس مرعوبیت پر دلیل کا غلاف چڑھانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر سوچا جائے تو سیدھی سی بات ہے کہ جب نبی علیہ السلام اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی ڈاڑھیاں تھیں تو ہم کیوں نہ رکھیں؟ کیا محض اس وجہ سے کہ آج کل کے متمدن شیطان اسے اچھا نہیں سمجھتے؟ اگر یہی بات ہے اور واقع میں یہی بات ہے تو پھر ایسی سوچ پر افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے؟!!

ترکیب:

خالفوا فعل۔ ضمیر فاعل المشرکین مفعول، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر مبین اوفروا فعل بافاعل اللحی مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ احفوا فعل بافاعل الشوارب مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر بیان، مبین بیان سے مل کر جملہ بیانیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم : حدیث نمبر ٦٢٥، باب خصال الفطرۃ

***
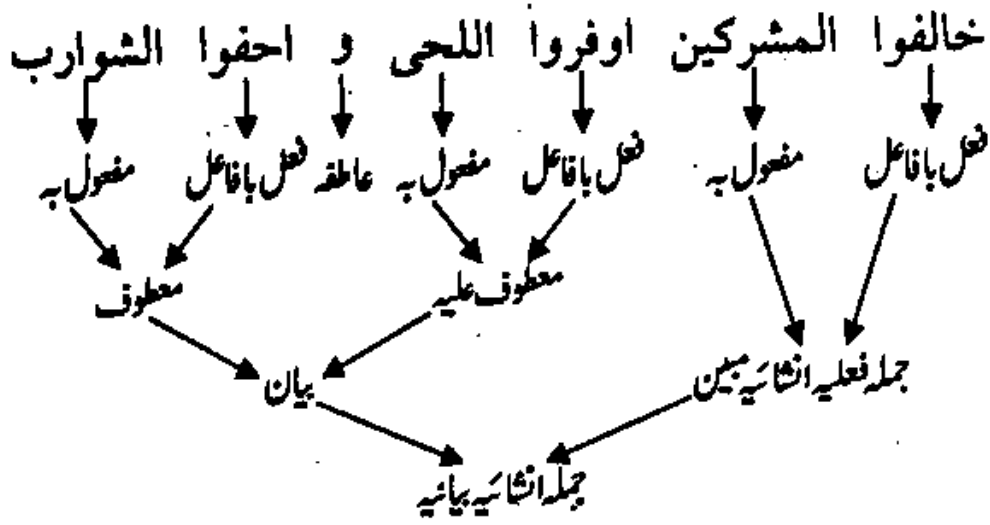
⑯ خوشخبریاں سناؤ، نفرت نہ پیدا کرو

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

ترجمہ:

"خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ، نرمی کرو، سختی اور تنگی نہ پیدا کرو۔"

تشریح:

نبی اکرم ﷺ جب کسی صحابی کو کسی جگہ تبلیغ کے لیے یا حکومت و انتظام کے بھیجتے تو آپ ﷺ انہیں دیگر نصیحتوں کے ساتھ ساتھ یہ نصیحتیں بھی کرتے۔ چونکہ صیغے عام ہیں اس لیے یہ نصیحت اور حکم دینی لحاظ سے تمام ذمہ داروں خصوصاً علماء وفقہاء کے لیے ہوگا کہ وہ اپنا طرزِ عمل ایسا رکھیں کہ لوگوں کو دین کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملے اور ایسا طرزِ عمل نہ اپنائیں جس سے لوگ دور ہوں اور دین سے بیزاری ہو۔ یہ چیز خود شخصی اور ذاتی طرزِ عمل کے نتیجے میں بھی ہوسکتی ہے اور دین کو پیش کرنے کے انداز کے حوالے سے بھی۔ جیسے ایک جگہ فرمایا گیا: "كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ" لوگوں سے ان کی فہم اور عقل و دانش کے مطابق بات کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کی تکذیب کی جائے؟ یعنی تمہارے انداز کی وجہ سے لوگ دین سے قریب ہونے کی بجائے مزید دور ہو جائیں۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ دین کے مسائل اور معاملات میں عوام کے لیے جہاں تک شرعی حدود میں رہتے ہوئے ممکن ہو سہولت پیدا کی جائے، تنگی اور بے جا سختی نہ کی جائے۔ عوام کو رخصت کا پہلو دینا چاہیے اپنے لیے کوئی صاحب علم اگر عزیمت اختیار کرے تو اچھی بات ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ شریعت کے مزاج اور مسائل میں کہاں سختی ہے اور کتنی سختی ہے اور کہاں اور کتنی مقدار میں نرمی ہے یہ ہرایرے غیرے یا معمولی درجے کے عالم کا بھی کام نہیں یہ ان ماہرین شریعت کا کام ہے جو ایک طرف شریعت پر مکمل عبور رکھتے ہوں اور دوسری طرف ان میں خوفِ خدا اور تقویٰ بھی پوری طرح موجود ہو۔

ترکیب:

بشروا فعل امر حاضر۔ ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ لا تنفروا فعل فاعل معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یسروا فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لا تعسروا فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر معطوف، پہلا معطوف علیہ معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
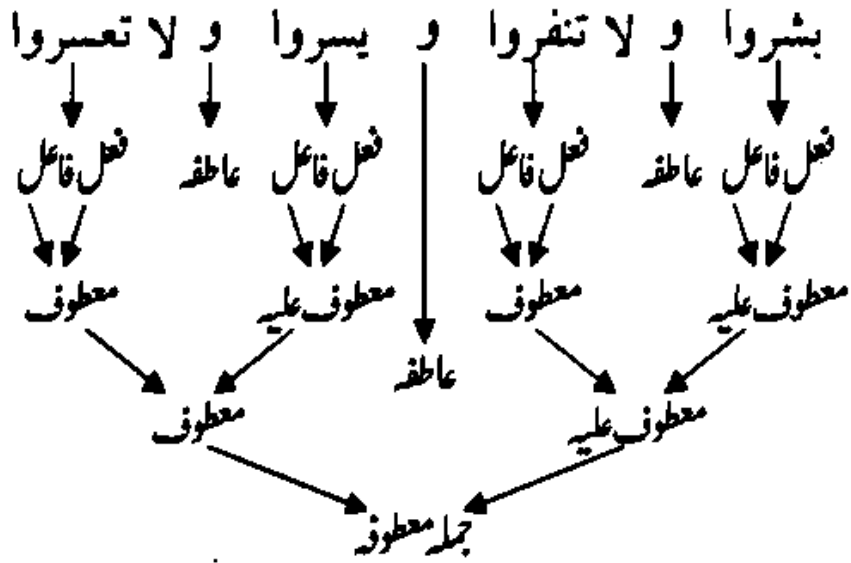
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٦٩، باب فی کراهية المراء، کتاب الادب

(۲) ابو داؤد: حدیث نمبر ٤٨٣٧، باب قول النبی یسروا ولاتعسروا، کتاب الادب

***

⑮ قیدیوں کی رہائی کا حکم

اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ

ترجمہ:

''بھوکے کو کھانا کھلاؤ مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔''

تشریح:

اس حدیث میں تمام مسلمانوں کو مطلقاً تین کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۱) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس آدمی کا پڑوسی بھوکا سو جائے اس آدمی کا ایمان کامل نہیں۔ ایک مسلمان کا یہ مذہبی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان بھائی کو بھوکا نہ رہنے دے، یہ فریضہ اول درجے میں حکومت اور خلیفہ و حاکم المسلمین کا ہے لیکن عام مسلمان بھی اس فریضے سے عہدہ برا نہیں۔ اور معاشرے میں آفت زدہ اور بھوکے لوگ جب تک موجود ہوں ان کی ذمہ داری ختم نہیں ہوگی اور اس کام کے لیے صرف زکوٰۃ او صدقات واجبہ کافی ہوں، تو فبہا ورنہ عام مال سے صدقات دے کر بھی یہ کام کرنا ہوگا۔ دوسری چیز مریض کی عیادت ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مسلمان بندہ جب دوسرے بھائی کی عیادت کے لیے جاتا ہے اگر صبح کو جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اگر شام کو جائے تو صبح تک کرتے رہتے ہیں۔ تیسری ذمہ داری یہ لگائی کہ جب کوئی بھی مسلمان آدمی کفار کی قید میں ہو تو تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے مقدور وسائل سے اس کی آزادی اور رہائی کے لیے کوشش بروئے کار لائیں اور اس کو چھڑا کر دم لیں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عودوا بروزن قولوا صیغہ امر حاضر، باب نصر ینصر عاد یعود سے بمعنی عیادت کرنا۔

فکوا بروزن مدوا صیغہ امر حاضر، ہفت اقسام مضاعف ثلاثی بمعنی جدا کرنا، علیحدہ کرنا، آزاد کرنا۔

العانی بروزن قاضی صیغہ اسم فاعل، ہفت اقسام ناقص واوی۔

ترکیب:

اطعموا فعل امر حاضر ضمیر اس کا فاعل الجائع مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ عودوا فعل ضمیر اس کا فاعل العانی مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف۔ تمام معطوفات مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٣٠٤٦، کتاب الاطعمة

(۲) مسند احمد: ١٩٦٤١

***
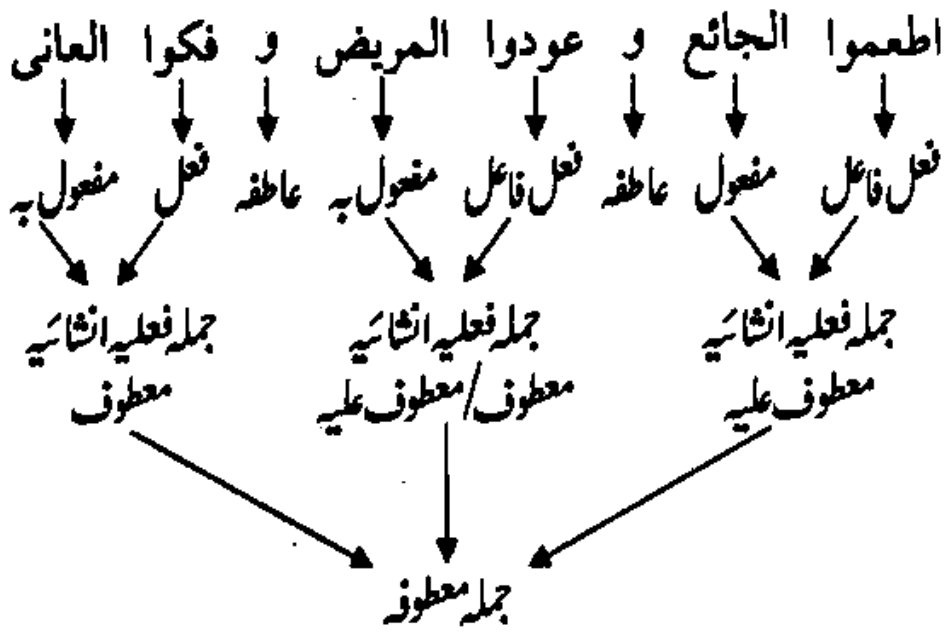
۵۷ مرغ کو برا بھلا مت کہو

لَا تَسُبُّوا الدِّیْکَ فَاِنَّهٗ یُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ

ترجمہ:

''مرغ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ تمہیں نماز کے لیے جگاتا ہے۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں مرغ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے، ویسے تو ہر چیز کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کے بارے میں نا زیبا کلمات استعمال نہ کیے جائیں لیکن مرغ کو خاص طور سے ذکر کرنے کا مقصد آپ ﷺ نے خود اگلے جملے میں واضح فرمادیا، کہ مرغ اپنی اذان اور آواز سے نماز کے لیے جگاتا ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ مرغ صبح کے وقت اذانیں دینی شروع کردیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کی آنکھ کھل جاتی ہے اور بعض مرغ اوقات کے بھی پابند اور اہتمام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ایک سفید مرغ تھا، اور صحابہ سفر میں اپنے ساتھ مرغ رکھتے تھے تاکہ نماز کے لیے بیدار کرسکے۔ بعض علماء نے تو یہ بھی فرمایا ہے، جو مرغ تجربے سے معلوم ہوا ہو کہ وقت صحیح بتاتا ہے اور اذان بروقت دیتا ہے، اوقات صلوۃ میں اس کی بانگ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے ہی ہوگا جیسے گھڑی اور اس کی گھنٹی (الارم)۔ اس حدیث سے علماء نے یہ استنباط بھی فرمایا ہے کہ جب مرغ میں ایک اچھی صفت ہونے کی وجہ سے اس کے اکرام واحترام کا حکم ہے تو ایک مسلمان کے احترام کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ اسی طرح جو جانور نماز کے لیے اطلاع دیتا ہے، جب اس کا اتنا احترام ہے تو جو انسان لوگوں کو خیر کی دعوت دے اس کا اللہ رب العزت کے ہاں کیا مقام ہوگا؟!!

لغوی وصرفی تحقیق:

لاتسبوا فعل امر حاضر معروف، ہفت اقسام میں سے مضاعف ثلاثی؟ حروف اصلی س، ب، ب، ہیں بمعنی گالی دینا۔
الدیک مرغ یوقظ فعل مضارع غائب، ہفت اقسام میں سے مثال واوی ہے۔ حروف اصلی و، ق، ظ، بمعنی جگانا۔

ترکیب:

لاتسبوا فعل، ضمیر اس کا فاعل الدیک مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلّل فا تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اس کا اسم یوقظ فعل ضمیر اس کا فاعل ل جارہ الصلوۃ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، حرف اِن اپنے اسم اور خبر سے مل جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلّل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۱۰۳، باب فی الدیك والبھائم، کتاب الادب

***
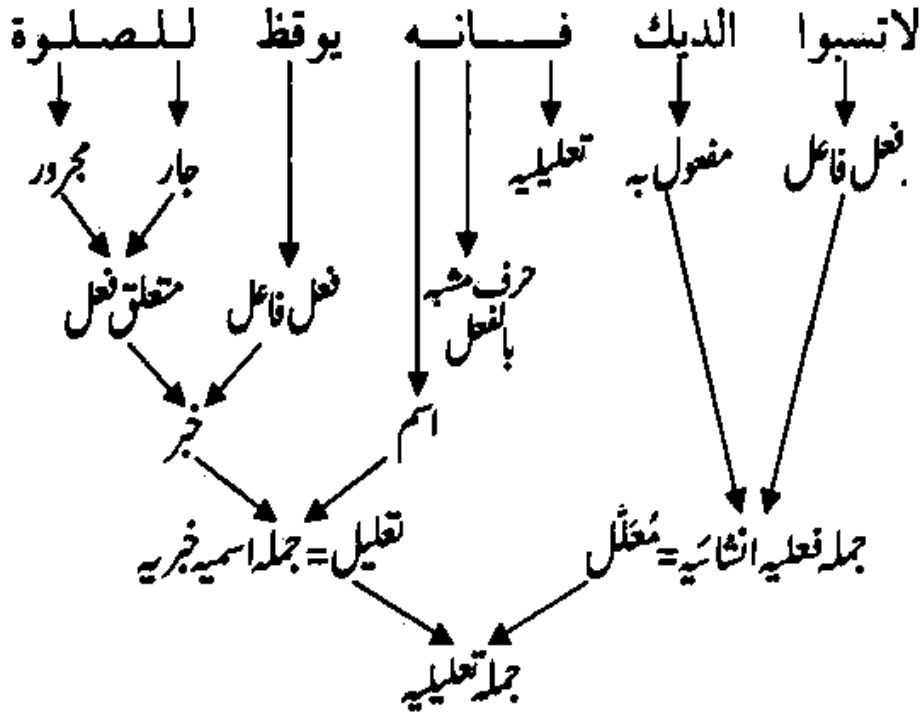
⓯⓽ غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کیا جائے

لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانٌ

ترجمہ:

''دوفریقوں کے درمیان کوئی بھی فیصلہ کرنے والا اس حال میں ہرگز فیصلہ نہ کرے جبکہ وہ غصے میں ہو۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت میں قاضی یا فیصل اور ثالث کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ایک اہم اصول ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ فیصلہ ایسے حال میں کرنا چاہیے جب آدمی کی طبیعت میں اعتدال، ٹھہراؤ اور ثبات ہو۔ بے اعتدالی کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسے میں فیصلے جیسی نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں غلطی کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کے مطلوب و مدعا کو علماء نے ہر پہلو سے عمومیت دی ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ یہ اصول صرف حاکم کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر وہ آدمی جو کوئی اہم اور شرعی ذمہ داری کا کام سرانجام دینے والا ہو اس کے لیے بھی یہ حکم ہے چاہے فتوی لکھنا ہو یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا ہو یا کسی کو کوئی اہم مشورہ دینا ہو۔ اسی طرح فیصلے کی یہ پابندی صرف غصے کی حالت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمام حالتیں جن میں آدمی کسی معاملے کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور وفکر نہیں کرسکتا وہ اس میں شامل ہوں گی، مثلاً بیماری کی حالت، دردِ سر کی حالت، پیشاب کے زور سے آنے کی حالت، نیند کے غلبے کی حالت، شدید بھوک کی حالت وغیرہ۔ ان تمام حالتوں میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ فتوی اور شرعی مسئلہ بتانا چاہیے۔

ترکیب:

لا یقضین فعل نہی مؤکد بانون تاکید ثقیلہ حکم ذوالحال بین مضاف اثنین مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ، و حالیہ ھو مبتداء غضبان خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
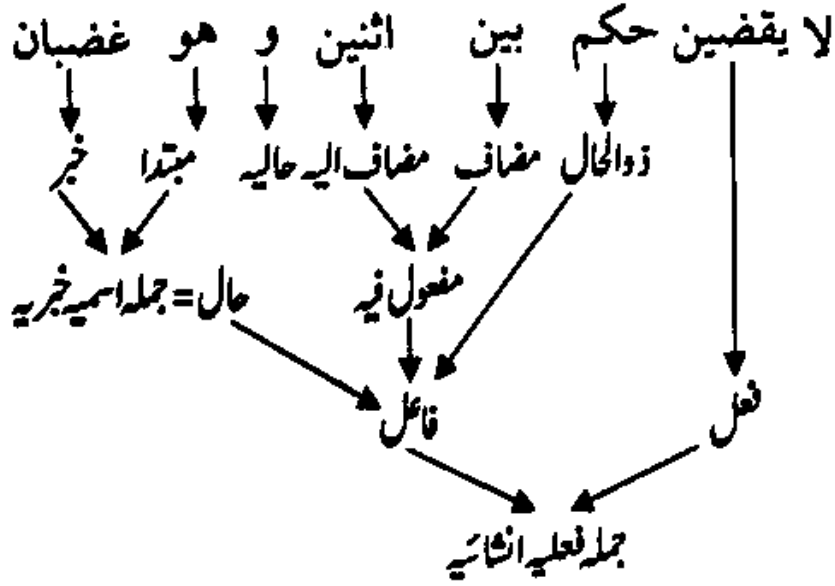
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۶۷۳۹، باب ھل یقضی الحاکم وھو غضبان، کتاب الاحکام

***

⑯۰ تعیش کی زندگی سے بچو

اِیَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ

ترجمہ:

"تم تعیش اور آرائش کی زندگی سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے پُرتعیش زندگی گزارنے والے نہیں ہوتے۔"

تشریح:

یہ آپ ﷺ کے وہ جملے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت ارشاد فرمائے تھے۔ یہ جملے ایک اہم نصیحت اور ایک مسلمان کے طرز زندگی کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت کے حامل ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی انفرادی زندگی میں اپنے اختیار سے اس بات کی کوشش کرنی اور اپنے آپ کو پابند کرنا چاہیے کہ وہ سادہ سے سادہ زندگی گذاریں۔ اپنی زندگی کو ضروریات تک محدود رکھیں۔ تعیش، آسائش و آرائش اور زیبائش سے بچیں کیونکہ دنیا ہمارا گھر نہیں، ہمارا گھر آخرت ہے یہ ہماری امتحان گاہ ہے۔ اس لیے اپنی زندگی کو ضروریات تک محدود کریں اور اس کے علاوہ جو مال و دولت ہو اس کو دیگر مسلمانوں پر خرچ کریں۔ تاکہ تمام مسلمان زندگی کی بنیادی ضروریات کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا روایت ہماری انفرادی زندگی کے معیار (Living standard) سے متعلق ہے کہ اس میں سادگی ہونی چاہیے، باقی رہی اجتماعی اور ریاستی ذمہ داریاں اور اجتماعی سہولتیں اور ضروریات، مثلاً دفاع، تعلیم، صحت، ذرائع نقل وحمل اور جہاد کے آلات کی تیاری تو اس درجے میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور خوب سے خوب اور مفید سے مفید تر چیزوں کی طلب اور ایجاد نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مستحسن ہے۔ گویا دنیوی ترقی کے دو پہلو ہو گئے۔ ایک اجتماعی اور دوسرا انفرادی۔ مذکورہ بالا روایت کا تعلق دوسری قسم سے ہے۔

ترکیب:

ایاك ضمیر منصوب منفصل۔ یہ اصل میں قائم مقام ہے "اتق نفسك" کے اتق فعل، ضمیر اس کا فاعل نفسك معطوف علیہ و عاطفہ التنعم معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلل، فا تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل عباداللہ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم لیسوا فعل ناقص ضمیر اس کا اسم با زائدہ المتنعمین خبر فعل ناقص اپنی خبر اور اسم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ان کی، حرف إن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
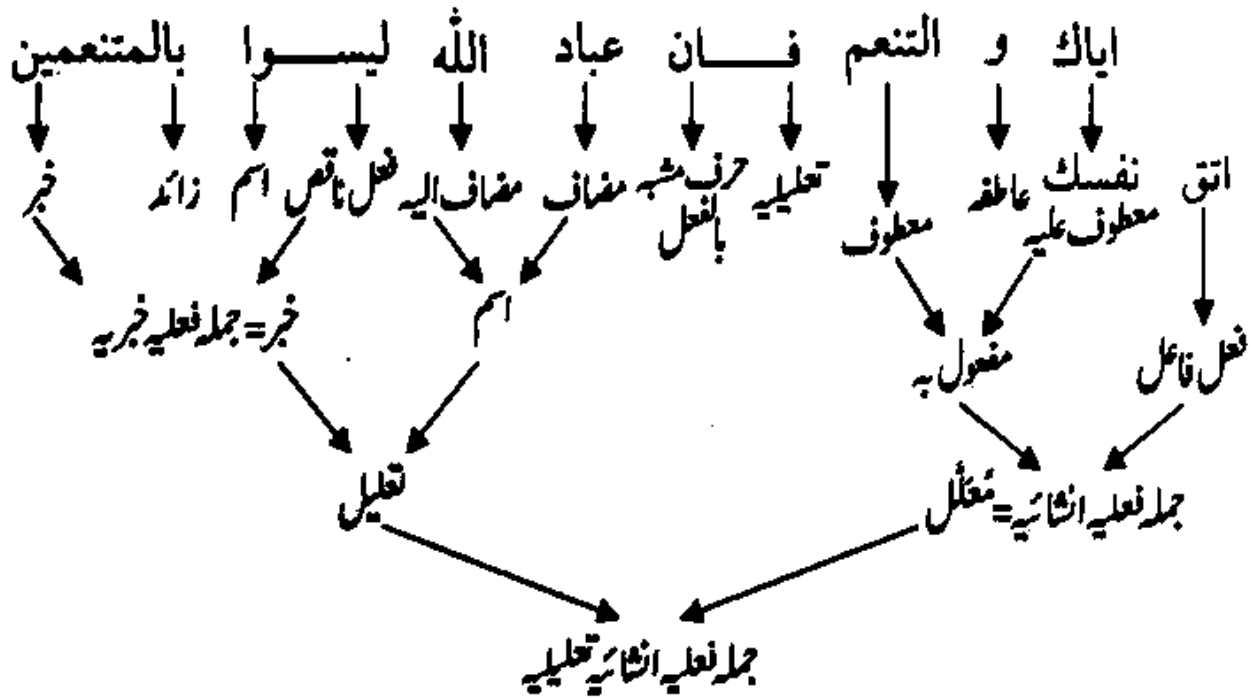
تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد: حدیث نمبر ۲۲۱۰۵

***

⑯ سجدہ اطمینان سے ادا کرو

اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ

ترجمہ:

''سجدے میں اعتدال واطمینان کی حالت میں رہو، تم میں سے کوئی شخص (سجدے میں) اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔''

تشریح:

اس حدیث میں نماز کے ایک اہم رکن یعنی سجدے کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے، کہ اس کی ادائیگی میں اعتدال اور درستگی ہونی چاہیے اور چستی اور نشاط سے سجدہ کرنا چاہیے اور اس کی صورت یہ ہے کہ صرف ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر لگی ہوئی ہوں، باقی رہی کہنیاں تو وہ زمین پر نہیں بچھانی چاہییں، جیسا کہ کتا بیٹھتے ہوئے اپنی کہنیاں زمین پر بچھا لیتا ہے، اور اس کے پاؤں کے پنجوں سے لے کر کہنیوں تک کا حصہ زمین سے لگا ہوتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہنیوں کو زمین پر رکھنے کی اجازت نہیں۔ باقی رہا کہنیوں کو گھٹنوں پر رکھنا تو ایک حدیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے، اور وہ اس صورت میں ہے جب کہنیاں اٹھا اٹھا کر تھک جائے ایسی صورت میں گھٹنوں پر رکھی جاسکتی ہیں۔

ترکیب:

اعتدلوا فعل، ضمیر فاعل فی جار السجود مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ لا یبسط فعل نہی احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ذراعیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ انبساط مصدر مضاف الکلب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ انشائیہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۷۸۸، باب لا یفرش ذراعیہ فی السجود، کتاب الصلوۃ

***

⑯ مردوں کو برا بھلا مت کہو

لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا

ترجمہ:

''مرنے والے لوگوں کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ اپنے کیے ہوئے اور آگے بھیجے ہوئے اعمال تک پہنچ چکے ہیں۔''

تشریح:

پیچھے ایک حدیث آئی تھی جس میں یہ بیان ہوا تھا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کاموں کو ترک کر دے۔ان لایعنی کاموں میں سے ایک یہ کام بھی ہے کہ جو لوگ دنیا سے جا چکے ہیں ان کے عیوب، ان کی برائیاں لوگوں کے سامنے بیان کرنا، اور ان کو خواہ مخواہ برا بھلا کہنا، اس کی ضرورت نہیں یہ اپنا وقت ضائع کرنے کے مرادف ہے اس کے بجائے اسے کسی اور کام میں لگانا چاہیے۔

کسی شخص کی برائی کے تین مقصد ہو سکتے ہیں۔(۱) محض اپنا شوق غیبت پورا کرنا، اور بے مقصد کسی کے عیب اچھالنا، (۲) اس کی برائی اور اثرات سے دوسرے لوگوں کو بچانے کے لیے اس کی بات بیان کرنا، (۳) اس کی مذمت کے ذریعے اسے اپنے برے کاموں کا ایک طرح کا بدلہ اور سزا دینا، ان میں سے پہلا مقصد نہ تو زندہ میں جائز ہے اور نہ مردہ میں اور تیسرا مقصد زندہ میں تو معقول ہے مردہ میں نہیں کیونکہ وہ تو دنیا کے کاروبار سے گذر چکا ہے اور اپنے کیے تک پہنچ چکا ہے۔ البتہ دوسرا مقصد اگر واقعتاً اہم ہو تو اس صورت میں مردے کے بارے میں بھی منفی انداز سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے، کہ ایک آدمی مثلاً کسی مردے کی اچھائی کے پل باندھ رہا ہو حالانکہ اس کے واضح غلط کام بھی تھے ان تعریفاتی کوششوں میں اگر اس کی برائیوں کی شناعت کم ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں اس کی ذات اور افعال کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے بلکہ شاید حالات کے اعتبار سے ضروری ہی ہو۔ جیسے کوئی آدمی حجاج بن یوسف کا ذکر اس انداز سے کرے کہ اس کی برائیاں اچھائیاں معلوم ہونے لگیں یا کم از کم ان کی سنگینی کم ہونے لگے تو ایسے میں اس کی حقیقت بیان کرنا ضروری ہو جائے تو بعید نہیں۔ یہی حکم دیگر ظالم بادشاہوں حکمرانوں اور گورنروں کا ہے، کہ اگر ان کی برائیاں بیان نہ کرنے سے کوئی نظریاتی خرابی پیدا ہو رہی ہو تو ایسے میں ان کی حقیقت کو منظر عام پر لانا ضروری ہو گا۔ ورنہ عام حالات میں ان کو سب وشتم اور لعن طعن سے گریز ہی بہتر ہے۔

ترکیب:

لاتسبوا فعل مع فاعل الاموات مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلّل فا تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل ھم ضمیر اس کا اسم قد افضوا فعل، ضمیر فاعل الی جار ما موصول قدموا فعل با فاعل، فعل فاعل سے مل کر صلہ،

موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل افضوا کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر خبر انّ کی، حرف اِنّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
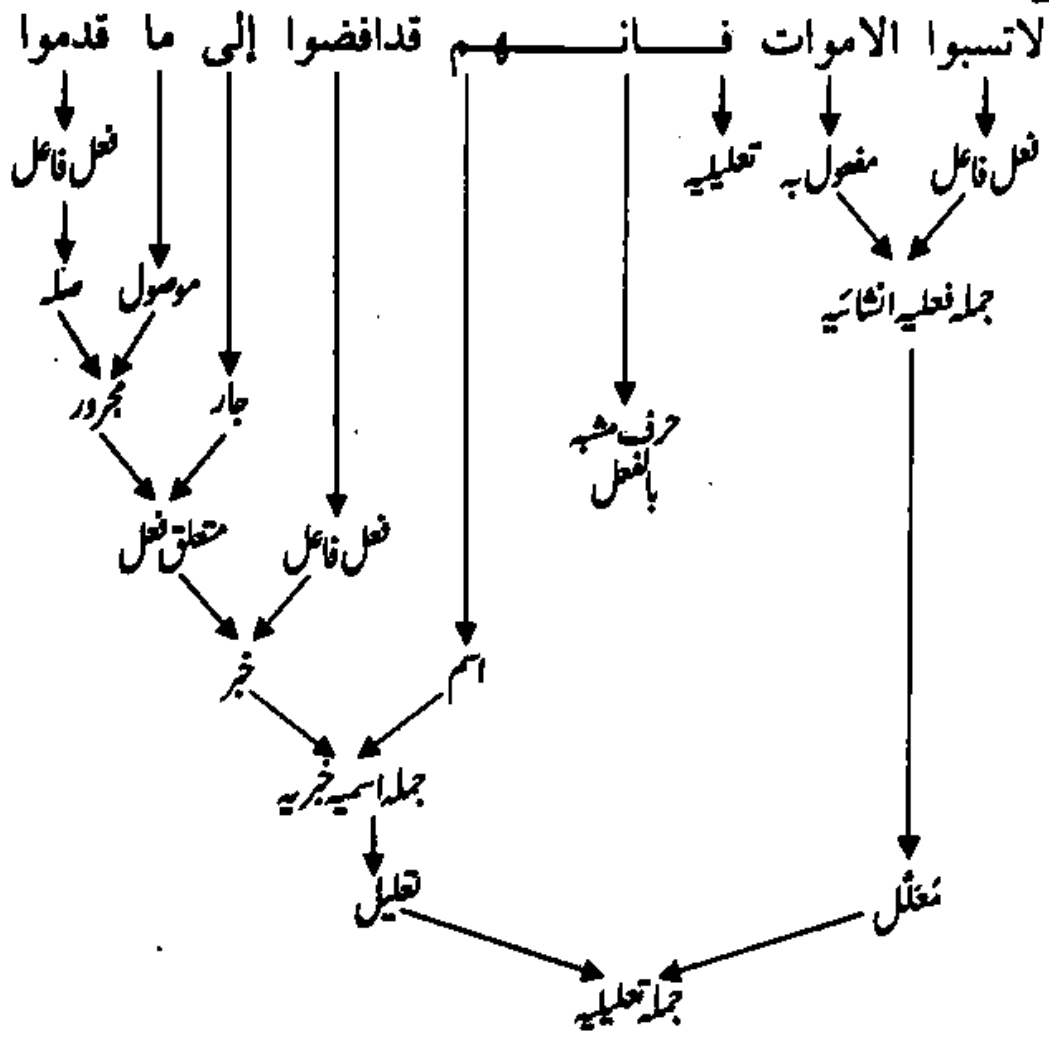
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ۱۳۹۳، باب ما نهی عن سب الاموات، کتاب الجنائز

***

۱۶۳ نابالغ اولاد کی تربیت

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءَ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

ترجمہ:

”اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہوں، اور نماز کے معاملے میں انہیں مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور (اس مرحلے میں) ان کے بستر بھی علیحدہ علیحدہ کر دو۔“

تشریح:

مطلب ومقصود ترجمے سے واضح ہے، نماز ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس کی اسلام میں اتنی زیادہ تاکید آئی کہ جتنی کسی اور حکم کی شاید ہی آئی ہو۔ سات سو دفعہ قرآن میں ذکر ہے، اور احادیث کا تو حساب ہی نہیں۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بچوں کی تربیت میں نماز کا اہتمام کیسے شامل کیا جائے۔ اصولی طور سے نماز کی فرضیت تو بالغ ہونے پر ہے لیکن اہتمام اور نماز کے مشکل ہونے کے پیش نظر پہلے سے ہی اس کی پیش بندی کی جا رہی ہے۔ دوسری اہم ہدایت یہ فرمائی کہ جب بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں وہ دس سال کے ہو جائیں تو ایسی صورت میں انہیں ایک بستر میں نہ سلایا جائے۔ مبادا کہ شیطان دخل اندازی کرے۔ اور کوئی بری بات پیش آ جائے۔ بستر علیحدہ کرنے میں دس سال کی عمر کا اندازہ عام تخمینے کے اعتبار سے ہے، ورنہ علاقائی خصوصیات کے پیش نظر اس سے کم عمر میں بھی اگر بستر علیحدہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو ایسا کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو فوراً یہ کام کرنا چاہئے خصوصاً ہمارے زمانے میں ”فان الصغار يعرفون الفسق اكثر من الكبار“

ترکیب:

مروا فعل امر حاضر ضمیر مستتر اس کا فاعل اولاد مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر ذوالحال با جار الصلوة مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے و حالیہ هم ضمیر مبتدا ابناء مضاف سبع مضاف ممیز سنين مضاف الیہ تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مضاف الیہ ہوا ابناء مضاف کا، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر ہوئی هم ضمیر کی، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مفعول بہ ہوا فعل ”مروا“ کا، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ اضربوا فعل ضمیر اس کا فاعل هم ضمیر ذوالحال عليها جار مجرور متعلق فعل کے و حالیہ هم مبتدا ابناء مضاف عشر مضاف ممیز سنين مضاف الیہ تمیز، ممیز تمیز سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ

اسمیہ خبریہ ہوکر حال، حال ذوالحال سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ فرقوا فعل ضمیر اس کا فاعل بینھم مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فی جار المضاجع مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

معطوف علیہ+معطوف=جملہ معطوفہ

تخریج حدیث:
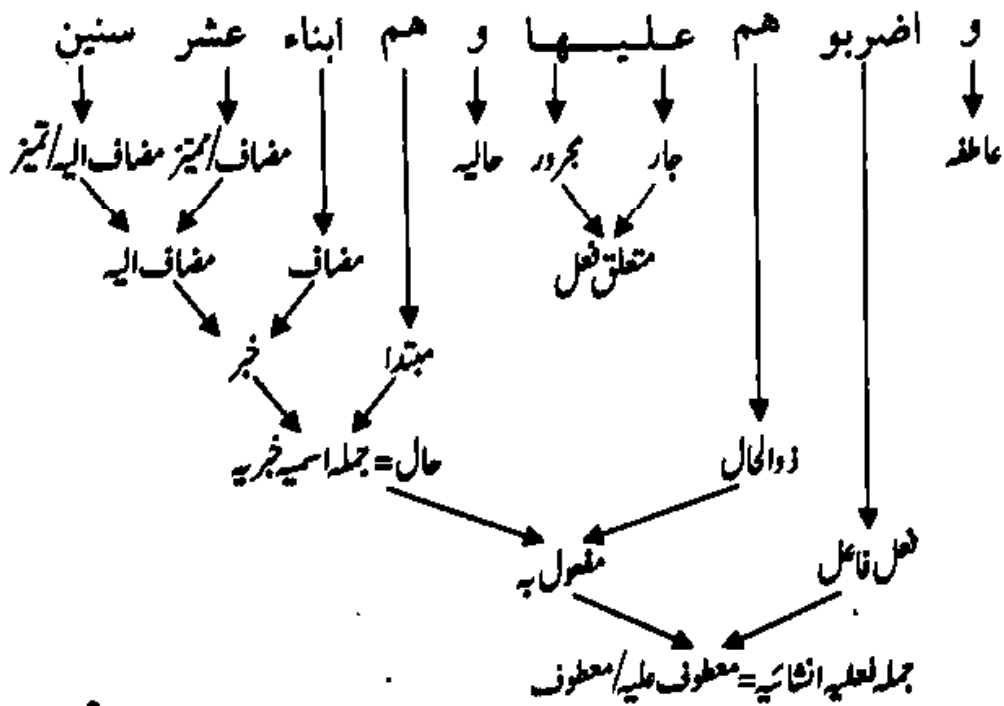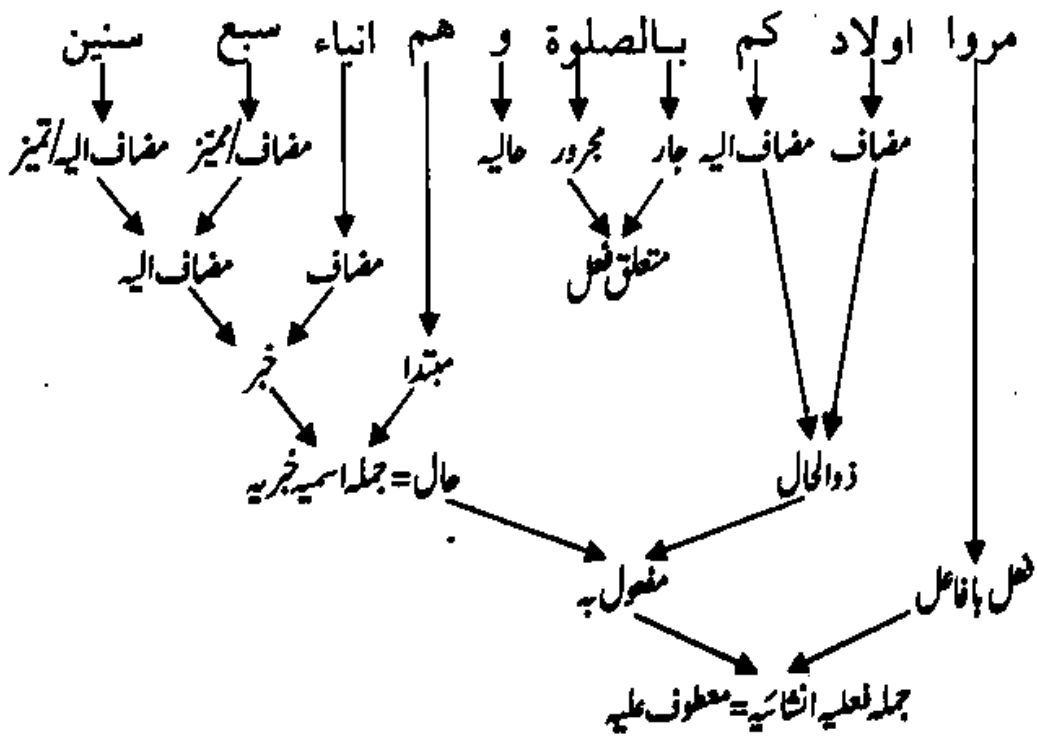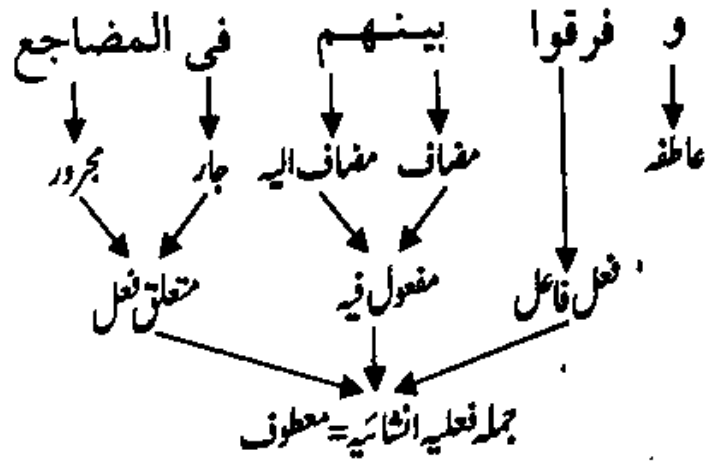
(۱) ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۵، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ، کتاب الصلوۃ

***

⑬ قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام

تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا

ترجمہ:

''قرآن پاک کی خبر گیری کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قرآن سینوں سے نکلنے میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی سے بھاگ کھڑا ہو۔''

تشریح:

اونٹ یا کوئی دوسرا جانور جب رسی سے نکل کر بھاگتا ہے تو پھر آسانی سے قابو میں نہیں آتا اس لیے باندھے ہوئے جانور کی خبر گیری اور اس کی حفاظت اور اس کا دھیان رکھنا چاہیے تاکہ بعد میں پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ آپ ﷺ نے یاد کیے ہوئے قرآن پاک کو باندھے ہوئے اونٹ سے تشبیہ دی ہے کہ جیسے وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے ایسے ہی اگر قرآن کی خبر گیری نہ کی جائے اور اسے پڑھا نہ جائے، اس کی یومیہ تلاوت نہ کی جائے تو قرآن بھی سینے سے نکل جاتا ہے اور یہ بھی بتایا کہ قرآن کے تم محتاج ہو قرآن غنی اور بے نیاز ہے اگر تم اس کی خاطر مدارات کرو گے، اس کی تلاوت کا حق ادا کرو گے تو یاد رہے گا ورنہ بھول جائے گا۔ اس حدیث اور دیگر احادیث کی بناء پر قرآن پاک کو یاد رکھنا انتہائی ضروری اور ذمہ داری کا کام ہے قرآن بھلانے پر بڑی سخت سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔

ترکیب:

تعاهدوا فعل امر حاضر ضمیر اس کا فاعل القرآن مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلل ف تعلیلیہ و قسمیہ جارہ الذی اسم موصول نفسی مبتدا بیدہ جار مجرور متعلق ثابتۃٌ محذوف کے جو کہ خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ سے مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوا اقسم فعل کے۔ اقسم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر قسم ل حرف تاکید هو مبتدا اشد صیغہ اسم تفضیل ممیز تفصیا مصدر من جار الابل موصوف فی جار عقلها مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور متعلق الکائن کے الکائن صفت۔ موصوف صفت مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے تفصیا مصدر کے۔ مصدر متعلق سے مل کر تمیز۔ ممیز تمیز مل کر خبر۔ مبتدا خبر مل کر جواب قسم، قسم جواب قسم مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
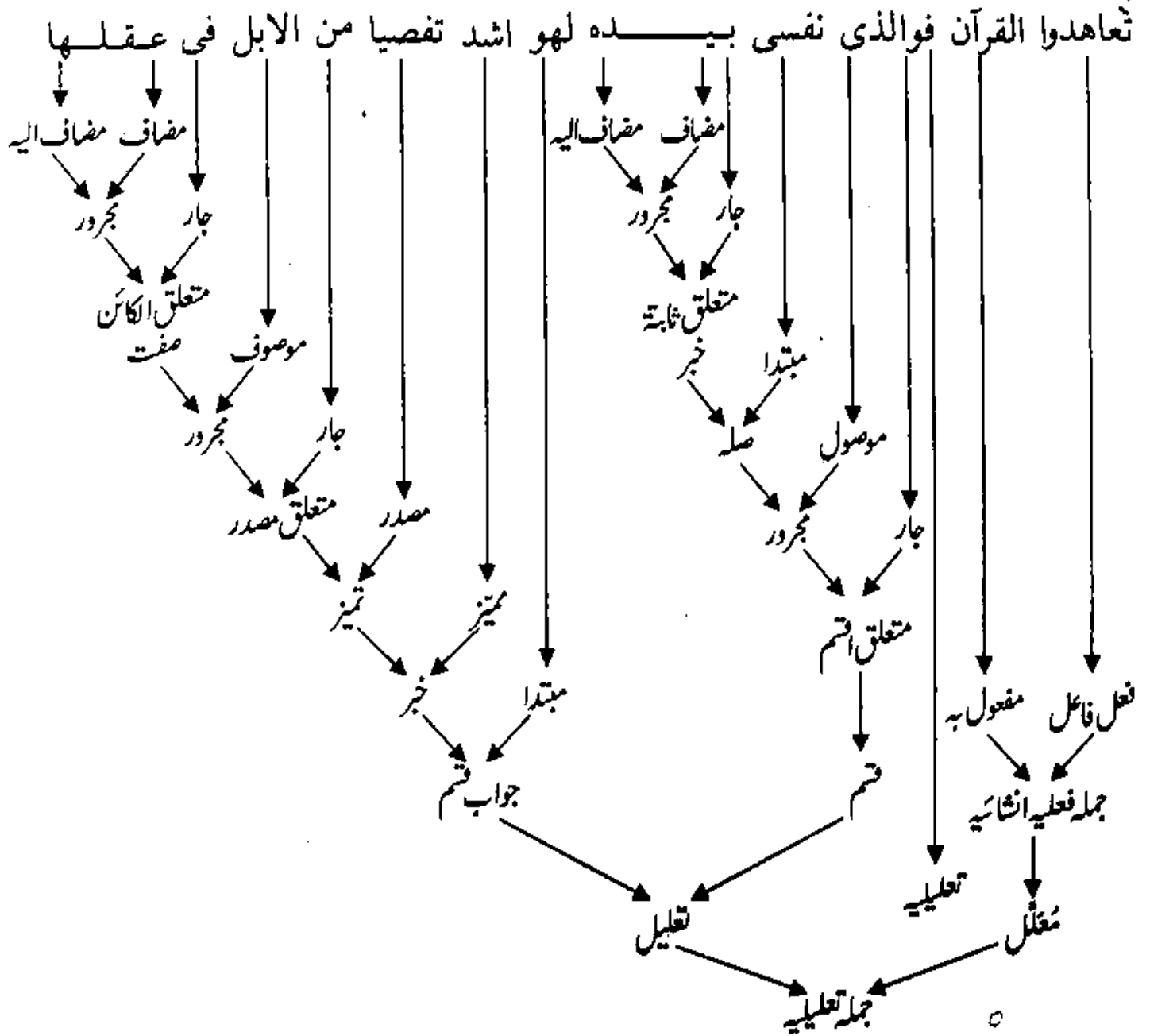
تخریج حدیث:

(۱) بخاری: حدیث نمبر ٤٧٤٤، باب استذکار القرآن

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۸۷۷، باب الامر بتعاهد القرآن

***

⑯ قبروں کا احترام

لَا تَجلِسُوا عَلَی القُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوا اِلَیهَا

ترجمہ:

''قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔''

تشریح:

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جسم لامحالہ گلنے سڑنے لگتا ہے جس سے تعفن پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے اس کیفیت سے بچنے کے لیے مختلف مذاہب میں مختلف طریقے ہیں ہندو وغیرہ میت کو جلا دیتے ہیں اور کچھ لوگ حنوط کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ مٹی میں دبا دیتے ہیں۔ جس جگہ میت دفن کی جائے اسے قبر کہتے ہیں۔ دفنانے کے بعد اس جگہ یعنی قبر کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اس کے بارے میں شریعت نے انتہائی محتاط طریقہ اپنایا ہے جس میں نہ تو میت اور قبر کی بے توقیری ہو اور نہ حد سے زیادہ تعظیم اور احترام ہو۔ چنانچہ ایک طرف یہ حکم دیا کہ قبر کی بے حرمتی والا کوئی کام نہ کیا جائے نہ وہاں پیشاب کیا جائے، نہ سویا جائے، نہ ٹیک لگائی جائے، نہ قبر کے اوپر بیٹھا جائے۔ اور دوسری طرف تعظیم کے غلو سے بھی بچایا کہ نہ قبر پر کوئی تعمیر کی جائے، نہ اسے ایک بالشت سے زیادہ اونچا بنایا جائے، نہ اس کے پاس اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے جس سے اس کی عبادت کا شبہ ہو۔ مذکورہ بالا حدیث انہیں دو باتوں کا خلاصہ ہے۔ قبروں کی گاہے گاہے زیارت کرتے رہنا چاہیے اس سے انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے یقینی ہونے کا استحضار رہتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر پر کھڑے ہو کر اتنا روتے تھے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی...... جب قبرستان جائیں تو ان الفاظ میں سلام کریں: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون"

ترکیب:

لا تجلسوا فعل نہی حاضر۔ ضمیر اس کا فاعل علی جار القبور مجرور جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ لا تصلوا فعل نہی حاضر ضمیر اس کا فاعل الی جار ھا ضمیر مجرور جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
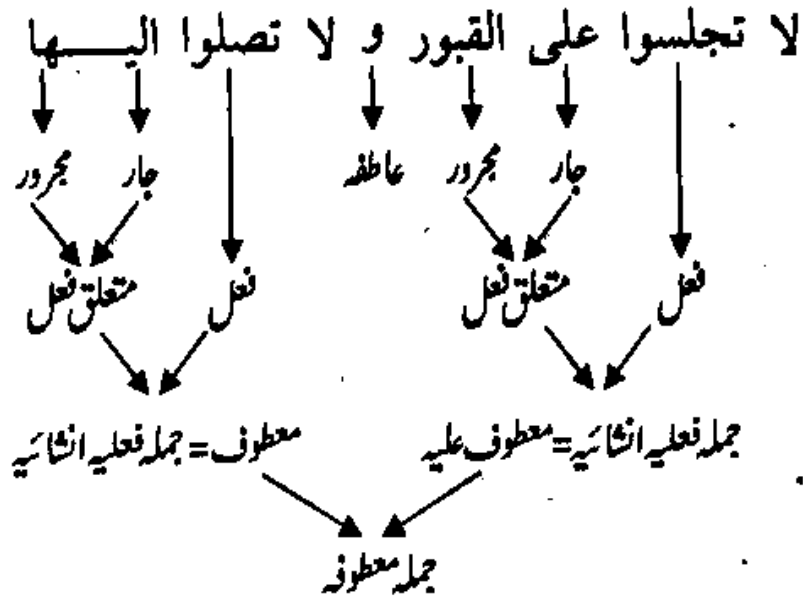
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۲۲۹٤، کتاب الجنائز

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۳۲۳۱، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر، کتاب الجنائز

***

⑯۶ مظلوم کی بددعا سے بچو

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

ترجمہ:

''مظلوم کی بددعا سے بچو! کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ رب العزت کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث ان نصیحتوں میں سے ایک نصیحت ہے جو نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت ارشاد فرمائیں تھیں۔ مظلوم آدمی خواہ کوئی بھی ہو، کافر ہو یا مسلمان، چھوٹا ہو یا بڑا جب اس پر ظلم ہوتا ہے اور اس ظلم سے مجبور ہو کر اور دنیا کے حالات واسباب سے مایوس ہوتے ہوئے جب اس کے دل سے آہ نکلتی ہے یہ آہ اپنے اندر وہ اثر رکھتی ہے کہ اسے نہ زمین برداشت کر سکتی ہے اور نہ آسمان۔ یہ سیدھی اس فیصلہ والے کے دربار میں جاتی ہے جسے احکم الحاکمین اور رب العالمین کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت مظلوم کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور فرماتے ہیں میں تیری دعا کو ضرور قبول کروں گا گو مصلحت کے تحت کچھ تاخیر ہی ہو جائے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ کفر وشرک کے ہوتے ہوئے حکومتیں اور معاشرے آباد رہ سکتے ہیں مگر جن معاشروں میں ظلم عام ہو جائے، مظلوم کی دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہو، ان معاشروں کو زوال کی کھائیوں میں جانے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

ترکیب:

اتق فعل امر حاضر ضمیر اس کا فاعل دعوة مضاف المظلوم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلل ف تعلیلیہ انّ حرف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اسم لیس فعل ناقص بینہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ بین اللہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر ظرف متعلق ثابتاً مقدر کے ثابتاً اسم فاعل اپنے فاعل ضمیر اور متعلق سے مل کر خبر مقدم حجابٌ اسم موخر اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر انّ کی۔ انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جملہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
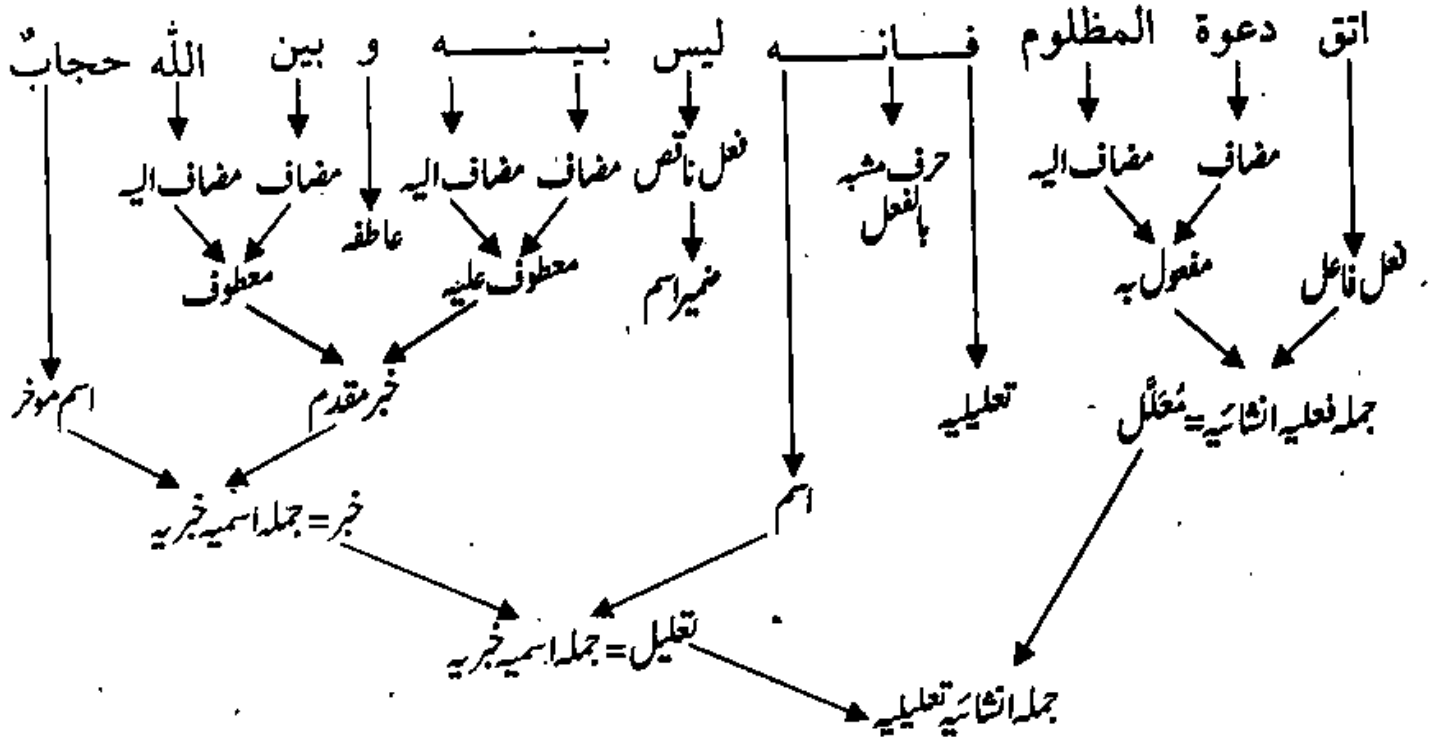
(۱) بخاری، حدیث نمبر ١٤٩٦، باب الاتقاء و الحذر من دعوة المظلوم، ابواب المظالم و القصاص

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ٢٠١٤، باب ما جاء فی دعوة المظلوم، ابواب البر و الصلة.

***

⑭ جانوروں کے حقوق کی رعایت

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ اتْرُكُوْهَا صَالِحَةً

ترجمہ:

''ان بے زبان چوپایوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ان پر اچھی حالت میں سواری کرو اور ان کو اچھی حالت میں چھوڑ دو۔''

تشریح:

نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک جانور پر نظر پڑی جو بیچارہ بھوک کی وجہ سے اتنا لاغر ہوا پڑا تھا کہ اس کی کمر اور پیٹ ساتھ ملے ہوئے تھے۔آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا ان بے چارے اور بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرا کرو، کیونکہ یہ بیچارے خود سے نہ بول سکتے ہیں نہ تمہیں اپنی تکلیف سے مطلع کر سکتے ہیں نہ چارہ مانگ سکتے ہیں اور نہ پانی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اس لیے یہ بے زبان اور گونگے ہیں۔اس لیے ان پر تم خود ہی احساس کر کے رحم کھایا کرو اور ان پر سواری اس وقت کیا کرو جب یہ سواری کے قابل ہوں اور سواری یا کام کر لینے کے بعد ان کا خون نہ نچوڑو بلکہ انہیں اچھی حالت میں ہی آرام کے لیے فارغ کردو...... جانوروں کے حقوق سے متعلق بہت سی روایات ذخیرہ حدیث میں ہیں،مزید تفصیل دیکھنی ہو تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''ارشاد الہائم فی حقوق البہائم'' کا مطالعہ کیا جائے۔

ترکیب:

اتقوا فعل ضمیر اس کا فاعل،لفظ اللّٰه مفعول بہ فی جار هذه اسم اشارہ البهائم موصوف المعجمة صفت موصوف صفت مل کر مشارٌ الیہ اشارہ مشار الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے،فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مفسّر فاء حرف تفسیر ارکبوا فعل ضمیر فاعل ها ضمیر ذوالحال صالحة حال۔حال ذوالحال مل کر مفعول بہ۔فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ اترکوا فعل ضمیر فاعل صالحة حال۔حال ذوالحال مل کر مفعول بہ۔فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف،معطوف علیہ معطوف سے مل کر تفسیر،مفسر تفسیر مل کر جملہ تفسیر یہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
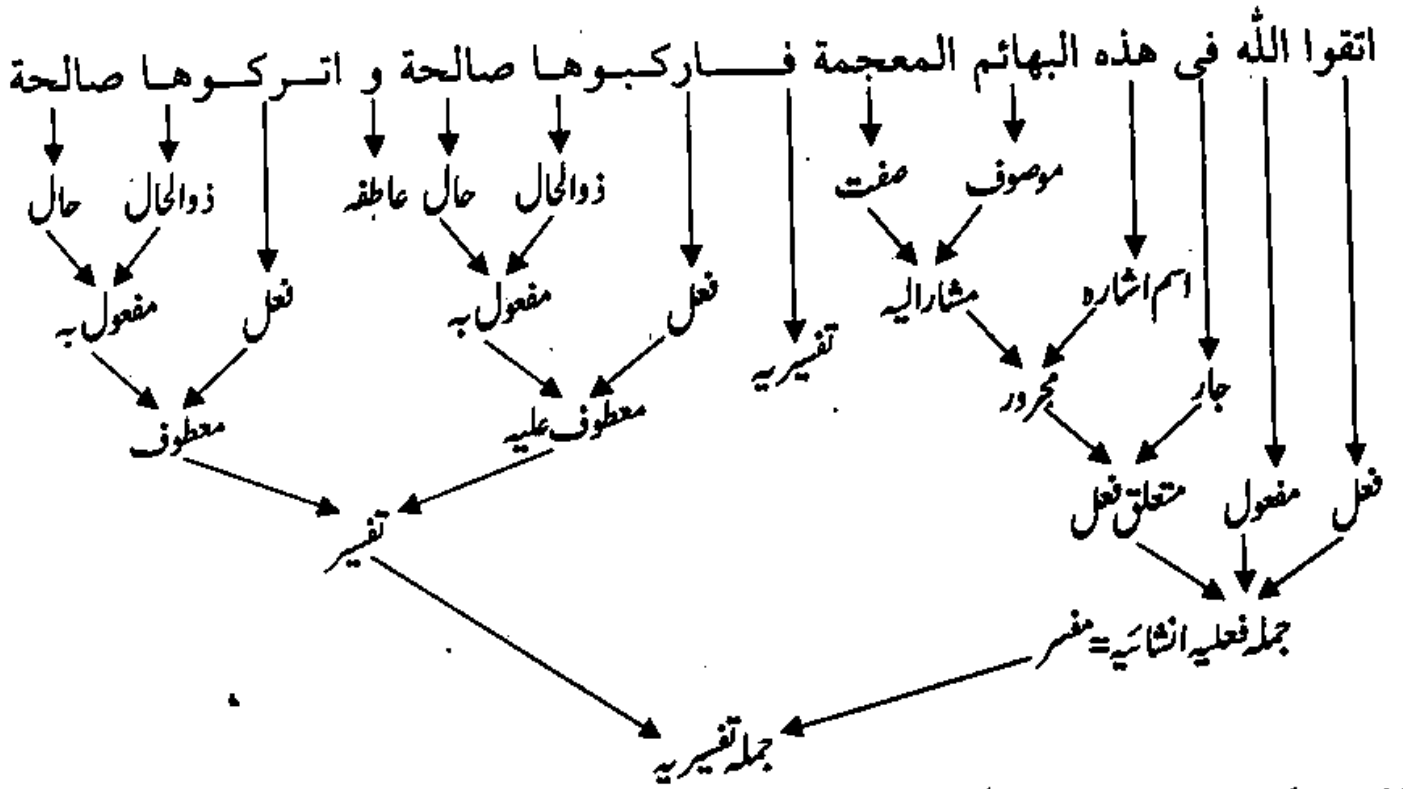
تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد: حدیث نمبر ۲۵۵۰، باب ما یومر بہ من القیام علی الدواب، کتاب الجہاد.

(۲) بخاری: حدیث نمبر ۳۰۷۵

(۳) مسند احمد: حدیث نمبر ۱۷۶۲۵

***

۱۶۸ محرم کے بغیر سفر کا حکم

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَّ لَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَ مَعَهَا مَحْرَمٌ

ترجمہ:

''کوئی مرد نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ ہو اور کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز ہرگز سفر نہ کرے۔''

تشریح:

شریعت نے جو معاشرتی نظام دیا ہے اس میں مرد اور عورت کے بارے میں تمام حدود متعین کر دیئے ہیں۔ اس نظام میں عورتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ پردہ کر کے رہیں غیر محرم مردوں کے سامنے نہ آئیں، اور نہ ہی کوئی ایسا موقع آنے دیں جہاں ایک مرد اور ایک عورت تنہا ہوں، کیونکہ ایسی صورت میں شریعت کے حکم یعنی مرد و عورت کے اختلاط نہ کرنے کی مخالفت لازم آئے گی اور اس کے نتیجے میں وہ ایسی برائی میں مبتلا ہو سکتے ہیں جو شرعاً و اخلاقاً ناقابل معافی جرم ہے۔ اس سے آج کل کے زمانے میں ہمارے ہاں کافروں کی تقلید اور دیکھا دیکھی میں عورتوں کی ملازمت کا ناجائز ہونا بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ملازمت اور سفر کے دوران لامحالہ ایسی تنہائی اور خلوت کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور آئے روز ان کے ہولناک نتائج بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ عورت کا صحیح اور باعزت مقام اس کا گھر ہے جہاں کی وہ ذمہ دار ہے، اولاد کی تربیت اس کی زندگی کا اہم فریضہ ہے۔ مثالی مسلمان عورت وہ نہیں جو دفتروں کی ملازمت کر کے چند ہزار روپے گھر لائے مثالی عورت وہ ہے جو گھر ہی میں رہتے ہوئے اپنی گود سے صلاح الدین ایوبی، امام غزالی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ بختیار کاکی رحمہم اللہ جیسے بچے پروان چڑھا کر معاشرے کو فراہم کرے۔ کہتے ہیں ہر بڑے آدمی کی کامیابی کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن یہ وہ عورت نہیں جو دن بھر ہوس بھری نظروں میں دفتروں کی خاک چھانے کیونکہ ایسی عورتیں کسی بچے کی کامیابی کی کنجی کیسے بنیں گی؟ وہ تو ملازمت کی وجہ سے حمل کو بھی بوجھ سمجھنے لگتی ہیں۔ بلکہ یہ وہ عورتیں ہیں جو گھر کی چاردیواری میں رہتے ہوئے اپنے تمام اوقات اور صلاحیتیں اپنی اولاد کے لیے وقف کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کے بچے ہی کامل نشوونما کے مراحل سے گذرتے ہیں۔ ورنہ جو عورتیں اپنی اولاد کو پورا وقت نہیں دے پاتیں ان کی اولاد ممتا کے احساس سے خالی تو رہتی ہی ہے اس کے علاوہ اکثر اوقات ایسے بچے نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ کوئی عورت بھی محرم کے بغیر سفر نہ کرے چاہے وہ سفر حج ہی کا ہو، اس حدیث میں سفر کی مقدار متعین نہیں کی گئی علماء نے اسے سفر شرعی کے ساتھ محدود کیا ہے لیکن آج کل کے فتنہ کے دور میں تھوڑا سا سفر بھی خطرے سے خالی نہیں۔

ترکیب:

لَا يَخْلُوَنَّ فعل رَجُلٌ فاعل، با جار امرأۃ مجرور، جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو

کر معطوف علیہ و عاطفہ لا تسافرن فعل امرأۃ ذوالحال الا حرف استثناء لغو، و حالیہ معھا مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف متعلق ہوئی موجود خبر مقدم کے محرم مبتدا موخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، حال ذوالحال مل کر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
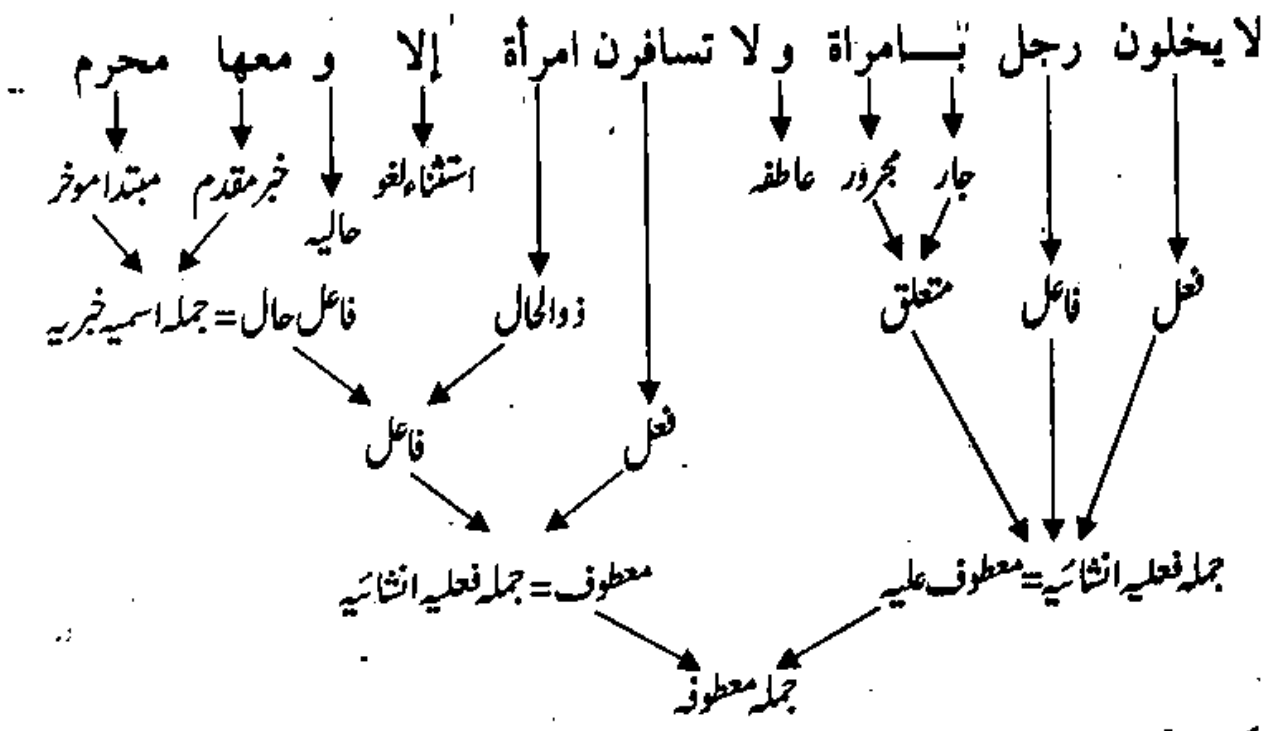
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۰۰۶، باب لا یخلون رجل الخ

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۳۳۳۶، باب سفر المرأۃ مع محرم

(۳) مسند احمد: حدیث نمبر ۱۱۴

***

⑲ جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ

لَا تَتَّخِذُوا ظُهُوْرَ دَوَابِكُمْ مَنَابِرَ

ترجمہ:

''جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ۔''

تشریح:

پیچھے جانوروں کے متعلق حدیث آئی تھی، یہ اسی کا تتمہ اور ضمیمہ ہے۔ اس میں جانوروں سے متعلق ایک اہم بات اور ایک خاص صورت کے متعلق تنبیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ تم جب جانوروں پر سواری کے لیے ان کی پشتوں پر بیٹھو تو انہیں صرف سواری کے لیے ہی استعمال کرو اور جلد از جلد اپنا مقصد پورا کر کے ان سے اتر آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم سفر پر جا رہے ہو اور راستے میں سواری کے اوپر ہی تم نے وعظ شروع کر دیا تم تو آرام سے بیٹھے ہو جانور بیچارا نیچے خواہ مخواہ کی مشقت برداشت کر رہا ہے ایسے میں یہ جانور سواری تو نہ ہوا بلکہ منبر بن گیا۔ اسی طرح راہ چلتے چلتے رک کر کسی سے گپیں لگانی شروع کر دیں یا خرید و فروخت شروع کر دی ایسی تمام صورتوں میں جانور کو تم نے سواری کے بجائے تخت کے طور پر استعمال کیا جو کہ ظلم ہے اس لیے اس عمل سے بچو۔ قربان جائیے اپنے آقا و مولیٰ مدنی سرکار پر کہ جنہیں جانوروں کی راحت و تکلیف کا اتنا خیال ہے۔ ان کے ہاں انسان جیسی اشرف المخلوقات چیز کا کیا مقام ہوگا!

لغوی وصرفی تحقیق:

ظھور بروزن فعول جمع ہے ظہر کی، بمعنی پشت۔ دواب جمع ہے دابة کی ہفت اقسام سے مضاعف ثلاثی ہے لغت کے اعتبار سے زمین پر رینگنے والے جانوروں کو کہتے ہیں لیکن بعد میں یہ لفظ مویشیوں کے ساتھ خاص ہو گیا۔ منابر جمع ہے بروزن مفاعل، اس کا مفرد منبر ہے وہ اونچی جگہ جس پر خطیب خطبہ دیتا ہے۔

ترکیب:

لا تتخذو فعل ضمیر اس کا فاعل ظھور مضاف دواب مضاف کم ضمیر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ پھر مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ اول منابر مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔
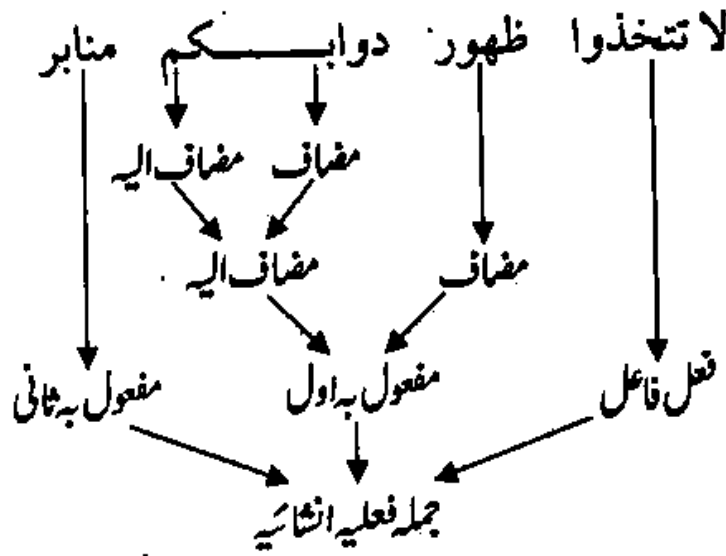
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر ٢٨٦٩، باب في الوقوف على الدابة، كتاب الجهاد.

(۲) بیهقی، حدیث ١٠٦٣٤

***

⑭ ذی روح چیز کو نشانہ نہ بناؤ

لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا

ترجمہ:

''کسی جاندار چیز کو نشانہ نہ بناؤ۔''

تشریح:

اس حدیث کا ظاہری اور متبادر مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی جاندار چیز کو نشانہ بنا کر اسے نہ مارو۔ اگر یوں مطلب لیا جائے تو پھر کسی بھی جاندار کو مارنا درست نہیں ہوگا، نہ کسی کافر کو مارنا اور نہ کسی جانور کا شکار وغیرہ کرنا اور نہ اپنے دفاع میں کسی جانور کو مارنا۔ حالانکہ ان چیزوں کی اجازت ہے اس لیے یہ مفہوم درست نہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ کسی جاندار چیز کو پہلے پکڑ کر باندھا جائے اور پھر اس کو نشانے کے لیے تختۂ مشق بنایا جائے اور نشانے میں پھر وہ بے چارہ تڑپ تڑپ کر مرے۔ ایسا کرنا بالکل جائز نہیں یہ ظلم ہونے کے ساتھ ساتھ جاندار کی توہین و تذلیل بھی ہے۔ اس صورت میں ہر جاندار شامل ہے خواہ انسان ہو یا غیر انسان، خواہ کافر ہو یا مشرک اس کی کوئی تخصیص یا فرق نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شرعی ضرورت کے بغیر کسی بھی جاندار خصوصاً مسلمان انسان کی طرف نشانہ والی چیز کا رخ نہیں کرنا چاہیے، چاہے مارنے کی نیت نہ ہو کیونکہ اس میں ایک تو حدیث کے ظاہری الفاظ کی مخالفت ہے دوسرے شیطان دخل اندازی کر کے ہاتھ ہٹا دے تو نشانہ لگ سکتا ہے۔ پھر، گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔

ترکیب:

لا تتخذوا فعل ضمیر اس کا فاعل شیئا موصوف فیہ جار مجرور متعلق کائن خبر مقدم الروح مبتدا مؤخر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت۔ صفت موصوف مل کر مفعول بہ اول غرضا مفعول بہ ثانی۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
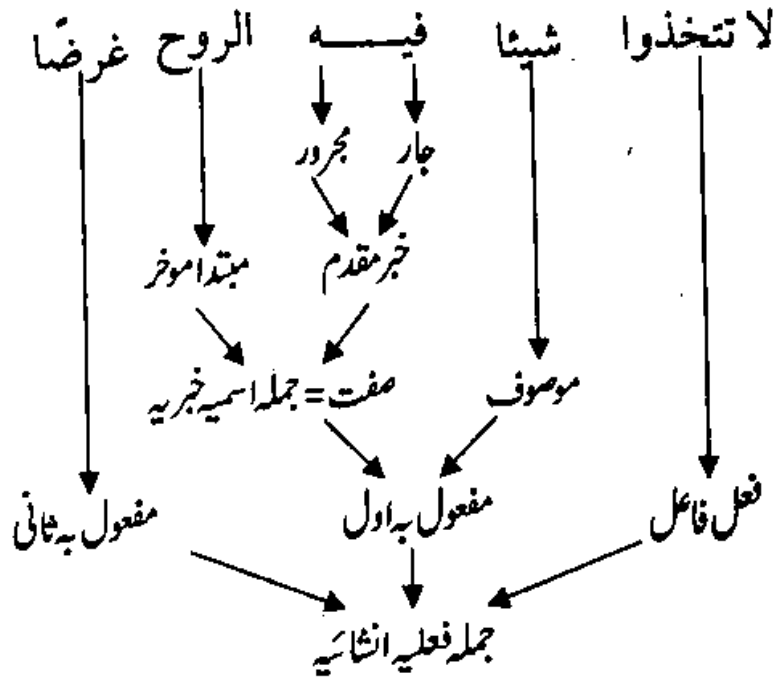
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۱۷۱، باب النھی عن جبر البھائم، کتاب الصید

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۳۱۷۸، باب النھی عن جبر البھائم، کتاب الذبائح

***

⑰ مجلس کا ادب

لَا تَجْلِسْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا

ترجمہ:

''دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر مت بیٹھو۔''

تشریح:

یہ آداب معاشرت یعنی آپس میں رہن سہن اور زندگی گزارنے کے آداب میں سے ایک ادب ہے کہ جب دو آدمی کسی جگہ پر بیٹھے ہوں اور وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہوں تو ان کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی بات کر رہے ہوں جس میں وہ تمہیں شریک کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوں اس لیے ان کو لامحالہ اپنی گفتگو روکنی پڑے گی جس سے ان کا وقت ضائع ہوگا اور جتنی دیر تم وہاں رہو گے وہ دل میں بوجھ اور تکلیف محسوس کرتے رہیں گے۔ یہ ساری باتیں مسلمان کو تکلیف دینے کے زمرے میں آتی ہیں اور ایذائے مسلم حرام ہے۔ ہاں اگر تم نے ان کے پاس جا کر بیٹھنا ہی ہو تو پہلے ان سے اجازت طلب کر لو اگر وہ اجازت دیں تو ٹھیک ورنہ وہاں سے ایک طرف ہو جاؤ اور ان کی خلوت میں دخل اندازی نہ کرو۔

ترکیب:

لا تجلس فعل ضمیر اس کا فاعل بین مضاف رجلین مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ الا حرف استثناء لغو با جار اذن مضاف ھما ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا لا تجلس فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۸۴۴، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین، کتاب الادب.
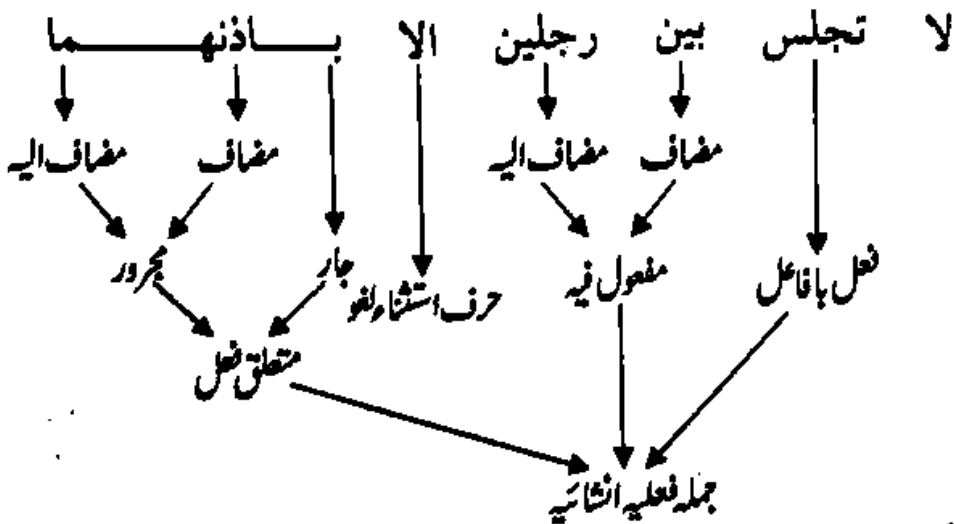
⑯ صدقہ بلا کو ٹالتا ہے

بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا

ترجمہ:

''صدقہ کرنے میں جلدی اور پہل کرو کیونکہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔''

تشریح:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آسمان سے بلائیں، مصائب و آلام اور تکالیف تقدیر کی رو سے ایسے اترتی ہیں جیسے بارش کے قطرے۔ اگر نیچے سے صدقہ اوپر جائے تو وہ مصائب کو روک لیتا ہے اور اس سے مصائب ٹل جاتے ہیں اگر نہ جائے تو وہ مصائب نازل ہو جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ صدقہ اور مصیبت دو گھوڑے ہیں جن کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔ جو پہلا وار کر گیا وہ جیت گیا۔ اس لیے فرمایا کہ تم مصیبت کے آثار دیکھتے ہی صدقہ کرنے میں جلدی کرو تا کہ صدقہ مصیبت سے سبقت لے جائے اور اسے راستے میں ہی ختم کر دے کیونکہ جب صدقہ ہوگا تو مصیبت اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے کہ صدقہ کو چھوڑ کر اور اسے نظر انداز کر کے مصیبت آدمی پر آن پڑے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ سے بیماری کا علاج کرو اور صدقہ ستر بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ صدقہ کے لیے ضروری نہیں کہ خوب مال ہو تب ہی کیا جائے۔ آدمی کی جتنی استطاعت ہو اس حساب سے صدقہ دے دے اللہ اخلاص کو دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے ایک درہم لاکھ درہموں سے اجر میں بڑھ جائے۔ اور صدقہ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مالی صدقہ ہی ہے۔ اس لیے ان حدیثوں میں مراد مال خرچ کرنا ہوگا۔

لغوی و صرفی تحقیق:

بادروا فعل امر حاضر باب مفاعلہ بمعنی جلدی کرنا پہل کرنا، یتخطی وار خطا جانا، آگے نکل جانا، باب تفعل۔ ہفت اقسام میں سے مہموز اللام ہے۔

ترکیب:

بادروا فعل۔ ضمیر اس کا فاعل با جار الصدقة مجرور۔ جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلل، فا تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل البلاء اسم لا یتخطا فعل، ضمیر فاعل ھا ضمیر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر خبر۔ حرف ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
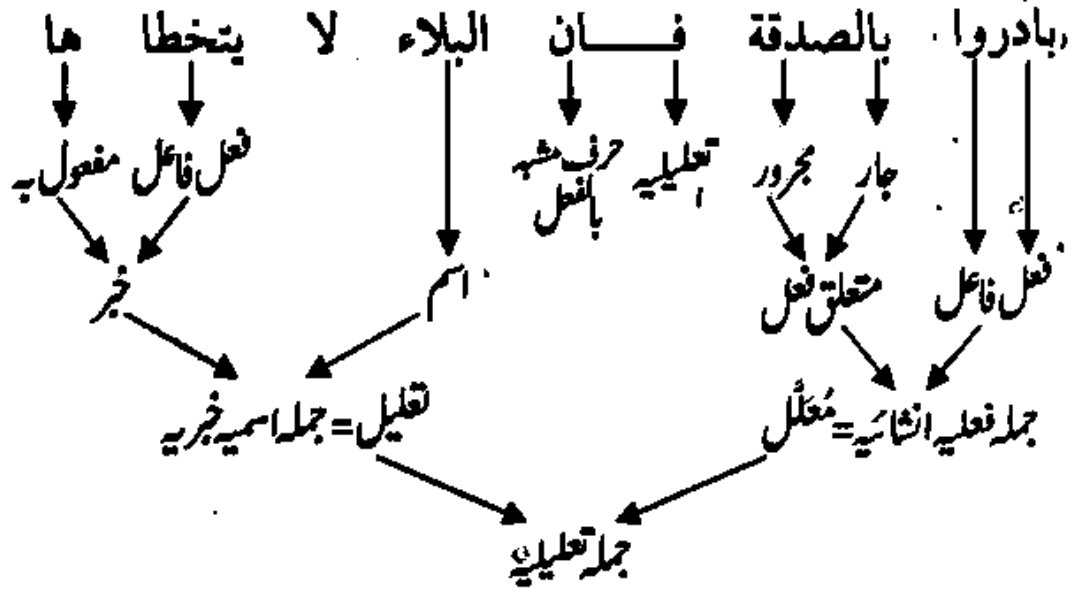
تخریج حدیث:

(۱) جامع الاصول: حدیث نمبر ٤٦٥٦

(۲) معجم طبراني اوسط: حدیث نمبر ۹

***

(۱۶۳) مسلمان کی مصیبت پر خوشی سے ممانعت

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَ يَبْتَلِيكَ

ترجمہ:

''اپنے (مسلمان) بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو (ایسا نہ ہو کہ) اللہ اس پر تو رحم فرما دیں اور تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دیں۔''

تشریح:

جب کوئی مسلمان آدمی کسی مصیبت یا تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو دوسرے مسلمان کا اسلامی اخوت و بھائی چارے اور انسان ہمدردی کے ناطے یہ حق بنتا ہے کہ اس تکلیف اور پریشانی میں اس کی مدد کرے اور تکلیف کو ختم کرنے کے لیے ممکنہ کوشش کرے اگر اس دوران اس کے سامنے کوئی عیب یا اس کی کمزوری آئے تو اس کو بھی چھپانے کی کوشش کرے۔ ایسا نہ کرے کہ اس کی مصیبت پر خوش ہوتا پھرے اور لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ مزے لے لے کر کرتا پھرے کیونکہ ایسی صورت میں خدا کی غیرت جوش میں آتی ہے اور ایسا ہونے کا قوی امکان ہے کہ اللہ اس کو تو اس مصیبت سے نجات عطا فرما دیں اور تم دھر لیے جاؤ۔ اس لیے اہل نظر فرماتے ہیں جو آدمی کسی مسلمان کے ذاتی عیوب اچھالتا ہے اللہ مرنے سے پہلے پہلے اس کو خود اس عیب میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ اللہ بچائے آمین!

لغوی و صرفی تحقیق:

الشماتۃ مصدر ہے یعنی اظہار مسرت، خاص طور سے دشمن کی مصیبت و تکلیف کو دیکھ کر۔

ترکیب:

لا تظهر فعل ضمیر اس کا فاعل الشماتة مفعول بہ لِ جار اخیك مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلل فا تعلیلیہ یرحم فعل ہ ضمیر مفعول بہ لفظ اللّٰہ فاعل فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یبتلی فعل ضمیر فاعل كَ ضمیر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
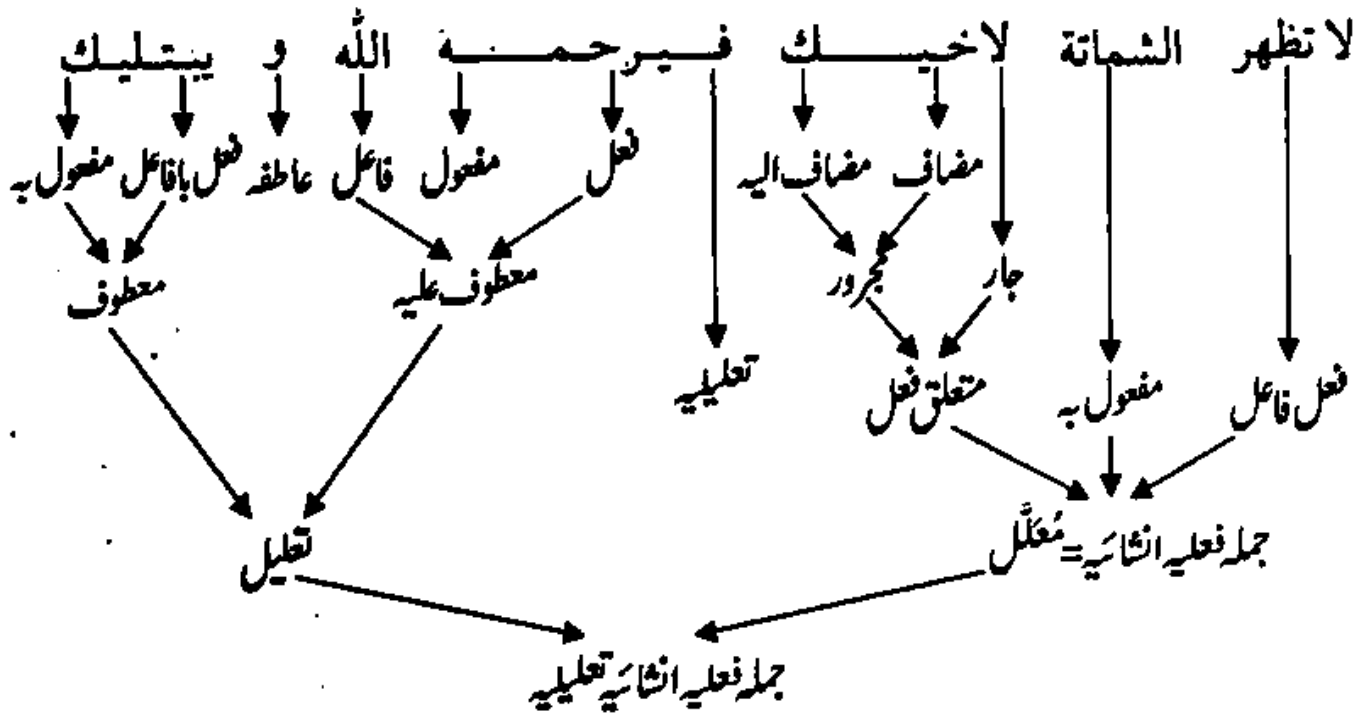
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۵۰۶، ابواب القیامة

***

⑯ جہنم سے بچاؤ کی تدبیر

اِتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ

ترجمہ:

''آگ سے بچاؤ کرو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی ہو، جسے یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے بچے۔''

تشریح:

ایک آدھ حدیث قبل صدقہ کا حکم اور اس کا فائدہ بیان ہوا ہے۔ یہ حدیث بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، اس میں یہ فرمایا کہ صدقہ کے ذریعے آدمی جہنم کی آگ سے چھٹکارا پاتا ہے اور صدقہ اللہ کے غصے کو ایسے ٹھنڈا کرتا ہے جیسے آگ کو پانی۔ اور آگے یہ فرمایا کہ صدقہ کے لیے ضروری نہیں کہ آدمی ڈھیروں مال خرچ کرے تب ہی مذکورہ فضیلت حاصل ہو بلکہ ایک کھجور بلکہ کھجور کا بھی ایک ٹکڑا اگر آدمی صدقہ کر دے تب بھی فضیلت کا حصول ہو جائے گا کیونکہ جس آدمی کے پاس ایک کھجور ہی ہو وہ اگر اس کا ایک ٹکڑا دیتا ہے تو گویا وہ اپنے مال کا ایک حصہ دیتا ہے اور خدا کے ہاں اعمال کی گنتی نہیں ہوتی وہاں وزن ہوتا ہے۔

پھر آگے یہ فرمایا کہ جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ کسی کو نیکی کی بات بتلا دے یہ بھی صدقہ ہے کسی مسلمان سے خندہ پیشانی سے مل لے، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دے، یہ بھی صدقہ ہے۔ مگر اس کے لیے جس کے پاس مال نہ ہو مال والے کا صدقہ مال خرچ کرنا ہی اول درجہ رکھتا ہے۔

ترکیب:

اتقوا فعل ضمیر اس کا فاعل النار مفعول بہ و وصلیہ لو حرف شرط با جار شق مضاف تمرۃ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ فا تفریعیہ من شرطیہ لم یجد فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ کلمۃ موصوف طیبۃ صفت، موصوف صفت مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوئے فعل محذوف لیتقی کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
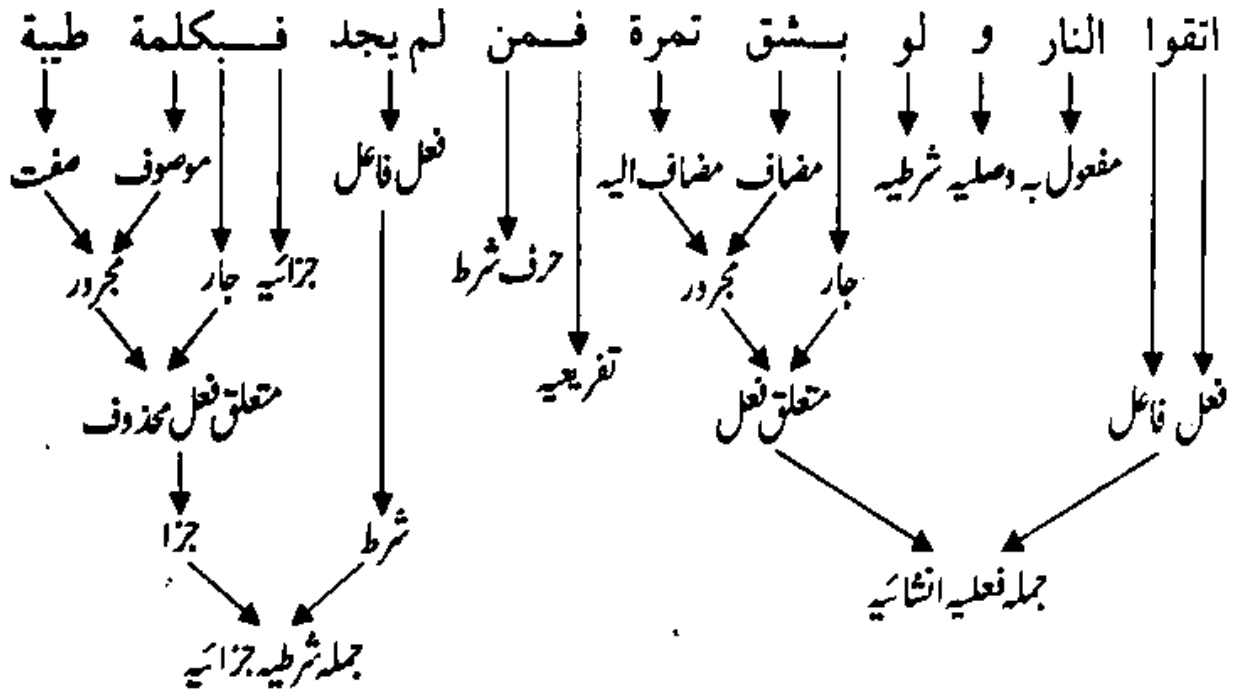
(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱٤١٤، باب طيب الكلام، كتاب الأدب.

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۰۱٦، باب الحث على الصدقة، كتاب الزكوٰة.

***

⑮ مشرکوں سے ہر طرح کے جہاد کا حکم

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ اَلْسِنَتِكُمْ

ترجمہ:

''مشرکوں سے جہاد کرو اپنے مالوں کے ذریعے، اپنی جانوں کے ذریعے اور اپنی زبانوں کے ذریعے۔''

تشریح:

جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کی جانے والی کوشش کا نام ہے اس کوشش میں سب سے اعلیٰ درجہ اور کامل فرد اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے یعنی اس طریقے سے جہاد کرنا جس میں جان کی بازی لگتی ہو، اور یہ قتال اور لڑائی کی صورت ہے۔ اس کا مقصد بھی یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا دین غالب ہو اور دشمنان خدا مغلوب و مقہور ہوں۔ ان کی شان و شوکت اور رعب و داب دنیا کے دلوں سے نکل جائے۔ اس کے بعد درجہ ہے مال سے جہاد کا یعنی مجاہدین کی مالی معاونت کرنا، ان کے لیے اسلحہ، گھوڑے، گاڑیاں وغیرہ خریدنا، مجاہدین کے گھر والوں کی کفالت کرنا۔ اس کے بعد درجہ ہے اپنی زبان سے جہاد کا یعنی لوگوں کو لڑائی اور کافروں کے مقابلہ کے لیے تیار کرنا، ان کے لیے مال کی ترغیب دینا وغیرہ۔ واضح رہے کہ ویسے تو دین کے تمام وہ کام جن میں دین کی نشر و اشاعت اور حفاظت ہے وہ بالواسطہ اور سبب بعید کے درجے میں اعلاء کلمۃ اللہ سے متعلق ہیں اور جہاد کے وسیع یا لغوی معنی کے اعتبار سے اس کا مصداق بھی بن سکتے ہیں لیکن عرفی معنوں میں جہاد وہی کہلائے گا جس میں اعلاء کلمۃ اللہ اور کافروں کی سطوت توڑنے کے ساتھ براہ راست تلبس ہو جس میں اول درجہ قتال ہے پھر دوم درجہ قتال کی مالی معاونت کا ہے اور یہی جہاد بالمال ہے سوم درجہ قتال کی زبانی حمایت اور ترغیب ہے اور یہی جہاد باللسان ہے۔ دین کی نشر و اشاعت کے دیگر کاموں میں مال لگانا یا زبان سے وہ کام سرانجام دینا اگرچہ باعث ثواب اور فضیلت ہے اور حالات کے اعتبار سے ممکن ہے وہ بڑھ بھی جائے لیکن وہ حقیقت کے اعتبار سے جہاد بالمال اور جہاد باللسان کا مصداق قرار نہیں پا سکتے اس کا مصداق وہی صورتیں ہیں جو براہ راست اور سبب قریب کے درجے میں قتال سے متعلق ہیں۔

ترکیب:

جاهدوا فعل، ضمیر اس کا فاعل المشرکین مفعول بہ با جار اموالکم معطوف علیہ و عاطفہ انفسکم معطوف معطوف علیہ و عاطفہ السنتکم معطوف، تمام معطوفات مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مستدرك: حديث نمبر ٢٤٢٧

***
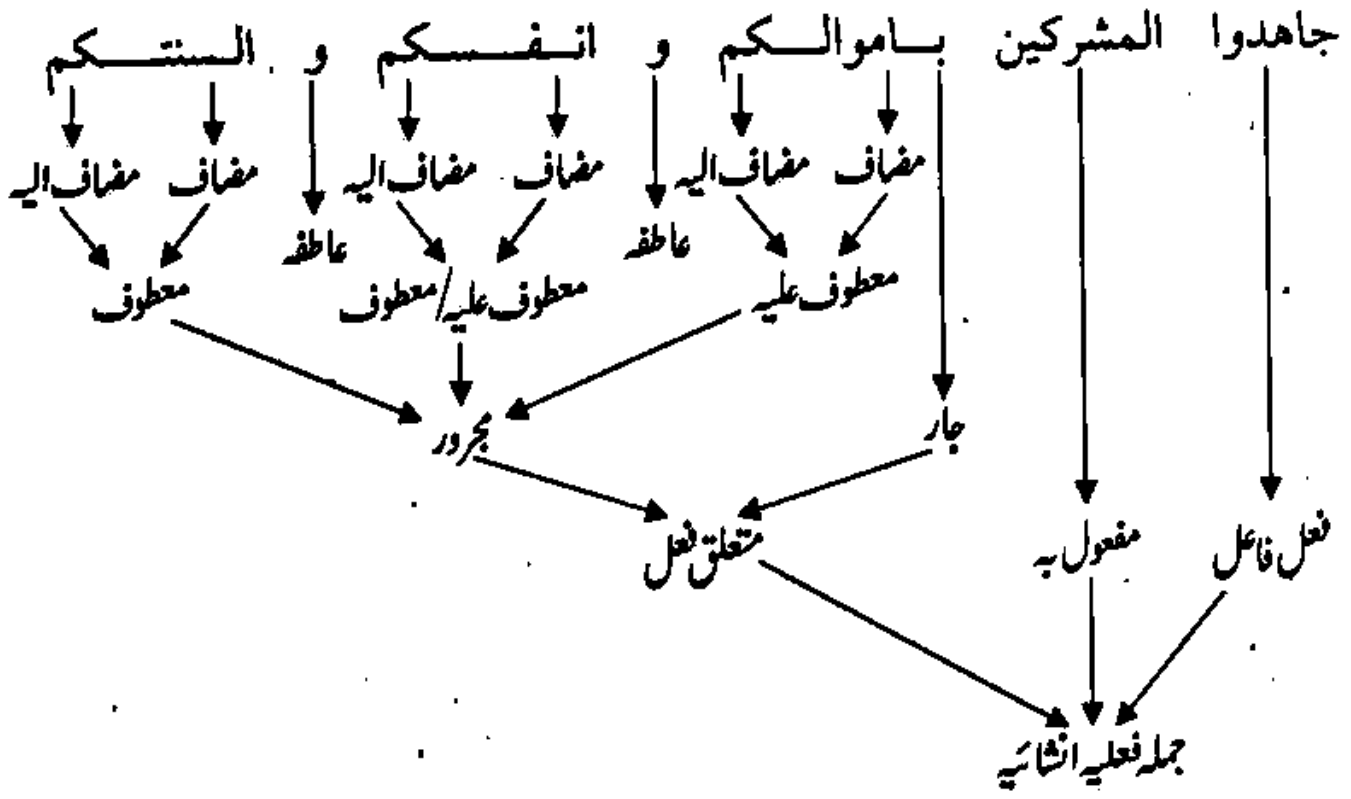
⑭ پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفِرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

ترجمہ:

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، صحت کو بیماری کے آنے سے پہلے، فراخی کو تنگدستی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت ومصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں پانچ ایسی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تقریباً ہر انسان کو حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ نعمتیں ہمیشہ نہیں رہتیں بلکہ جلد ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ نعمتیں ایسی قیمتی ہیں کہ اگر ان کو صحیح استعمال کر لیا جائے تو کیا کہنے؟ سب سے پہلی نعمت ہے جوانی۔ جب آدمی کے قویٰ میں طاقت ہوتی ہے، ارادوں میں پختگی ہوتی ہے، عزائم بلند ہوتے ہیں اور اس حال میں انسان، بہت سے وہ کام پلک جھپکتے کر لیتا ہے جو بڑھاپے میں صرف حسرت بھری آہ کے ساتھ سوچے ہی جا سکتے ہیں۔ جوانی میں عبادت زیادہ ہو سکتی ہے جہاد ہو سکتا ہے، لوگوں کی خدمت ہو سکتی ہے۔ غرض جوانی کا وقت بہت قیمتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است کہ در پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

دوسری نعمت صحت ہے کہ صحت میں آدمی وہ کچھ کر سکتا ہے جو بیماری میں نہیں ہو سکتا، چاہے حقوق اللہ کی ادائیگی ہو یا حقوق العباد کا معاملہ ہو۔ غرض جو بھی کام ہو وہ صحت ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ صحت کے ساتھ ہی زندگی زندگی ہے ورنہ تو آدمی زندہ درگور ہوتا ہے۔ دین کا کوئی کام بھی ہو اچھی طرح تب ہی ہو سکتا ہے جب صحت وتندرستی ہو، اسی لیے کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے۔ لیکن نعمت کی قدر تب ہی آتی ہے جب وہ چلی جائے۔ چنانچہ صحت کو بیماری کے آنے سے پہلے غنیمت جاننا ہے۔ تیسری چیز فراخی ہے کہ اگر کسی کو اللہ نے مال دیا ہے تو حالات کا کوئی پتہ نہیں کب گردش ایام بدل جائے اور آدمی کھڑا کھڑا خالی ہاتھ رہ جائے اس سے پہلے پہلے اس مال کو اپنا ہمیشہ کا ذخیرہ بنانا چاہیے اور آخرت کے خزانے میں اسے جمع کروا دینا چاہیے یعنی کثرت سے صدقہ دے تا کہ مال کام آئے۔ چوتھی نعمت فراغت ہے یہ بھی نعمت ہے جب آدمی مجبوری کی مصروفیات میں پھنس جاتا ہے اور معمولی چیزوں کے لیے وقت نہیں نکال پاتا تب فرصت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ناگہانی مصروفیات سے پہلے پہلے وقت کو قیمتی جانو اور اچھے اور نیک اعمال اور مفید کاموں میں لگا دو۔ پانچویں چیز وہ عمومی مگر انتہائی بنیادی نعمت ہے جس میں یہ سب چیزیں آ ہی جاتی ہیں اور وہ ہے

زندگی کا عطیہ خداوندی کہ جب تک جان ہے عمل ہو سکتا ہے مرنے کے بعد کوئی عمل کرنا چاہے بھی تب بھی بے کار ہے۔

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترکیب:

اغتنم فعل امر، ضمیر اس کا فاعل، خمسا موصوف قبل مضاف خمس مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف ہوئی کائنا محذوف کی کائنا محذوف صفت ہوئی خمسا کی، موصوف صفت مل کر مبدل منہ، شبابك مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، قبل مضاف هرمك مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف ہوا الکائن محذوف کے لیے، الکائن محذوف صفت ہوئی شبابک موصوف کی، موصوف صفت سے مل کر معطوف علیہ، و عاطفہ صحتك موصوف قبل مرضك متعلق محذوف الکائنۃ کے ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ معطوف، و عاطفہ غناك موصوف قبل فقرك متعلق محذوف الکائن کے ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ فراغك موصوف قبل موتك متعلق محذوف الکائنۃ کے ہو کر صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف، تمام معطوفات باہم مل کر بدل ہوئے مبدل منہ "خمسا قبل خمس" کا، بدل مبدل منہ مل کر مفعول بہ اغتنم فعل کا، اغتنم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
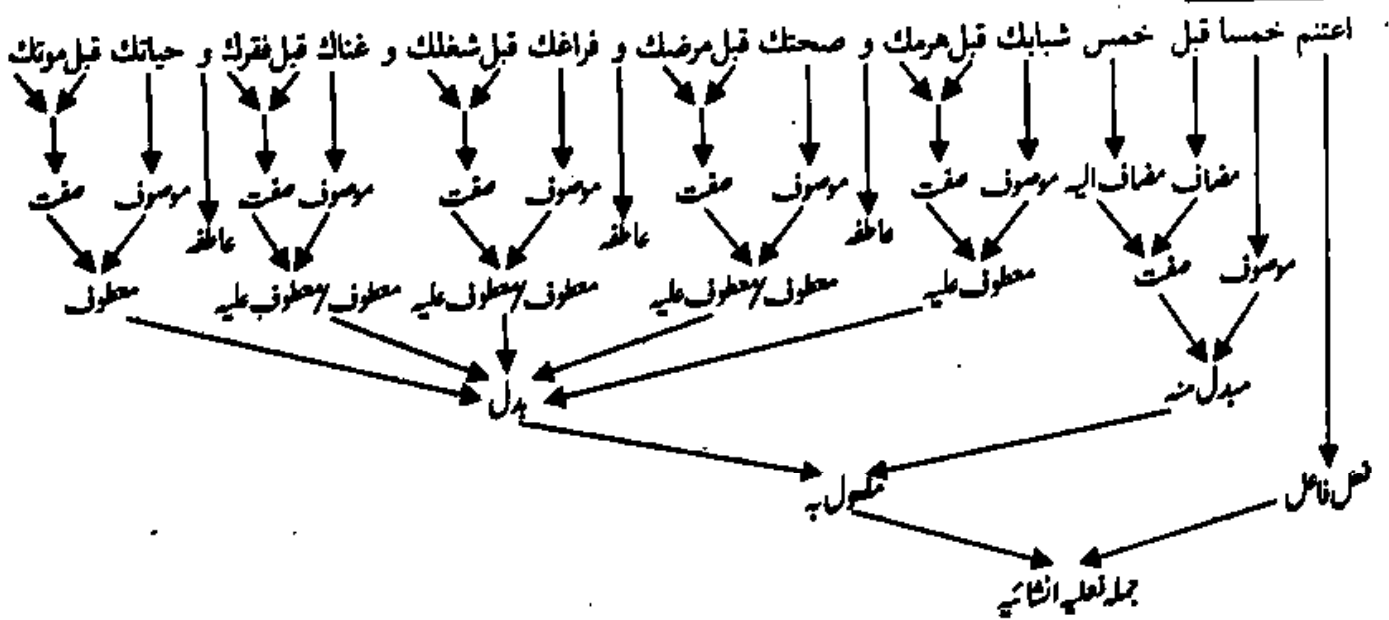
تخریج حدیث:

(۱) مستدرك حاكم، حديث نمبر ۷۸٤٦، كتاب الرقاق

(۲) شعب الايمان: حديث نمبر ۱۰۲۵۰

***

(لیس الناقصه)

پیش آمدہ صفحات میں وہ احادیث لائی جائیں گی جن کی ابتدا "لیس" فعل ناقص سے ہوئی ہے۔

⓱ طاقتور آدمی کون ہے؟

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

ترجمہ:

"طاقت ور آدمی وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔"

تشریح:

مذکورہ حدیث میں ایک اہم بات کی طرف خاص انداز سے توجہ دلائی گئی ہے۔ اصل مقصود یہ تھا کہ آدمی کو اپنے غصے کو قابو میں رکھنا چاہیے اور غصے کے وقت حد اعتدال سے نہیں نکلنا چاہیے کیونکہ ایسے موقع پر شیطان آدمی سے ایسی ایسی باتیں اور حرکات کروا دیتا ہے کہ بعد میں جن پر آدمی کو ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور ایسے موقع پر لڑائی اور قتل و غارت کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں ایسے نازک موقع پر جو آدمی اپنے آپ کو سنبھالے اور بہکنے نہ پائے وہ آدمی واقعۃً بڑا با کمال اور مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔ اس کے مقابلے میں ظاہری پہلوان کہ جو لوگوں کو اکھاڑے میں پچھاڑتا ہے کی کوئی حیثیت نہیں۔ مسلمان آدمی کو یہ حکم ہے کہ وہ غصہ اگر کرے بھی تو راہ حق میں خدا کے حکم ٹوٹنے پر، خدا کی نافرمانی پر۔ دنیا کے معاملات میں اور ذاتی حالات و واقعات میں غصہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص الشدید اس کا اسم با جار الصرعة مجرور، جار مجرور متعلق ثابتاً محذوف کے جو خبر ہے لیس فعل ناقص کی لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ انما کلمہ حصر الشدید مبتدا، الذی اسم موصول یملک فعل ضمیر اس کا فاعل نفس مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ عند مضاف الغضب مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
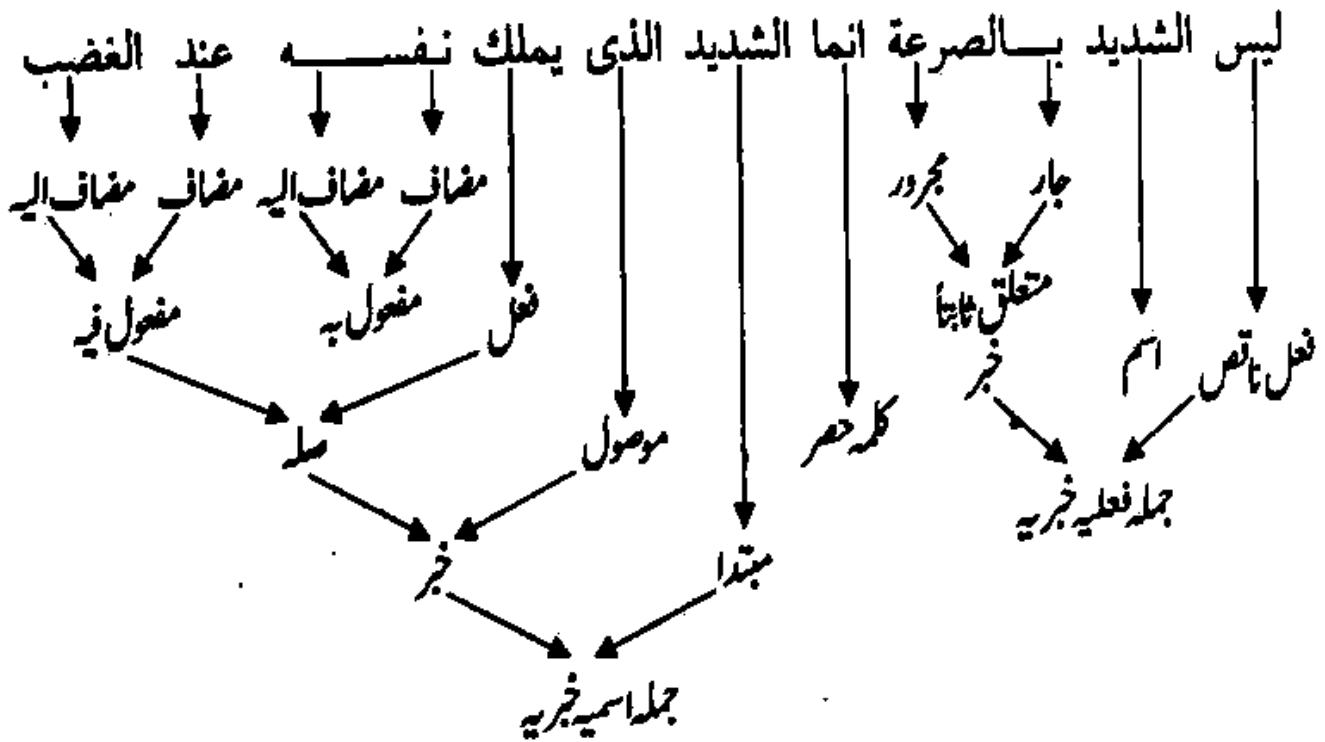
(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۷٦۳، باب الحذر من الغضب، کتاب الادب۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٦۸۰۹، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب، کتاب البر و الصلة۔

(۳) مسند احمد، حدیث نمبر ۷٦٤۰

***

⑱ لگائی بجھائی کرنے والا آدمی

لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰی سَیِّدِهٖ

ترجمہ:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اکسائے۔''

تشریح:

اچھے معاشرے کی بنیاد لوگوں کے آپس کے عمدہ تعلقات پر ہے۔ چاہے یہ تعلقات میاں بیوی کے درمیان ہوں یا اولاد و والدین کے درمیان ہوں، یا مالک و آقا کے درمیان ہوں۔ ان تمام تعلقات میں سے میاں بیوی کے تعلقات کی نوعیت بنیادی ہے کیونکہ میاں بیوی ہی معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں ان سے آگے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ مذکورہ حدیث میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ میاں بیوی کے ان تعلقات کو خوشگوار ہونا چاہیے ان میں بدمزگی نہ ہو۔

چونکہ یہ تعلق نہایت اہم اور نازک ہے اس لیے اس تعلق کے منافی کسی بھی سرگرمی اور کوشش کو نہایت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا چنانچہ فرمایا کہ جو آدمی یہ کام کرے وہ ہم میں سے یعنی ہماری گویا امت میں سے ہی نہیں ہے۔ عورت اور خاوند کے تعلقات والا حکم ہی آقا اور غلام کے تعلقات میں بھی ہے۔ تعلقات خراب کرنے اور اکسانے کی صورت یہ ہے کہ عورت کو شوہر کی خامیاں بتلائی جائیں اور دوسرے لوگوں کی خوبیاں دکھائی جائیں یا خاوند سے زیادہ زیادہ خرچہ طلب کرنے کا کہا جائے جس سے ان کے درمیان کشیدگی پیدا ہو۔ یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ یہ اکسانے اور لگائی بجھائی والا کام باہر کے اور اجنبی لوگ نہیں کرتے بلکہ اپنے ہی قریبی لوگ، بعض اوقات دانستہ اور بعض اوقات نادانستہ اس جرم کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص منا جار مجرور متعلق ثابتا خبر محذوف کے ثابتا خبر مقدم من اسم موصول خبب فعل ضمیر اس کا فاعل امرأة معطوف علیہ علی جار زوجھا مجرور جار مجرور متعلق فعل کے او عاطفہ عبدا معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول بہ علی جار سیدہ مجرور جار مجرور متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر اسم موخر، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
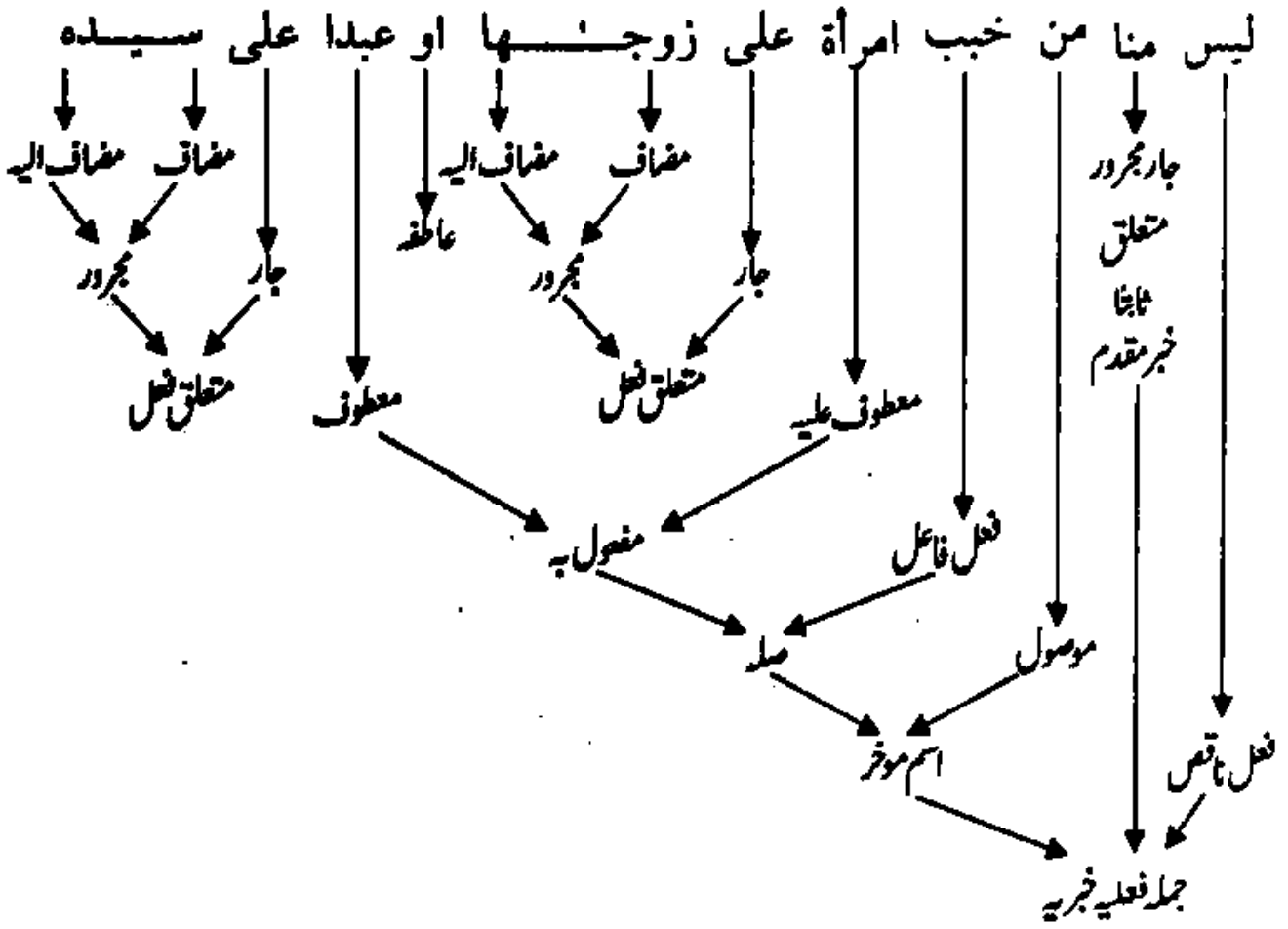
تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر ۲۱۷۷، باب من خبب امرأة علی زوجها، کتاب الطلاق۔

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۹۸۰

***

⑯ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، امر بالمعروف نہ کرے اور نہی عن المنکر نہ کرے۔"

تشریح:

مذکورہ حدیث میں مختلف چیزیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے کچھ کا تعلق اخلاقیات سے ہے اور کچھ کا تعلق دعوت کی ذمہ داریوں سے۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ جو شخص چھوٹوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہیں کرتا یعنی چھوٹے بچوں پر رحم نہیں کرتا، محبت نہیں کرتا اور اپنے سے بڑے لوگوں کو چاہے عمر میں بڑوں یا علم میں بڑوں کی قدر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ اگلی بات یہ فرمائی کہ جو شخص امر بالمعروف نہیں کرتا یعنی دوسرے لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی باتوں کا حکم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ پھر فرمایا جو نہی عن المنکر نہیں کرتا یعنی کوئی غلط کام اور برائی ہوتی ہوئی دیکھ کر وہ اس سے منع نہیں کرتا اور اسے روکتا نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں۔ ان ساری چیزوں کا تعلق ایمان اور اس کے تقاضوں سے ہے جس میں جتنا ایمان اور خوف خدا ہوگا وہ یہ کام سرانجام دے گا اور جس میں جتنا ایمان ہوگا وہ مومنین کے زمرے میں اسی حساب سے شامل ہوگا، اور جتنی ان اشیاء میں کمی اور سستی ہوگی یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہوگی۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص منا جار مجرور متعلق ثابتاً خبر محذوف مقدم من اسم موصول لم یرحم فعل ضمیر اس کا فاعل صغیرنا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، و عاطفہ لم یوقر فعل ضمیر اس کا فاعل کبیرنا مضاف مضاف الیہ مفعول بہ، فعل فاعل ومفعول مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ یامر فعل با فاعل بالمعروف جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق مل کر معطوف/معطوف علیہ و عاطفہ ینہ فعل با فاعل عن جار المنکر مجرور جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر صلہ ہوئے من اسم موصول کا۔ من اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اسم مؤخر ہوا لیس فعل ناقص کا، فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا و يامر بالمعروف و ينه عن المنكر

ليس ← فعل ناقص

منا ← جار مجرور متعلق ثابتا ← خبر مقدم

من ← موصول

لم يرحم ← فعل فاعل؛ صغير ← مضاف، نا ← مضاف الیہ ← مفعول بہ ← معطوف علیہ

و ← عاطفہ؛ لم يوقر ← فعل فاعل؛ كبير ← مضاف، نا ← مضاف الیہ ← مفعول بہ ← معطوف / معطوف علیہ

و ← عاطفہ؛ يامر ← فعل فاعل؛ ب ← جار، المعروف ← مجرور ← متعلق فعل ← معطوف / معطوف علیہ

و ← عاطفہ؛ ينه ← فعل فاعل؛ عن ← جار، المنكر ← مجرور ← متعلق فعل ← معطوف

معطوف علیہ + معطوف ← صلہ

موصول + صلہ ← اسم مؤخر

فعل ناقص + خبر مقدم + اسم مؤخر ← جملہ فعلیہ خبریہ

تخریج حدیث:

(۱) المعجم الاوسط: حدیث نمبر ۴۸۱۲

(۲) شعب الایمان: ۱۰۹۸۰

***

⑱ بھوکے پڑوسی والا انسان مومن نہیں

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِىْ يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ

ترجمہ:

''وہ شخص مومن نہیں جو خودتو پیٹ بھرلے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔''

تشریح:

مال کوخرچ کرنا یہ شریعت کی طرف سے مطلوب اور اس کا حکم ہے، کیونکہ مسلمان ہونے کے ناطے ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان بھائی کو بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہنے دے بلکہ اپنا مال خرچ کرے۔ یہ حکم تو عام مسلمان کی نسبت ہے اور جب یہ مسلمان آدمی کا پڑوسی بھی ہو تو پھر حق اور بڑھ جاتا ہے اور ذمہ داری اور زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ پڑوسی کا خود بہت زیادہ حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اتنی تاکید اور اہتمام کے ساتھ نصیحت کرتے رہے کہ مجھے لگا شاید اسے میراث میں بھی حق دار نہ ٹھہرادیں۔ پڑوسی اگر بہت سارے ہوں تو وہ پڑوسی زیادہ حقدار ہے جو زیادہ ضرورت مند ہو۔ اگر سارے برابر کے درجے کے ضرورت مند ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ قریب ہو اس کا حق ہے۔ یہ حدیث ہر مسلمان بلکہ عام انسان کے لیے بھی تنبیہ اور لمحہ فکریہ ہے کہ اگر میرے پاس مال و دولت ہے اور میرے اڑوس پڑوس میں لوگ بھوکے مر رہے ہوں تو یہ میرے ایمان اور اخلاق کا جنازہ اور میرے کردار کی موت ہے اور میں چاہے کیا کچھ بن جاؤں یہ میرے ایمان کے لیے ایک نہ بھرنے والا شگاف ہے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص المؤمن اسم با زائدہ الذی اسم موصول یشبع فعل ضمیر اس کے اندر ذوالحال و حالیہ جارہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، جائع صیغہ اسم فاعل الی جار جنبہ مجرور جار مجرور متعلق صیغہ اسم فاعل کے، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، حال ذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل سے ملکر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بیهقی، حدیث نمبر ۳۳۸۹، باب الشفقة و الرحمة.

(۲) مستدرک: حدیث نمبر ۲۱٦٦

***

⑱١ مسلمان فحش گو نہیں ہو سکتا

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ

ترجمہ:

''مومن آدمی لعن طعن کرنے والا، اور بے ہودہ اور یاوہ گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔''

تشریح:

مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا تمام جسم اور اعضاء و جوارح حکم خداوندی کے تابع اور دائرہ شریعت کے اندر استعمال ہوتے ہیں خاص طور سے زبان جیسا اہم عضو کہ جو آفات و بلیات کا موجب ہے ''فان البلاء مؤکل بالمنطق'' (ترجمہ: تمام مصیبتیں گفتگو کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں) اس کو مومن غلط استعمال نہیں کرتا۔ زبان کے ذریعے نہ وہ کسی پر لعن طعن کرتا ہے اور نہ بے ہودہ اور یاوہ گوئی کرتا ہے۔ زبان کی حفاظت اور اسے غلط چیزوں کے بولنے سے بچانا انتہائی ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو آدمی مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کے صحیح استعمال کی ضمانت دیتا ہے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

لغوی وصرفی تحقیق:

طعن سے مراد تیکھی باتیں کرنا، تکلیف دہ جملے کسنا، پھبتیاں کسنا، اور لعن سے مراد ہے کسی کو لعنتی کہنا یا اس پر لعنت کرنا۔ مومن کی یہ شان نہیں۔ فحش سے مراد ہے گندی گفتگو کرنا، غلط باتیں کرنا، بے حیائی کے کلمات بولنا، بذائت سے مراد ہے بے ہودہ اور یاوہ گوئی کرنا۔ یہ تمام کام مومن کی شان سے بعید ہیں۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص المؤمن اسم با زائدہ الطعان معطوف علیہ و عاطفہ لا زائدہ اللعان معطوف معطوف علیہ و عاطفہ لا زائدہ الفاحش معطوف معطوف علیہ و عاطفہ لا زائدہ البذی معطوف تمام معطوفات مل کر خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۷۷، باب ما جاء فی اللعنۃ، ابواب البر و الصلۃ.
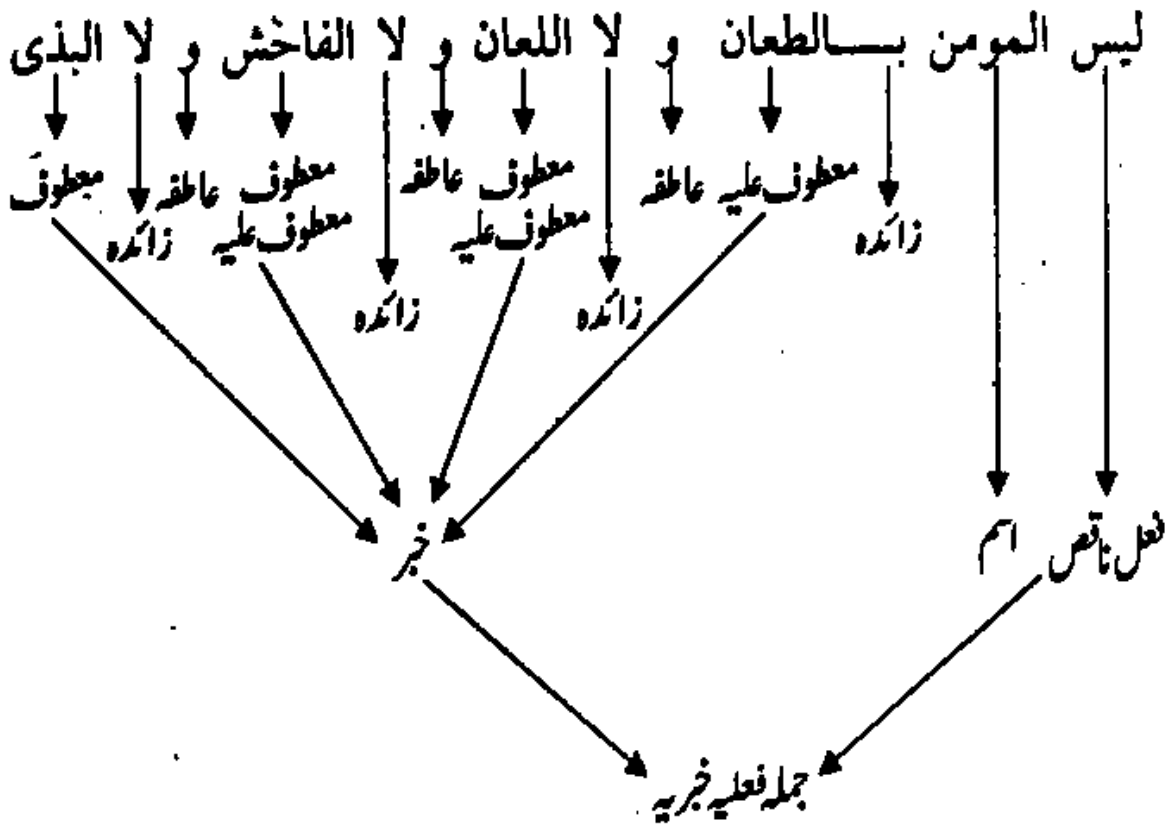
(۲) بیہقی، حدیث نمبر ٤٦٩٣

***

۴۷ اصل صلہ رحمی کیا ہے؟

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا

ترجمہ:

''وہ شخص صلہ رحم نہیں جو بدلے میں یہ کام کرے صلہ رحم تو وہ ہے جب اس سے قطع رحمی کی جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔''

تشریح:

ذخیرہ حدیث میں بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں رشتہ داری کے حقوق اور صلہ رحمی کا حکم بہت تاکید اور مختلف فضائل اور وعیدات کے ساتھ آیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ شریعت نے جن احکامات کو بہت اہتمام اور تاکید سے فرمایا ہے ان کی اولین درجے کی فہرست میں صلہ رحمی بھی ہے تو بجا ہوگا۔ صلہ رحمی کا ویسے مفہوم تو یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے لیکن مذکورہ بالا روایت میں آپ ﷺ نے صلہ رحمی کی اصل اور مشکل مگر اعلیٰ صورت بیان فرمائی ہے بلکہ اندازِ کلام دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے صلہ رحمی کو اسی صورت میں محصور فرمایا ہے۔ فرمایا: اگر ایک طرف دوسرے رشتہ دار بھی حسن سلوک پر آمادہ ہوں اور ادھر سے یہ بھی حسن سلوک کا مظاہرہ کردے تو یہ کون سی بہادری ہے یہ تو ادلے کا بدلہ ہے اور گویا تجارت ہوگئی کہ کچھ دو اور کچھ لو۔ مزہ تو تب ہے جب رشتہ دار منہ موڑ لیں اور صلہ رحمی پر آمادہ نہ ہوں پھر بھی تم اپنی عزت نفس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان سے اچھا معاملہ کرو اور یہی صلہ رحمی ہے بلاشبہ یہ صلہ رحمی کا اعلیٰ اور مشکل ترین درجہ ہے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص الواصل اس کا اسم با زائدہ المکافی خبر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ لکن حرف مشبہ بالفعل الواصل اسم الذی اسم موصول اذا حرف شرط قطعت فعل رحمہ نائب فاعل، فعل نائب فاعل مل کر شرط و صلھا فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر لکن کی، لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

لیس الواصل بـالمکافی و لکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلـہا

فعل ناقص — اسم — زائدہ — خبر — عاطفہ — حرف مشبہ بالفعل — اسم — موصول — حرف شرط — فعل — مضاف — مضاف الیہ — فعل بافاعل — مفعول

مضاف + مضاف الیہ = نائب فاعل

فعل + نائب فاعل = شرط

فعل بافاعل + مفعول = جزا

شرط + جزا = صلہ

موصول + صلہ = خبر

اسم + خبر = معطوف

فعل ناقص + اسم + خبر = جملہ اسمیہ خبریہ = معطوف علیہ

معطوف علیہ + معطوف = جملہ معطوفہ

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٥٦٤٥، باب ما لیس الواصل بالمکافی، کتاب الدب
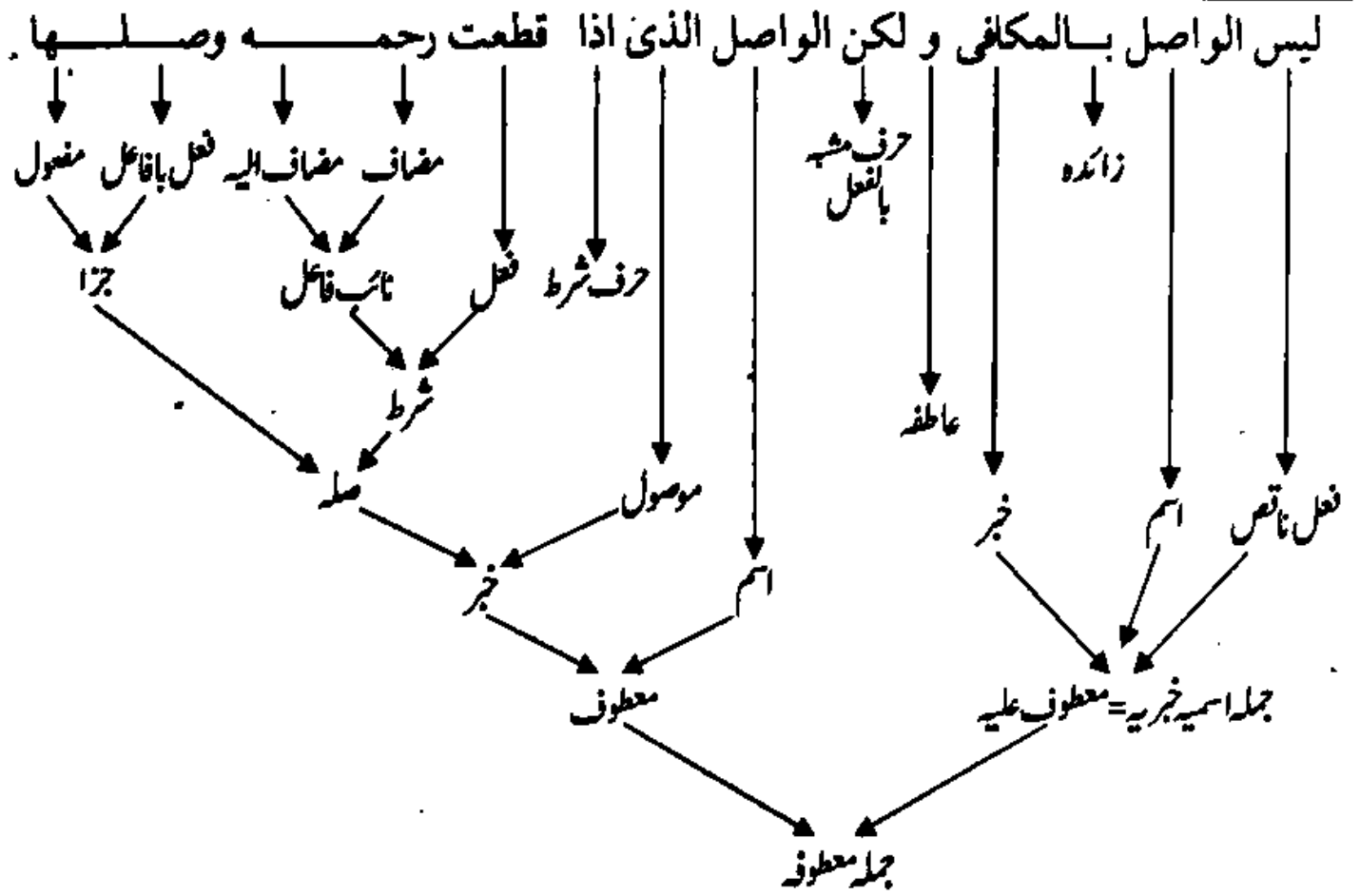
(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۰۸، باب ما جاء فی صلة الرحم، ابوب البر و الصلة

***

۱۷۳ اصل غنا تو دل کا غنا ہے

لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

ترجمہ:

''غنا اور دولت مندی مال واسباب کی زیادتی کا نام نہیں لیکن غنا تو نفس کا غنا ہے۔''

تشریح:

مال داری، فراخی، وسعت۔ ان کا عام اور ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ مال و دولت اور دنیا کے اسباب و متاع زیادہ ہو جائیں۔ جس کے پاس دنیا کی چیزیں زیادہ ہوں وہ مال دار ہے وہ غنی ہے اور اسے غناء کا وصف حاصل ہے لیکن نبی علیہ السلام نے اس عام عرف کے خلاف متوجہ کیا۔ آپ نے فرمایا: غنی اور صاحب غنا وہ شخص نہیں جس کے پاس دنیا کا مال و دولت زیادہ ہو بلکہ غنی اور مال دار وہ ہے جس کا دل مال دار ہو یعنی اس کے دل میں مال کی حرص و ہوس اور طمع نہ ہو کیونکہ جس کے دل میں دنیا کی محبت ہو وہ ہر وقت ایک طرح کے اضطراب، پریشانی اور الجھن میں رہے گا اور اس کی الجھن اس الجھن سے زیادہ ہوگی جو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک نادار کو ہوتی ہے کیونکہ دل کی بے چینی جسم کی بے چینی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر حقیقی مال داری اور غنا چاہیے ہو تو دل میں قناعت اور توکل اور رضا بالقضاء پیدا کیا جائے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص، الغنی اسم عن جار کثرۃ مضاف العرض مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا ثابتا خبر محذوف کے، اسم اور خبر مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، و عاطفہ لکن حرف مشبہ بالفعل الغنی اسم غنی مضاف النفس مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر۔ لکن اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
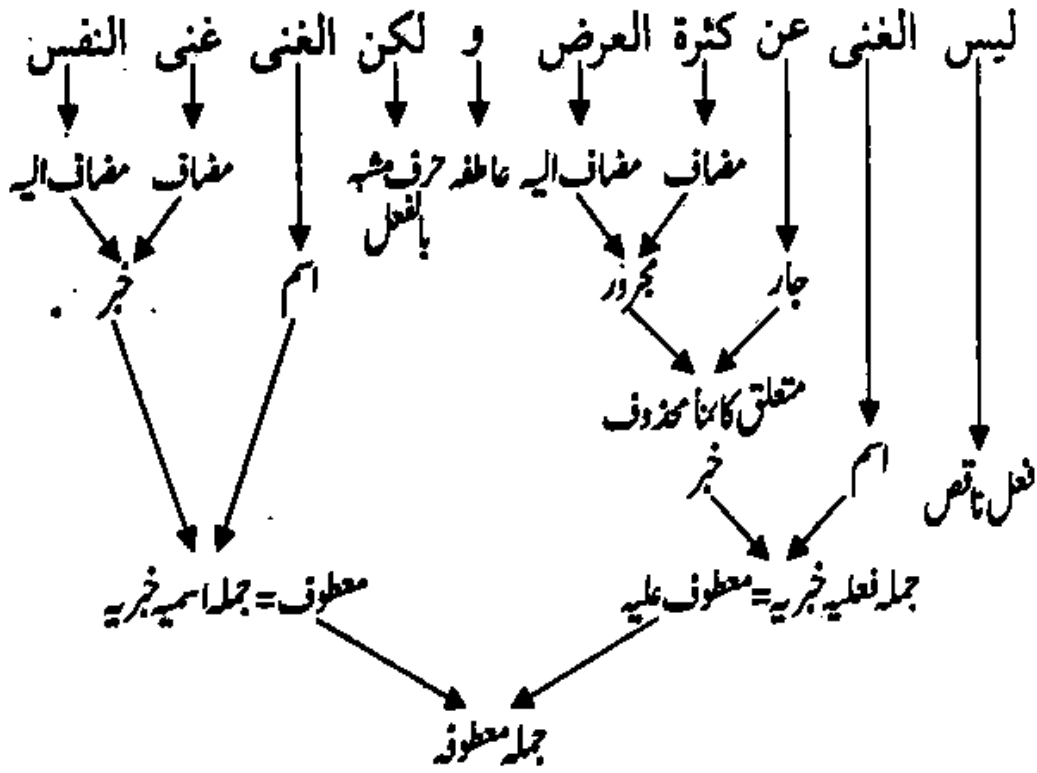
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٦٠٨١، باب الغنی غنی النفس، کتاب الرقاق

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٢٤٦٦، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، کتاب الزکاۃ

(۳) ترمذی، حدیث نمبر ٤١٣٧، باب ما جاء ان الغنی الغ، ابواب الزھد

***

۱۴۳ صلح کے لیے کچھ غلط بیانی سے کام لینا

لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَ يَقُوْلُ خَيْرًا وَ يَنْمِي خَيْرًا

ترجمہ:

''وہ آدمی جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کروائے، اچھی بات کہے اور اچھی بات نقل کرے۔''

تشریح:

دو مسلمانوں کے درمیان جہاں باہمی رنجش اور تنازعہ ہو جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے دور ہوں اگر تیسرا آدمی یہ کوشش کرے کہ وہ دونوں راضی ہو جائیں اور ان کی رنجشیں اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں اس کے لیے اگر اسے ظاہری اعتبار سے اپنے سے بھی بات بنانی پڑے اور دوسرے کے پاس جا کر نقل کرنی پڑے تو بھی کوئی حرج نہیں، مثلاً ایک سے کہے دوسرا تو صلح پر آمادہ ہے اور وہ تمہارے بارے میں بڑے اچھے کلمات بول رہا تھا تاکہ اس کا دل بھی مائل ہو جائے، چاہے فی الواقع اس نے یہ باتیں نہ بھی کی ہوں تب بھی ایسی باتیں بنانا اور کرنا جب نیک مقصد کے لیے ہوں تو اس میں گناہ نہیں۔ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ تین موقعوں پر جھوٹ بولنا جائز ہے (۱) صلح کروانے کے لیے (۲) میاں بیوی کو راضی کرنے کے لیے (۳) جنگ کے موقع پر دشمن کو مرعوب کرنے یا اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کے لیے، اس کے علاوہ جائز نہیں۔ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ ان موقعوں پر بھی صریح اور سیدھے سیدھے جھوٹ سے بچے تو بہتر ہے کنایہ اور توریہ سے کام چلائے، تاکہ کم سے کم برائی کا ارتکاب ہو۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص الکذاب اس کا اسم الذی اسم موصول یصلح فعل ضمیر اس کا فاعل بین مضاف الناس مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل فاعل اور مفعول فیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یقول فعل ضمیر اس کا فاعل خیرا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ ینمی فعل ضمیر اس کا فاعل خیرا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۶۹۲، باب لیس الکاذب الخ، کتاب الصلح۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۶۷۹۹، باب تحریم الکذب، کتاب البر و الصلۃ۔

***

⑲ دعا کا خدا کے ہاں مقام

لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ

ترجمہ:

''اللہ کے ہاں دعا سے زیادہ قابل احترام کوئی چیز نہیں۔''

تشریح:

دعا اللہ رب العزت سے براہ راست مانگنے کی صورت ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات وہ ذات ہے جو مانگنے سے خوش ہوتی ہے باقی جتنی بھی مخلوق ہے اس سے کچھ مانگو تو ناراض ہوتے ہیں نہ مانگو تو خوش ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کا معاملہ برعکس ہے اس لیے اللہ نے اپنے سے مانگنے کو عبادت کا درجہ دیا ہے اور خود حدیث میں ہے "الدُّعَاءُ مُخُّ العبادۃِ" دعا عبادت کا مغز ہے اور "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" دعا عبادت ہی ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہوا کہ اللہ کے دربار میں دعاء کا بہت مقام اور احترام ہے۔ یہ قاعدہ ہے جب آپ کے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کا آپ کو احترام ہو اور وہ کوئی مطالبہ کرے تو آپ اس کے احترام کے پیش نظر اس کا مطالبہ مان لیتے ہیں یہی حال دعا کا ہے کہ جب اس کے ذریعے کوئی طلب خدا کے دربار میں جاتی ہے تو اس کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص شیء اسم اکرم اسم تفضیل علی جار لفظ اللّٰہ مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ اسم تفضیل کے من جار الدعاء مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ اسم تفضیل کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے متعلقات سے مل کر خبر، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
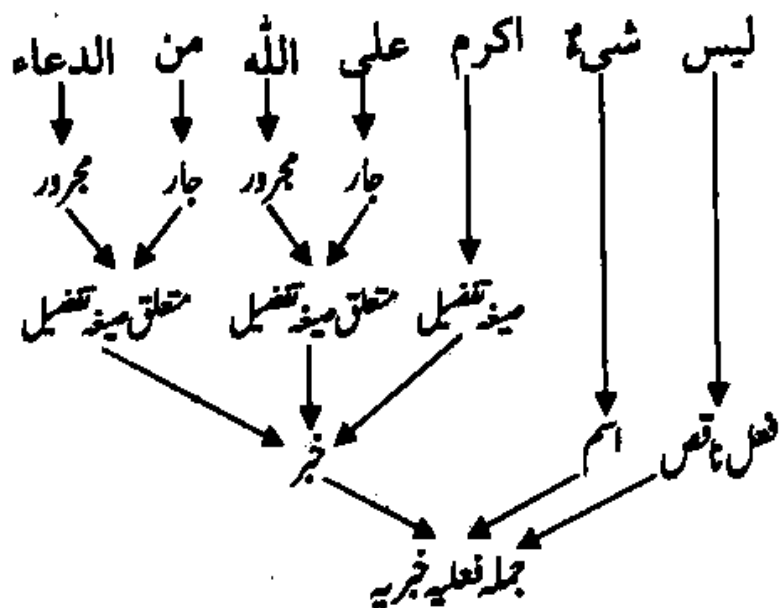
(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۳۳۷۰، باب ما جاء فی فضل الدعاء، ابوب الدعوات۔

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۳۸۲۹، باب فضل الدعاء کتاب الدعاء۔

***

⑭ ماتم اور مرثیے شریعت کی نظر میں

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ:

''جو شخص رخساروں کو پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا دعویٰ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا روایت میت اور کسی شخص کی وفات پر اظہار غم کے بارے میں ہے۔ انسان جذبات کا حامل ہے اسے خوشی کی بات سے خوشی ہوتی ہے اور غم کی بات پر کبیدہ خاطر بھی ہوتا ہے، زیادہ غم بڑھے تو آنکھیں بھی چھلک پڑتی ہیں، شریعت نے اظہار جذبات پر پابندی نہیں لگائی چنانچہ یہ اجازت دے دی کہ جب کوئی فوت ہو جائے تو اس پر آنسو بہائے جاسکتے ہیں، چنانچہ جب آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ کے آنسو جاری تھے، اور آپ نے فرمایا:

''آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم وہی کام کریں گے جس پر ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تیرے فراق پر غمگین ہیں۔''

یعنی اس جذباتی موقع پر بھی ہم زیادہ سے زیادہ آنکھوں سے آنسو بہا سکتے ہیں۔ باقی رہا چیخنا چلانا، گریبان پھاڑنا، اپنے آپ کو مارنا ماتم کرنا، پیٹنا اور جاہلیت کی باتیں اور نوحے و مرثیے پڑھنا یہ ہم نہیں کریں گے کیونکہ اس کی اجازت نہیں۔

اس حدیث سے اظہار غم کا صاف طریقہ اور اس کی حدود معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو روافض اور شیعہ لوگ یا ہمارے بہت سے جاہل سنی لوگ جو محرم الحرام میں ماتم کرتے اور اپنے آپ کو پیٹتے ہیں وہ قطعاً غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور ممنوع کام ہے اسی طرح عام گھروں میں بھی جب فوتگی ہو جاتی ہے تو خاص طور سے عورتیں ایسے کام کرتی ہیں، بین کرنا، مرثیے پڑھنا، ماتم کرنا وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو انتہائی ناپسند فرمایا ہے۔

ترکیب:

لیس فعل ناقص منا جار مجرور متعلق ثابتاً کے خبر مقدم کے من اسم موصول ضرب فعل ضمیر اس کا فاعل الخدود مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول مل کر معطوف علیہ و عاطفہ شق فعل ضمیر اس کا فاعل الجیوب مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف معطوف علیہ و عاطفہ دعا فعل ضمیر اس کا فاعل با جار دعوی مضاف الجاھلیة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر صلہ ہوا ''من'' اس موصول کا، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اسم مؤخر لیس فعل ناقص کا، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔
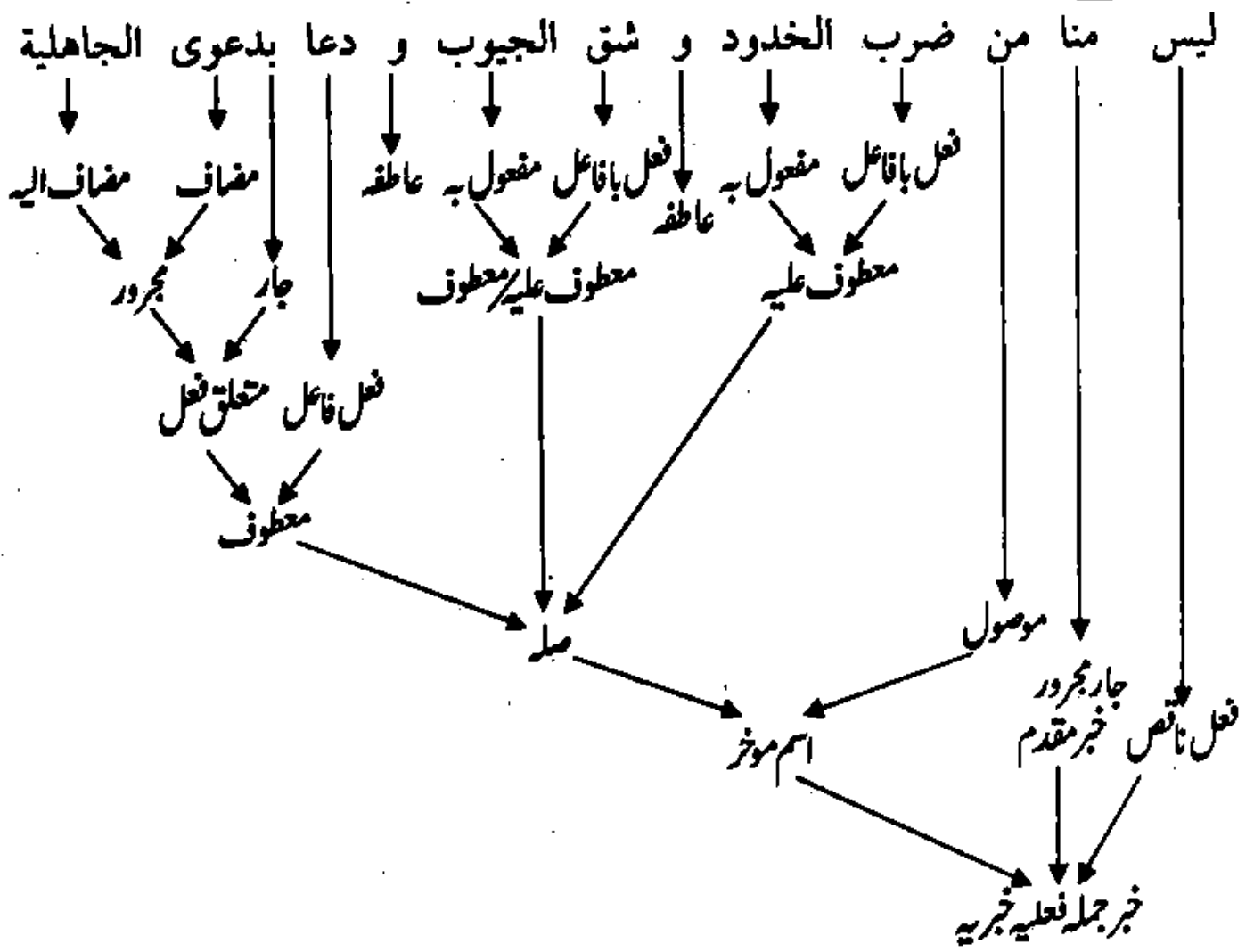
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۲۹٤، ما ینهی من دعوی الجاهلیة، کتاب الجنائز.

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۲۹٦، باب تحریم ضرب الخدود الخ، کتاب الایمان.

***

۸۷ شنیدہ کے بود مانند دیدہ!

لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ

ترجمہ:

''سنی سنائی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہوتی۔''

تشریح:

مذکورہ بالا جملہ، عام گفتگو میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس طریقے سے یہ گفتگو اور زبان کا حصہ بن چکا ہے، فارسی میں اس کے ہم معنی یہ جملہ بولا جاتا ہے: ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔'' ترجمہ: سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح کیسے ہو سکتی ہے۔''

یہ بات واقعۃً سچ ہے کہ اپنی آنکھوں دیکھی بات اور سنی سنائی بات میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بہت سے غلطیوں کے امکانات جو سنی ہوئی بات میں ہوتے ہیں وہ دیکھی ہوئی بات میں نہیں ہوتے۔ یہ درحقیقت محتاط طرز عمل کی ہدایت ہے کہ آدمی کو ہر بات کے رتبے اور مقام میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے ہر ایک کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکنا چاہیے جو بات سنی ہو اس کی جب تک اچھی طرح چھان بین اور تحقیق نہ ہو جائے اسے آگے بیان کرنے یا اس پر کوئی فیصلہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اور اس سے ایک نکتے کے درجے میں ہم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایمان کا اپنے ایمان سے موازنہ کر سکتے ہیں کہ وہ تو صبح و شام ماہتاب رسالت کی ضوفشانیوں سے اپنی آنکھوں کو خیرہ کرتے تھے، ظاہر ہے ان کا ایمان کس سطح پر ہوگا۔!

ترکیب:

لیس فعل ناقص الخبر اسم کَ جار المعاینۃ مجرور جار مجرور متعلق ہوا ثابتاً خبر محذوف کے لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسند امام احمد، حدیث نمبر ۱۸٤۲
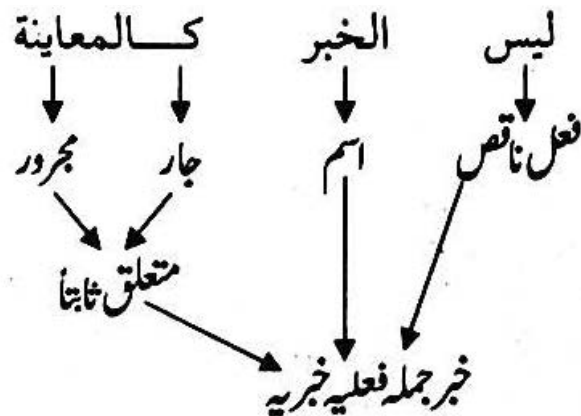
الشرط و الجزاء

شرط اور جزا۔ یعنی پیش آمدہ صفحات میں وہ جملے پیش کیے جائیں گے جو شرط اور جزا پر مشتمل ہیں۔

۸۷ تکبر اور تواضع کے نتائج

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ

ترجمہ:

''جو اللہ کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند کرتے ہیں اور جو بڑا بننے کی کوشش یعنی تکبر کرتا ہے اللہ اسے پست کرتے ہیں۔''

تشریح:

شریعت کے وہ احکامات جن میں ظاہری صورت حال کچھ اور ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ اور ثمرہ کچھ اور ہونے کا کہا گیا ہوتا ہے اور واقع میں ہوتا ایسا ہی ہے۔ ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے جو حدیث میں ہے۔ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے لیے یعنی اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے اور اللہ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے یعنی اپنے آپ کو کم درجے اور گھٹیا حالت میں رکھتا ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ رب العزت اسے بلندی اور رفعت عطا فرماتے ہیں بشرطیکہ یہ کام اللہ کے لیے ہو۔ اپنی واہ واہ بنانے کے لیے نہ ہو اور نہ ہی اس غرض سے ہو کہ میں تواضع کروں گا تو مجھے رفعت ملے گی اور اس کے برعکس جو آدمی تکبر کرتا ہے اور بڑا بننے کی کوشش کرتا ہے اللہ رب العزت کا قانون یہ ہے کہ اسے ذلتوں اور پستیوں سے ہمکنار کرتا ہے اور اسے تمام اسباب عزت کے باوجود ذلت کا مزہ چکھاتا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط تواضع فعل ضمیر اس کا فاعل لِ جار لفظ اللّٰہ مجرور جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط رفع فعل ہ ضمیر مفعول بہ لفظ اللّٰہ فاعل، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط تکبر فعل ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر شرط، وضع فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم لفظ اللّٰہ فاعل، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
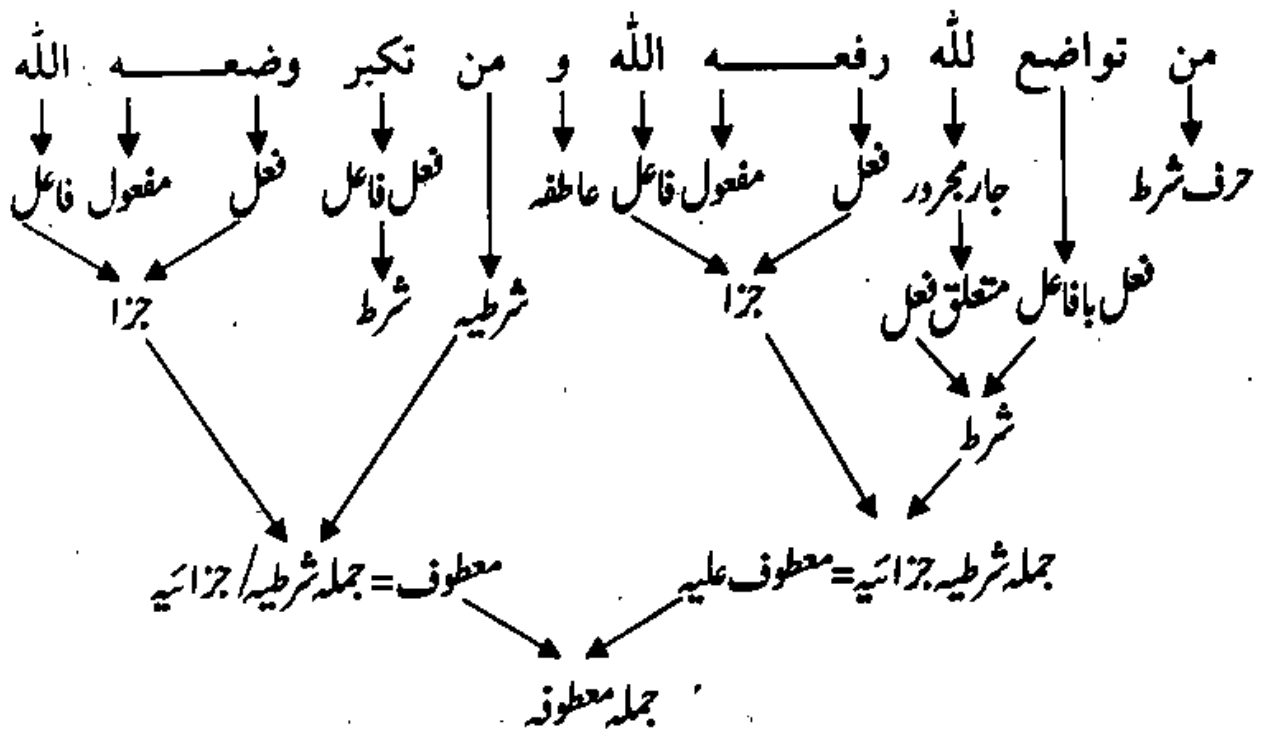
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی، حدیث نمبر ۱۸۴۰

***

⑱ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کی اہمیت

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

ترجمہ:

''جو آدمی لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔''

تشریح:

یعنی جو شخص اپنے محسن اور انعام کرنے والے کو نہیں پہچانتا اور اس میں یہ جذبہ اور مادہ موجود نہیں کہ وہ اپنے کسی محسن کا شکریہ ادا کرے اس آدمی سے یہ توقع بھی نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ منعم حقیقی اور محسن اصلی یعنی اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے گا۔ کیونکہ جب یہ چیز اس کے مزاج میں ہی نہیں اور اس کی سرشت میں ہی ناشکری ہے تو اس سے اچھے کام کی توقع کیسے؟ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کا اللہ کے شکریہ سے گہرا تعلق ہے۔ شکر کا خود مفہوم یہ ہے کہ جس نے آپ کے ساتھ بھلائی کی ہے اس کو کم از کم الفاظ میں اس کا بدلہ دیا جائے، مثلاً جزاک اللہ، تقبل اللہ، یا شکریہ، نوازش وغیرہ جیسے الفاظ بولے جائیں اور اللہ کا شکریہ ہے کہ اس کی زبان سے بھی تعریف کی جائے اور اس کی نعمتوں کو اس کے دین اور احکامات کے مطابق استعمال کیا جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط لم يشكر فعل ضمیر اس کا فاعل الناس مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط لم يشكر فعل ضمیر اس کا فاعل لفظ اللہ اس کا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
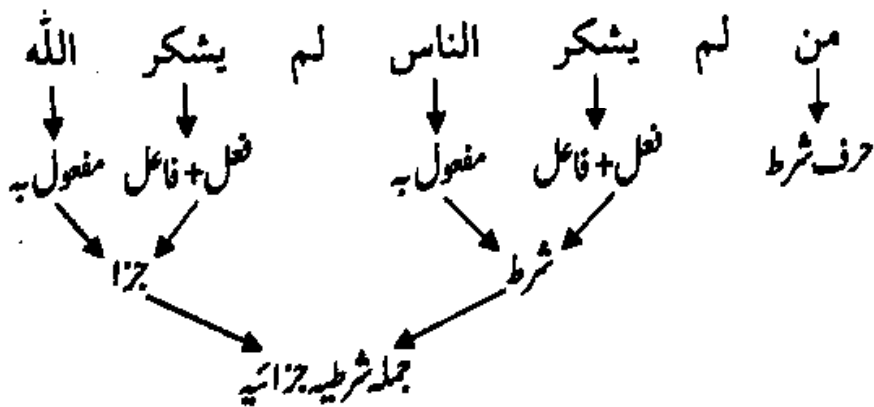
(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۵۵، باب ما جاء فی الشکر، ابواب البر و الصلۃ۔

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۸۱۳، باب فی شکر المعروف، کتاب الادب۔

⑲⓪ اللہ سے نہ مانگنا ناراضگی کا باعث

مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ:

''جو آدمی اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔''

تشریح:

پچھلے باب میں دعا کے بارے میں حدیث کے ضمن میں یہ بات اشارۃً آئی تھی کہ اللہ رب العزت کی ہستی کے معاملے اور اس کے معیار مخلوق سے مختلف ہیں۔ عام انسانوں اور مخلوق کا یہ حال ہے کہ ان سے اگر کوئی چیز مانگی جائے تو وہ دیتے ہوئے بوجھ اور تکلیف محسوس کرتے ہیں اور مانگنے والے سے خصوصاً جبکہ وہ بار بار مانگے تنگ ہوتے ہیں۔ اور اس سے ناراض ہو کر ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتے، اس لیے قرآن میں ہے "و اما السائل فلا تنهر" (ترجمہ: اور سوال کرنے والے کو ڈانٹیے نہیں) یہ تو مخلوق کا حال ہے۔

البتہ اللہ رب العزت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ خدا کے ہاں مانگنے والے محبوب اور معزز ہیں اس سے اگر کوئی مانگے تو وہ خوش ہوتا ہے اگر کوئی نہ مانگے تو ناراض ہوتا ہے کیونکہ اس کے خزانے لامحدود ہیں اسے یہ فکر دامن گیر نہیں ہوتی کہ اسے دے دیا تو باقی رہ جانے والے مال میں کمی واقع ہو جائے گی، مانگنے میں جو امتنان اور احسان کی کیفیت ہوتی ہے اللہ کو وہ بہت محبوب ہے، اسی وجہ سے اسے عبادت کے تقدس کا درجہ دے دیا اور فرمایا "الدعاء مخ العبادة" دعا عبادت کا مغز ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط لم یسأل فعل ضمیر اس کا فاعل لفظ اللّٰہ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط یغضب فعل ضمیر اس کا فاعل علیہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
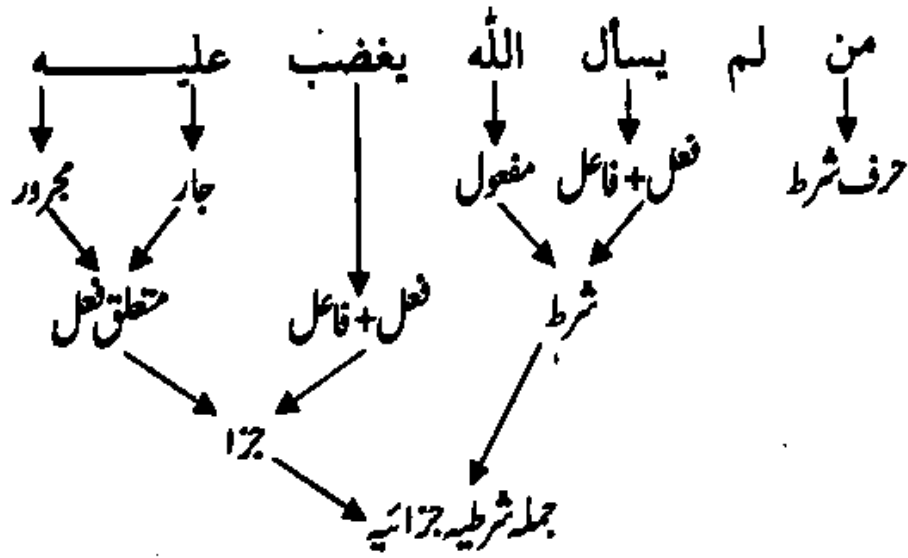
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۳۳۷۵، ابواب الدعوات

***

۱۹۱ لوٹنے والا ہم میں سے نہیں

مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ:

''جو شخص چھینے اور لوٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ جو چوری ڈاکے کے ذریعے مال لوٹتا ہے وہ ہم میں سے نہیں، یعنی وہ شخص اس قابل نہیں کہ اس گندی اور کمینی حرکت کے بعد اسے مسلمان معاشرے کا ایک فرد سمجھا جائے بلکہ وہ اس قابل ہے کہ اس کو کافر معاشرے کا فرد سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ سخت سے سخت معاملہ کیا جائے۔ اسی وجہ سے ڈاکو کی سزا شریعت اسلام میں عبرت ناک قتل کرنا ہے اور چور کا ہاتھ کاٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے نشان عبرت بنایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حدیث کے الفاظ کی عمومیت اور وسعت کو دیکھتے ہوئے اس میں ہر طرح کی چوری مراد لی جاسکتی ہے، خواہ مال کی چوری ہو یا باتوں کی، رازوں کی چوری ہو یا کسی کے مشورے وغیرہ کی۔ یہ ساری صورتیں اس میں شامل ہوں گی اور یہ تمام کام ظاہر ہے شریعت کی نظر میں انتہائی قبیح ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط انتهب فعل ضمیر اس کا فاعل نهبة مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر شرط فا جزائیہ لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منا جار مجرور متعلق ثابتا محذوف کے ہو کر خبر۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجه، حديث نمبر ۳۹۳۵، باب النهي عن النهبة.

(۲) ابو داوٗد، حديث نمبر ۳۳۹۳، باب القطع في الخلسة و الخيانة

***
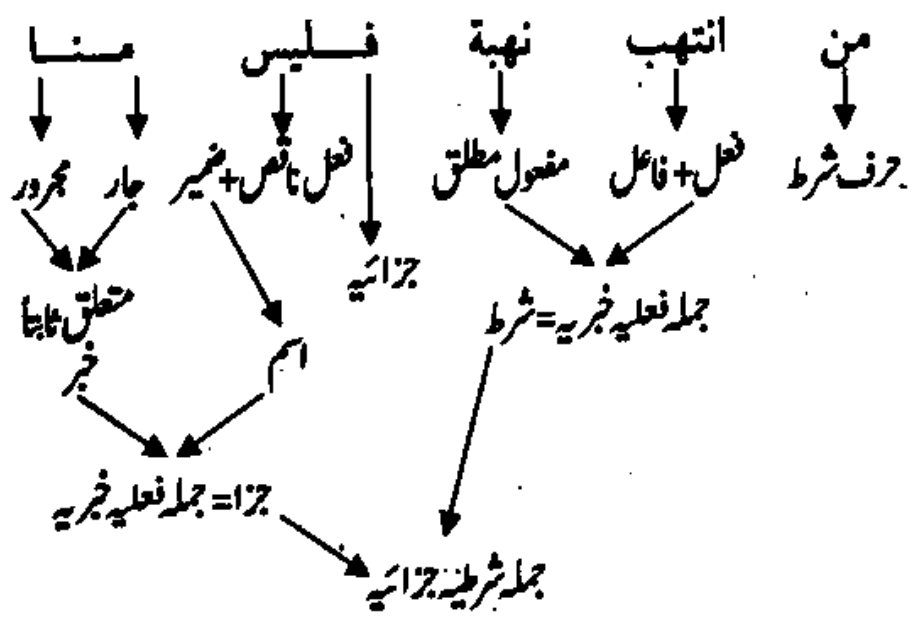
⑭ اچھی بات کی راہنمائی کرنے والے کا اجر

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ

ترجمہ:

''جس نے کسی نیک کام کی طرف راہنمائی کی اس کو اس کام کے کرنے والے جیسا اجر ملے گا۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث بڑی اہم فضیلت اور خوشخبری پر مشتمل ہے، خوشخبری اور فضیلت یہ ہے کہ آپ اگر کسی کو اچھی بات بتاتے ہیں اور وہ آپ کی بات پر عمل کر کے کام شروع کر دیتا ہے تو آپ کو بھی اس عمل کے برابر اجر ملے گا۔

اس سے دین کی دعوت و تبلیغ اور لوگوں کو اچھی باتوں پر لگانے کا اجر اور ثواب معلوم ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر آدمی جو اجر کا طالب ہو (اور یقیناً ہر آدمی اپنی آخرت سنوارنے اور ثواب حاصل کرنے کا طلب گار ہے) اسے چاہیے کہ وہ اپنی مقدور بھر سعی کر کے لوگوں کو خیر کی باتوں اور دین کی تعلیمات اور احکامات پر چلنے کے لیے آمادہ کرے کیونکہ اس کے کہنے سے جتنے لوگ بھی عمل کریں گے اور جو بھی عمل کریں گے اللہ رب العزت اس میں اس کہنے والے کو برابر کا شریک کریں گے۔ خیر کی بات بتانے میں کبھی بھی سستی اور کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، ہوسکتا ہے کہ کسی وقت بھی کسی کے دل میں آپ کی بات اتر جائے اور وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط دل فعل ضمیر اس کا فاعل علی جار خیر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ لہ جار مجرور متعلق ثابت محذوف کے جو کہ خبر ہوگی مبتدا مؤخر کی مثل مضاف اجر مضاف الیہ مضاف فاعلہ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، تمام مضاف مل کر مبتدا مؤخر خبر مبتدا سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
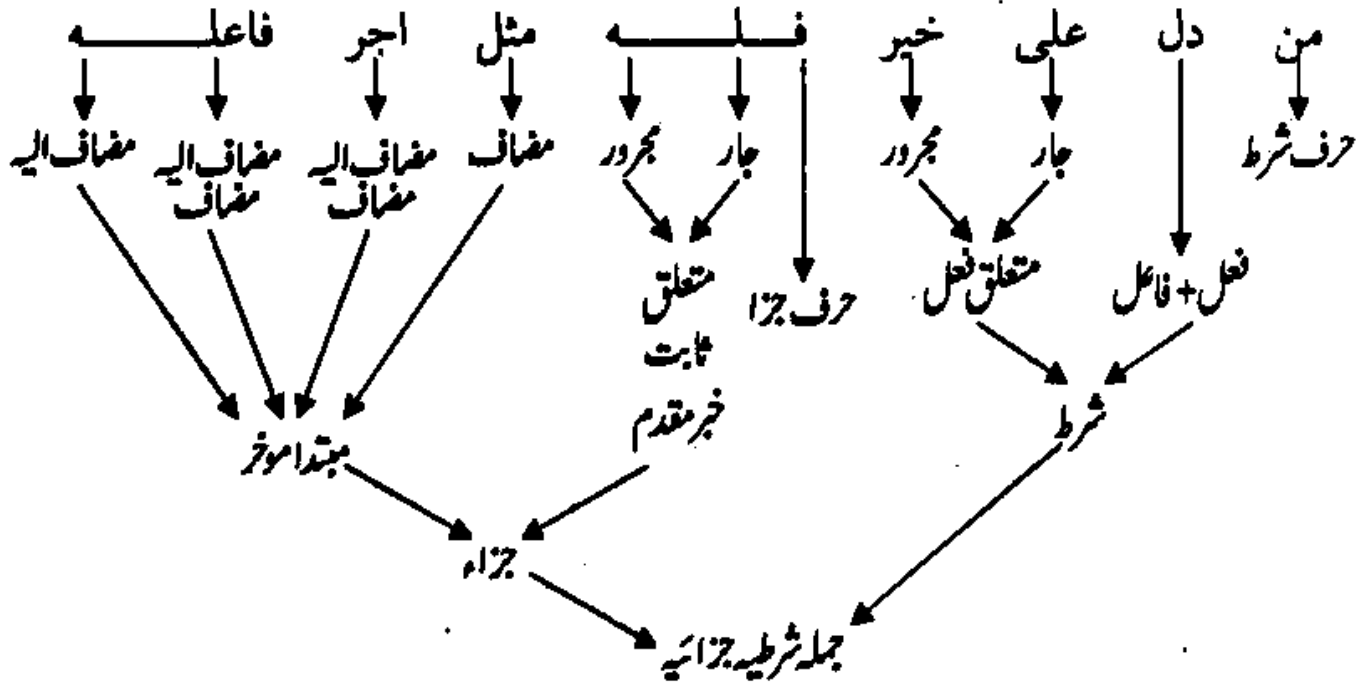
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۰۰۷، باب فضل اعانۃ الغازی، کتاب الامارۃ.

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۷۱، باب ما جاء ان الدال الخ، ابواب العلم.

***

۱۹۳ کسی مسلمان پر ہتھیار اٹھانا

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

ترجمہ:

"جو آدمی ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

تشریح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی بھی کسی دوسرے مسلمان بھائی پر ہتھیار اٹھائے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف اسلحے کا اشارہ بھی نہیں کرنا چاہیے خواہ مذاق میں ہو یا سنجیدگی میں ہو، کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو مسلمان بھائی کو ڈرانا ہے (اور مسلمان کو ڈرانا حرام ہے کیونکہ یہ ایذائے مسلم ہے)، دوسرے کیا معلوم کہ ہتھیار ادھر کیا ہو اور غلطی سے ہتھیار ہاتھ سے نکل جائے تیر چل جائے یا آج کل گولی چل جائے تو پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ اس لیے اس عمل پر سختی سے وعید فرمادی اور اسے مکمل طور سے منع فرمادیا۔

اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جو اسلامی حکومت اور ریاست کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائیں یعنی بغاوت کریں۔ وہ بھی ہم میں سے نہیں اسی لیے ان کے ساتھ قتال جائز ہے۔ البتہ بغاوت سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

ترکیب:

من حرف شرط حمل فعل ضمیر اس کا فاعل علینا جار مجرور متعلق فعل کے السلاح مفعول بہ، فعل فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منا جار مجرور متعلق ثابتا خبر محذوف کے۔ لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
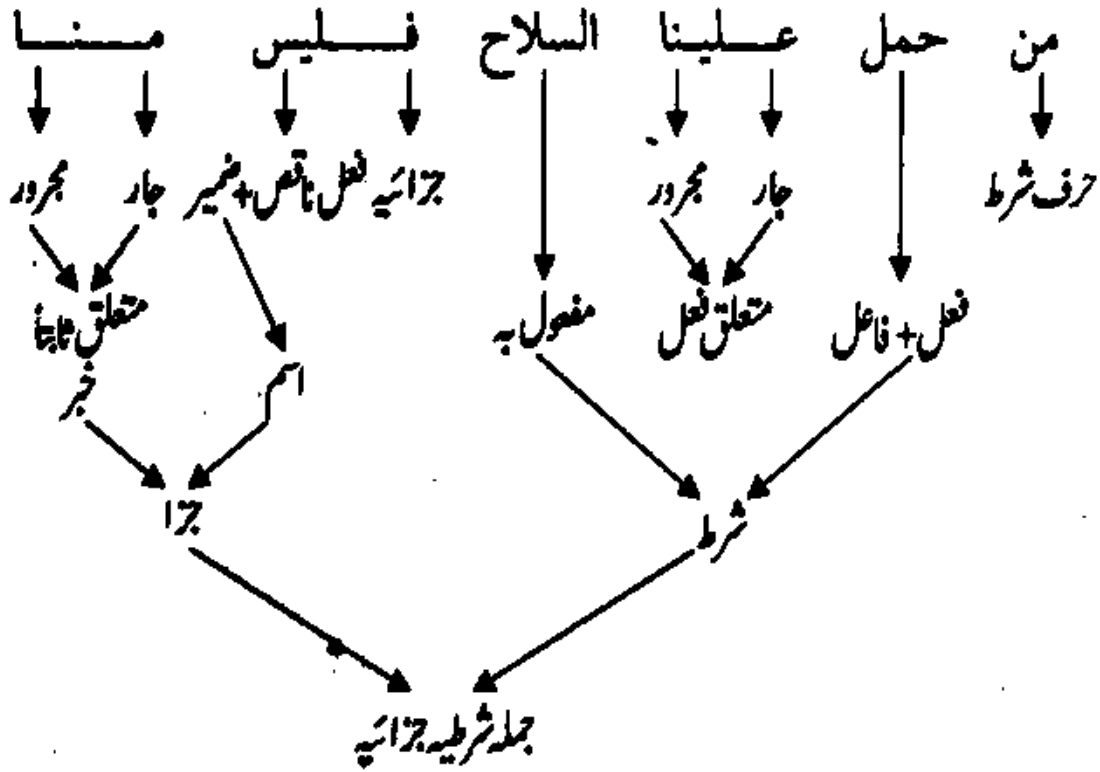
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۶٤۸۰، باب قول النبی من حمل الخ، کتاب الفتن۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۲۹۳، باب قول النبی من حمل الخ، کتاب الایمان۔

۱۹۲ خاموشی میں نجات ہے

مَنْ صَمَتَ نَجَا

ترجمہ:

''جو خاموش رہا وہ بچ گیا۔''

تشریح:

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم ان باتوں کی وجہ سے بھی پکڑے جائیں گے جو ہم زبان سے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو! کیا زبان کے علاوہ کوئی اور تباہ کن چیز ایسی ہے جو لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل ڈالے گی؟ یعنی زبان کی وجہ سے لوگ جہنم میں منہ کے بل گرائے جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کرتے تھے تیری وجہ سے لوگ جہنم میں جائیں گے۔

اعمال کے بگاڑ اور سنوار اور اسی طرح تعلقات کے باہمی استوار ہونے اور بگڑنے میں زبان کا بنیادی کردار ہے، ایک بات سے آدمی آپ کا پکا دوست بن جاتا ہے اور ایک ہی بول اسے دشمنی پر مجبور کر دیتا ہے اس لیے فرماتے ہیں پہلے تولو پھر بولو۔ یعنی ایسی بات نہ کرو جو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں وبال کا باعث بنے اس لیے فرمایا زبان کی آفتوں اور مصیبتوں کو دیکھتے ہوئے عافیت اسی میں ہے کہ آدمی خاموش رہے کیونکہ جب بھی بولے گا کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو ہی جائے گی۔

ترکیب:

من حرف شرط صمت فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر شرط نجا فعل ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۵۰۱، ابواب القیامة۔
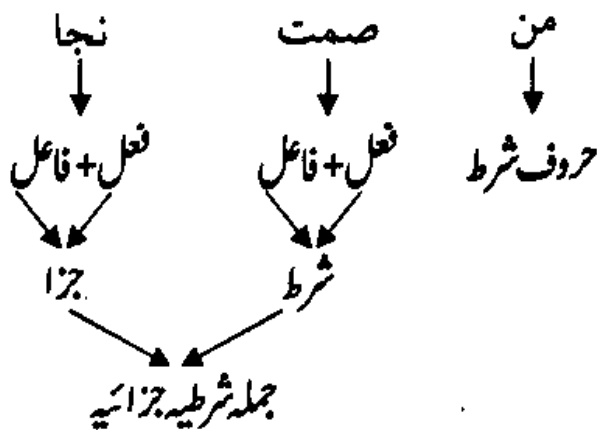
۱۹۹ نرم خوئی، خیر ہے

مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ

ترجمہ:

''جو آدمی نرمی سے محروم ہو جائے وہ خیر سے محروم ہے۔''

تشریح:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اللہ رب العزت نرمی اور حلم کو پسند فرماتا ہے اور نرمی جس معاملے میں بھی ہوتی ہے اسے اچھا کرتی ہے اس میں رونق اور نکھار لاتی ہے اور سختی جس معاملے میں بھی ہو وہ اس کے بگاڑ کا باعث ہوتی ہے۔

اس حدیث میں مزید پختہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کن بات فرمائی کہ جو آدمی نرم خوئی اور حلم و بردباری اور ہمدردی کے وصف سے متصف نہیں اور اس میں نرمی نام کی چیز نہیں تو اس آدمی میں سمجھ لو کہ خیر نام کی کوئی چیز نہیں، ایک دوسری روایت میں اسی حدیث میں الخیر کے بعد "کلہ" کے الفاظ بھی ہیں یعنی جس میں نرمی نہیں اس میں خیر اور بھلائی کا ذرہ بھی نہیں وہ تمام بھلائی سے محروم ہے۔

یہاں نرمی سے مراد شرعی احکام پر عمل درآمد کرنے، ان کے نفاذ و اجراء میں سستی اور تساہل نہیں بلکہ اخلاق کی عمدگی ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط، یحرم فعل مجہول ضمیر اس کا نائب فاعل الرفق مفعول بہ، فعل نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط یحرم فعل مجہول ضمیر اس کا فاعل الخیر مفعول بہ، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
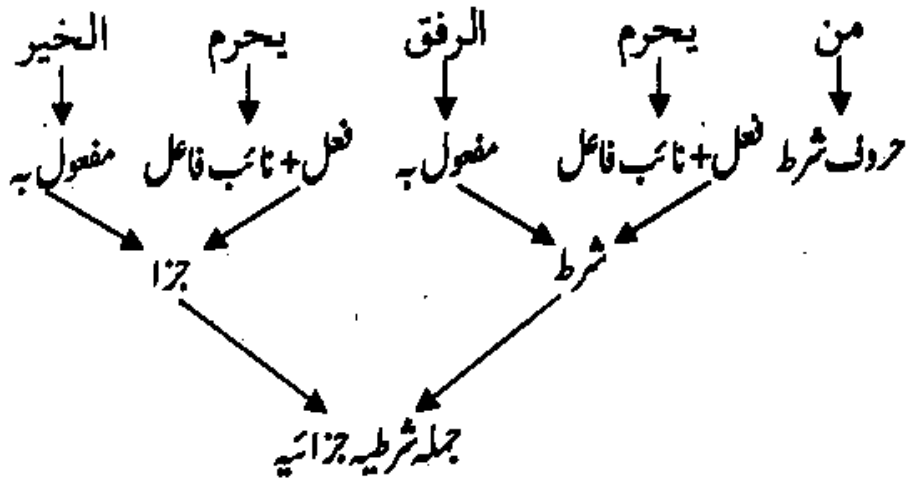
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ٣٦٨٧، باب الرفق، کتاب البر و الصلة.

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ٦٧٦٤، باب الرفق، کتاب الادب.

***

⑲ غیروں سے مشابہت کا حکم

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

ترجمہ:

''جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث اسلام کے اصول معاشرت میں سے ایک اہم اصول پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کے لیے اسلام نے ہر چیز کو خاص اور متعین کر دیا ہے اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تمہاری معاشرت اور تمہارا طرز زندگی منفرد اور دیگر اقوام وملل سے جدا اور ممتاز ہونا چاہیے۔ تمہاری وضع قطع اور ظاہری شکل وشباہت ایسی ہونی چاہیے کہ ہر دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ مسلمان ہے۔ اس لیے کافروں کے طرز زندگی اور ان کی اشیاء اور مشابہت سے بچنا چاہیے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبہ اور مشابہت دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ تشبہ کا مطلب ہے غیروں جیسا بننے کی نیت کرنا یعنی اس قصد سے ایسے کام کرنا یا ایسی ہیئت اختیار کرنا جس سے آدمی دوسری قوموں جیسا لگے۔ مشابہت میں یہ نہیں ہوتا۔ تشبہ تو ہر حال میں ممنوع ہے البتہ مشابہت میں کچھ تفصیل ہے جو یہ ہے:

واضح رہے کہ امور معاشرت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں (۱) وہ امور جو دیگر قوموں کا امتیازی نشان اور شعار ہیں۔ (۲) وہ امور اور چیزیں جو دیگر قوموں کی خاص علامت اور شعار نہیں۔

ان میں سے پہلی قسم میں مشابہت حرام ہے اس کی مثال غیر قوموں کا وہ مخصوص لباس ہے جو صرف انہی کی طرف منسوب ہو اور انہی کی نسبت سے مشہور ہو اور اسکا استعمال کرنے والا اس قوم کا فرد سمجھا جائے، جیسے ہمارے ملک میں محرم میں سیاہ لباس شیعوں کی علامت ہے۔ اس قسم میں مشابہت حرام ہے۔

اور دوسری قسم یعنی جو خاص امتیازی علامت نہ ہو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس چیز کا مسلمانوں کے ہاں کوئی متبادل ہے یا نہیں؟ اگر متبادل موجود ہو تو پھر ان چیزوں میں مشابہت مکروہ ہوگی جیسے کوٹ پتلون وغیرہ۔ اور اگر اس چیز کا متبادل مسلمانوں کے پاس نہ ہو جیسے آج یورپ کی نئی نئی ایجادات، جدید اسلحہ، اور تمدن ومعاشرت کے نئے نئے سامان، ان اشیاء کے استعمال میں اگر نیت یہ ہو کہ ہم انگریزوں جیسے لگیں تو یہ جائز نہیں (کیونکہ یہ تشبہ ہے) اور اگر مشابہت کی نیت نہ ہو بلکہ اتفاقی طور سے استعمال میں آ رہی ہوں تو ضرورت کی حد تک ان کے استعمال میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

ترکیب:

مَنْ حرف شرط تشبہ فعل ضمیر اس کا فاعل بقوم جار مجرور متعلق فعل۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ ھو مبتدا

منهم جار مجرور متعلق کائن محذوف کے جو کہ خبر ہے، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
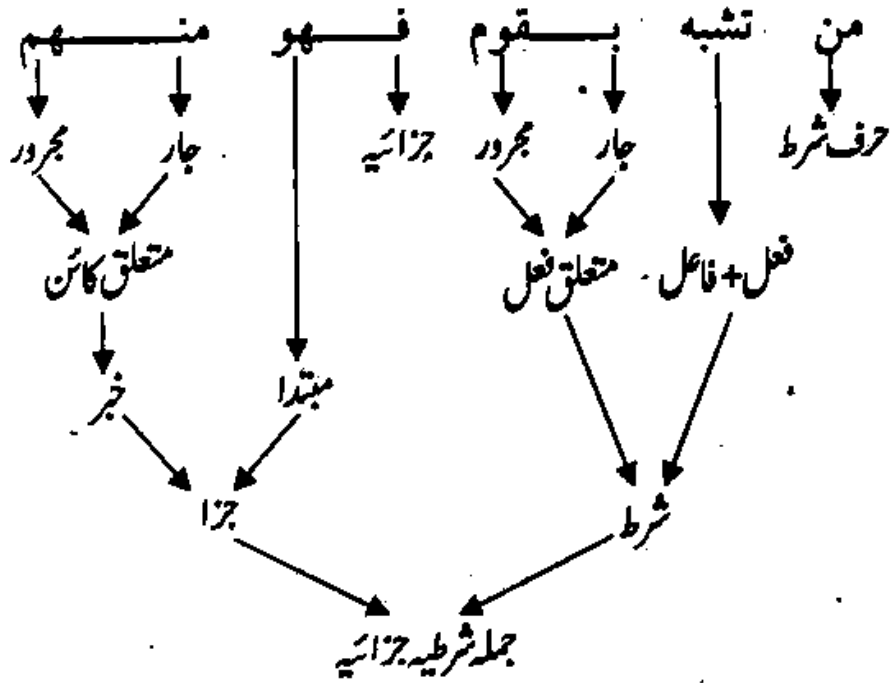
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۰۳۲، باب لبس الشهرة، کتاب اللباس.

***

⑭ حج میں جلدی کرنی چاہیے

مَنۡ اَرَادَ الۡحَجَّ فَلۡيُعَجِّلۡ

ترجمہ:

''جس شخص کا حج کا ارادہ ہو وہ جلدی کرے۔''

تشریح:

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور جو شخص بھی اس کی استطاعت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔ البتہ حج کی ادائیگی کرنا کب ضروری ہے؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہوا سے اس بات کی گنجائش ہے کہ چاہے تو جب بھی ادا کر دے تاخیر کرنے سے گناہ گار نہیں ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک بلا عذر تاخیر کرنا گناہ ہے اور ایسا کرنے والا آدمی فاسق شمار ہوگا۔

یہ تفصیل تو فقہی حکم کے اعتبار سے ہے اور جواز وعدم جواز کی بات ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ایسے آدمی کو جلد از جلد حج ادا کرنا چاہیے یعنی اس کے لیے مستحب اور بہتر یہی ہے کہ وہ فی الفور حج ادا کرے، کیا پتہ زندگی کا چراغ کب گل ہو جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط اراد فعل ضمیر اس کا فاعل الحج مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط ف جزائیہ لیعجل فعل امر ضمیر اس کے اندر فاعل، فعل فاعل سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔

نقشہ ترکیب:
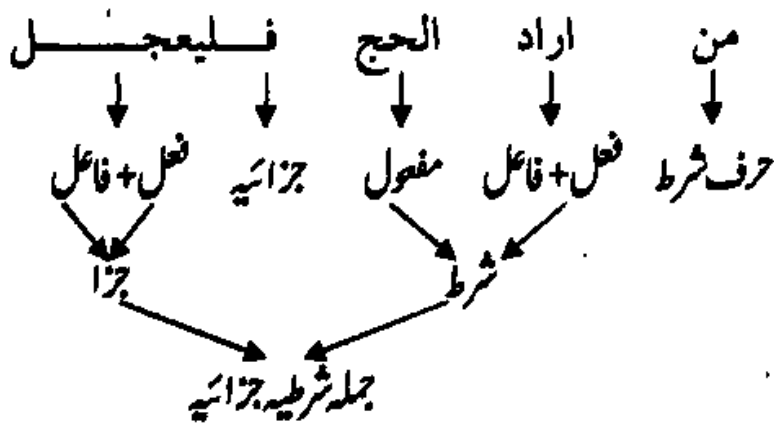
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۷۳٤، کتاب المناسك.

(۲) ابن ماجه، حدیث نمبر ۲۸۸۳، کتاب المناسك.

۱۹۸ مختلف چیزوں کے اثرات

مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ افْتَتَنَ

ترجمہ:

”جو آدمی دیہات میں رہائش رکھے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو آدمی شکار کے پیچھے پڑا رہے وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور جس آدمی کا بادشاہ کے پاس آنا جانا ہو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔“

تشریح:

وجہ یہ ہے کہ دیہات میں رہنے والوں کو عام حالات میں علماء وصلحاء اور دین دار لوگوں کی مجلس اور ان کی باتیں سننے کا موقع کم میسر آتا ہے جس کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں اپنے مخصوص طرز زندگی سے ہٹ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ ہاں اگر یہ چیزیں دیہات میں میسر ہوں تو پھر ایسا ہونے کے امکانات کم ہیں۔ دوسری چیز ہر وقت شکار کے پیچھے پڑا رہنا ہے۔ جو آدمی اس کیفیت میں ہو وہ یقیناً فرائض کی ادائیگی سے بھی جاتا ہے۔ ہاں کبھی کبھار شکار کرنے میں حرج نہیں۔ اور تیسری بات بادشاہ کی صحبت ہے اور اس سے مراد وہ بادشاہ ہے جو برا ہو کیونکہ اگر جانے والا حق بات کہے گا تو مارا جائے گا اور اگر غلط بات کہے گا تو آخرت جائے گی اور اگر بادشاہ اچھا ہو تو پھر بھی جانے سے نہ جانا ہی بہتر ہے کیونکہ دنیا کی چمک دمک سے متاثر ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط سکن فعل ضمیر فاعل البادیۃ مفعول فیہ۔ فعل فاعل اور مفعول فیہ مل کر شرط جفا فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط اتبع فعل الصید مفعول بہ، فعل، فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط غفل جزا، شرط جزا مل کر معطوف، معطوف علیہ و عاطفہ اتی فعل ضمیر فاعل السلطان مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط افتتن فعل فاعل مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر معطوف۔ تمام معطوفات مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۸۶۱، باب فی اتباع الصید، کتاب الضحایا.

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۵۶، باب، ابواب الفتن.

***

۱۹۹ مجاہد کو سامان فراہم کرنے کا اجر

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَ مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا

ترجمہ:

"جس نے راہ خدا میں کسی مجاہد کو سامان فراہم کیا تو اس نے بھی جہاد کیا اور جو آدمی مجاہد کی عدم موجودگی میں اس کے اہل خانہ کا نگہبان رہا اس نے بھی جہاد کیا۔"

تشریح:

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جس آدمی نے خود تو جہاد میں کسی عذر شرعی کی وجہ سے شرکت نہ کی لیکن وہ چاہے کہ مجھے بھی جہاد کا ثواب مل جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) کسی جہاد پر جانے والے مجاہد کو سامان جہاد فراہم کرے۔ اس کی برکت سے اللہ اسے بھی جہاد کرنے کا اجر دے گا۔ کیونکہ یہ جہاد کا تعاون ہے اور تعاون چاہے اچھے کام میں ہو یا برے کام میں، تعاون کرنے والا اس کا شریک ضرور ہوتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی مجاہد گھر سے چلا جائے تو پیچھے اس کے اہل خانہ یعنی والدین بیوی اور بچے لاوارث اور یتیم کی طرح ہوتے ہیں ان کی کفالت کرنا اتنا بڑا اجر ہے کہ گویا وہ اجر جہاد کرنے کا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط جهز فعل ضمیر اس کا فاعل غازیا صیغہ اسم فاعل، ضمیر فاعل فی سبیل الله جار مجرور مل کر متعلق صیغہ اسم فاعل صیغہ اپنے فاعل اور اپنے متعلق سے مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط ف جزائیہ قد غزا فعل، ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر جزا، شرط جزا مل کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط خلف فعل ضمیر اس کا فاعل غازیا مفعول بہ فی اهله جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر شرط، فقد فا جزائیہ غزا فعل، ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر جزا، شرط جزا مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا و من خلف غازيا في اهلـه فـقد غزا

حرف شرط، فعل+فاعل، مفعول، جار، مجرور ← شرط

جزائیہ، فعل فاعل ← جزا

عاطفہ

حرف شرط، فعل فاعل، مفعول بہ، جار مجرور ← شرط

جزائیہ، فعل فاعل ← جزا

شرط + جزا ← معطوف علیہ

شرط + جزا ← معطوف

معطوف علیہ + معطوف ← جملہ معطوفہ

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۸۴۳، باب فضل من جهز الخ، کتاب الجهاد.

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۰۱۱، باب فضل اعانة الغازی، کتاب الامارة.

***

⑩ ریاکاری شرک خفی ہے

مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَ مَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَ مَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ

ترجمہ:

"جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔"

تشریح:

قرآن کی بے شمار آیات اور نبی اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اللہ رب العزت کے دربار میں عمل کے مقبول اور باعث ثواب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس عمل میں اخلاص ہو۔ کسی عمل میں جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کا اللہ کے ہاں رتبہ اور قدر ہوگی۔ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے اور ان کا وزن اخلاص کے بقدر ہوگا۔ قیامت کے دن یہ بھی اعلان ہوگا کہ جس نے جو کام جس کے لیے کیا ہے وہ اس کا بدلہ اسی سے لے لے۔ اگر تو نے اللہ کے لیے کیا تو اللہ سے لے اور اگر لوگوں کے لیے کیا تھا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ بڑا نیک آدمی ہے بڑا بزرگ ہے تو پھر لوگوں سے جا کر بدلہ لے۔ اسی وجہ سے اللہ کے لیے عمل کرنے کو توحید کا تقاضا اور غیر اللہ کے لیے عمل کرنے کو شرک کا مرادف ٹھہرایا گیا ہے۔ اور ریاء کو شرک خفی سے تعبیر کیا گیا۔ مذکورہ بالا حدیث بھی اسی حقیقت کی ایک دوٹوک مثال کہہ لیں یا ضابطہ کہہ لیں، فرمایا جس نے نماز جیسا مقدس اور بابرکت کام بھی کسی کے دکھلاوے کے لیے کیا تو وہ برباد ہو گیا کہ پڑھ تو وہ نماز رہا ہے مگر اللہ کے دربار میں مشرک لکھا جا رہا ہے۔ رکھ تو روزہ رہا ہے مگر شمار مشرکوں میں، کر تو وہ صدقہ رہا ہے مگر صف میں مشرکوں کی کھڑا ہے۔ کیونکہ صدقہ تو یہ تھا کہ اگر دائیں ہاتھ سے دیتا تو بائیں کو پتہ نہ چلتا۔

ترکیب:

من حرف شرط صلی فعل ضمیر ذوالحال یرائی فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال، حال ذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ قد اشرك فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من صام یرائی شرط، فقد اشرك جزا، شرط جزا مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ من تصدق یرائی شرط، فقد اشرك جزا، شرط جزا مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) احمد، حدیث نمبر ۱۷۱٤۰

***

⑭ سنت سے اعراض کا نتیجہ

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

ترجمہ:

''جس نے میرے طریقے/سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

شانِ ورود:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے تین آدمیوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں پوچھا تو انہیں ان کی توقع سے کم لگا اور کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بخشے بخشائے ہیں وہ کم عبادت بھی کریں تو کوئی بات نہیں۔ باقی رہے ہم، تو ہمیں تو لامحالہ زیادہ عبادت کرنی پڑے گی۔ جس کے لیے ایک نے رات بھر نماز پڑھنے کا عزم کیا، دوسرے نے دن بھر روزہ رکھنے کا سوچا اور تیسرے نے ہمیشہ شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آپ علیہ السلام کو ان کی ان باتوں کا علم ہوا تو سخت ناراضی کے عالم میں فرمانے لگے:

''خدا کی قسم! میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور میرا معمول یہ ہے کہ کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں۔ اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں شادی بھی کرتا ہوں۔ یہ تو میرا طریقہ ہے پس جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا تو وہ مجھ سے نہیں۔ یعنی جس نے شادی نہ کی اور جو اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر رات بھر جاگا اور جو ہمیشہ روزہ رکھتا چلا گیا یہ سارے لوگ میرے طریقے سے ہٹے ہوئے ہیں اور یہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہ میری اتباع سے ہٹے ہوئے ہیں اور خدا میری اتباع کے بغیر نہیں ملتا۔

فائدہ:

عام طور سے نکاح کے خطبے میں یہ حدیث اور اس سے پہلے "النکاح من سنتی" پڑھا جاتا ہے یہ دونوں جملے ایک حدیث نہیں بلکہ علیحدہ علیحدہ حدیث ہیں، البتہ مفہوم میں مغایر نہیں اس لیے محتاط لوگ دونوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے درمیان میں "وقال" کا لفظ لاتے ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط رغب فعل ضمیر فاعل عن جار سنتی مضاف، مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منی جار مجرور متعلق ثابتا خبر محذوف کے، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٤٧٧٦، کتاب النکاح.

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٣٤٦٩، کتاب النکاح.

***
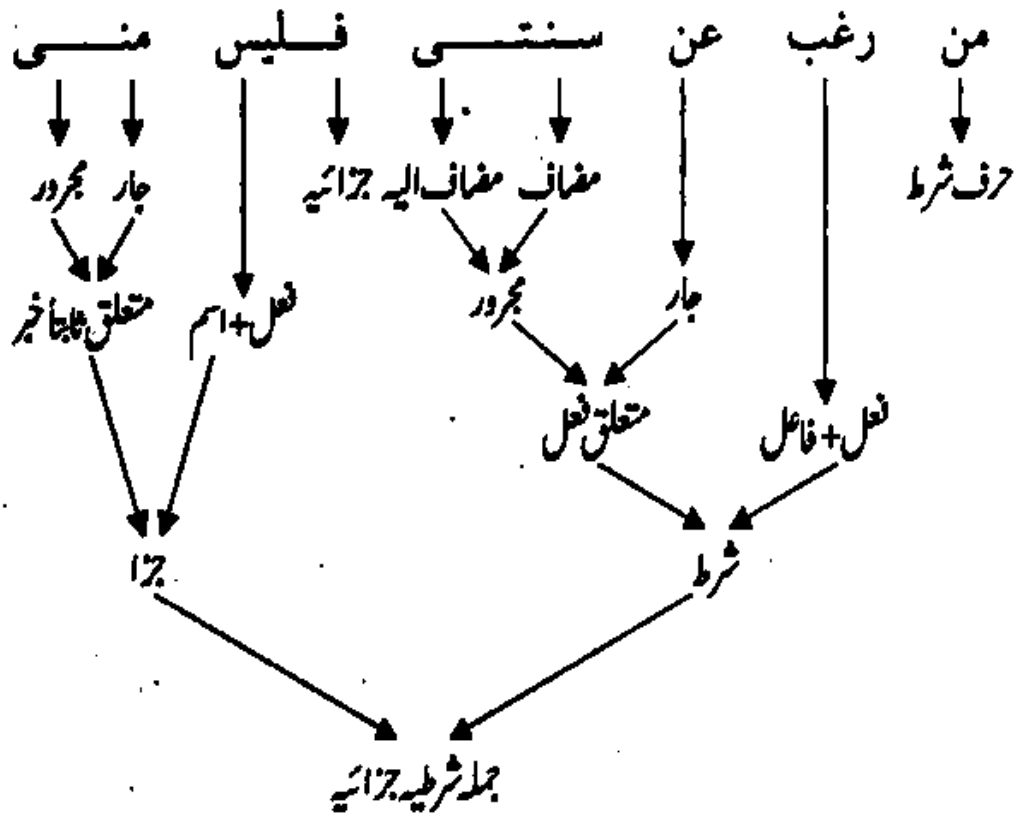
⑭ دھوکہ دہی پر وعید

مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا

ترجمہ:

’’جس شخص نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔‘‘

تشریح:

دھوکہ دہی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں اور معاملات میں اس کا اطلاق ہوسکتا ہے اس میں خیانت کرنا، بد عہدی کرنا، جھوٹ بولنا، جعلی چیز بنانا، وغیرہ سب ایسے امور شامل ہیں جن میں کوئی آدمی ایسے آدمی کے ساتھ غلط معاملہ کرے جو اس سے اچھی توقع رکھتا تھا یا جو اس کے وار سے بے خبر تھا۔

دھوکہ دہی کے بارے میں مذکورہ وعید بہت بڑی اور سخت وعید ہے کیونکہ اس میں دھوکہ دینے والے مسلمان کو امت سے نکالنے کا حکم دیا ہے۔ اگرچہ ہم قانون یا فتوے کی رو سے ایسے شخص کو کافر تو نہیں کہہ سکتے تاہم اسے اچھا مسلمان کہنا بھی ممکن نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے اتنے سخت الفاظ اس کے بارے میں موجود ہیں اگر ذرا بھی قلب بینا ہو اور احساس کی کچھ بھی رمق موجود ہو تو یہ تنبیہ کسی وعید سے کم نہیں۔ کیا یہ کم سزا ہے کہ رحمت للعالمین ایک شخص کا جڑا ہوا تعلق اور رشتہ کاٹ کر پرے پھینک دیں۔ کیا محرومی ہے اور کیا بدبختی! اللہ بچائے چار پیسے کے لیے ایسے خسارے کا سودا یقیناً کوئی بے وقوف ہی کرے گا۔ اور پھر دھوکہ دہی کرنے والا آدمی دنیا میں بھی ناکام رہتا ہے کیونکہ کسی بھی شعبے میں اس پر سے لوگوں کا وہ اعتبار ختم ہو جاتا ہے جو کہ معاشرے میں رہنے والے کسی انسان کے لیے بہت بڑی چیز ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط غش فعل ضمیر فاعل نا ضمیر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط ف جزائیہ لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منا جار مجرور متعلق ثابتاً خبر محذوف کے فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
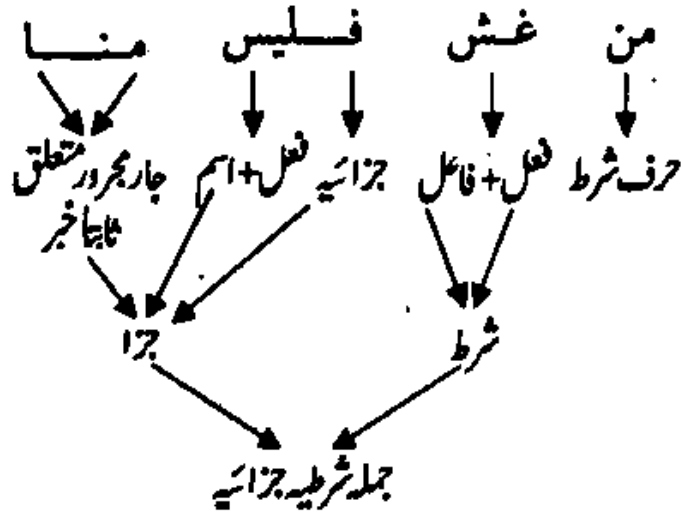
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۲۹۵، کتاب الایمان۔

***

۴۳ غمزدہ کو دلاسا دینا

مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِيَ بُرْدًا فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ:

''جس نے گم شدہ/فوت شدہ بچے کی ماں کو تسلی دی تو اسے جنت میں ایک چادر پہنائی جائے گی۔''

تشریح:

جب ایک انسان کسی غم سے دوچار ہوتا ہے اور دوسرا انسان اسے تسلی دیتا ہے تو اس سے غم ہلکا ہوتا ہے اور آدمی کو حوصلہ اور دلاسا ملتا ہے، اسی وجہ سے کسی کے مرنے پر تمام معاشروں اور تہذیبوں میں تعزیت کا طریقہ رائج ہے۔ اسلام نے اس طریقے کو بنیادی طور سے باقی رکھا اور اس میں غلط سلط رسومات کی سختی سے تردید اور اصلاح کی، اور نفسِ تعزیت کو نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس پر فضائل بھی آئے ہیں۔ ایک تو یہی حدیث ہے دوسرے ایک حدیث میں آتا ہے جو آدمی اپنے بھائی کو کسی مصیبت میں تسلی دے تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اسے عزت وکرامت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنائیں گے۔

لغوی وصرفی تحقیق:

عَزّٰى فعل ماضی باب تفعیل، ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے بمعنی تسلی دینا، تعزیت کرنا، دلاسہ دینا، پرسہ دینا،

ثکلٰی اسم تفضیل مؤنث ہے، اس سے مراد وہ عورت ہے کہ جو اپنے بچے کی گم شدگی یا موت کی وجہ سے پریشان ہو ایسی عورت کو تسلی دینے کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہ بیچاری ماں ہونے اور عورت ذات ہونے کی وجہ سے غم سے نڈھال ہوگی۔

ترکیب:

من حرف شرط عزّٰی فعل ضمیر اس کا فاعل ثکلٰی مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط کسی فعل مجہول ضمیر اس کا نائب فاعل بردًا مفعول بہ فی جار الجنۃ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
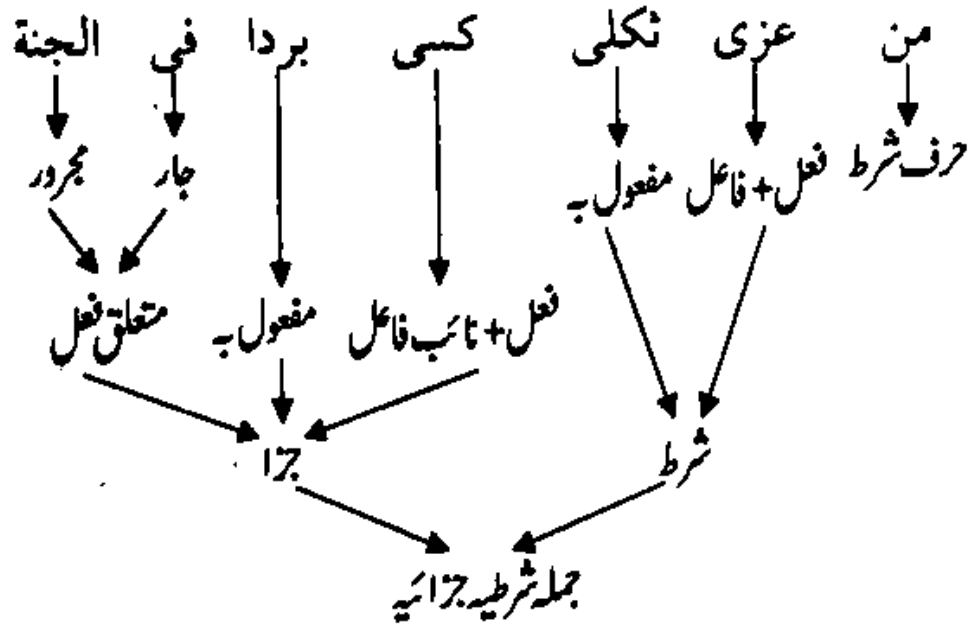
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۰۷٦، باب آخر فی فضل التعزیة، ابواب الجنائز۔

***

۴۳ درود شریف کا اجر وثواب

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

ترجمہ:

''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔''

تشریح:

نبی اکرم ﷺ کے جتنے ہمارے اوپر یعنی امت کے اوپر احسانات ہیں ان کو شمار کرنا ممکن نہیں اس لیے یہ دعا تعلیم دی گئی ہے اللّٰھم اجز عنا مخمدًا ما ھو اھلہ، و احسن الجزاء، اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف سے ایسا بدلہ عطا فرمایئے جس کے وہ اہل ہیں اور بہترین سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔ انہیں احسانات کے پیش نظر اللہ رب العزت نے قرآن میں فرمایا، ''میں اور میرے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھا کرو۔'' اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ عمر میں کم از کم ایک دفعہ درود پڑھنا فرض عین ہے اور اس کے علاوہ جب بھی آپ کا ذکر ہو اس وقت درود پڑھنا ضروری ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: ''وہ بندہ ہلاک ہو جائے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔'' البتہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ آپ کا ذکر ہو تو کیا ہر مرتبہ درود پڑھنا ضروری ہے یا ایک ہی مرتبہ کافی ہے؟ اس بارے میں دونوں رائے ہیں۔ البتہ بہتر بہرحال یہی ہے کہ ہر بار نام نامی اسم گرامی پر درود پڑھا جائے۔ اسی طرح لکھتے ہوئے بھی مکمل درود شریف لکھنا چاہیے۔ مخفف ''ؐ'' یا صلعم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔

ترکیب:

من حرف شرط صلی فعل ضمیر اس کا فاعل علیّ جار مجرور متعلق فعل واحدۃ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط صلی فعل لفظ اللہ اس کا فاعل علیہ جار مجرور متعلق فعل کے عشرا مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
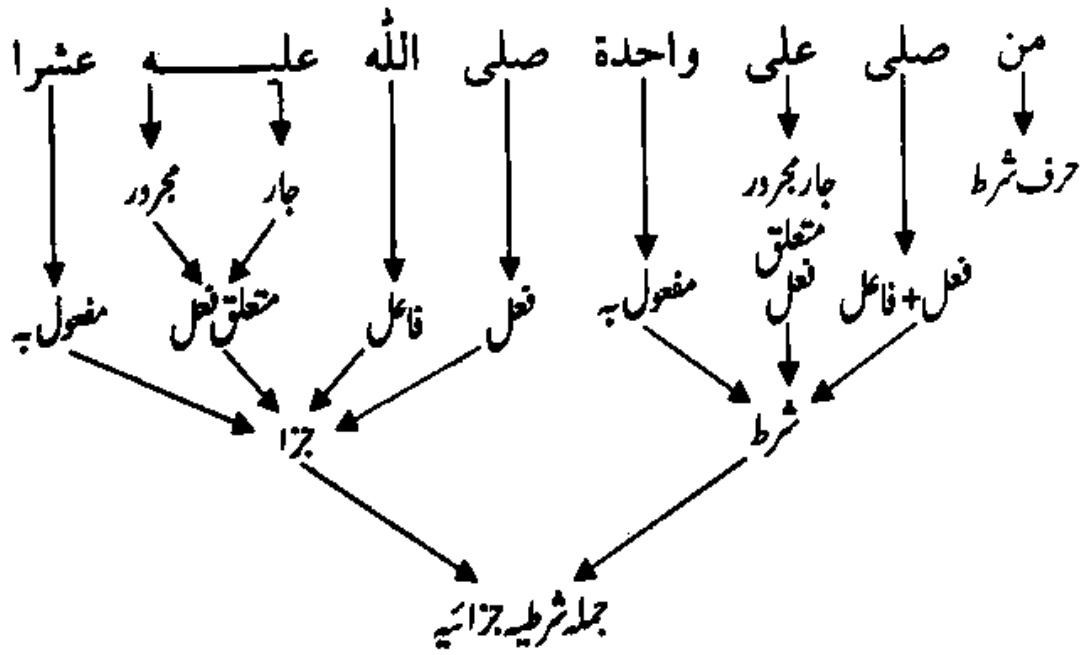
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۹۳۹، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشهد، کتاب الصلوۃ.

***

۲۹ ذمی کو قتل کرنے کا وبال

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

ترجمہ:

"جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔"

تشریح:

معاہد اسم فاعل کا صیغہ ہے باب مفاعلہ سے اس سے مراد وہ شخص ہے جس کا اسلامی ریاست وحکومت سے معاہدہ ہوا ہو خواہ وہ عہد ذمہ ہو یعنی ایسا شخص ہو جو اسلامی میں ریاست بطور اقلیت کے رہ رہا ہو یا حربی ہو، لیکن اس کے اور مسلم ریاست کے درمیان معاہدہ امن ہو ایسے شخص کو قتل کرنا جرم ہے اور بہت قبیح جرم ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ محفوظ انسانی جان کا قتل ہے دوسرے یہ اقدام اسلام سے نفرت اور وحشت دلانے کا باعث ہے کیونکہ اگر یوں مسلمان ذمیوں کو قتل کرنے لگ جائیں گے تو پھر کوئی آدمی عہد ذمہ لینے اور ذمی بننے یا مسلم ریاست سے معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا اور یہ چیز مذہبی طور پر نقصان دہ ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر بھی اسلامی ریاست کے لیے نقصان دہ ہے۔

اس کے برعکس اگر کافر مغلوب رہ کر اسلامی ریاست کے تحت رہیں گے تو اس صورت میں اسلام کے فطری اور مدلل نظام سے متاثر ہونے کے بہت سے امکانات بلکہ اس کے عملی مثالیں موجود ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط قتل فعل ضمیر اس کا فاعل معاهداً مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط لم یرح فعل ضمیر اس کا فاعل رائحة مضاف الجنة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط اور جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
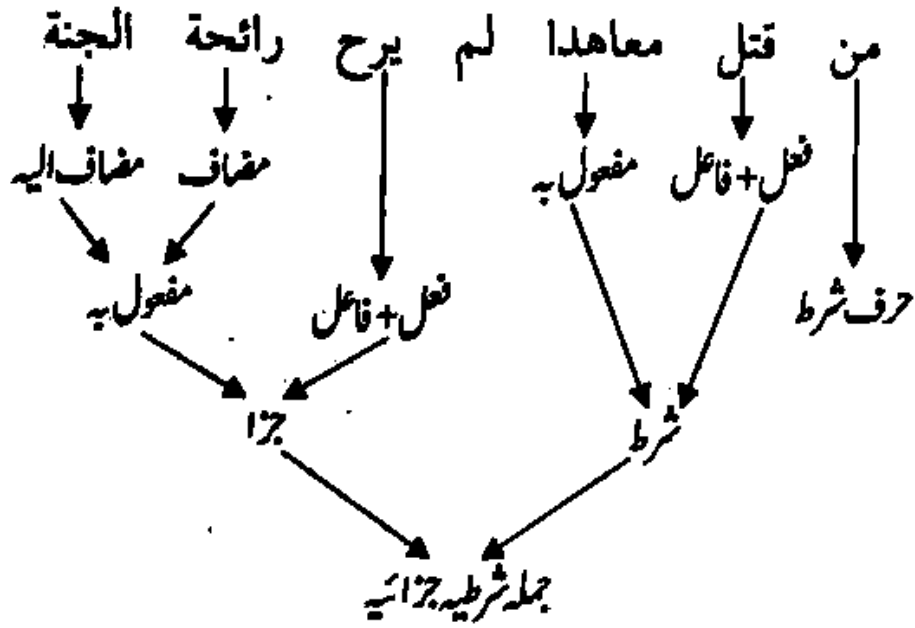
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۱٦٦، باب من قتل معاهداً بغیر جرم، کتاب الجهاد.

***

۴۷ دین کی سمجھ بہت بڑی نعمت ہے

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

ترجمہ:

"اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔"

تشریح:

دنیا میں ہر آدمی اچھی چیز اور بھلائی کا طالب ہے ہر بندہ چاہتا ہے کہ مجھے اچھی بات مل جائے اور بری چیز سے بچ جاؤں۔ مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کی طرف سے بندے کو ملنے والی اچھائی اور بھلائی کا ایک معیار اور علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ علامت یہ کہ اللہ رب العزت کی بھلائی اور خیر کا اگر مشاہدہ کرنا ہو تو اس آدمی کے پاس یہ دیکھو کہ دین کی سمجھ بوجھ اور فہم و دانش کتنی ہے یعنی دین کا علم اس کے پاس کتنا ہے جس کے پاس جتنا علم ہوگا وہ اتنا ہی بہتر ہوگا۔

واضح رہے کہ علم اور فقاہت میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ علم تو صرف کسی بات کے جان لینے اور دماغ میں آ جانے کا نام ہے جبکہ فقاہت مذکورہ بالا چیز کے ساتھ گہرے تعلق اور دلچسپی کا مظہر ہے اور اس دلچسپی کے ساتھ ساتھ فقاہت عمل کے ساتھ لازم و ملزوم بھی ہے یعنی جو فقیہ ہوگا وہ عمل کرنے والا بھی ہوگا۔ کیونکہ اسے دین کی سمجھ ہے اور جو صرف عالم ہو وہ بے عمل بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے علماء سوء کا ایک مستقل طبقہ اور ان کے لیے وعیدیں بھی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے صرف علم نہیں بلکہ علم نافع اور فقاہت کی دعا مانگنی چاہیے۔

ترکیب:

من حرف شرط یرد فعل لفظ اللہ فاعل بہ جار مجرور متعلق فعل خیرا مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر شرط یفقہ فعل ضمیر اس کا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ فی جار الدین مجرور جار مجرور متعلق یفقہ فعل کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٦٧، باب من یرد الله به الخ، کتاب العلم۔

***
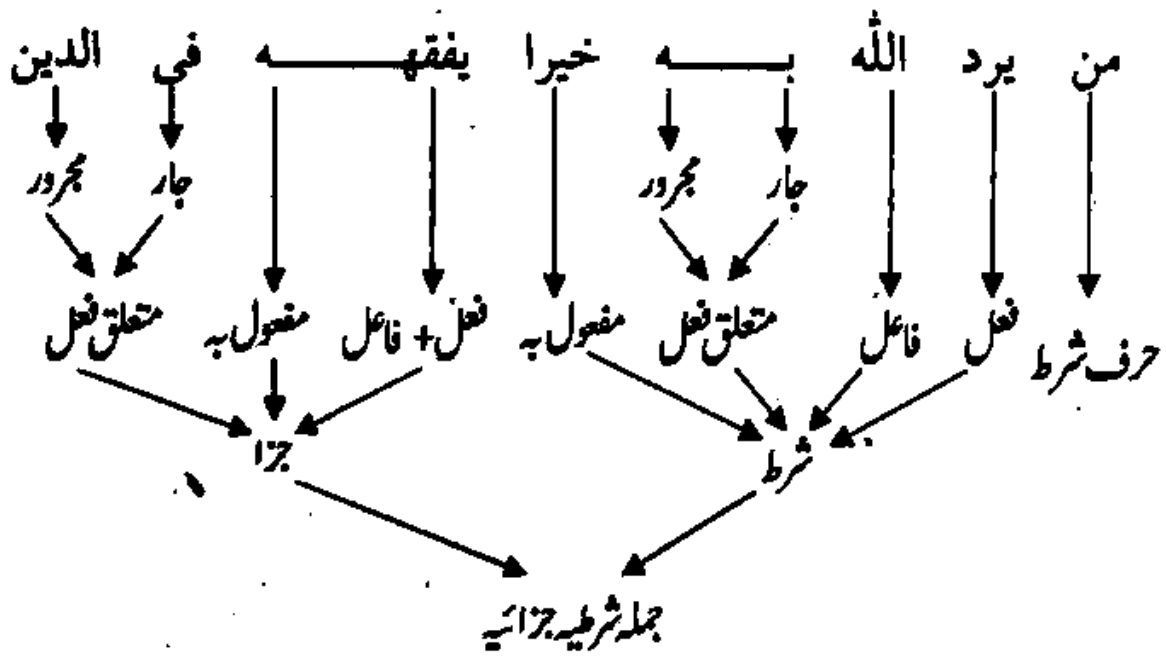
⓮ مسجد بنانے کی فضیلت

مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ

ترجمہ:

''جس آدمی نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنا ئیں گے۔''

تشریح:

مسجد کی اہمیت اسلامی شریعت اور مسلمان معاشرے میں محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ مسجد اسلام کا مرکز، قلعہ اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کا مضبوط ذریعہ ہے۔ جس علاقے اور خطے میں مساجد ہوں گی اور وہ آباد ہوں گی وہ خطہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگا اور صرف یہی نہیں بلکہ جو لوگ مسجدوں کو آباد کرتے ہیں اللہ رب العزت ان کے گھروں کو آباد کرتے اور ان میں برکت ورحمت نازل فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان آبادی والے علاقے میں مسجد کتنی ضروری ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جو آدمی مسجد بنائے اسے اللہ جنت میں ایک بہت عالی شان گھر بنا کر دیں گے۔ اور ایسا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ جب اسلام کی بنیاد مسجد ہے تو مسجد بنانے والے نے اسلام کی بنیاد مضبوط کر دی۔ اس کے علاوہ مسجد ان نیکیوں اور اچھے کاموں میں سے ایک کام ہے جو صدقہ جاریہ ہیں یعنی آدمی کی زندگی کے بعد بھی جب تک مسجد باقی رہے گا اللہ رب العزت اسے اس کا ثواب عطا فرماتے رہیں گے۔ اس لیے یہ ایک لامحدود خزانہ ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط بنی فعل ضمیر اس کا فاعل مسجدا مفعول بہ لله جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر شرط بنی فعل لفظ الله فاعل له جار مجرور متعلق فعل کے بیتا مفعول بہ فی جار الجنة مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلقات سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۴۵۰، باب من بنی مسجدا، کتاب الصلوۃ۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۷۶۶۲، باب فضل بناء المسجد، کتاب المساجد۔

⑱ کسی کو بھلائی کا شکریہ ادا کرنا

مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ

ترجمہ:

''جس آدمی کے ساتھ بھلائی کی گئی اور اس نے بھلائی کرنے والے کو جزاک اللہ خیرا کہہ دیا تو اس نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔''

تشریح:

پیچھے ایک حدیث میں ذکر ہوا تھا کہ ''جو آدمی لوگوں کے احسانات اور نیکیوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی ناشکرا ہے'' جس سے معلوم ہوا کہ خدا کی نعمتوں پر شکر کے ساتھ ساتھ لوگوں کا بھی شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکریئے کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ آدمی احسان کرنے والے سے اتنا ہی کہہ دے ''جزاک اللہ خیرا'' یعنی اللہ تمہیں اس کا بہتر بدلہ اور عوض عطا فرمائے۔ ویسے اصل تو یہ ہے کہ جس نوعیت کا کوئی احسان کرے، اسی نوعیت کا اسے بدلہ بھی دیا جائے یعنی اگر کسی نے مالی سخاوت کی تو اسے مالی انداز میں ہی بدلہ دیا جائے لیکن اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو پھر مذکورہ کلمات کہہ دینے سے بھی شکریہ کی ذمہ داری کا حق ادا ہو جائے گا۔

لغوی وصرفی تحقیق:

صنع فعل مجہول ہے بمعنی کیا گیا، بنایا گیا، ابلغ باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے۔ مبالغہ کرنا پہنچانا۔ آگے بڑھنا، حد کر دینا۔

ترکیب:

من حرف شرط صنع فعل مجہول الیہ جار مجرور متعلق فعل کے معروف نائب فاعل، فعل اپنے متعلق اور نائب فاعل سے ملکر معطوف علیہ ف عاطفہ قال فعل ضمیر فاعل لفاعلہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے ملکر قول جزا فعل ک مفعول بہ لفظ اللہ فاعل خیرا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ، قول مقولہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر شرط۔ ف جزائیہ قد ابلغ فعل ضمیر فاعل فی جار الثناء مجرور جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء۔ شرط جزا سے ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۲۰۳۵، باب ماجاء فی الثناء بالمعرف ابواب البر وعلته

***
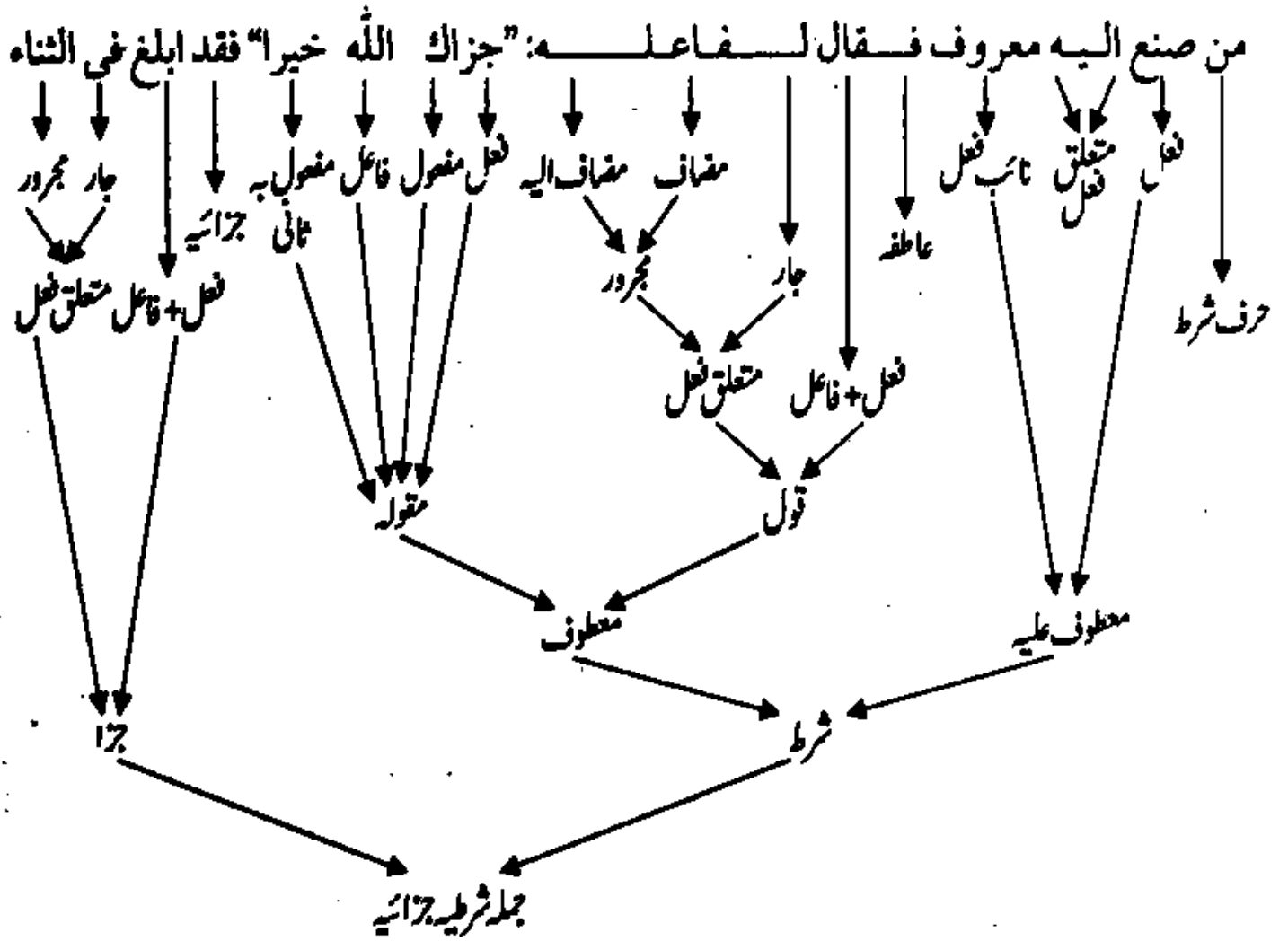
⑩ دوغلے آدمی کا انجام

مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ مِنْ نَارٍ

ترجمہ:

''جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہوگا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی زبان ہوگی۔''

تشریح:

دو چہروں والا ہونا ایک محاورہ ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو دنیا میں دوغلے پن اور دوہرے رویے کا حامل ہو۔ یعنی کسی ایک کے پاس جائے تو اور بات کرے اور دوسرے کے پاس آئے تو دوسری بات کرے۔ ذرا مزید وضاحت کے ساتھ کہیں تو دو چہروں والے شخص سے مراد منافق ہے کیونکہ منافق کے نفاق کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ دوہرا رویہ اپناتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس آکر اسلام کی باتیں اور بڑائی چکنی چپڑی گفتگو کرے گا اور ایسا دکھائے گا جیسے انتہائی مخلص مسلمان ہے اور کافروں کے پاس جاکر ان کی سی باتیں کرے گا۔ چنانچہ ایک چہرہ اس کا اسلام والا ہے اور دوسرا کفر والا۔ ایسے شخص کے لیے یہ وعید ہے۔ کہ اسے قیامت کے دن یہ عذاب ہوگا کہ اس کے منہ میں زبان گوشت کی نہیں آگ کی ہوگی۔

ترکیب:

من حرف شرط کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم ذا مضاف وجھین مضاف الیہ فی الدنیا جار مجرور متعلق فعل کے۔ کان فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے ملکر شرط کان فعل ناقص لہ جار مجرور متعلق ثابتا خبر محذوف کے یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ ہوا فعل کے لیے لسان موصوف من جار نار مجرور جار مجرور متعلق کائن صفت محذوف کے موصوف صفت سے ملکر اسم۔ فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے ملکر جزا۔ شرط جزا سے ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔
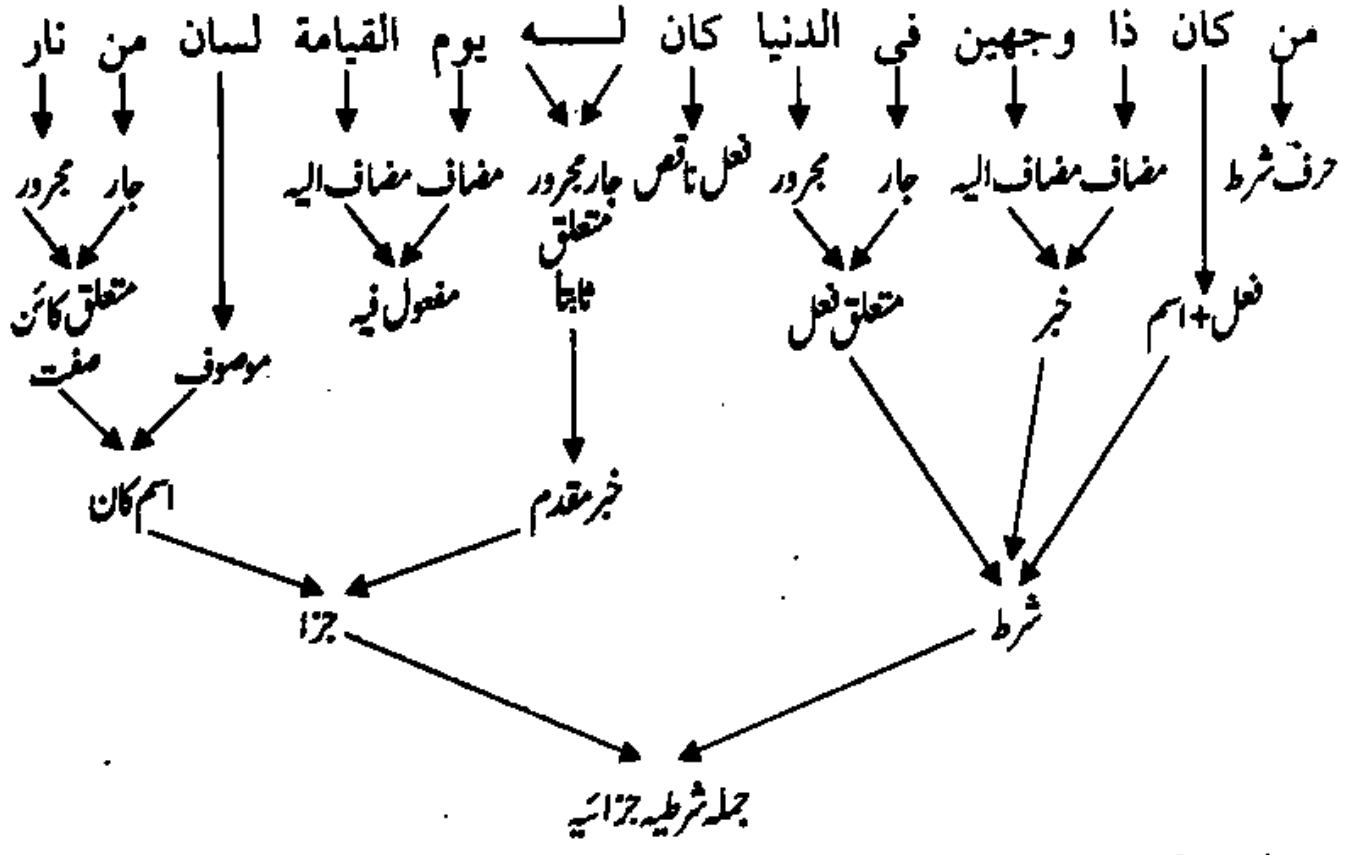
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) دارمی: حدیث ۲۵۰

***

۴۱۰ پردہ پوشی کا اجر

مَنْ رَاٰی عَوْرَۃً فَسَتَرَھَا کَانَ کَمَنْ اَحْیٰی مَوْؤُدَۃً

ترجمہ:

''جس نے کسی عیب کو دیکھا اور اسے چھپالیا تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے زندہ درگور بچی کو زندہ کیا۔''

تشریح:

موؤدۃ اس بچی کو کہتے ہیں جسے زمانہ جاہلیت میں زندہ دفن کردیا جاتا تھا یہ کتنا سخت ظلم تھا۔ اس بچی کو بچانا کتنا عظیم الشان کام ہوگا؟ مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ کسی مسلمان بھائی کے عیب کو دیکھ کر اسے چھپالیا یہ اس سے بھی بڑا ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں کسی کے عیب کو چھپانے کو مردہ زندہ کرنے سے تشبیہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی آدمی کا کوئی عیب کسی کے سامنے آتا ہے تو وہ بیچارہ شرمندگی سے دوچار ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کاش! اسے اس کام سے پہلے موت آجاتی۔ ایسا آدمی نفسیاتی طور سے گویا مردہ ہی ہوجاتا ہے۔ اگر ایسے حالات میں دوسرا آدمی اس کے عیب پر پردہ ڈالے اور اسے نفسیاتی تسکین دے دے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے اس آدمی کے معاشرتی کردار کو بحال کردیا ہو۔ اور اسے نئی زندگی دیدی ہو۔

ترکیب:

من حرف شرط رأی فعل ضمیر اس کا فاعل عورۃ مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر معطوف علیہ ف عاطفہ ستر فعل ضمیر اس کا فاعل ھا ضمیر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے ملکر شرط کان فعل ناقص ضمیر اس کا اسم ك حرف جار من اسم موصول احیی فعل ضمیر اس کا فاعل موؤدۃ مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر صلہ، موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوئے ثابتا خبر محذوف کے کان اپنے اسم اور خبر سے ملکر جزاء، شرط اور جزاء ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
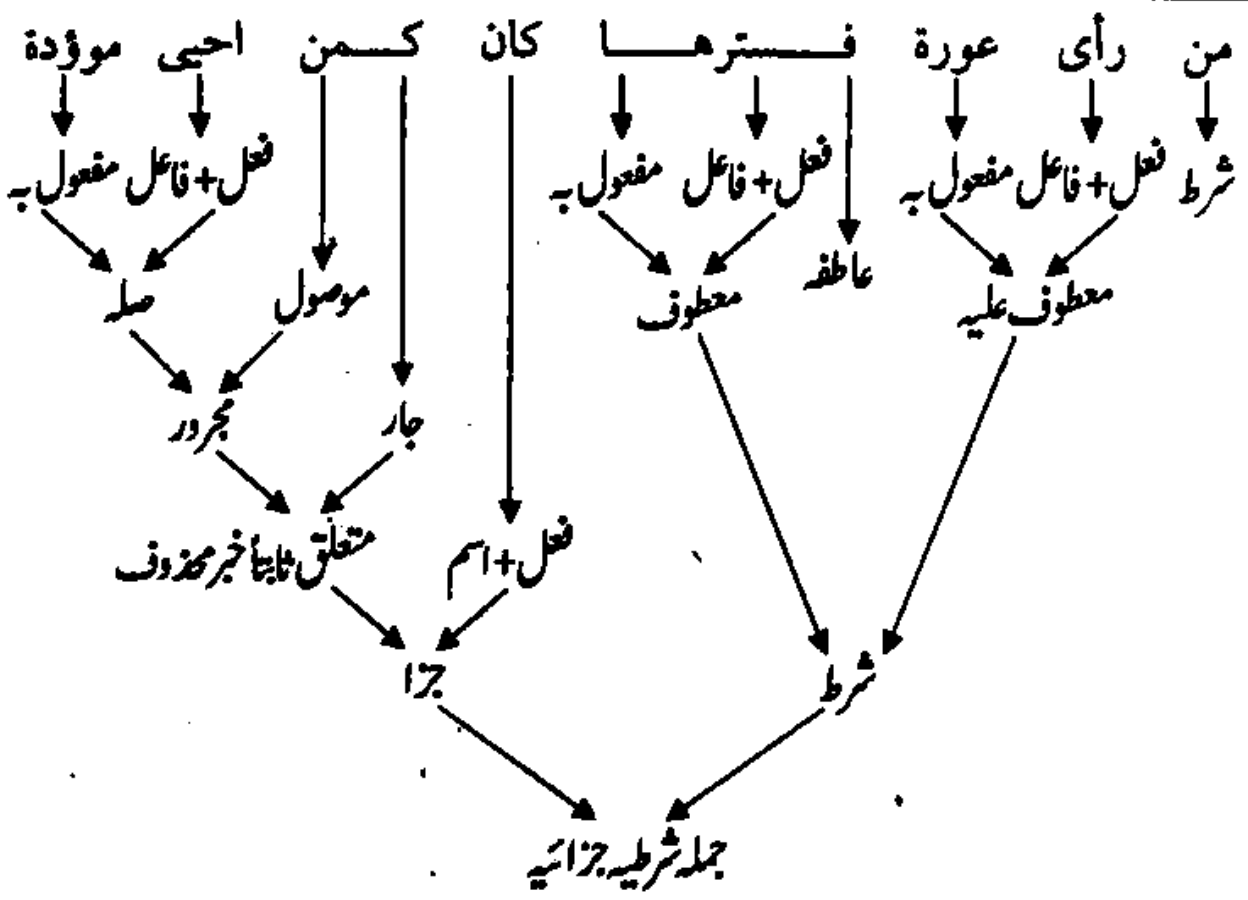
(۱) ابوداوٗد: حدیث نمبر ۴۸۹۳

***

(۲۱) زبان کی حفاظت کا انعام

مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ۔

ترجمہ:

''جو آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کے عیوب کو چھپائیں گے اور جو آدمی اپنے غضب وغصے کو روکتا ہے اللہ قیامت والے دن اس سے اپنے عذاب کو روکیں گے اور جو آدمی اللہ کے ہاں عذر پیش کرتا ہے اللہ اس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث کئی اہم ہدایات اور وعدوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ جو آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے یعنی وہ اپنی زبان کو دوسرے لوگوں کی برائیاں اچھالنے، عیب ظاہر کرنے اور غیبت وغیرہ کرنے میں مشغول نہ کرے، تو اللہ رب العزت کا قانون فطرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیوب اور برائیوں کو چھپاتے ہیں کیونکہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کی برائی سے اپنی زبان کو بچایا ہے۔ اللہ دوسروں کی زبانوں سے اس کے کردار کو محفوظ فرمائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو آدمی اپنے غصے اور غضب کو قابو میں رکھے اور ناجائز مواقع پر غصہ استعمال نہ کرے اللہ رب العزت اس ادا کی برکت سے قیامت والے اس آدمی کو اپنے عذاب سے دور رکھیں گے۔

تیسری بات یہ فرمائی کہ جو آدمی گناہ ہونے کے بعد اس پر اصرار نہیں کرتا بلکہ فوراً ندامت سے سر جھکاتا ہے اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے اور اپنا عذر پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عاجزی اور ندامت کو پسند کرتے ہیں، اور اس کے عذر کو قبول فرماتے ہوئے اس کے گناہ کو معاف فرما دیتے ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط خزن فعل ضمیر اس کا فاعل لسانہ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر شرط ستر فعل لفظ اللہ فاعل عورتہ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جزاء۔ شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوکر معطوف علیہ و عاطفہ من اسم موصول کف فعل ضمیر اس کا فاعل غضبہ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر شرط کف فعل لفظ اللہ فاعل عنہ جار مجرور متعلق فعل کے عذابہ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ۔ فعل فاعل مفعول اور متعلق سے ملکر جزاء۔ شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ

جزائیہ ہو کر معطوف علیہ/ معطوف و عاطفہ من اسم موصول اعتذر فعل ضمیر اس کا فاعل الی اللہ جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل فاعل اور متعلق سے ملکر شرط۔ قبل فعل لفظ اللہ فاعل عذرہ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جزاء۔ شرط جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف تمام معطوفات ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔
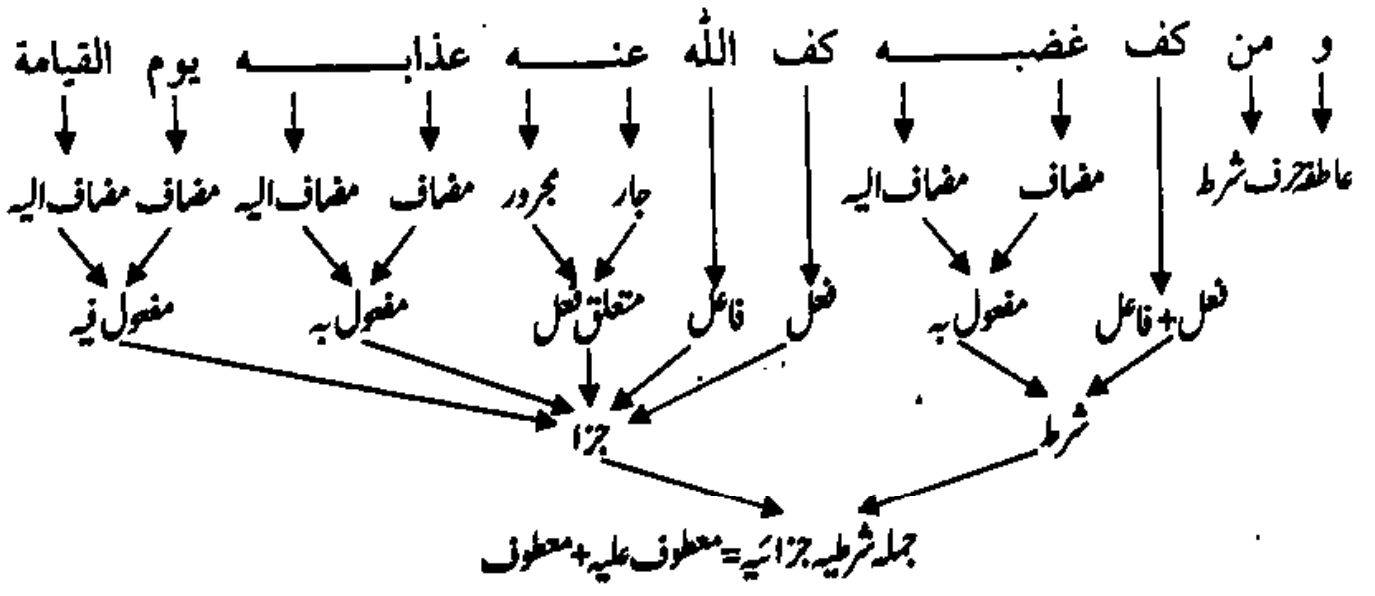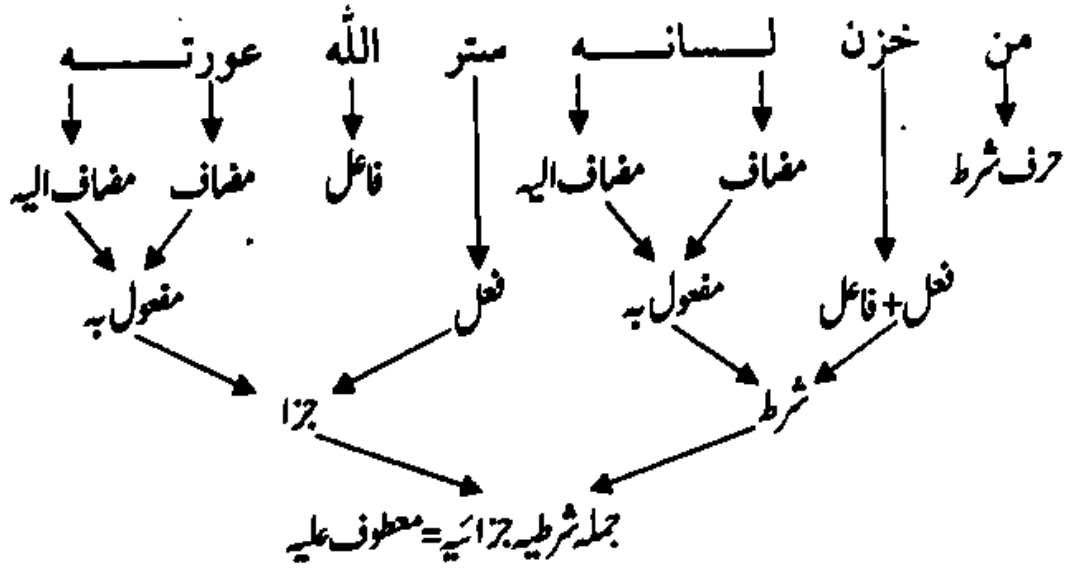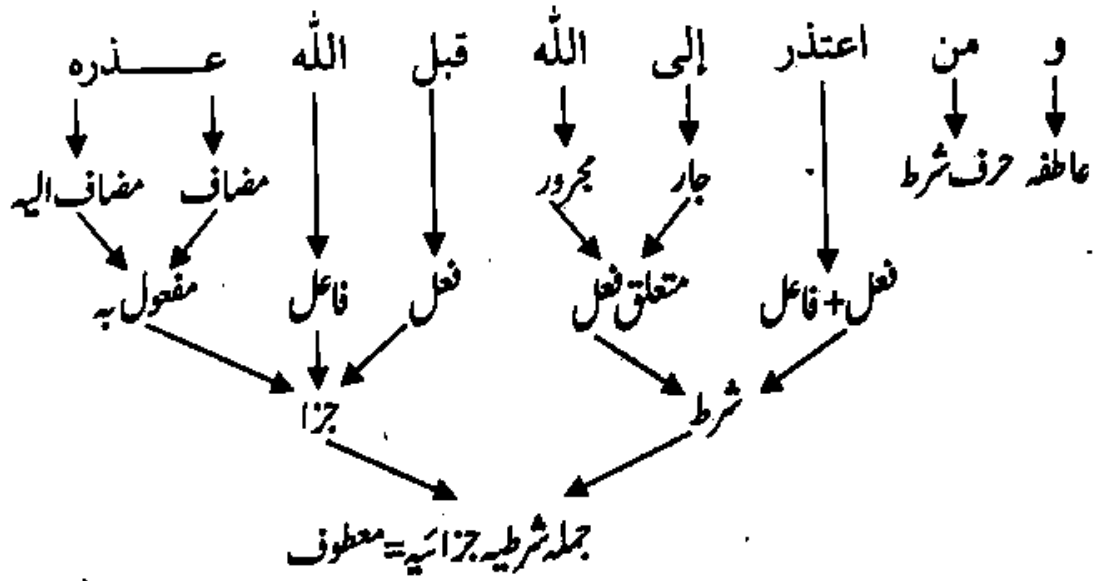
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی، حدیث نمبر ۸۳۱۱

***

۴۴ کتمانِ علم پر سخت وعید

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ کَتَمَهٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ

ترجمہ:

''جس شخص سے کسی ایسی علم کی بات کے بارے میں پوچھا گیا جو اسے معلوم تھی پھر اس نے اس کو چھپالیا تو اس شخص کو قیامت والے دن آگ کی لگام چڑھائی جائے گی۔''

تشریح:

اس حدیث میں ایسے شخص کے لیے بڑی سخت وعید ہے جو علم کی بات معلوم ہونے کے باوجود اور پوچھے جانے اور ضرورت ہونے کے باوجود دوسروں کو نہ بتائے اور اسے کسی وجہ سے چھپا جائے۔ یہاں علم سے مراد دین کی ضروری نوعیت کی چیزیں ہیں یا کوئی بھی وہ بات ہے جس کے بارے میں کسی عالم سے کسی سائل نے جواب پوچھا اگر اس عالم کو سوال کا جواب معلوم ہو اور سائل کو نہ بتانے میں کوئی معقول وجہ بھی نہ ہو اور اس شخص کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی اس کو مسئلہ بتانے والا میسر نہ ہو، تو ایسی صورت میں یہ عالم نہایت سخت وعید کا مستحق ہے کیونکہ اس نے دین کی ایک بات کو پھیلانے اور اس کا تقاضا ہونے کے باوجود چھپایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے امور میں اور تعلیم و تعلم اور کسی کو علمی بات بتانے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ علم ایک مقدس امانت اور خدائی نعمت ہے۔ جس کی قدر اور حق یہ ہے کہ اسے دوسرے لوگوں تک بلا کسی لالچ کے پہنچایا جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط سئل فعل مجہول ضمیر اس کا نائب فاعل عن جار علم موصوف علمه معطوف علیه ثم حرف عطف کتمه معطوف، معطوف معطوف علیه ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل نائب فاعل اور متعلق سے ملکر شرط الجم فعل مجہول ضمیر نائب فاعل یوم مضاف القیامة مضاف الیه، مضاف مضاف الیه ملکر مفعول بہ ب جار لجام موصوف من جار نار مجرور، جار مجرور متعلق کائن صفت محذوف کے، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من سئل عن علم علمه ثم كتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲٦٤۹

***

۴۳ بدعتی کی تعظیم

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ

ترجمہ:

''جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے گرانے پر مدد کی۔''

تشریح:

دین اسلام خدا کا وہ آخری پیغام اور نصاب ہدایت ہے جو قیامت تک کے لیے مفید، کارگر اور باقی رہے گا۔ اور اسلام ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جو نبی آخر الزمان، سرورِ کون ومکان، سرِّ دلبران، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے اپنی زندگی میں مکمل کر کے چھوڑیں اور امت کو آپ یہ ہدایت دے گئے۔ یہ دین کامل ومکمل ہے اب اس میں کسی کمی بیشی کا نام تحریف کی کوشش ہے جو دین میں جائز نہیں ایسی کوئی سی بھی سرگرمی جو دین کی حالت اور اس کی ہیئت کو بگاڑے، چاہے اس میں کمی کے نام پر یا خوشنما اضافے کے عنوان سے ہو ایسی سرگرمی قطعاً قابل قبول اور قابل سکوت نہیں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات میں بدعت کی مخالفت کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عملاً اس کو کر کے دکھایا۔

مذکورہ حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صاحب بدعت کے ساتھ دین میں وہ رویہ نہیں رکھا جائے گا جو صاحب سنت کے ساتھ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ تحقیر آمیز معاملہ ہوگا تا کہ وہ باز آئے اور دوسرے لوگ نصیحت پکڑیں۔ اور لوگوں کے دلوں میں بدعتی اور بدعت کی شناعت بیٹھے۔

ترکیب:

من حرف شرط وقّر فعل ضمیر اس کا فاعل صاحب مضاف بدعة مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط، ف جزائیہ قد اعان فعل ضمیر فاعل علی جار هدم مضاف الاسلام مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی، حدیث نمبر ۹٤٦٤

***
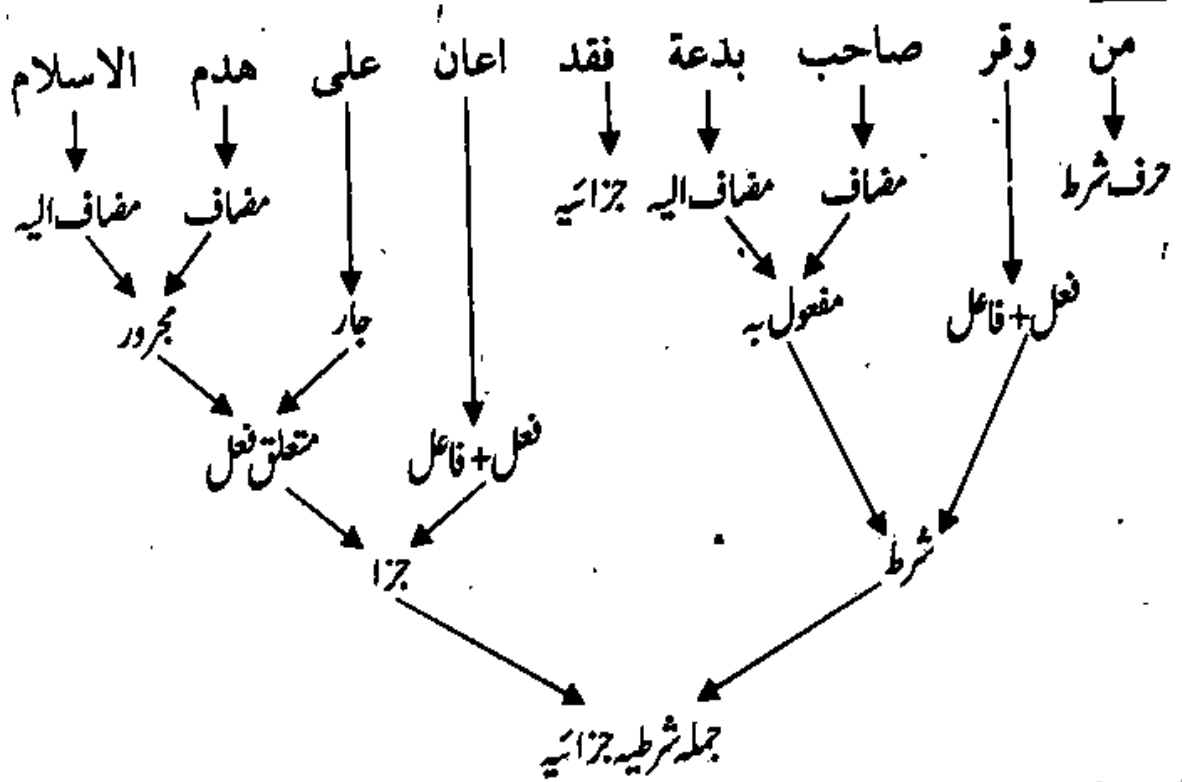
۴۲ بغیر علم کے فتویٰ دینے کا گناہ

مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ

ترجمہ:

''جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس فتوے کا گناہ اس پر ہے جس نے فتویٰ دیا ہو۔''

تشریح:

کسی دینی اور شرعی مسئلے میں خواہ وہ کسی بھی شعبے سے متعلق ہو جب ایک عام آدمی کسی عالم سے پوچھے اور وہ عالم یا مفتی اس کا جواب دینے میں تحقیق اور غور وخوض سے کام نہ لے بلکہ اٹکل سے فتویٰ دے تو ایسے فتوے کا گناہ مفتی پر ہوگا۔ یعنی اس غلط فتوے کے نتیجے میں جتنا گناہ کا کام ہوگا اس میں یہ مفتی اور عالم بھی شریک ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی مسئلہ بتانا یا دوسرے لفظوں میں فتویٰ دینا انتہائی ذمہ داری کا اور نازک کام ہے اور جب تک کسی مسئلے میں مقدور بھر تحقیق وتلاش نہ ہو جائے تب تک اس کا جواب دینا درست نہیں۔ اگر فی الفور جواب نہ آتا ہو تو بلا تکلف کہہ دیا جائے کہ مجھے نہیں معلوم۔ آج کل مصیبت یہ ہے کہ اول تو لوگوں کی مفتیوں اور علماء سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ فوراً فوراً مشین کی طرح جواب دیں، دوسرے عام طور سے غیر محتاط علماء یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تو اس میں ہماری توہین اور بے عزتی ہوگی اس لیے وہ کچھ نہ کچھ جواب دینا لازمی سمجھتے ہوئے کچھ نہ کچھ غلط سلط جواب داغ دیتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے ائمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بے شمار مسائل میں یہ فرمایا ہمیں اس کا جواب معلوم نہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط افتی فعل مجہول ضمیر نائب فاعل ب جار غیر مضاف علم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور متعلق فعل کے فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر شرط کان فعل ناقص اثمہ مضاف، مضاف الیہ سے مل کر اسم علی جار من موصول افتی فعل ضمیر فاعل ہ ضمیر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ثابتا خبر محذوف کے کان اسم خبر سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من — افتی — بغیر — علم — کان — اثمـــــہ — علی — من — افـتـــاہ

من ← حرف شرط
افتی ← فعل + نائب فاعل
ب ← جار
غیر ← مضاف، علم ← مضاف الیہ ← مجرور
جار + مجرور ← متعلق فعل
فعل + نائب فاعل + متعلق فعل ← شرط

کان ← فعل ناقص
اثم ← مضاف، ہ ← مضاف الیہ ← اسم
علی ← جار
من ← موصول
افتا ← فعل + فاعل، ہ ← مفعول بہ ← صلہ
موصول + صلہ ← مجرور
جار + مجرور ← متعلق ثابتا ← خبر
فعل ناقص + اسم + خبر ← جزا

شرط + جزا ← جملہ شرطیہ جزائیہ
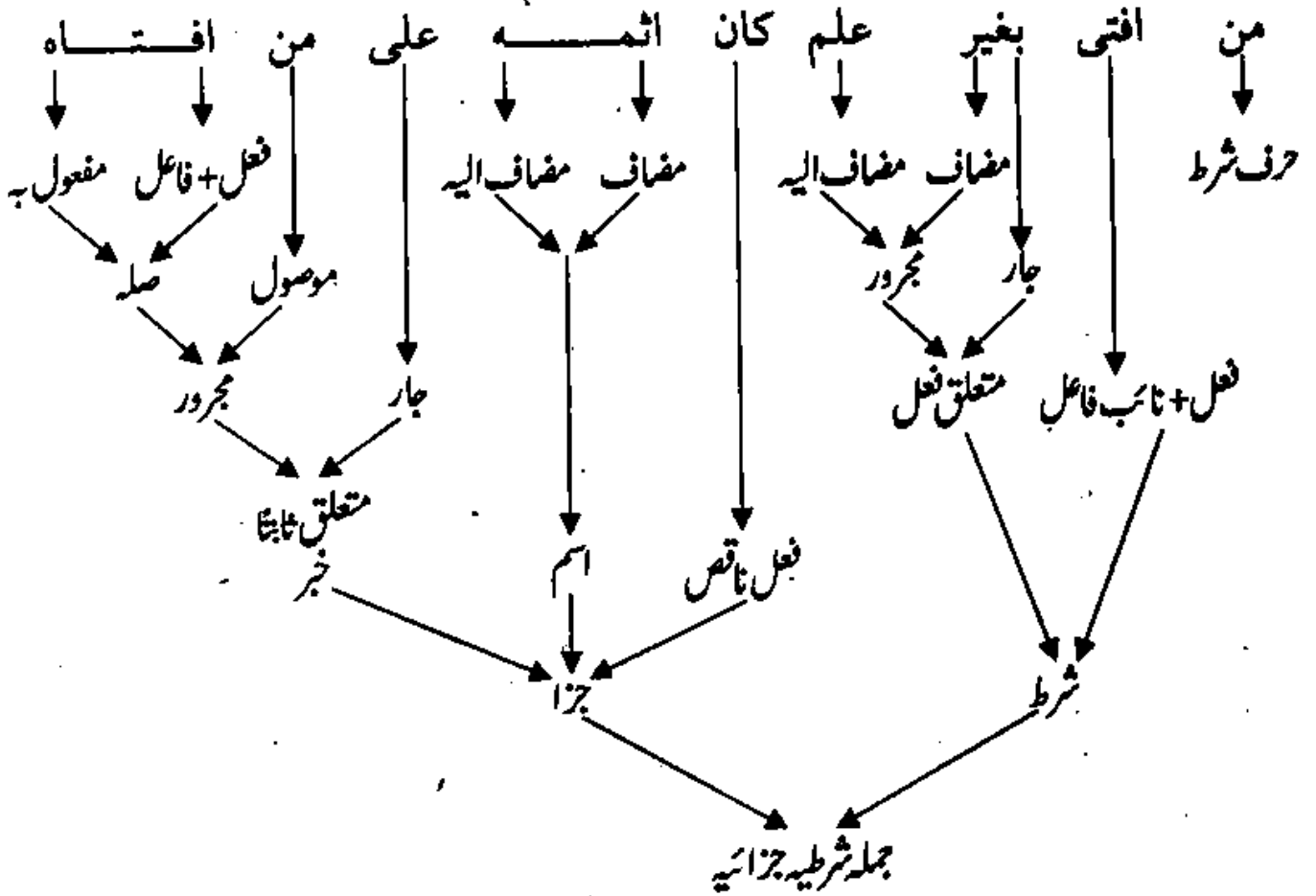
تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر ۳٦٥٧، باب التوقی فی الفتیا

***

۲۹ غلط مشورہ خیانت ہے

وَ مَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَّعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ

ترجمہ:

''اور جس نے اپنے بھائی کو کسی ایسی بات کا مشورہ دیا کہ جس کے بارے میں اسے معلوم تھا کہ بھلائی اس میں نہیں تو اس نے اس سے خیانت کی۔''

تشریح:

ایک حدیث میں آتا ہے "المستشار مؤتمن" جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امانت دار ہے یعنی اس کے پاس اللہ نے جو دل میں بہتر بات ڈالی ہو اس بات کو اپنے مسلمان بھائی کو بتانا اور اسے یہ مشورہ دینا تقاضائے امانت و دیانت ہے۔ اگر ایسا نہ کرے بلکہ دل میں تو سمجھ رہا ہو کہ اس کا فائدہ دوسرے کام میں ہے۔ لیکن اس کو مشورہ دوسرے کام کا دے دے، تو یہ طرز عمل امانت و دیانت نہیں بلکہ خیانت ہوگا۔

ترکیب:

و عاطفہ من حرف شرط اشار فعل ضمیر اس کا فاعل علی جار اخیہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے با جار امر موصوف یعلم فعل ضمیر اس کا فاعل ان حرف مشبہ بالفعل الرشد اسم فی جار غیرہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوا کائن خبر محذوف کے۔ ان حرف مشبہ بالفعل اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول بہ ہوا یعلم فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت امر موصوف کی، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل فاعل اور متعلقات سے مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق خان فعل ضمیر اس کا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزاء۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من اشار علی اخیـــــہ بـــــامر یعلم ان الرشد فی غــیـــرہ فقد خـــانـــہ

حرف شرط

مضاف مضاف الیہ

جار مجرور

متعلق فعل

مضاف مضاف الیہ

جار مجرور

متعلق ثابت

خبر

فعل + فاعل مفعول

جزا

جزائیہ

حرف مشبہ بالفعل

اسم

مفعول بہ

فعل + فاعل

صفت

موصوف

مجرور

جار

متعلق فعل

فعل + فاعل

شرط

جزا

جملہ شرطیہ جزائیہ

تخریج حدیث:

(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر ۳۶۵۹

***
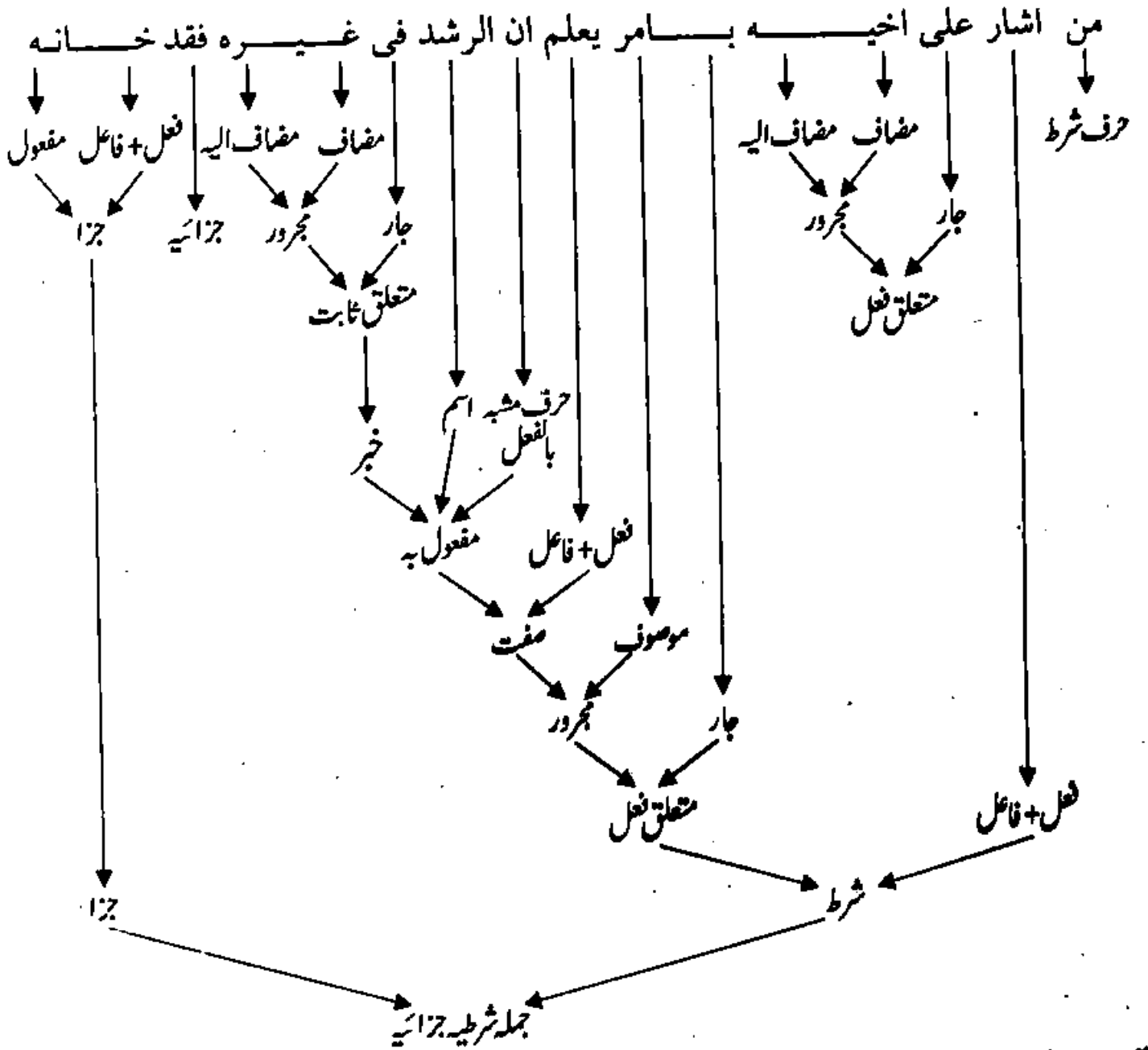
۴۶ کھوکھلی نمائش کرنے والا آدمی جھوٹا ہے

وَ مَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ

ترجمہ:

''جو آدمی ایسی چیز سے آراستہ ہو جو اس کے پاس نہیں ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہو۔''

تشریح:

یہ حدیث ظاہری معنیٰ کے لحاظ سے تو ایسے آدمی کی مذمت ہے جو آدمی اپنے آپ کو کچھ ثابت کرنے اور جتانے کے لیے اپنی ظاہری وضع قطع اور بود و باش ایسی بناتا ہے جو حقیقت میں اس کی حالت نہیں اور ایسا کرنے سے اس کا مقصود اللہ کی نعمت کا اظہار نہیں بلکہ صرف نمود و نمائش اور لوگوں کو دکھلانا ہے تو ایسا شخص گویا یوں سمجھو کہ جھوٹ کے دو کپڑے بنا کر زیب تن کیے ہوئے ہے یعنی جب اس کی اصلی حالت اور صورت حال بہت کم تر ہے اور وہ فاخرانہ لباس پہن رہا ہے تو یہ جھوٹ ہی ہے اور کیا ہے؟ کیونکہ جھوٹ میں بھی ظاہری بات حقیقی حالت اور صورت کے مطابق نہیں ہوتی ایسے ہی یہاں بھی ہے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی اور سوال کیا کہ اگر میں اپنی سوکن کو یہ کہوں کہ میرے خاوند نے مجھے فلاں چیز دی ہے حالانکہ دی نہ ہو تو کیا گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ دوہرا جھوٹ ہے ایک خاوند کی محبت کا اور دوسرا چیز دینے کا۔

ترکیب:

وَ حرف شرط تحلی فعل ضمیر فاعل با جار ما اسم موصول لم یعط فعل۔ فعل/ فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط کان فعل ناقص، ضمیر اس کا اسم کَ حرف جر لابس مضاف ثوبی مضاف الیہ مضاف زور مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ثابتا خبر محذوف کے کان فعل ناقص اسم وخبر سے مل کر جزاء، شرط جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۰۳۴، باب ما جاء فی المتشبع بما لم یعط

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۹۹۹، باب فی من یتشبع بما لم یعط

***

⑭ بدعت نا قابل قبول ہے

مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ:

''جس شخص نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ بات مردود ہے۔''

تشریح:

دین اسلام مکمل اور کامل ہے جس میں کسی اضافے کی گنجائش نہیں ہے اب اگر کوئی آدمی یہ چاہے کہ وہ اس میں ایسی بات کرے جو اس کا حصہ نہیں ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں۔ ایسی بات کو بدعت کہتے ہیں۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

''بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت (یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس) سے ثابت نہ ہو، اس کا وجود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔''

شریعت میں بدعت کی بہت مذمت آئی ہے۔ اسے گمراہی کہا گیا ہے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ بدعت کی نحوست یہ ہے کہ کسی قوم میں جب کوئی بدعت رواج پاتی ہے تو اس کے مقابلے میں ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ اور بدعتی کے بارے میں یہ ہے کہ اسے اپنے گناہ سے توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ اسے عمر بھر دین کا کام سمجھ کر کرتا ہے۔

ہمیشہ اس بات کا اہتمام اور فکر ہونی چاہیے کہ ہمارا کوئی بھی کام سنت کی بجائے بدعت کے زمرے میں نہ چلا جائے۔ دل میں بدعت سے نفرت اور سنت کی محبت پیدا کرنے کے لیے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا مطالعہ مفید ہے اور بدعت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''براہین قاطعہ'' یا مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''راہ سنت'' کا مطالعہ کیا جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط احدث فعل ضمیر اس کا فاعل فی جار امرنا مضاف مضاف الیہ مل کر مشار الیہ مقدم ھذا اسم اشارہ، اشارہ مشار الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، ما اسم موصول لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منہ جار مجرور متعلق کائنا خبر محذوف کے، لیس فعل ناقص اپنے اسم اور خبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ ھو ضمیر مبتدا رد خبر، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
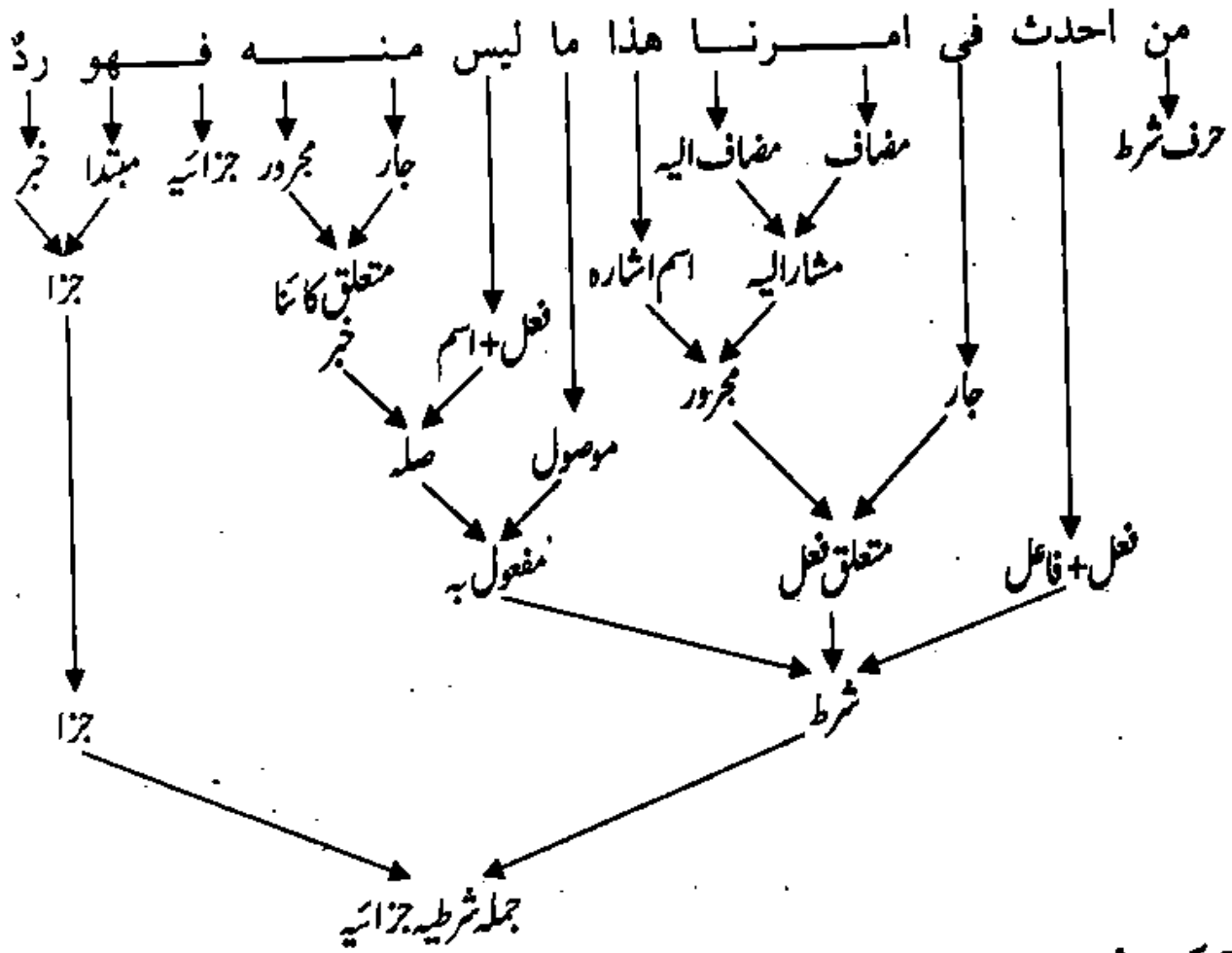
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۶۹۷، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۴۵۹۹، باب نقض الاحکام ورد المحدثات

***

۴۹ جنت کی نبوی ضمانت

مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَ فَخِذَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ

ترجمہ:

''جو آدمی مجھے اپنے ان اعضاء کی ضمانت دے دے جو اس کے جبڑوں اور رانوں کے درمیان ہے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

تشریح:

ضمانت سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی اس بات کا پکا عہد کرے کہ میں اپنے جبڑوں کے درمیان کی چیز یعنی اپنی زبان کو غلط اور حکم خداوندی کے خلاف استعمال نہیں کروں گا اور اس بات کا بھی عہد کرے کہ میں اپنی رانوں کے درمیان کے عضو یعنی اپنی شرمگاہ کو بھی غلط اور ناجائز طریقے سے استعمال نہیں کروں گا، تو ایسے شخص کے لیے رسول خدا ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے۔ کیونکہ عام طور سے آدمی زبان سے اکثر گناہ کی باتیں مثلاً غیبت، بہتان طرازی، دل آزاری اور اپنی شرم گاہ کے تقاضے کی بنیاد پر، بہت سے غلط امور کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً بدنظری، شہوت انگیز خیالات وغیرہ۔

مذکورہ حدیث میں عام عادت اور اصول بتایا ہے کہ جو آدمی ان دو چیزوں کی حفاظت کرے گا وہ باقی برائیوں سے بھی بچے گا، البتہ ایسا ہونا بھی ممکن ہے کہ ایک آدمی ان دو باتوں سے تو اجتناب کرے اور باقی گناہوں میں مبتلا ہو ظاہر ہے ایسا شخص مذکورہ وعدے کا مستحق نہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط یضمن فعل ضمیر اس کا فاعل لی جار مجرور متعلق فعل ما اسم موصول بین مضاف لحییه مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ فخذیه مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ہوا، فعل محذوف وقع کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط اضمن فعل ضمیر اس کا فاعل له جار مجرور متعلق فعل الجنة مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٦١٠٩، باب حفظ اللسان، کتاب الرقاق

نوٹ: زاد الطالبین کے مطبوعہ نسخے میں حدیث کے الفاظ میں فخذیہ کا لفظ ہے لیکن اس ترتیب سے یہ روایت نہ مشکوٰۃ میں ہے اور نہ بخاری میں کتب حدیث میں نہیں، البتہ ایک دوسری روایت یہ ہے:

من حفظ ما بین فقمیہ و فخذیہ الخ

جو کہ معنیٰ یہی ہے۔ بہرحال اس حدیث کو بخاری کی طرف یوں منسوب کرنا تسامح ہوگا۔ واللہ اعلم

البتہ متن میں ہم نے اس کو بعینہ رکھا ہے۔ کیونکہ یہ متن کا تقاضا اور اصول ہے۔

***

⑲ سنت پر عمل کا بے پناہ ثواب

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ

ترجمہ:

''جس شخص نے میری امت کے فساد اور بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

تشریح:

دین نام ہے "جمیع ما جاء به النبی" کا یعنی نبی علیہ السلام کے لائے ہوئے تمام احکامات کا نام دین ہے چنانچہ جب تک آپ کا لایا ہوا طریقہ اور طرز عمل محفوظ ہے تب تک دین محفوظ ہے آپ کے اس طریقے کو اصطلاح میں سنت کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے دین میں سنت کا مقام اور اہمیت محتاج بیان نہیں۔ جب دین خدا کو محبوب ہے اور اس کی بقاء مطلوب ہے تو سنت کا وجود بھی اسی طرح محبوب اور مطلوب ہونا سامنے کی بات ہے۔ چنانچہ سنت پر عمل کرنا خدا کی رحمت و برکت، نظر و عنایت اور محبت کا موجب ہے۔ خاص طور سے ایسے حالات میں جبکہ ہر طرف دینی بگاڑ ہو، سنتوں پر عمل ختم ہو رہا ہو، لوگوں کی زندگیوں سے سنت کے عملی پہلو ختم ہو رہے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سنت پر چلنے والے کو طعنے دیئے جاتے ہوں ایسے حالات میں یقیناً سنت پر عمل بہت ضروری ہوگا اور ایسے حالات میں سنت پر عمل کرنے والے کو جتنا بھی اجر دیا جائے کم ہے۔ اسی لیے مذکورہ حدیث میں اس پر سو شہیدوں کے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ جیسے شہید اپنی جان پر کھیل کر دین کی بقاء اور سر بلندی کو یقینی بناتا ہے ایسے ہی ایسے حالات میں یہ عامل بالسنت اپنی عزت نفس کو روزانہ ختم کرواتا اور اپنوں، پرایوں کے طعنے سنتا ہے اور اس بیچارے کے لیے یہ ہر روز کا کام ہے۔ یہ گویا دین کے لیے ہر روز مرتا اور جیتا ہے۔

ع ہمیں کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ترکیب:

من حرف شرط تمسك فعل ضمیر فاعل ب جار سنتی مضاف، مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل عند مضاف فساد مضاف الیہ، مضاف امتی مضاف الیہ مضاف مل کر مضاف، تمام مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل فاعل مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر شرط، ف جزائیہ له جار مجرور متعلق ثابت محذوف خبر مقدم کے اجر مضاف مائة مضاف الیہ مضاف شهید مضاف الیہ تمام مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء خبر، مبتدا خبر سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
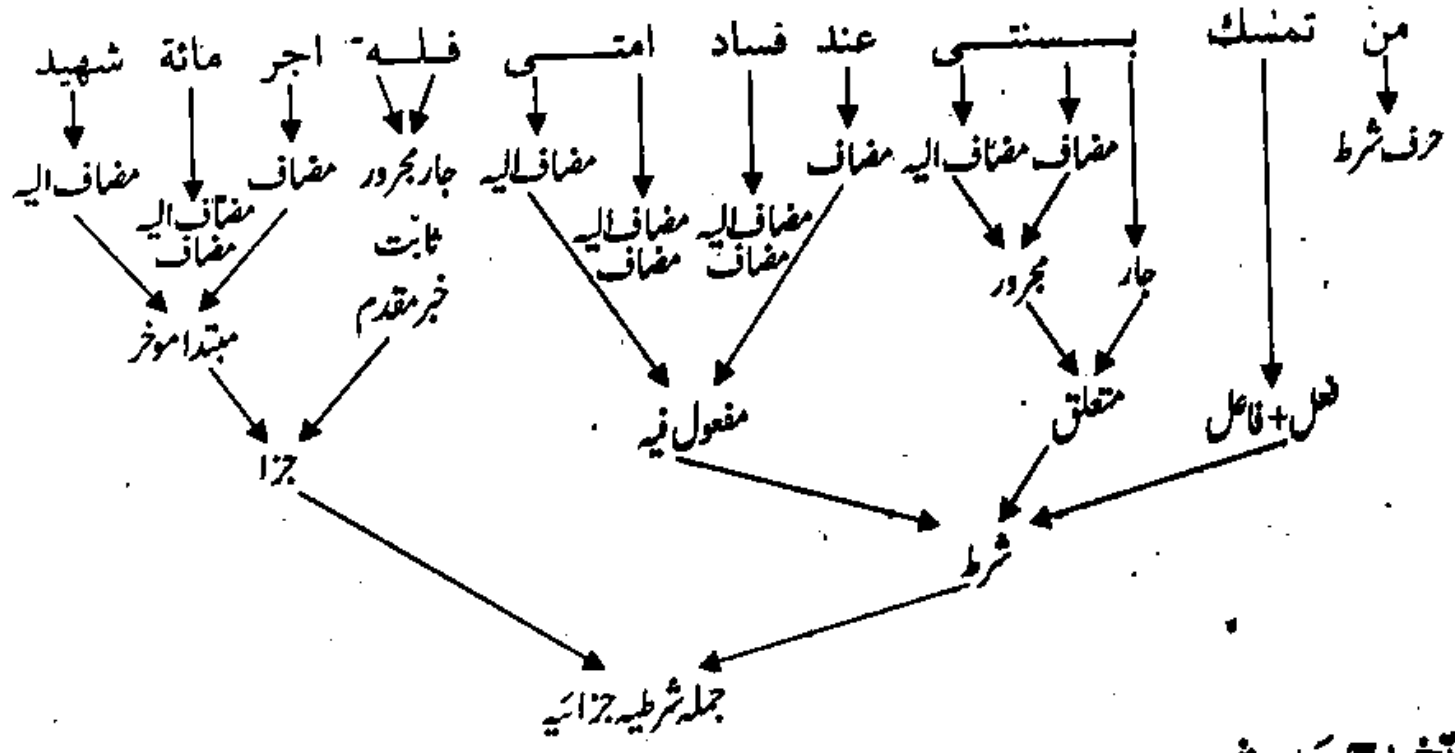
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۱۵، بمعناہ

***

⑭ توحید و رسالت کا اقرار اور جہنم سے نجات

مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ

ترجمہ:

''جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اللہ نے اس پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جو آدمی بھی مذکورہ بالا دونوں باتوں کا صدق دل سے اقرار کرے اور ان کی گواہی دے تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ چاہے باقی اعمال کرے یا نہ کرے، لیکن یہ ظاہری مفہوم معتبر نہیں کیونکہ نجات کامل کے لیے محض یہ کافی نہیں بلکہ نجات کے لیے کلمہ کا اقرار اور اس کے تمام تقاضوں پر عمل ضروری ہوگا۔

چنانچہ محدثین کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں صرف کلمہ کہنا مقصود نہیں بلکہ اس کے تمام تقاضوں پر عمل ضروری ہے اور اگر صرف کلمے کا اقرار مراد ہے تو اس میں پھر یہ تاویل ہوگی کہ یہ حدیث یا تو اس وقت کے بارے میں تھی جب دیگر احکامات نازل نہیں ہوئے تھے یا پھر اس میں یہ مراد ہے کہ ایسا آدمی آخر کار ایمان کی بدولت جنت میں جائے گا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ ایسا آدمی جو صدق دل سے اقرار کرتا ہو ایسا ہونا ممکن نہیں کہ وہ اس کے تقاضوں پر عمل نہ کرے۔

ترکیب:

من حرف شرط شہد فعل ضمیر اس کا فاعل ان مخففہ من المثقلہ ہ ضمیر محذوف اسم لا نفی جنس الٰہ موصوف الا بمعنی غیر مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر اسم موجود خبر محذوف لا نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر خبر ہوا "اِن" کا، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ انّ حرف مشبہ بالفعل محمدا اسم رسول مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر، ان حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر بتاویل جملہ مفرد مفعول بہ ہوا فعل شہد کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط حرم فعل لفظ اللّٰہ فاعل علیہ جار مجرور متعلق فعل النار مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۵۱، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ۔

***

⑫ اپنے تمام جذبات میں اخلاص کی اہمیت

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

ترجمہ:

''جو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے نفرت کرے اور اللہ کے لیے دے اور اللہ کے لیے روکے اس نے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں ایمان کی تکمیل اور کمال کا بیان اور اس کی علامت کا بیان ہے۔ علامت یہ ہے کہ انسان کے تمام کام اور اعمال حتیٰ کہ اندرونی جذبات وعواطف جو کہ عام حالات میں غیر اختیاری ہوتے ہیں وہ بھی رضاء خداوندی کے تابع ہو جائیں۔ چنانچہ اگر کسی سے محبت ہے تو کسی مادی سبب، نفع یا غرض یا نفس کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض خدا کی رضا کے لیے ہو۔ اسی طرح نفرت بھی خدائی معیار پر ہو۔ اگر کسی کو دیا بھی جائے تو خدا کے لیے، روکا جائے تو خدا کے لیے۔ جب یہ حال ہو جائے کہ بندے کا ہر قدم حق خدا کے لیے اٹھے تو بلاشبہ یہ ایمان واخلاص کا اعلیٰ ترین درجہ ہوگا۔ کیونکہ یہ فنافی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ ہے۔ قرآن پاک میں نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے ''کہ کہہ دیجیے میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا، اور میرا جینا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

ترکیب:

من حرف شرط احب فعل ضمیر فاعل للہ جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ ابغض فعل فاعل للہ جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق مل کر معطوف معطوف علیہ و عاطفہ اعطی فعل ضمیر فاعل للہ جار مجرور متعلق۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف معطوف علیہ و عاطفہ منع فعل ضمیر فاعل للہ جار مجرور متعلق فعل نے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر شرط ف جزائیہ استکمل فعل ضمیر اس کا فاعل الایمان مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ٤٦٨٣، باب فی رد الارجاء

***
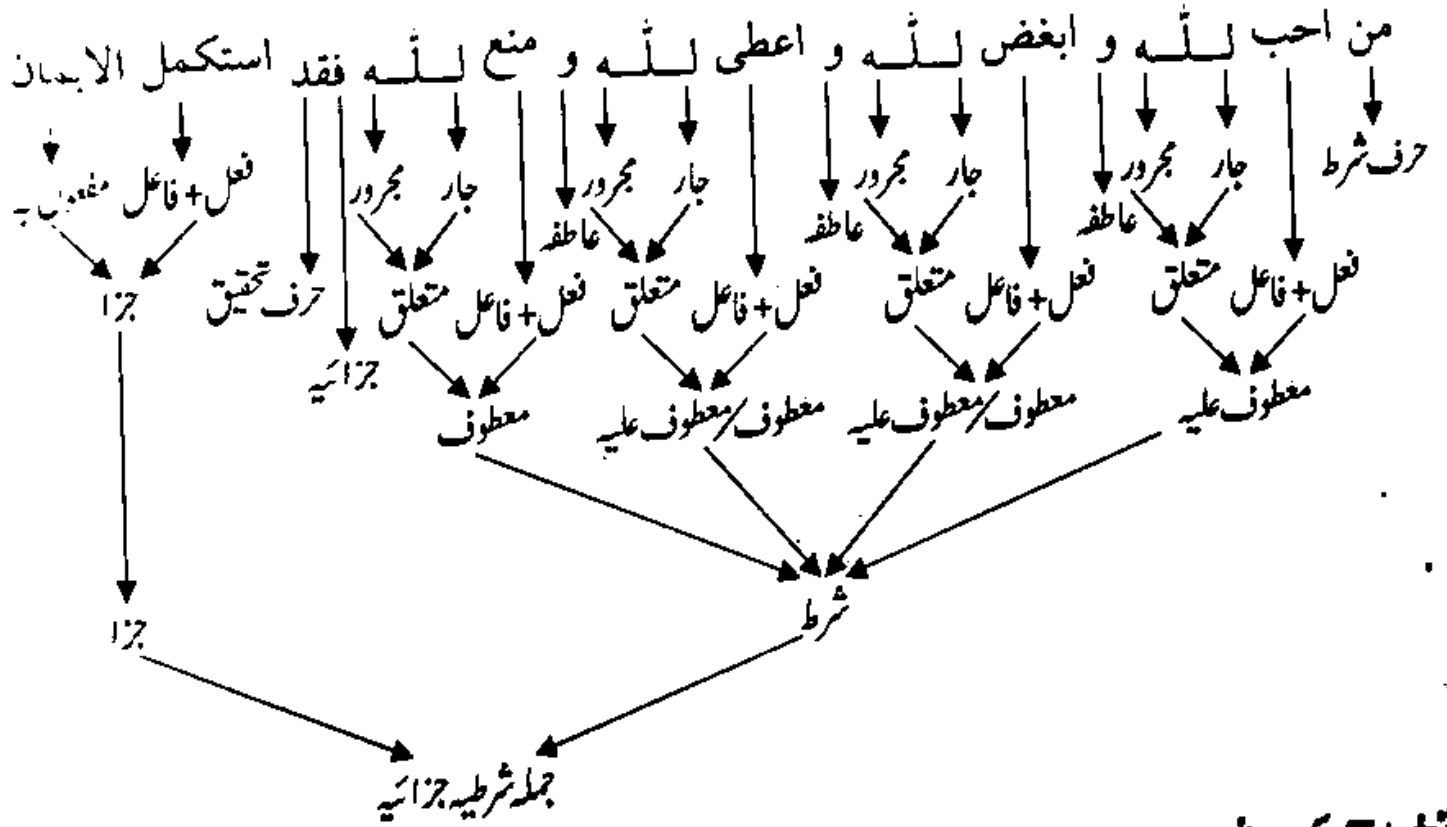
⓬ مقروض کو مہلت دینے کا اجر

مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ

ترجمہ:

''جو تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے تو اللہ اسے اپنے سائے میں جگہ دیں گے۔''

تشریح:

جو آدمی بیچارہ مجبوری میں قرض لے اور پھر جب دینے کا وقت آئے اور واپسی کا مطالبہ ہو تو اس کے پاس تنگ دستی کی وجہ سے پیسے نہ ہوں تو ایسے وقت میں قرض خواہ اس کی مجبوری اور بے چارگی کا احساس کرے اور اس احساس کی وجہ سے اسے قرضہ ادا کرنے میں مزید مہلت دے دے، یا سرے سے اس کا قرض معاف ہی کر دے تو ایسے وقت میں اللہ رب العزت کو اس قرض دہندہ کی یہ ادا اور قربانی اتنی پسند آتی ہے کہ اللہ وعدہ فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن جب میدان محشر میں گرمی کی شدت اور تپش ہوگی اور کہیں سایہ نہ ہوگا اس دن اس قرض دہندہ کو اللہ رب العزت اس عمل کی برکت سے اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے یعنی اس کے ساتھ خصوصی اعزاز والا معاملہ ہوگا۔

ترکیب:

من حرف شرط انظر فعل ضمیر فاعل معسرا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف علیہ او حرف عطف وضع فعل ضمیر اس کا فاعل عنہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط، اظل فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم لفظ اللہ اس کا فاعل فی جار ظلہ مضاف، مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
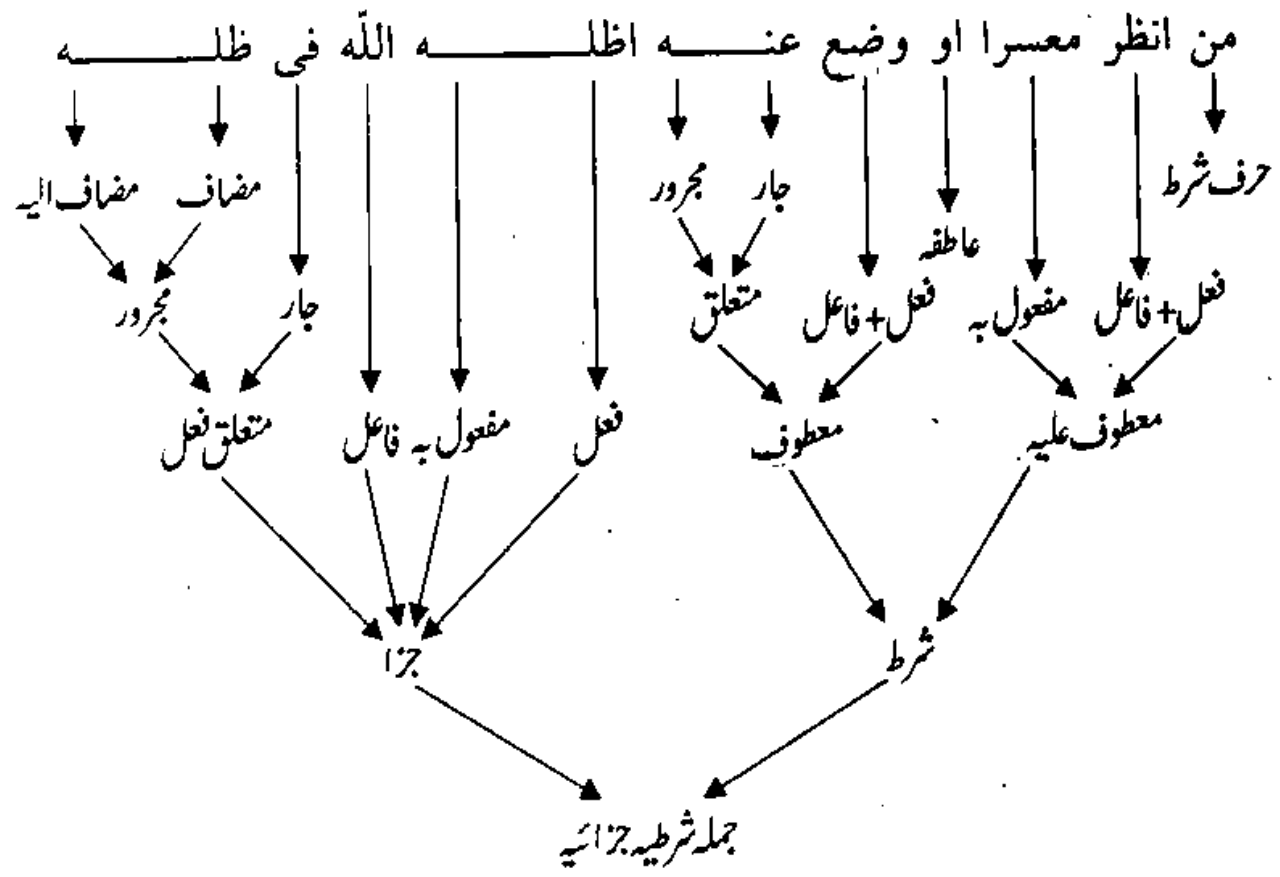
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ٧٧٠٤، باب حدیث جابر الطویل۔

❊❊❊

۳۳ حدیث میں جھوٹ بولنے کا انجام

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ترجمہ:

''جس نے جان بوجھ کر میری طرف غلط بات کی نسبت کی اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

تشریح:

دین کا مدار نبی علیہ السلام کے فرامین اور آپ سے سنی ہوئی باتوں پر ہے خواہ وہ قرآن ہو یا حدیث۔ اور نبی علیہ السلام نے ساری دنیا کے سارے افراد کو اپنا کلام خود نہیں سنایا اور نہ ایسا ہونا ممکن تھا بلکہ آپ نے اپنی تربیت یافتہ، اعلیٰ صفات کی حامل جماعت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو باتیں بتادیں اور انہیں یہ حکم دے دیا کہ وہ آگے دوسرے لوگوں تک پہنچادیں اور یہ باتیں چونکہ دین تھیں اس لیے ان کے صحیح صحیح پہنچانے کے بارے میں نہایت تاکید اور اہتمام برتا گیا، چنانچہ ایک طرف یہ فضیلت دی گئی کہ جو میری بات کو بعینہٖ پہنچائے گا وہ سرسبز وشاداب اور خوش وخرم ہوگا۔ دوسری طرف غلط بات منسوب کرنے اور پھیلانے کے بارے میں یہ سخت وعید بھی ارشاد فرمادی۔ مذکورہ بالا روایت اتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ جس کا شمار مشکل ہے۔ اس لیے اس روایت کو لفظی متواتر روایت کہتے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے پاس سے حدیث بنانا اور گھڑنا خواہ نیک مقاصد کے لیے ہی ہو یہ حرام اور سخت ترین گناہ ہے اور ایسی احادیث کو بیان بھی نہیں کرنا چاہیے ہاں لوگوں کو ایسی من گھڑت روایات کے بارے میں آگاہ کرنا ہو تو نقل کی حد تک گنجائش ہے ورنہ ان کو اپنی زبان سے ادا بھی نہیں کرنا چاہیے۔

ترکیب:

من حرف شرط كذب فعل ضمیر ذوالحال علیّ جار مجرور متعلق فعل کے متعمدًا حال، حال ذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ لیتبوأ فعل امر ضمیر اس کا فاعل مقعد مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ من جار النار مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
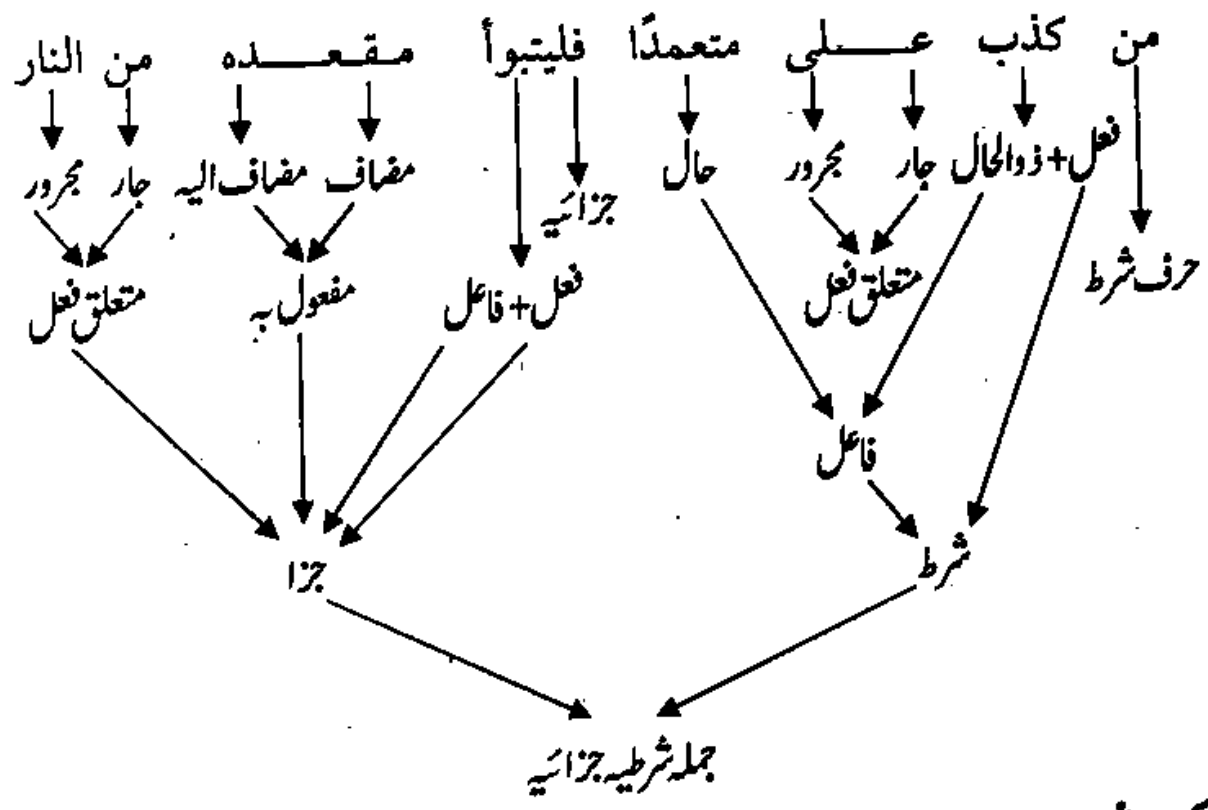
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۰۳

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۷۷۰۲

(۳) ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۶۹

***

۱۳۳ طالب علم راہِ خدا میں ہوتا ہے

مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ

ترجمہ:

''جو آدمی علم حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے نکلتا ہے جب تک واپس نہیں آتا وہ راہ خدا میں ہوتا ہے۔''

تشریح:

یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جو صرف خدا کے لیے حاصل کیا جائے اور اس کے تحت قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ کے علوم شامل ہوں گے جس کا ہدف براہ راست دین کی حفاظت ونشر واشاعت ہے یا وہ علوم بھی شامل ہوں گے جو ان کاموں کے لیے سبب قریب کا درجہ رکھتے ہیں جیسے نحو، صرف، بلاغت، منطق، وغیرہ۔ باقی رہے وہ علوم جن کا شریعت اور دین سے یہ تعلق نہیں وہ اپنی اپنی ضرورت اور فائدے کے لحاظ سے چاہے واجب ہی ہوں مگر وہ مذکورہ بالا فضیلت کا مصداق نہیں۔

مذکورہ حدیث علم کی طلب وتحصیل کی فضیلت بیان کرتی ہے اس کے علاوہ بہت سی نصوص اور احادیث میں علم کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔ علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں اور رسائل تصنیف کیے ہیں۔ جن میں علم کے فضائل اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے آداب وشرائط، اور تقاضا جات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط خرج فعل ضمیر فاعل فی جار طلب مضاف العلم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ ھو مبتدا فی جار سبیل مضاف لفظ اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے ثابت خبر محذوف کے ثابت صیغہ اسم فاعل حتی حرف جار یرجع فعل بتاویل ان مصدر یہ مجرور، جار مجرور متعلق ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲٦٤٧، باب فضل طلب العلم۔

***

۲۴۹ اخلاص کے ساتھ اذان دینے کا اجر

مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنْ نَّارٍ

ترجمہ:

''جو آدمی سات سال تک ثواب کی غرض سے اذان دے اس کے لیے آگ سے چھٹکارا لکھ دیا جاتا ہے۔''

تشریح:

انبیاء علیہم السلام جو نظام اور دعوت دنیا میں لے کر آتے ہیں اس کی اصل بنیاد روحانیت، اخلاص اور للہیت پر ہوتی ہے اور یہی ان کی دعوت اور ان کے کام کی اصل طاقت اور قوت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے نظام میں مادیت کا مقام نہ ہونے کے برابر یعنی مغلوب ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں آخرت اصل ہے اور دنیا کے سارے بکھیڑے اس کا ذریعہ ہیں اس لیے وہ اپنے نظام اور کام میں اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ مادیت کم سے کم داخل ہو کیونکہ مادیت یا دوسرے لفظوں میں دنیا جہاں بھی جائے بگاڑ لے کر جاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف اس سے چارہ کار بھی نہیں تھا اس لیے اس کا کردار ان کے نظام میں کم سے کم رکھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام خود بھی دنیا کے اعتبار سے انتہائی سادہ زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کا کہتے ہیں۔ اور وہ اپنے کام میں مادیت کو کم سے کم راہ پکڑنے دیتے ہیں۔ اس لیے دین کے تمام شعبے اخلاص پر مبنی ہیں خواہ وعظ و نصیحت ہو یا دعوت و تبلیغ، امامت و خطابت ہو یا تدریس و تعلیم ان سب میں مادی نقطہ نظر سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے فقہاء احناف نے اس مزاج نبوت کی اعلیٰ درجے پر رعایت کرتے ہوئے ہر قسم کی طاعات و عبادات پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے (البتہ بعد میں ضرورت کی وجہ سے اس میں استثناء برتا گیا جو کہ اپنی جگہ درست ہے مگر وہ رخصت کے درجے میں ہے عزیمت بہر حال یہی ہے کہ اخلاص کے ساتھ ہی ہو) مذکورہ بالا حدیث کو اسی تناظر میں سمجھنا چاہیے۔ اس حدیث کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں مؤذن کے فضائل آئے ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط اذن فعل ضمیر ذوالحال سبع ممیز مضاف، سنین مضاف الیہ تمیز، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ محتسبا حال، حال ذوالحال مل کر فاعل فعل فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر شرط کتب فعل لہ جار مجرور متعلق فعل کے براءۃ نائب فاعل من جار نار مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
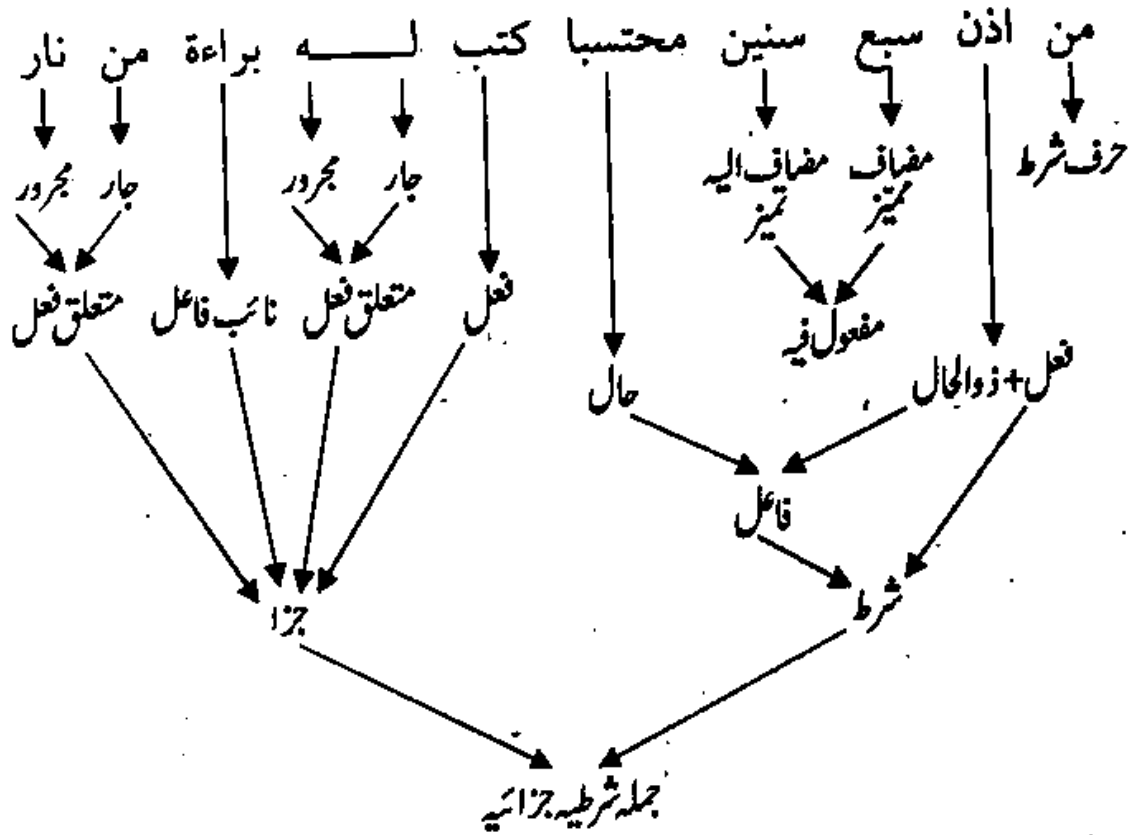
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۰۶، باب ما جاء فی فضل الاذان۔

***

۴۴ جمعہ چھوڑنے کا گناہ

مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَّا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ

ترجمہ:

''جس شخص نے بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دیا وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو نہ مٹتی ہے اور نہ تبدیل ہوتی ہے۔''

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ جو آدمی جمعہ کی نماز بلا کسی عذر کے چھوڑ دیتا ہے اس کا یہ طرز عمل مسلمانوں والا قطعاً نہیں بلکہ اس کی وجہ سے اللہ رب العزت کے ہاں اس شخص کا شمار منافقوں میں ہوتا ہے اور جو چیز خدا کے ہاں لکھ دی جاتی ہے اس میں غلطی یا خطا اور کمی بیشی کا احتمال نہیں جس کی وجہ سے اس میں تبدیلی کی گنجائش ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو مزید طاعات کی توفیق نہیں دی جاتی۔ کیونکہ اس کا شمار ہی منافقین میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب اس صورت میں ہے جب جمعہ کسی شرعی عذر کے بغیر چھوڑا جائے۔ اگر کوئی عذر ہو تو پھر نہیں۔ اسی طرح اگر بلا عذر بھی چھوڑ دیا لیکن پھر کسی کے کہنے سننے سے یا خود خیال آنے سے توبہ و استغفار کر لی تو اس سے بھی اللہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں البتہ فریضے کی ادائیگی باقی رہ جائے گی اور چونکہ جمعہ تو جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اور جماعت اب نکل چکی اس لیے وہ ظہر ادا کرے گا۔

ترکیب:

من حرف شرط ترک فعل ضمیر فاعل الجمعۃ مفعول بہ من جار غیر مضاف ضرورۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر شرط، کتب فعل مجہول ضمیر نائب فاعل منافقا مفعول بہ فی جار کتاب موصوف لا یمحی معطوف علیہ و عاطفہ لا یبدل معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر صفت موصوف صفت مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسند امام شافعی، حدیث نمبر ۳۸۱۔

***

۴۴ جہاد ایمان کا تقاضا

مَنْ مَّاتَ وَ لَمْ یَغْزُوْ وَ لَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ

ترجمہ:

''جو آدمی اس حال میں مرا کہ اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اپنے دل میں اس بات کو پیدا کیا وہ آدمی ایک طرح کے نفاق پر مرا۔''

تشریح:

جہاد یعنی اللہ کے راستے میں لڑنا اور قتال کرنا یہ اسلام کا ایک اہم رکن اور فریضہ ہے۔ اسلام کے شجر کی آبیاری شہداء کے خون سے روز اول سے جاری ہے۔ جہاد ہی کی بدولت کفر کی قوت وشوکت ختم ہوتی ہے اور جہاد ہی کی بدولت اسلام کی دعوت اور اس کا نظام ان لوگوں تک بھی پہنچتا ہے جن کو ان کے بڑے شیطانوں نے اپنے پراپیگنڈے کے جال میں جکڑ کر اسلام کی ابدی سعادت و فلاح سے محروم رکھا ہوتا ہے۔ جہاد کا مقصد حضرت ربیع بن عامر صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمایا:

اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ الْعِبَادَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ رَبِّ الْعِبَادِ وَ مِنْ جَوْرِ الْاَدْیَانِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ

''اللہ نے ہمیں اس مقصد کے لیے بھیجا ہے کہ ہم بندگانِ خدا کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدائے وحدہ لاشریک کی غلامی میں لائیں اور انہیں باطل دینوں کے ظلم سے نجات دے کر اسلام کے عدل وانصاف سے روشناس کرائیں۔''

جہاد کی اس اہمیت کے پیش نظر شریعت نے ہر مسلمان کو اس کام کے لیے مستعد رہنے کی تاکید کی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث اسی تناظر میں ہے کہ ایک مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ نہ عملاً جہاد کرے اور نہ ہی عمر بھر جہاد کا ارادہ کرے بلکہ ایسا شخص عملاً منافق ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط مات فعل ضمیر ذوالحال و حالیہ لم یغزو فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لم یحدث فعل ضمیر فاعل بہ جار مجرور متعلق فعل کے نفسہ مفعول بہ، فعل فاعل، متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر حال، حال ذوالحال سے مل کر فاعل، فعل فاعل سے مل کر شرط، مات فعل ضمیر فاعل علی جار شعبۃ موصوف من جار النفاق مجرور، جار مجرور متعلق کائنۃ صفت محذوف کے، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من مات ولم یغزو ولم یحدث به نفسه مات على شعبة من النفاق

حرف شرط، حالیہ، فعل + فاعل، عاطفہ، فعل + فاعل، جار مجرور، مضاف، مضاف الیہ، فعل + فاعل، جار، موصوف، جار، مجرور

مفعول بہ، متعلق کائنۃ صفت

معطوف علیہ، معطوف، مجرور

فعل + ذوالحال، حال، فعل + فاعل، متعلق فعل

فاعل

شرط، جزا

جملہ شرطیہ جزائیہ
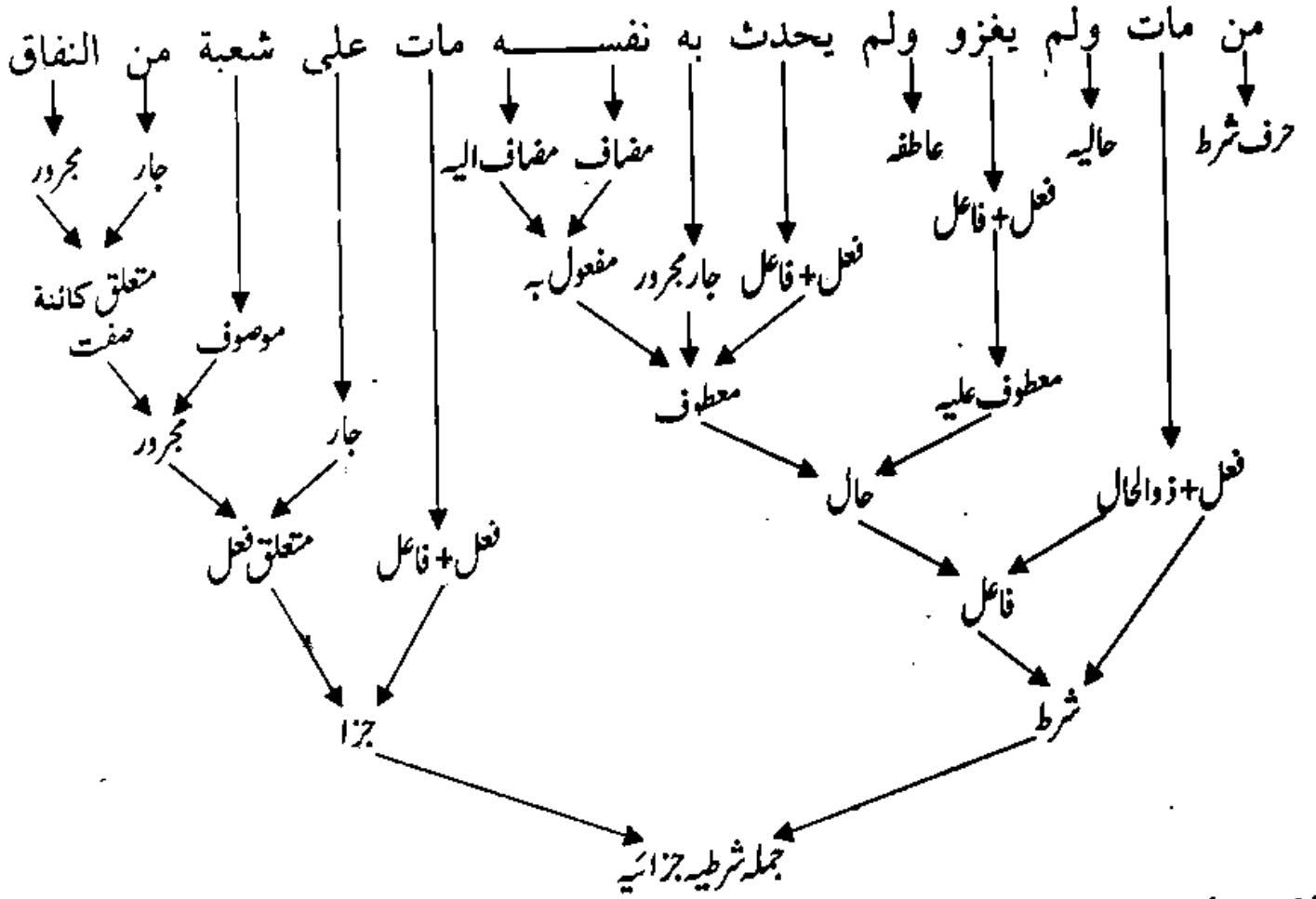
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۰۴۰، باب ذم من مات و لم یغزو الخ۔

***

(۲۴۶) مقبول روزہ کون سا ہے؟

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ

ترجمہ:

''جو آدمی جھوٹی باتوں اور کاموں کو نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے کوئی سروکار نہیں۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث روزہ دار کے بارے میں ہے روزے میں اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی کو تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہو اور وہ لغو کاموں سے بچ جائے۔ اگر کوئی آدمی روزہ بھی رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے کام بھی کرتا رہے جو روزے کے مقصد اور غرض اور روح کے منافی ہیں تو ایسے شخص کو روزے کے ثمرات میں سے بجز بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ روزے کے تقاضوں کے منافی کام کی مثال میں آپ ﷺ نے ایک تو جھوٹی بات کا ذکر فرمایا دوسرے اس پر عمل کرنے کا۔ جھوٹی بات سے مراد عام معنی بھی ہوسکتا ہے یعنی جھوٹ نہ چھوڑنا اور اس سے مراد ہر باطل اور لغو کام بھی ہوسکتا ہے خواہ وہ گفتگو اور بات سے تعلق رکھتا ہو یا عمل سے جیسے فحش گوئی اور بدنظری اور غیبت شنوائی وغیرہ۔

ترکیب:

مَن حرف شرط لم یدع فعل ضمیر فاعل قول مضاف الزور مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ العمل بہ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط ف جزائیہ لیس فعل ناقص للّٰہ جار مجرور متعلق کائنۃ خبر محذوف کے کائنۃ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مقدم حاجۃ اسم موصوف فی جار انْ مصدریہ یدع فعل ضمیر فاعل طعامہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ شرابہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتاویل مصدر مجرور، مجرور متعلق ثابتۃ صفت محذوف کے، موصوف صفت مل کر اسم موخر، لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه

حرف شرط — مضاف — مضاف الیہ — عاطفہ — معطوف — جزائیہ — جار مجرور — معطوف علیہ — عاطفہ — معطوف

معطوف علیہ — معطوف — مفعول بہ — فعل + فاعل

فعل + فاعل — مصدریہ — جار — بتاویل مصدر مجرور

متعلق ثابتۃ صفت — موصوف — متعلق ثابتاً

اسم موخر — خبر مقدم — فعل ناقص

جزا — شرط

جملہ شرطیہ جزائیہ
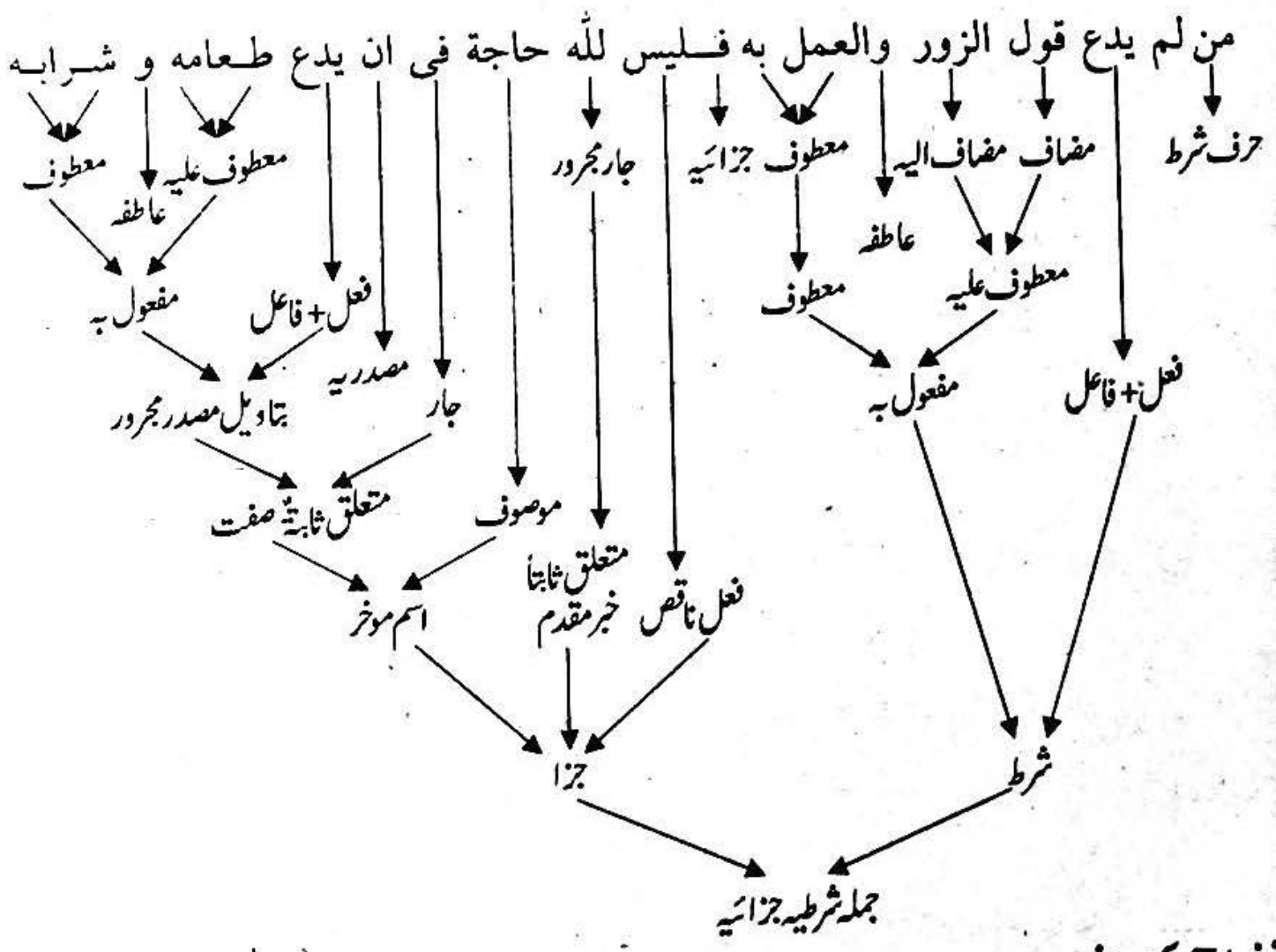
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۹۰۳، کتاب الصوم۔

***

⑲ شہرت کا لباس پہننے کا انجام

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذِلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ:

''جو شخص دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنے گا اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔''

تشریح:

شہرت کا لباس پہننے سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں مثلاً وہ شخص مراد ہے جو ایسے اعمال و اخلاق ظاہر کرے جو فی الواقع اس میں نہیں ہیں۔ یا وہ شخص مراد ہے جو حرام مال کا کپڑا پہنے یا وہ شخص جو نمود و نمائش اور فخر و مباہات کے لیے کپڑے پہنے۔ یا وہ شخص جو محض اپنی شہرت یا کپڑوں کی شہرت کے لیے عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے تا کہ لوگوں میں اس کے لباس کے چرچے ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنی استطاعت کے لحاظ سے درمیانے درجے کے کپڑے استعمال کرنے چاہئیں تا کہ نہ گھٹیا ہونے کی وجہ سے اس کی شہرت ہو، کہ لوگ اسے فقیر سمجھنے لگیں اور اس کے کپڑوں کے تذکرے کرنے لگیں اور نہ اتنے عمدہ پہنے کہ لوگ اس کی باتیں کریں۔

مذکورہ حدیث کی ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو خود نیک نہیں مگر صلحاء اور علماء کا لباس پہنتا ہے تا کہ لوگ اسے نیک سمجھیں اور اس کی شہرت ہو جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط لبس فعل ضمیر اس کا فاعل ثوب مضاف شہرۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ فی جار الدنیا مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر شرط البس فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم لفظ اللہ فاعل موخر ثوب مضاف مذلۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ٤٠٣١

***
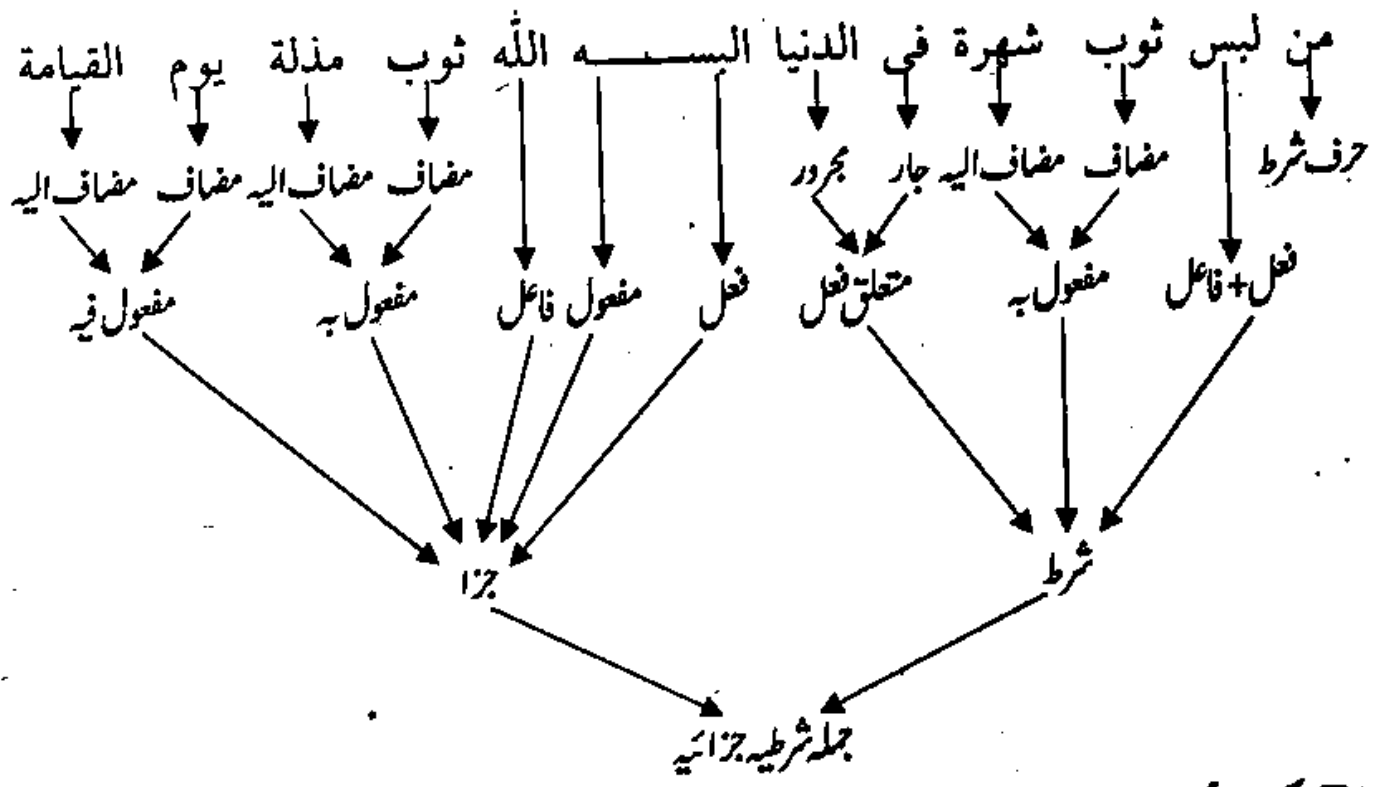
۴۹ غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرنے کا وبال

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

ترجمہ:

"جس شخص نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعے علماء سے حجت بازی کرے یا بے وقوف لوگوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو علم کے ذریعے اپنی طرف متوجہ کرے تو ایسے شخص کو اللہ رب العزت آگ میں داخل فرمائیں گے۔"

تشریح:

علم ایک مقدس فریضہ اور امانت ہے جس کی تحصیل اور اس کی تعلیم اور پھر اس کا استعمال اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اگر اس میں گڑبڑ ہوئی تو بڑی سخت وعید ہے کیونکہ ایک طرف وہی علم جو رفع درجات کا باعث ہوگا وہ اس کو جہنم میں لے کرے گا۔ اخلاص نہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ علم کی تحصیل میں مقصود یہ ہو کہ میں بھی صاحب علم بن جاؤں گا تو علماء سے نوک جھونک کیا کروں گا، جاہل لوگوں کو الو بناؤں گا یا علم کے ذریعے لوگ میری قدر و عزت کیا کریں گے اور لوگ میری طرف متوجہ ہوں گے یہ تمام اغراض فاسد ہیں جو جہنم کی وعید کا موجب ہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط طلب فعل ضمیر فاعل العلم مفعول بہ لِ جار یجاری فعل ضمیر اس کا فاعل بہ جار مجرور متعلق فعل العلماء مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ او حرف عطف لیماری به السفهاء اسی طرح معطوف علیہ معطوف، او عاطفہ یصرف فعل ضمیر اس کا فاعل بہ جار مجرور متعلق فعل کے وجوہ مضاف الناس مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ الیہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور مفعول مل کر معطوف تمام معطوفات مل کر بتاویل ان مجرور ہوئے لِ جار کے لیے، جار مجرور متعلق فعل طلب کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ادخل فعل ہ ضمیر مفعول بہ لفظ الله فاعل النار مفعول فیہ، فعل فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جزا، شرط جزا جملہ شرطیہ جزائیہ۔

نقشہ ترکیب:
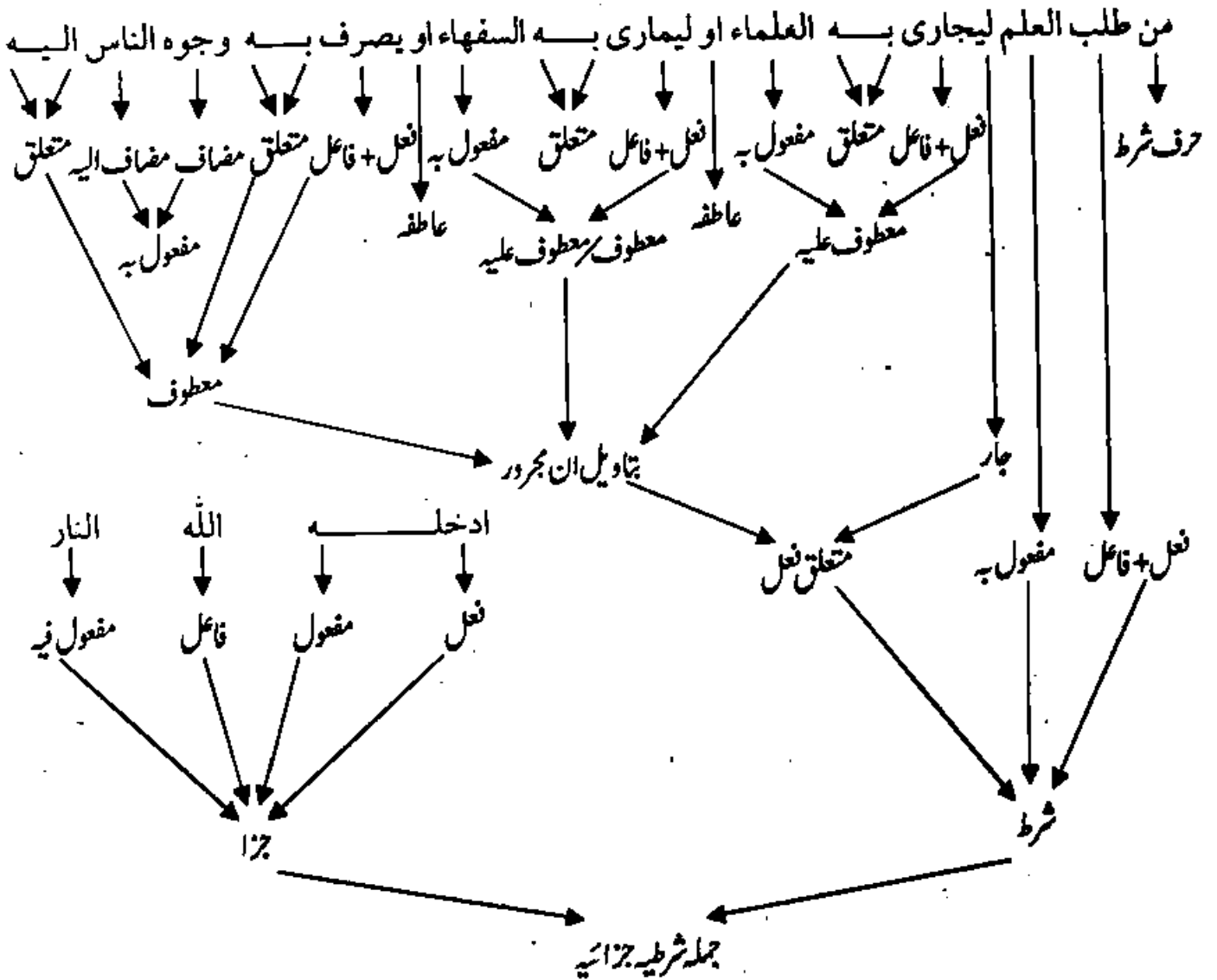
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۵٤، باب ما جاء من یطلب بعلمه الدنیا، ابواب العلم۔

***

⑬ دنیا کے لیے حصول علم کا انجام

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ:

''جس نے ایسا علم سیکھا جس کا حصول رضاءِ الٰہی کی غرض سے ہوتا ہے لیکن یہ اس علم کو صرف اس لیے حاصل کرتا ہے کہ اس کے ذریعے دنیا کا مال و متاع حاصل کرے، تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا۔''

تشریح:

علم ایک مقدس فریضہ اور امانت الٰہی ہے۔ اس لیے علم میں مقصد یہ ہونا چاہیے کہ میرے سے خدا راضی ہو جائے اس کے علاوہ کوئی دوسری غرض سیکھنے والے کے سامنے نہیں ہونی چاہیے۔ یہ بات ویسے تو علوم کے بارے میں عمومی ہے کہ علم کوئی بھی ہو اسے مقدس منصب ہی رہنا چاہیے اسے دنیا کی کمائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ مگر شرعی اور مذہبی علوم میں اس بات کا خاص اہتمام اور تاکید برتی گئی ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کے سامنے کوئی بھی غرض مادی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ علم شرعی کا مقصد اور غرض تو صرف اور صرف رضاء الٰہی کا حصول ہے۔ حتی کہ اگر اس میں کوئی مادی غرض نہ بھی ہو لیکن یہ جذبہ ہو کہ میں لوگوں پر تفوق اور غلبہ حاصل کروں تو یہ بات بھی سخت وعید کا موجب ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

علماء اسلام نے شروع روز سے نبی اکرم ﷺ کی اس ہدایت کو دل و جان سے تسلیم کیا اور اس پر عمل پیرا رہے چنانچہ تاریخ میں یہ بات واضح ہے کہ شرعی علوم ہمیشہ مقدس فریضے اور خدائی امانت کے طور پر پڑھے پڑھائے جاتے رہے، نہ شاگرد کے ذہن میں یہ ہوتا تھا کہ میں اس علم سے پیسے کماؤں گا اور نہ استاد کو یہ ہوتا تھا کہ جتنے شاگرد ہوں گے اتنے پیسے آئیں گے بلکہ یہ سارا کام للہ فی اللہ اور بالکل مفت ہوتا تھا۔ ایک آدمی ان علماء کی آغوش میں اس وقت بھی اور آج بھی ان پڑھ بچے کی شکل میں آتا ہے اور طویل عرصے کے بعد علامۂ دہر بن کر نکلتا ہے مگر اس عرصے میں اس کا ایک روپیہ بھی تحصیل علم پر خرچ نہیں ہوتا...... آج بھی مدرسوں کے بوریا نشین اسی روایت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ جبکہ دنیاوی علوم والے اگر چہ دعویٰ تو یہی کرتے ہیں کہ ہم بھی انبیاء کے لائے ہوئے علوم میں سے حصہ دار ہیں مگر وہ اس بنیادی شرط اور حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کیونکہ دنیاوی علوم کی تانت آخر دنیا، پیسے اور مادیت پر آ کر ٹوٹتی ہے۔ چنانچہ آج کے ماحول میں دنیاوی علوم کے میدان میں۔ اسی علم کی طلب ہے، جس کی مانگ ہے، جس میں پیسہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس مادی نظریئے نے بہت سے مفاسد اور معاشرتی خرابیوں کو جنم دیا ہے جن کی تفصیل کا یہ

موثقہ نہیں۔

اس وجہ سے بعض حضرات دنیاوی علوم کو علم کہتے ہی نہیں بلکہ وہ انہیں مختلف مہارات اور فنون کا نام دیتے ہیں کیونکہ علم تو وہ ہے جو خدا کے لیے ہو اور خدا تک پہنچائے۔

ترکیب:

من حرف شرط تعلم فعل ضمیر فاعل علما موصوف من جار ما اسم موصول یبتغی فعل مجہول بہ جار مجرور متعلق فعل کے وجہ مضاف لفظ اللہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر نائب فاعل فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے کائنا محذوف کے۔ کائنا اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر (علما موصوف کے لیے) صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفسر لا یتعلم فعل ہ ضمیر مفعول بہ الا حرف استثناء لغو جار یصیب فعل ضمیر فاعل عرضا موصوف من الدنیا جار مجرور متعلق کائنا محذوف کے کائنا اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتاویل جملہ بتقدیر ان مصدریہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل لا یتعلم کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تفسیر، مفسر تفسیر مل کر شرط

لم یجد فعل ضمیر فاعل عرف مضاف الجنۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ فعل فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
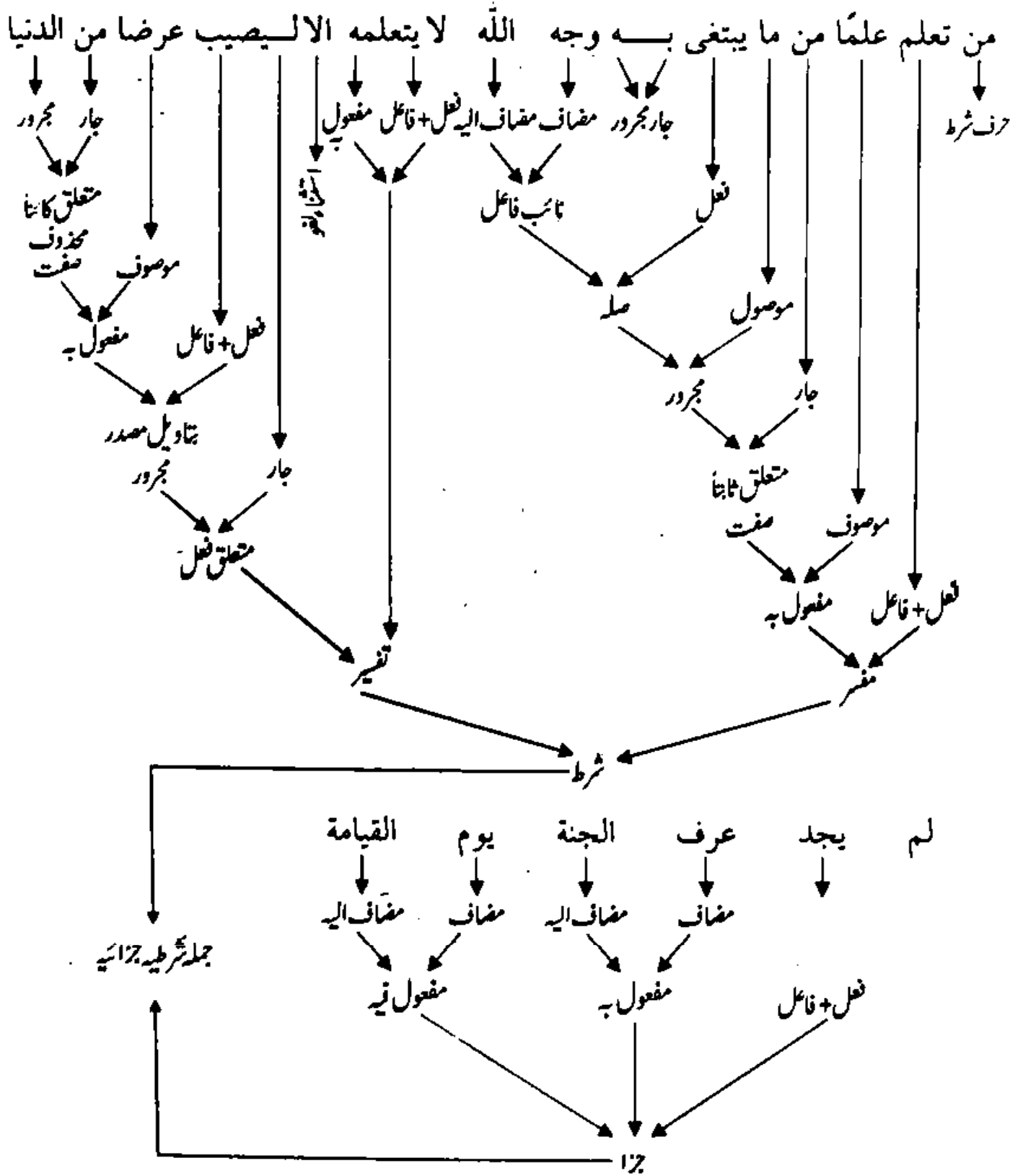
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ٣٦٦٤، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، کتاب العلم۔

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ٢٤٨، باب الانتفاع بالعلم و العمل بہ۔

***

۲۴۲ نجومی کے پاس جانے کا گناہ

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَئَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ لَّمْ یُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً

ترجمہ:

''جو آدمی کسی نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی بات کے بارے میں پوچھے تو اس کی چالیس رات کی عبادت قبول نہیں ہوگی۔''

تشریح:

عراف اسم مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کا مطلب ہے کاہن اور نجومی۔ اور اس میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو غیب کی باتوں اور مستقبل کی پیش گوئی کے مدعی ہوتے ہیں۔ چاہے وہ پامسٹ ہوں نجومی ہوں، کاہن ہوں یا کوئی بھی دوسری صورت ہو سب کا ایک حکم ہے۔ ان لوگوں کے ذرائع معلومات اور طریقہ کار وہمیات اور خرافات بلکہ شرک وکفر کے امور پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے بارے میں سخت طرز عمل کی تاکید کی گئی ہے اور کاہن کی کمائی کو خبیث اور حرام کمائی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ غلطی سے کاہن کی کمائی کھالی تو پھر معلوم ہونے پر فوراً قے کردی۔ مذکورہ بالا حدیث بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو آدمی بھی کسی ایسے مدعی غیب کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے اور ایسا پوچھنے سے مقصود معلومات حاصل کرنا ہو تو ایسا شخص سخت گناہ گار ہے حتی کہ اس کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ دوسری روایت کے مطابق اس پر چالیس دن تک توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط اتی فعل ضمیر فاعل عرافا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف علیہ ف عاطفہ سئل فعل ضمیر فاعل ہ ضمیر مفعول بہ عن جار شیء مجرور جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط لم یقبل فعل مجہول لہ جار مجرور متعلق فعل صلوۃ مضاف اربعین ممیز لیلۃ تمیز ممیز تمیز مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر نائب فاعل، فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۹۵۷، باب الکهانة و اتیان الکهانة۔

***
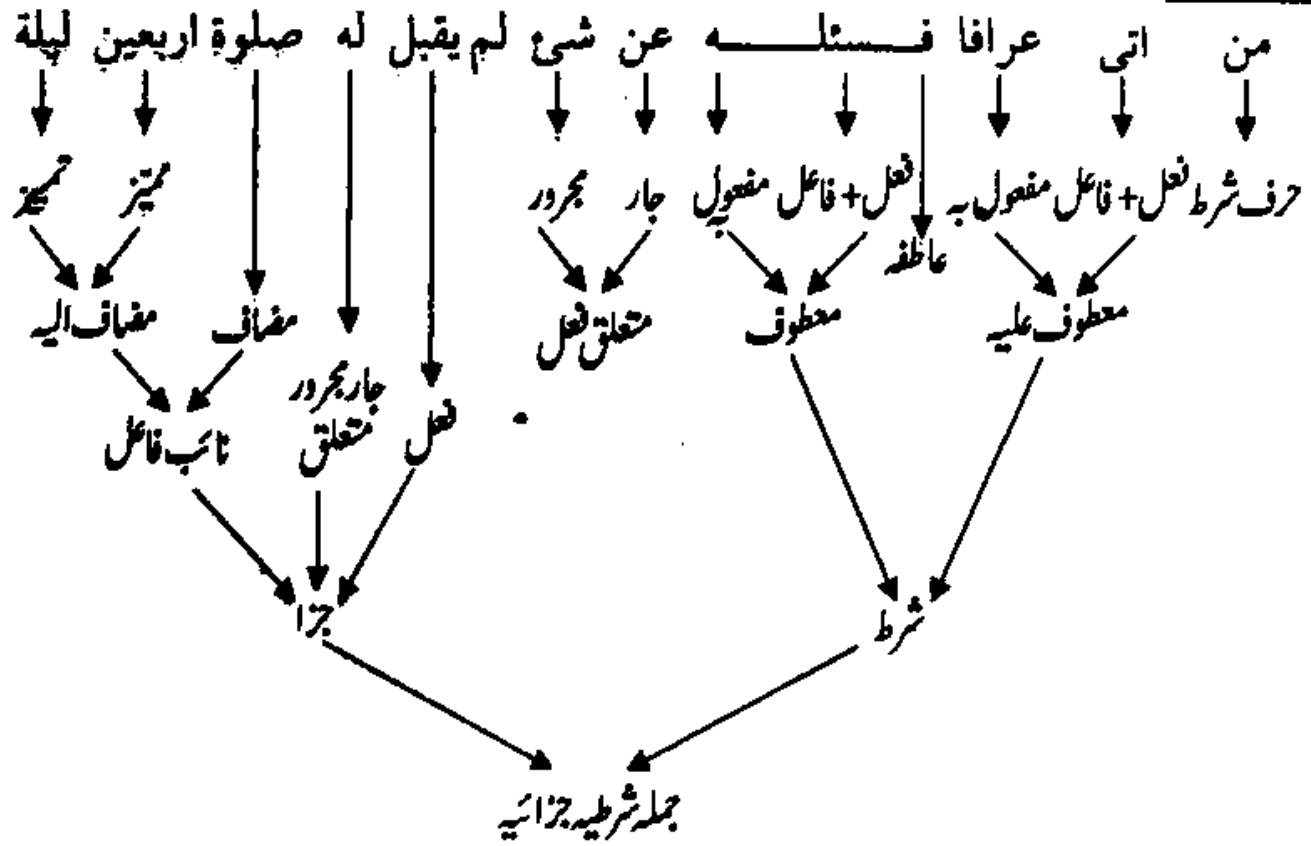
۱۴۴ مسلمان کی درخواست پورا کرنے کا اہتمام

مَنِ اسْتَعَاذَ مِنكُم بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ وَ مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوهُ وَ مَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيبُوهُ وَ مَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُوهُ بِهٖ فَادْعُوا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنْ قَدْ كَافَئْتُمُوهُ

ترجمہ:

"جو تم سے اللہ کے نام کی پناہ مانگے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے دے دو اور جو تمہیں دعوت دے تم اسے قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کو بدلہ دو اگر تمہیں ایسی چیز نہ ملے جس سے بدلہ ہو سکے تو اس کے لیے دعا کرتے رہو حتی کہ تمہیں یہ لگے کہ تم نے بدلہ دے دیا ہے۔"

تشریح:

پہلی دو چیزوں میں یہ کہا گیا ہے کہ خدا کے نام کی عظمت و حرمت کا یہ تقاضا ہے کہ اگر اس کا نام لے کر کوئی چیز مانگے تو اسے دے دیا کرو۔ اور جو کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرے تو تم بھی کوشش کرو کہ اسے بدلہ دو۔ اگر بدلے میں کوئی چیز نہیں ملتی تو کوئی بات نہیں اس کے بدلے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے محسن کے لیے اس قدر دعا کرو کہ تمہیں بدلہ دینے کا گمان ہو جائے۔ یعنی تمہارا ضمیر مطمئن ہو جائے کہ تم نے جیسا کیسا بدلہ چکا دیا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط استعاذ فعل با فاعل منکم جار مجرور متعلق فعل باللہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلقین سے مل کر شرط ف جزائیہ اعیذوہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط سأل باللہ فعل فاعل اور متعلق مل کر شرط ف جزائیہ اعطوہ فعل فاعل اور مفعول مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ من حرف شرط دعاکم فعل فاعل مل کر شرط فاجیبوہ فعل فاعل اور مفعول بہ جزا، شرط جزا مل کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ من حرف شرط صنع فعل فاعل الیکم جار مجرور متعلق معروفا مفعول بہ فعل فاعل وغیرہ مل کر شرط فکافئوہ جزا، شرط جزا ملکر معطوف علیہ معطوف ف عاطفہ ان حرف شرط لم تجدوا فعل فاعل ما موصولہ تکافئوا جملہ صلہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول سے مل کر شرط فادعوا فعل فاعل لہ جار مجرور متعلق حتی حرف جار تروا فعل ان مخففہ من المثقلہ قد کافئتموہ فعل مع فاعل و مفعول بہ۔ فعل فاعل مفعول بہ مل کر خبر۔ ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفعول بہ تروا فعل کا، فعل اپنے فاعل و مفعول سے مل کر بتقدیر ان مجرور ہوا حتی کا، جار مجرور مل کر متعلق ہوئے فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر

جزا، شرط جزا مل کر معطوف معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

جملہ معطوفہ = { معطوف علیہ + معطوف اول + معطوف ثانی + معطوف ثالث }
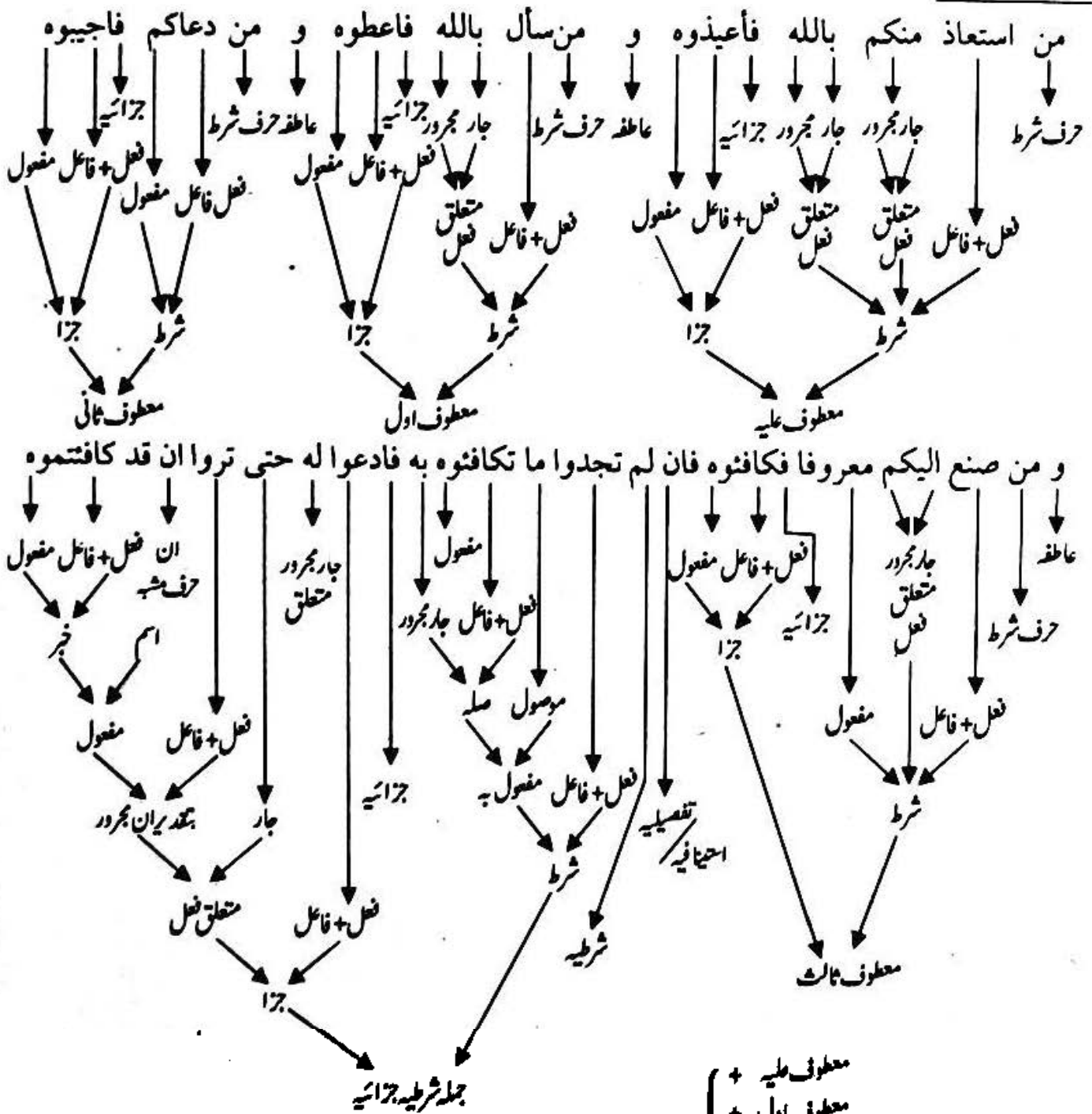
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۱۶۷۲، باب فی الرجل یستعیذ من الرجل،

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۴۸

***

⑬ برائی کو ختم کرنا مذہبی فریضہ

مَنْ رَّأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

ترجمہ:

"جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے پھر اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

تشریح:

اس حدیث میں ایمان کے تین درجات بیان کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کے اگر چہ اولین مخاطب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں لیکن الفاظ کے عموم کا تقاضا اور حکم یہ ہے کہ قیامت تک آنے والا ہر مسلمان اس حکم اور تقاضے کا مخاطب اور ذمہ دار ہے۔ ہاں مگر اپنی اپنی ذمہ داری کا دائرہ کار مختلف ہو سکتا ہے۔ اصولی ہدایت یہ ہے کہ ایک مسلمان کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کوئی برائی ہوتی ہوئی دیکھے اور اس پر خاموش رہے چاہے گونگا شیطان بن کر یا غافل انسان بن کر۔ بلکہ اس کے دل میں برائی کا احساس چاہے وہ کسی بھی درجے میں ہو ضرور ہونا چاہیے۔ چنانچہ اگر کہیں برائی ہوتے ہوئے دیکھے تو اول مرحلے میں یہ کوشش کرے کہ اسے بزور بازو ختم کرے اگر ایسا نہ ہو سکے مثلاً وہ اپنے اندر ہمت نہ پائے یا فتنے کا اندیشہ ہو تو پھر اپنی زبان سے اس کے خلاف احتجاج کرے اور اسے بند کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کرے اگر اس میں یہ بھی استطاعت نہیں یا یہ طریقہ مفید نہیں تو اسے چاہیے کہ اپنے دل سے اس کو کم از کم برا سمجھتا رہے۔ اور کڑھتا رہے کہ میری آنکھوں کے سامنے برائی ہو رہی ہے اور میں کچھ کر نہیں سکتا۔ یہ کڑھن اور حسرت والم بھی اس کے ایمان کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اگر یہ بھی ختم ہو گئی تو پھر ایمان کا اللہ ہی حافظ ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کی تشریح میں یہ فرمایا ہے کہ تغییر بالید حکام وارباب اقتدار کا کام ہے اور باقی دونوں عوام کا کام ہیں۔ لیکن یہ اس صورت میں ہوگا جب حکام یہ کام کریں یا متوجہ کرنے سے متوجہ ہوں، لیکن اگر وہ برائی کو برائی سمجھیں ہی نہ تو پھر کیا عوام خاموش رہے ایسی صورت میں عوام یا علماء کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ قوت متصرفہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر یا کسی بھی طرح برائی کا خاتمہ کریں اور اس کو اپنا مستقل مسئلہ بنائیں۔

ترکیب:

من حرف شرط رأى فعل ضمیر فاعل منکم جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل فاعل ومتعلق مل کر شرط ف جزائیہ لیغیر فعل ضمیر فاعل، ہ ضمیر مفعول بہ بیدہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔ ف

تفصیلیہ ان لم یستطع فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ بلسانہ جار مجرور متعلق لیغیر فعل محذوف کے۔ فعل فاعل اور متعلق مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ف تفصیلیہ ان لم یستطع شرط فبقلبہ جار مجرور متعلق یغیر فعل محذوف کے ہو کر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ و استینافیہ ذلک مبتدا اضعف مضاف الایمان مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
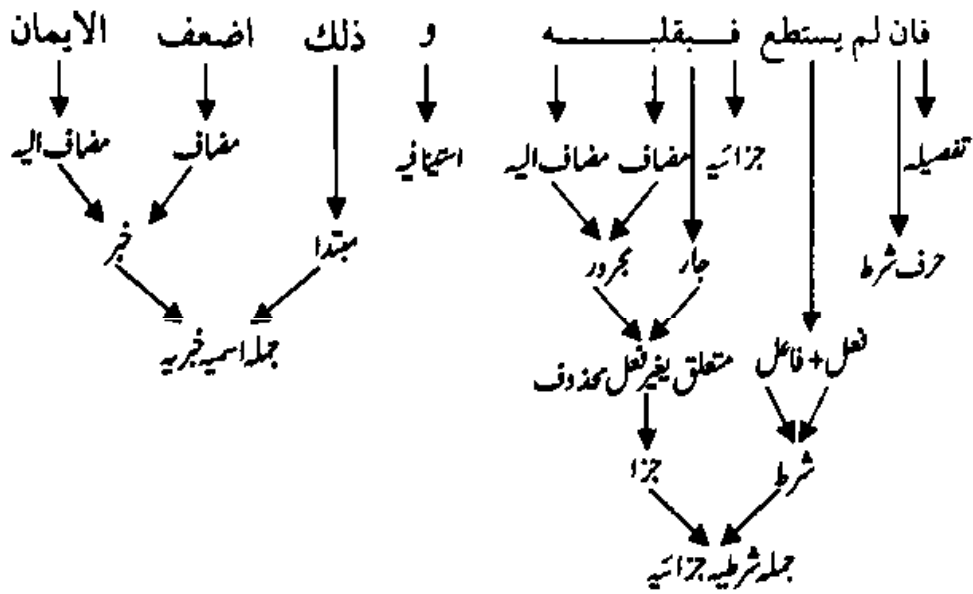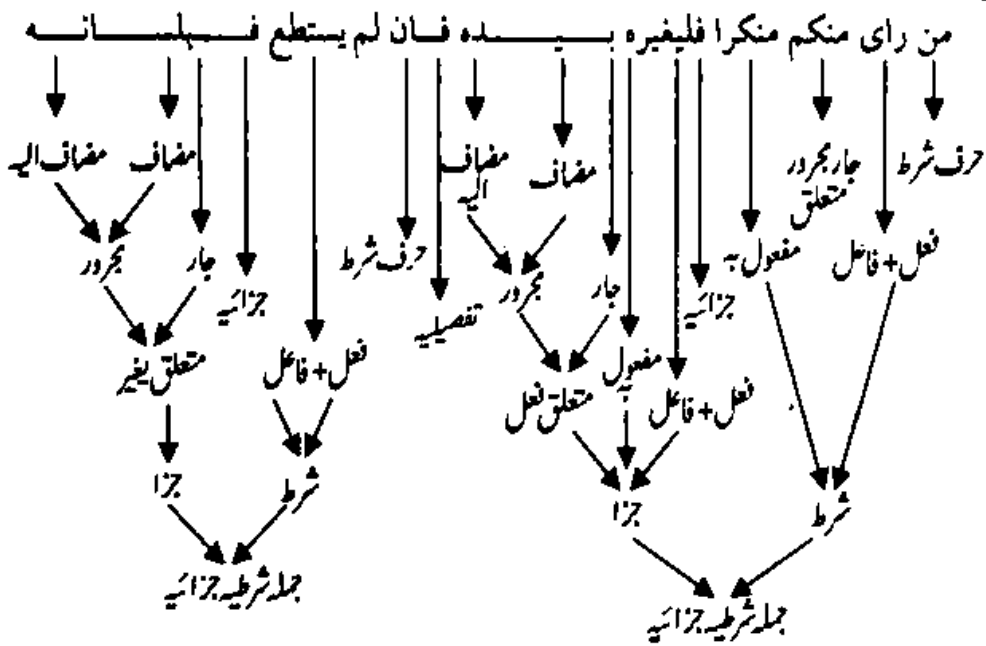
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۸٦، باب کون النهی عن المنکر من الایمان، کتاب الایمان

***

۲۲۶ بلا عذر روزہ چھوڑنے کا نقصان

مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَّمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَّ لَا مَرَضٍ لَّمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَ اِنْ صَامَہٗ

ترجمہ:

"جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی کسی رخصت یا مرض کے بغیر چھوڑ دیا تو تمام عمر کے روزے اس کی جگہ نہیں لے سکتے چاہے وہ رکھ بھی لے۔"

تشریح:

رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی عذر کے چھوٹ جائے تو یہ بہت بڑا نقصان ہے اتنا بڑا نقصان ہے کہ اگر آدمی ساری عمر بھی روزے رکھتا رہے تو اس ایک روزے کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو خصوصی برکات، کیفیات اور ثمرات رمضان کے مہینے کے ساتھ خاص ہیں، وہ دوسرے دنوں میں ہو ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ روز قیامت جو ندامت و حرمان اس روزے کا ہوگا اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکے گا۔ کتنی بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ دیتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں اور کتنی محرومی و بدبختی ہے ان لوگوں کی جو کھاتے پیتے صحت مند اور تندرست ہونے کے باوجود رمضان کا روزہ نہیں رکھتے۔

ترکیب:

من حرف شرط افطر فعل ضمیر فاعل یوما موصوف من جار رمضان مجرور جار مجرور متعلق کائنا صفت محذوف کے، موصوف صفت مل کر مفعول فیہ، من جار غیر مضاف رخصۃ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لا زائدہ مرض معطوف معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے فعل اپنے فاعل مفعول فیہ اور متعلقات سے مل کر شرط لم یقض فعل عنہ جار مجرور متعلق فعل کے صوم مضاف الدھر مؤکد کلہ مضاف مضاف الیہ مل کر تاکید، مؤکد تاکید مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر جزا مقدم و وصلیہ ان حرف شرط صامہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر شرط، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر جزا ہوئی، پہلی شرط کی، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۷۲۳، باب ما جاء فی الافطار متعمدًا

(۲) ابو داوُد، حدیث نمبر ۲۳۹۸، باب التغلیظ فیمن افطر عمدًا

***

⑳ مخلص قرضدار کی اللہ مدد کرتے ہیں

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَائَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَ مَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

ترجمہ:

”جو آدمی لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے تو اللہ اس کو ادا کرواتے ہیں اور جو ضائع کرنے کے ارادے سے لے اللہ اس کو اس پر ضائع کرتے ہیں۔“

تشریح:

ایک آدمی دوسرے سے قرض لیتا ہے ظاہر ہے لیتے وقت تنگ دست ہوتا ہے لیتے وقت اگر اس کی نیت اور عزم یہ ہو کہ جوں ہی اللہ توفیق دیں گے تو یہ قرض پہلی فرصت میں واپس کروں گا۔ تو ایسے شخص کی اللہ مدد فرماتے ہیں اور ایسے اسباب مہیا کرتے ہیں کہ وہ آسانی قرض چکا دیتا ہے اور اگر بالفرض دنیا میں ادائیگی کے ارادے اور کوشش کے باوجود چکانے کی مہلت نہ ملی اور موت آ گئی تو بھی اللہ اس کی نیت کی برکت سے قیامت والے دن اس کے قرض خواہ کو اپنی طرف سے اجر دے کر راضی فرما دیں گے۔ لیکن اگر قرض لیتے وقت ہی نیت میں کھوٹ ہو تو ایسے شخص کو ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اول تو دنیا میں بھی ادا نہیں کرے گا۔ بلکہ قرض خواہ کا قرض ڈوبے گا دوسرے اگر آخرت کا معاملہ بھی ہوا تو وہاں بھی اللہ مدد نہیں فرمائیں گے کیونکہ اس کا ایک اچھا کام کرنے کی نیت اور عزم ہی نہیں تھا۔

ترکیب:

من حرف شرط اخذ فعل ضمیر ذوالحال اموال الناس مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ یرید فعل ضمیر فاعل ادائھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ حال، حال ذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل ومفعول مل کر شرط ادی فعل لفظ اللہ فاعل عنہ جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط اخذ فعل ضمیر ذوالحال یرید فعل ضمیر فاعل اتلافھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل ومفعول بہ مل کر حال، حال ذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر شرط اتلف فعل لفظ اللہ فاعل علیہ متعلق۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
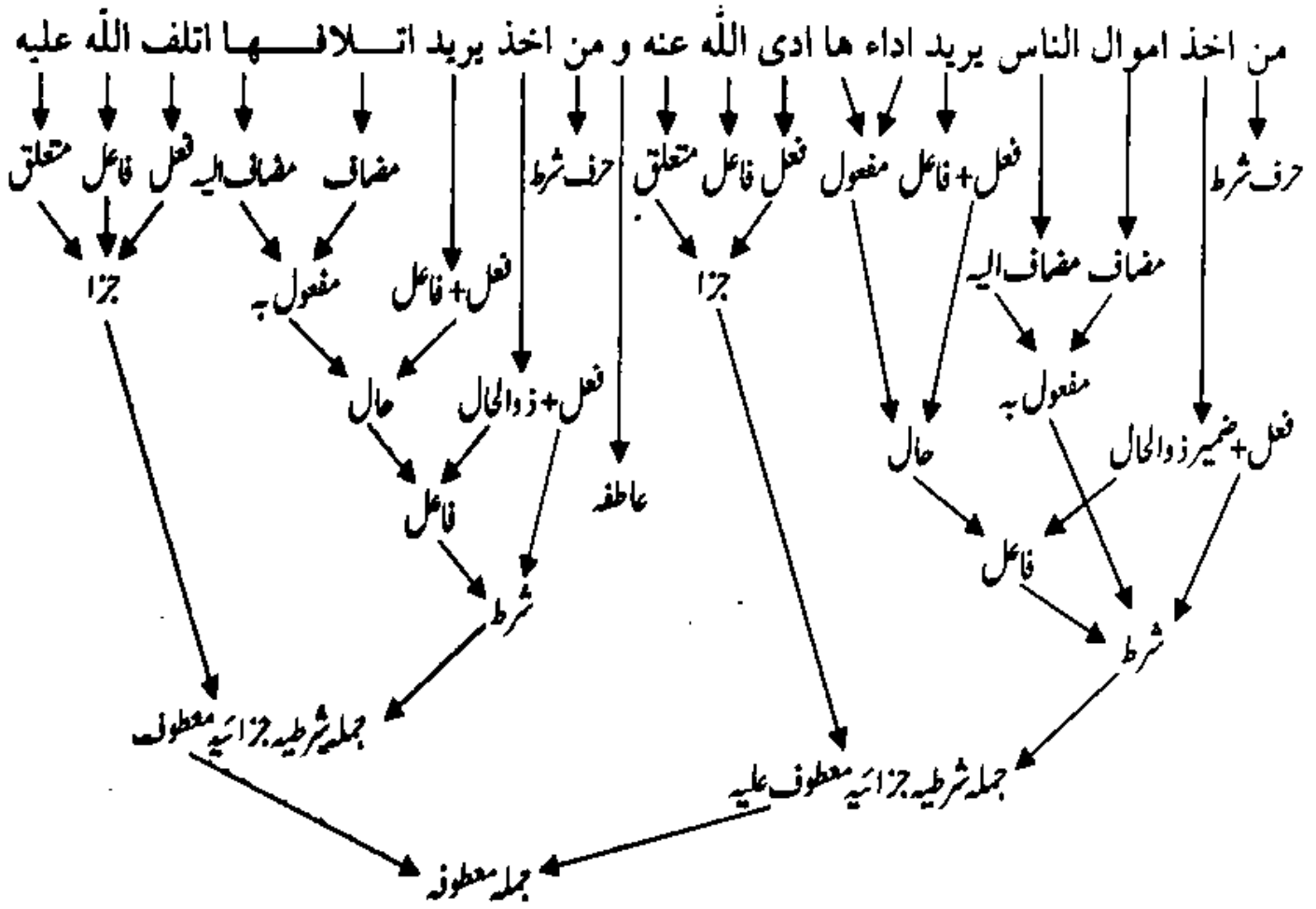
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۳۸۷، باب من اخذ اموال الناس الخ، کتاب الاستقراض۔

***

۱۴۷ نیکی کے کام میں اعانت پر پورا اجر

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ

ترجمہ:

''جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اس کو ان کے برابر اجر ملے گا۔''

تشریح:

روزہ دار کا روزہ افطار کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور تکلفات والا کھانا اور چنے ہوئے دستر خوان ہی ہوں یا افطار پارٹی ہو تب ہی افطاری کہلائے گی بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق جو بھی کھلا دے گا وہ اجر کا باعث اور موجب بن جائے گا چاہے ایک کھجور ہی ہو یا ایک گھونٹ پانی کا یا ایک گھونٹ لسی کا ہو۔ بس شرط یہ ہے کہ یہ سب کام اخلاص کے ساتھ ہو ریا و دکھلاوے کے لیے نہیں۔

اسی طرح جو آدمی جہاد پر جا رہا ہو اسے سامان جہاد فراہم کرنا اور اس کی مالی مدد کرنا یہ بھی بہت بڑا ثواب ہے اور اس تعاون کرنے والے کو بھی جہاد کرنے والے جیسا اجر ملے گا، کیونکہ جہاد سے اسلام کے نخل کی آبیاری ہوتی ہے، جہاد اسلام کی حفاظت کا ضامن ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں جہاں پوری دنیائے کفر طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اسلامی ممالک کو شیرِ مادر (ماں کا دودھ) سمجھ کر صلیبی جنگ چھیڑے ہوئے ہے، ایسے حالات میں ان صلیبی طاغوتوں اور ان کے گماشتوں کے خلاف اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہزاروں خدشات و خطرات کے ساتھ میدان جہاد میں جانا یقیناً بہت ہی باعث اجر و ثواب ہے اور ایسے حالات میں جبکہ مجاہدین کی کوئی سلطنت بھی باقاعدہ پشت پناہی کو تیار نہیں، ان کے ساتھ دعاؤں، نیک تمناؤں اور مالی امداد کی شکل میں تعاون کرنا یقیناً بہت بڑی نیکی ہے۔ "اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ"

ترکیب:

من حرف شرط فطر فعل ضمیر فاعل صائما مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معطوف علیہ او عاطفہ جھز فعل ضمیر فاعل غازیا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر شرط ف جزائیہ لہ جار مجرور متعلق ثابت خبر مقدم کے مثل مضاف اجرہ مضاف الیہ مضاف دونوں مل کر مبتدا، مبتدا خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
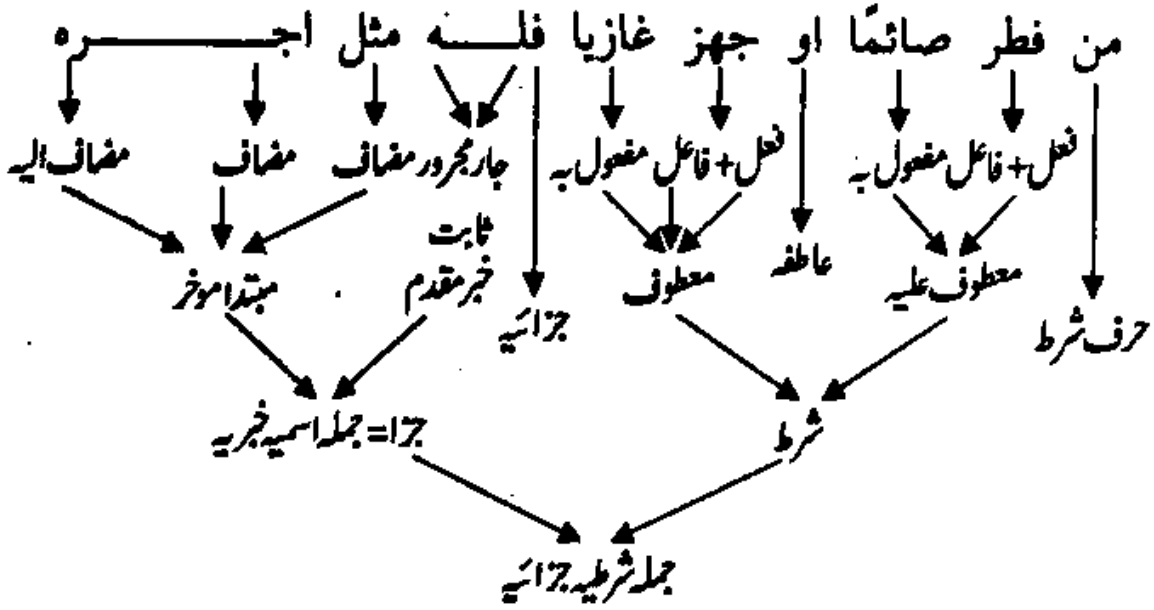
تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی، حدیث نمبر۳۹۵۳

***

۲۳۹ ناجائز قبضہ پر زمین میں دھنسانے کا عذاب

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی سَبْعِ اَرْضِیْنَ

ترجمہ:

"جس نے کسی کی ناحق کچھ بھی زمین لی تو اسے اس زمین کے ساتھ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔"

تشریح:

یعنی اگر کسی کی تھوڑی سی بھی زمین ناحق لی ہوگی تو اس کا عذاب اور وبال یہ ہوگا کہ اس آدمی کو اس تھوڑی سی زمین کے ساتھ ایسے ہی سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا جیسے قارون کو دھنسا دیا گیا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق لی ہوگی اسے قیامت کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس زمین کی سات طبقوں تک کھدائی کرے پھر وہ زمین اس کے گلے کا طوق بنا کر ڈال دی جائے گی اور وہ حساب کتاب ختم ہونے تک اسی حال میں رہے گا۔

زمین ناحق لینے کے بارے میں یہ بہت سخت وعیدیں ہیں۔ غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے معاملے میں اچھے بھلے لوگوں کا ایمان اور دیانت داری ڈولنے لگتی ہے اور وہ طرح طرح کے بودے بودے حیلے بہانے بنا کر زمین دبانے کی کوشش سے گریز نہیں کرتے۔

تنبیہ:

ہمارے ہاں یہ نہایت قبیح رواج ہے کہ بہنوں اور بیٹیوں کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا، اگر کوئی لے بھی لے تو اس کے ساتھ رشتہ ناتا ختم کر کے اسے معاشرتی دباؤ کا شکار بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس طرح سے ان عورتوں کی میراث سے ان کو حصہ نہ دینا بالکل غلط اور ظلم ہے اور یہ اسی وعید میں شامل ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ بہن نے بھی تو اسی ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے جہاں سے بھائی پیدا ہوئے ہیں۔ کیا اس کو ایک عورت اور ناتواں مخلوق ہونے کی سزا دی جاتی ہے کہ بھائی تو ایک ایک پائی کا بہنوں سے حساب لیں اور بہن سے حصہ خوشی خوشی بخشوا لیا جائے۔ اگر کوئی بہن اپنی مرضی سے دینا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جائیداد تقسیم کر کے اس کا حصہ علیحدہ دیا جائے وہ اپنے قبضے میں لانے کے بعد اس کو اگر دینا چاہے تو دے سکتی ہے اس کے بغیر نہیں۔ کیونکہ ھبة المشاع و لو لشریکه درست نہیں۔

ترکیب:

من حرف شرط اخذ فعل با فاعل من الارض جار مجرور متعلق فعل کے شیئا مفعول بہ بغیر حقه جار مجرور متعلق فعل،

فعل فاعل مفعول اور متعلقات سے مل کر شرط خسف فعل مجہول بہ نائب فاعل یوم القیامۃ مضاف مضاف الیہ مفعول فیہ الی جار سبع ممیز مضاف ارضین مضاف الیہ تمیز۔ ممیز تمیز مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے۔ فعل نائب مفعول اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
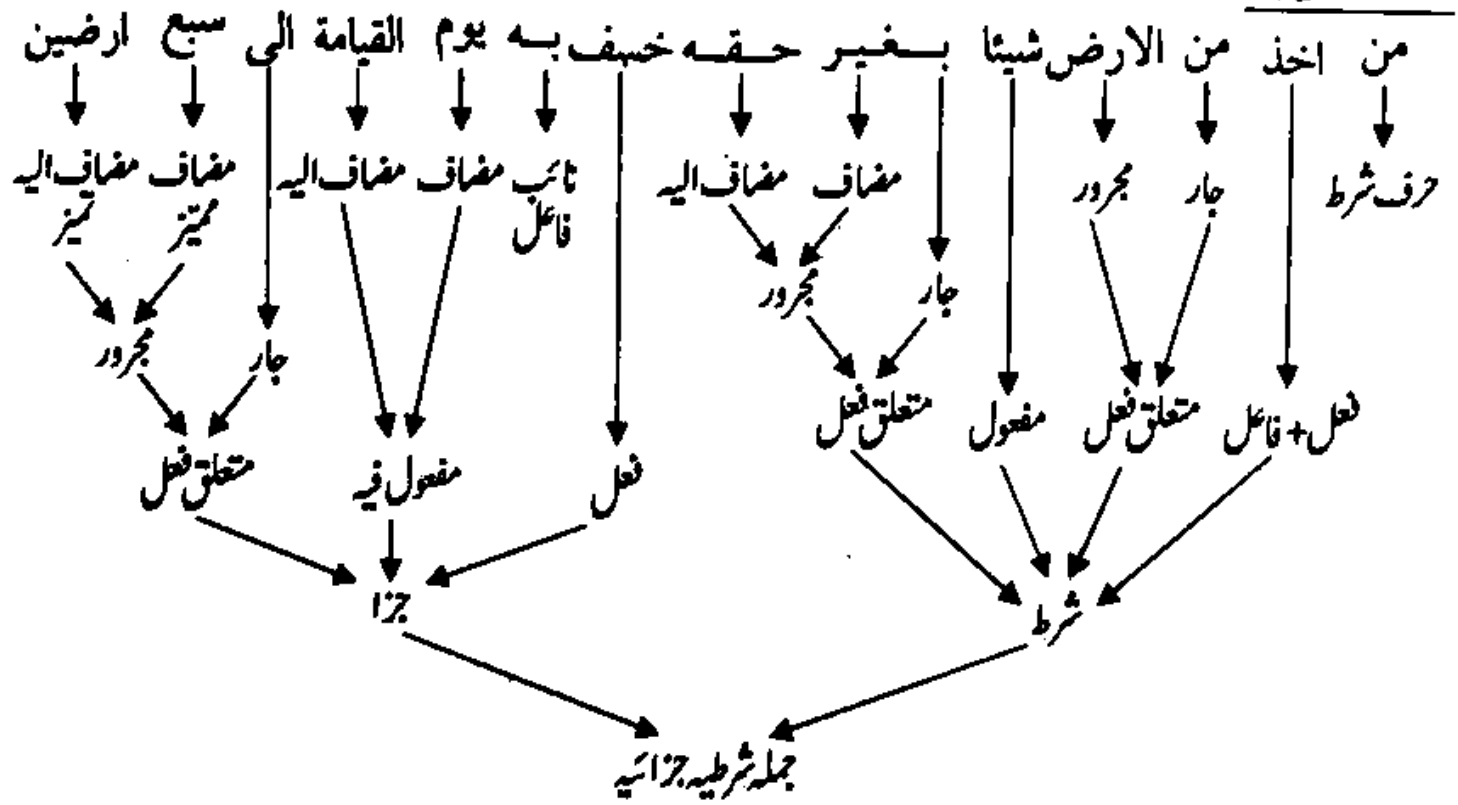
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲٤٥٤، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، ابواب المظالم و القصاص۔

***

۳۲۹ امیر کی اطاعت کی اہمیت

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَ مَنْ یُطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ یَعْصِی الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ

ترجمہ:

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو شخص امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث میں اطاعت کے تین مراحل یا درجات بیان کیے گئے ہیں (۱) اطاعت امیر (۲) اطاعت رسول (۳) اطاعت خداوندی۔ اصل اطاعت تو اللہ رب العزت کی ہے کیونکہ اصل حاکم اور صاحب امر خدا کی ہستی ہے۔ باقی اطاعات اس کے تابع ہیں۔ پھر چونکہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو ہماری طرف نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تو اس کی اطاعت بھی لازمی ہو گی لیکن یہ اطاعت درحقیقت خدا کی اطاعت ہے کیونکہ رسول اسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس شخص کو رسول خدا ﷺ امیر بنا دیں تو وہ بھی آپ ﷺ کے واسطے سے گویا خدا کا مقرر کردہ ہے اس کی اطاعت رسول کی اطاعت ہی ہو گی...... اجتماعی نظم چلانے میں خاص طور سے دینی معاملات میں امیر کی اطاعت نہایت ضروری ہے ورنہ کامیابی نہیں ہو سکتی۔

ترکیب:

من حرف شرط اطاعنی فعل ضمیر فاعل ی ضمیر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق اطاع فعل ضمیر فاعل لفظ اللہ مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط عصانی فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من حرف شرط عصانی فعل فاعل اور مفعول مل کر شرط فقد عصی اللہ پہلے جملے کی طرح جزا، شرط جزا مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ و استینافیہ یطع فعل ضمیر فاعل الامیر مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق عصانی فعل فاعل اور مفعول مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ۔

نقشہ ترکیب:
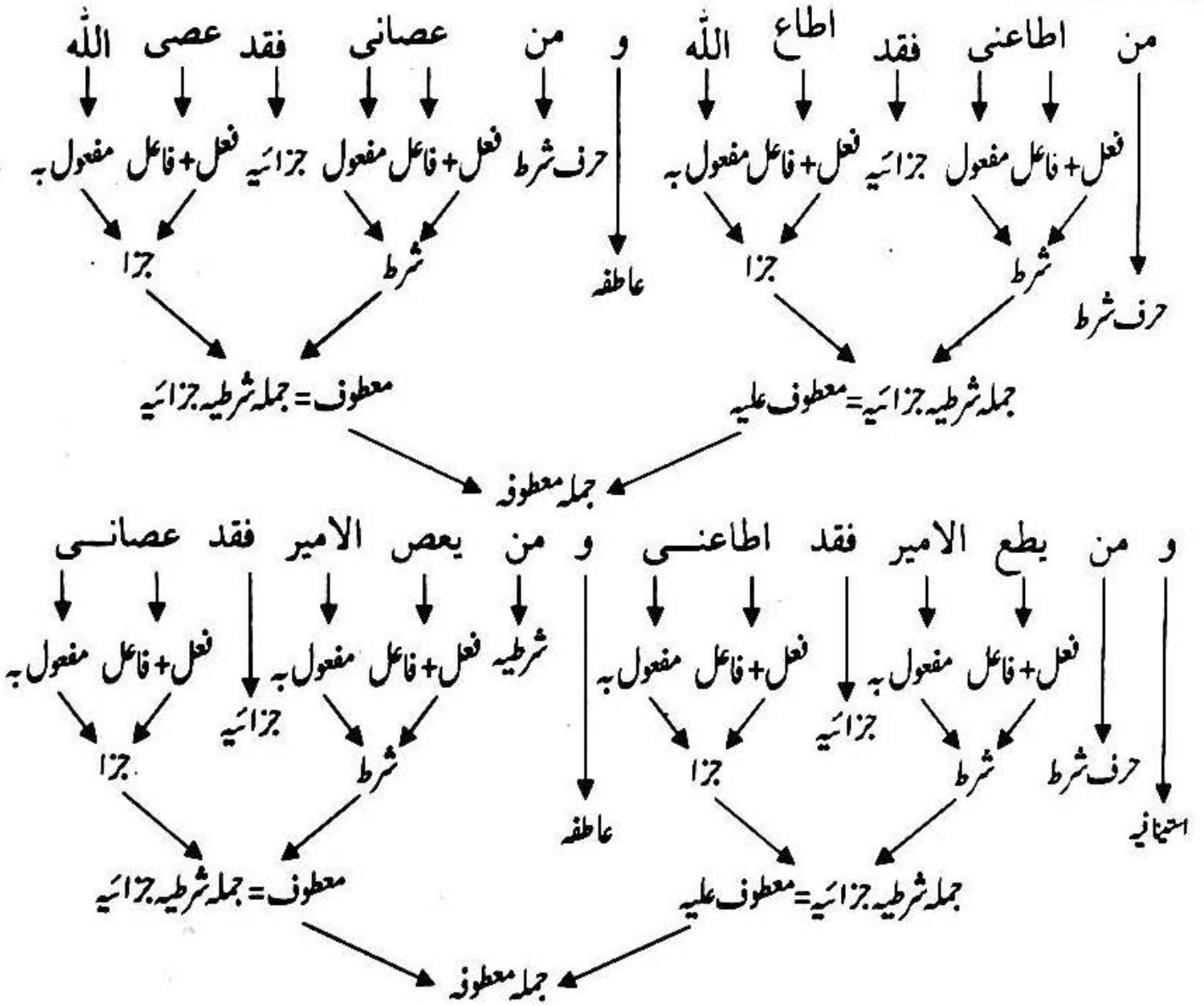
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۹۵۷، کتاب الجهاد۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٤٨٥٤، کتاب الامارة۔

***

۳۴۶ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت

مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ

ترجمہ:

”جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔“

تشریح:

اس حدیث میں امتیوں کے لیے ایک بہت بڑی بشارت اور سامان تسلی ہے کہ جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ یہ تسلی رکھے کہ اس نے میری ہی زیارت کی اور یہ کہ یہ خواب درست اور سچا تھا، شیطانی اثر نہیں تھا کیونکہ شیطان کو اللہ رب العزت نے یہ قدرت ہی نہیں دی کہ وہ میری شکل اپنا سکے۔ چاہے بیداری کی حالت ہو یا نیند کی ہر حال میں شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا۔ علمائے کرام نے اس حوالے سے بحث فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے لیے کیا یہ ضروری ہے کہ آپ کو ایسی شکل میں دیکھے جیسا آپ ﷺ کا حلیہ واقع میں تھا یا کسی بھی شکل میں دیکھ لے تو اسے دیکھنا سمجھیں گے۔ بہت سے علماء کا رجحان اس طرف ہے کہ آپ ﷺ کے اصلی حلیہ میں دیکھنا ضروری ہے ورنہ معتبر نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ کو دیکھنا تب ہی کہیں گے جب آپ کو آپ کے اصل حلیے میں دیکھے۔ ورنہ تو صرف دماغ کا ایک تصور ہے آپ کو دیکھنا تو نہیں پایا گیا۔

فائدہ:

خواب سے متعلق علماء کا یہ قول اور اصول نہایت اہم ہے کہ "الرؤیا تسر و لا تغر" یعنی خواب آپ کی خوشی، سامان تسلی اور قلبی تقویت فراہم کرنے کا ذریعہ تو ہوتے ہیں لیکن کسی بھی خواب کی بنیاد پر دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یعنی عملی زندگی میں احکام کے لحاظ سے خواب کی حیثیت کچھ نہیں چنانچہ خواب اگر شریعت کے موافق ہے تو بہت اچھا لیکن اگر شریعت سے متصادم ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں چنانچہ اگر آدمی کی خواب میں کوئی بڑے سے بڑا بزرگ بھی آ جائے۔ ولی ہو غوث قطب حتیٰ کہ نبی بھی ہو۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کہے جو شریعت سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتی تو شریعت کے مقابلے میں ایسے خواب کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے جو شریعت دی ہے وہ بیداری کے احکامات ہیں اور خواب میں تو آدمی سو رہا ہوتا ہے...... اور نیند کی بات بھلے کتنی ہی مضبوط ہو اس کا مقابلہ بیداری کی چیزوں سے نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم

ترکیب:

من حرف شرط رانی فعل فاعل اور مفعول فی جار المنام مجرور جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل مفعول اور متعلق مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق رانی فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر معلل فا تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل الشیطان

اسم لا یتمثل فعل ضمیر فاعل فی جار صورتی مجرور جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔
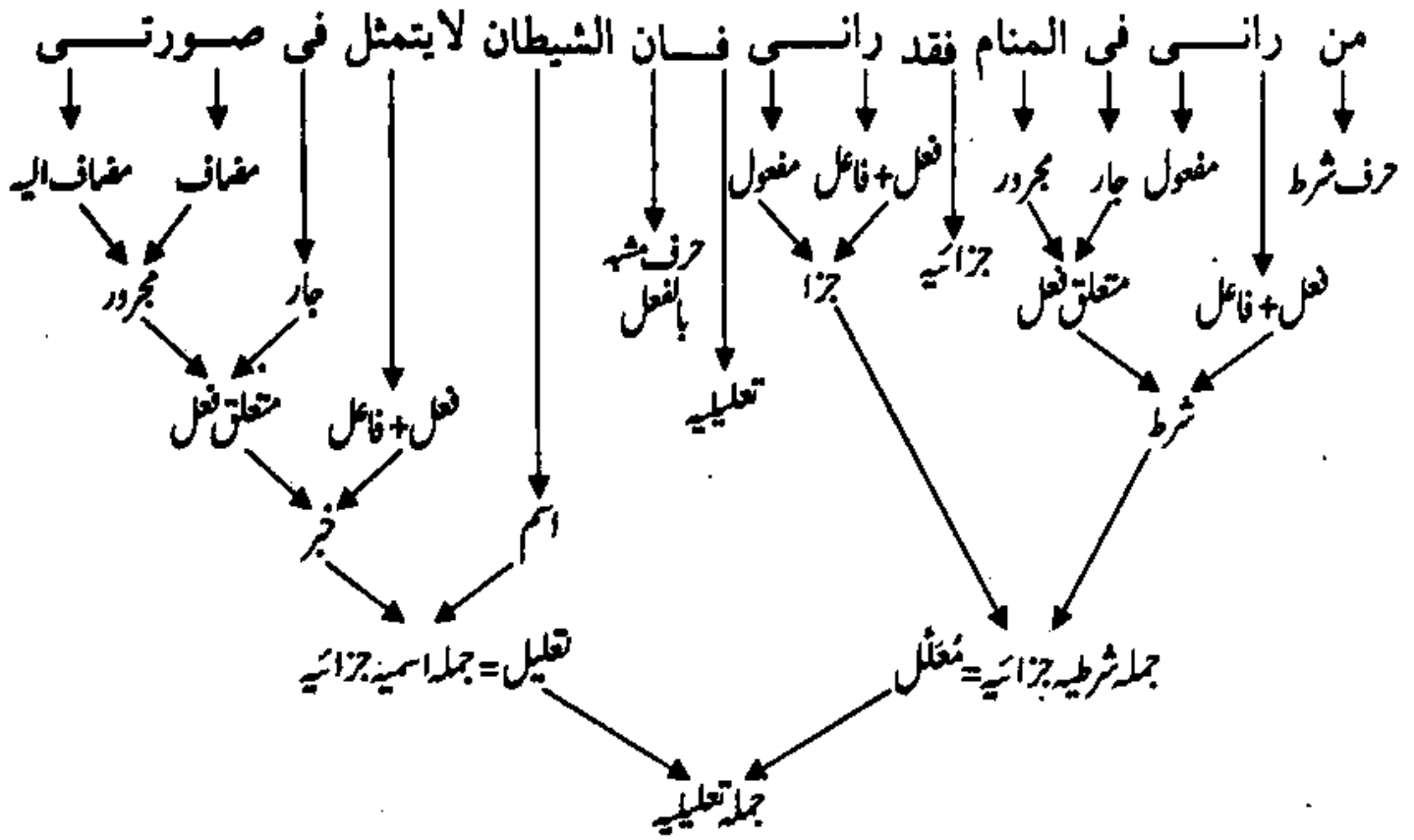
نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(١) بخاری، حدیث نمبر ٦٥٩٣، کتاب التعبیر۔

(٢) مسلم، حدیث نمبر ٥٠٥٦، کتاب الرؤیا۔

***

۳۹ ناحق دعویٰ کرنے والے کے لیے سخت وعید

مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَ لْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ:

"جو کسی ایسی چیز کا دعوی کرے جو اس کی نہیں تو ایسا شخص ہم میں سے نہیں اور اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

تشریح:

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جو آدمی یہ جانتا بھی ہے کہ فلاں چیز میری نہیں کسی اور کی ہے اس کے باوجود وہ اس چیز کے بارے میں اپنی ہونے کا دعوی کرتا ہے تو اس کا یہ فعل ہلکے درجے کا گناہ یا صرف جھوٹ کا گناہ نہیں بلکہ انتہائی سخت وعید کا مستحق ہے اور وہ وعید یہ ہے کہ دنیا میں تو اس کا ہم سے یعنی امت مسلمہ اور مسلمان معاشرے سے کوئی تعلق نہیں اور ایسا ظالم شخص مسلمان ہونے کے قابل نہیں......اور آخرت میں ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے حدیث کے الفاظ میں کمال فصاحت و بلاغت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ ٹھکانہ بنانا چاہتا ہے یا نہیں اور اگر بنانا چاہتا ہے تو کیسا؟ جہنم کے عام درجے کے عذاب کا یا نچلے درجے کے عذاب کا۔

ترکیب:

من حرف شرط ادعی فعل ضمیر فاعل ما اسم موصول لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم لہ جار مجرور متعلق کائنا خبر محذوف کے اسم وخبر مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول سے مل کر شرط ف جزائیہ لیس فعل ناقص ضمیر اس کا اسم منا جار مجرور متعلق کائنا خبر محذوف کے اسم وخبر مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لیتبوأ فعل ضمیر فاعل مقعدہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول من جار النار مجرور جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل مفعول اور متعلق مل کر معطوف۔ معطوف معطوف علیہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
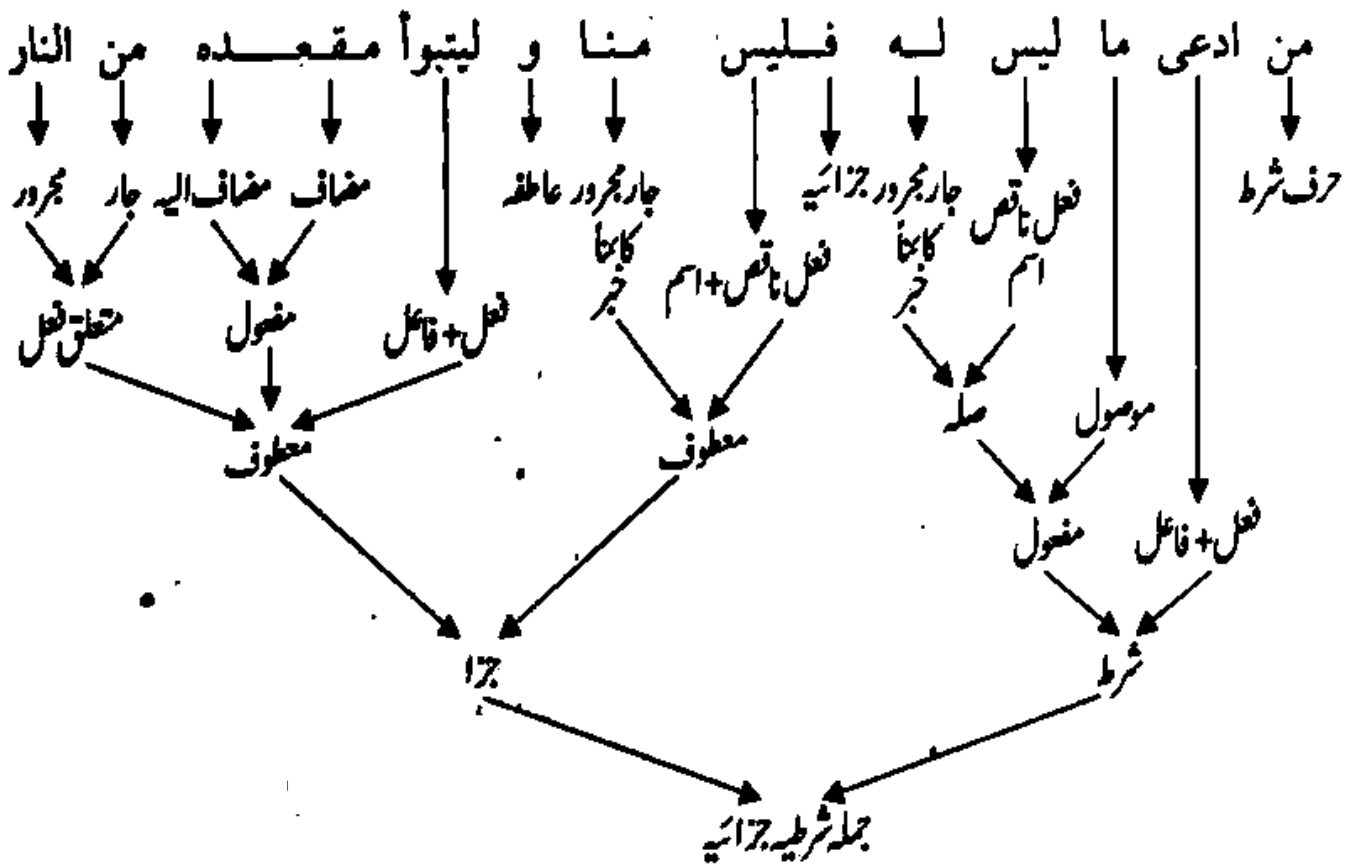
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۲۲۶، باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر، کتاب الایمان۔

***

۳۴ رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت

مَنۡ صَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّ احۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ وَ مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّ احۡتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ وَ مَنۡ قَامَ لَیۡلَةَ الۡقَدۡرِ اِیۡمَانًا وَّ احۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ

ترجمہ:

''جو آدمی ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو آدمی رمضان میں رات کو ایمان اور ثواب کی نیت سے عبادت کرے تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو آدمی لیلۃ القدر کی رات ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرے تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

تشریح:

رمضان رحمت خداوندی کے نزول کا خاص مہینہ ہے اس میں خدا کی رحمت کے کئی مواقع ہیں کوئی ایک موقع بھی ہاتھ آ گیا تو بیڑا پار ہو جائے گا، روزوں سے بخشش ہو سکتی ہے ورنہ رات کا قیام اور تراویح کی نماز سے کام بن سکتا ہے اور اگر کسی کو لیلۃ القدر کی رات میسر آ جائے تو پھر کیا کہنے۔ اتنے زیادہ موقعوں سے کوئی رحمت نہ لوٹ سکے تو پھر ایسے آدمی کے لیے واقعۃً ہلاکت ہے جیسا کہ خود حدیث میں ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط صام فعل ضمیر ذوالحال رمضان مفعول فیہ ایمانا معطوف علیہ و عاطفہ احتسابا معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر حال۔ حال ذوالحال مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور مفعول سے مل کر شرط غفر فعل لہ جار مجرور ما موصولہ تقدم فعل فاعل من جار ذنبہ مجرور جار مجرور متعلق فعل کے صلہ، موصول صلہ مل کر نائب فاعل، فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزا۔ شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من قام رمضان بعینہٖ پچھلی ترکیب کی طرح ہو کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ من قام لیلۃ القدر بھی بعینہٖ پچھلی ترکیب کی طرح ہو کر معطوف تمام معطوفات مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔
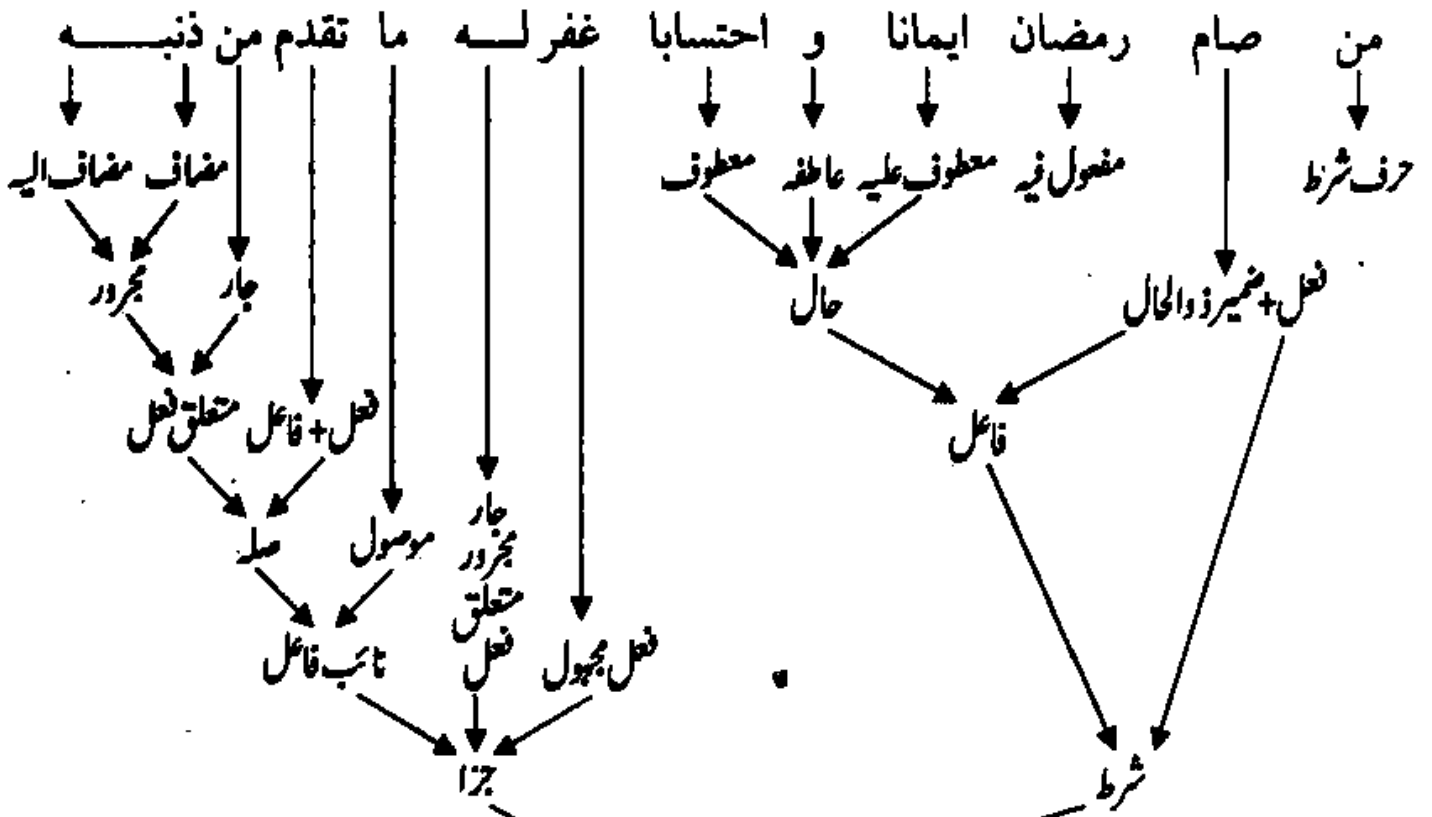
نقشہ ترکیب:

من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه > معطوف علیہ= } =جملہ معطوفہ

من قام لیلة القدر ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه > معطوف =

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۷، باب فضل لیلة القدر، کتاب الصوم۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۸۱۷، باب الترغیب فی قیام رمضان۔

***

۲۴۳ بدبودار چیز اور مسجد کا احترام

مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ.

ترجمہ:

''جو آدمی اس بدبودار پودے میں سے کچھ کھا کر آئے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ پھٹکے کیونکہ ملائکہ بھی اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔''

تشریح:

اس بدبودار پودے سے مراد پیاز یا لہسن کا پودا ہے کیونکہ جب آدمی کچا پیاز یا لہسن کھاتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ ایسی حالت میں مسجد میں آنے سے منع فرمادیا کیونکہ مسجد کا ماحول نورانی فرشتوں کا ماحول ہوتا ہے اور فرشتے اپنی نظافت ولطافت کی وجہ سے ان چیزوں سے ایسی ہی تکلیف محسوس کرتے ہیں جیسے سلیم الذوق انسان اور صاف ستھرے مزاج والے لوگ۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ مذکورہ بالا حکم صرف ان دو چیزوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اصل بنیاد بدبو پر ہے۔ چنانچہ جس چیز میں بھی تکلیف و بدبو ہو اس کے ساتھ مسجد میں آنا جائز نہیں چاہے حقہ سگریٹ وغیرہ ہوں یا گندے کپڑوں اور پسینے کی بدبو ہو۔ واضح رہے کہ ایسے آدمی کے لیے یہ بدبو مسجد میں نہ جانے کا عذر نہیں بلکہ اس کے ذمے لازم ہے کہ جنبی آدمی کی طرح اس وجہ کو ختم کرے اور بدبو کو زائل کر کے مسجد میں جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس حدیث کا مقصد لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع کرنا نہیں بلکہ صاف ہو کر آنے کا حکم دینا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط اکل فعل فاعل من جار ھذہ اسم اشارہ الشجرۃ موصوف المنتنۃ صفت، موصوف صفت مل کر مشار الیہ۔ اشارہ مشار الیہ مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل کے فعل فاعل اور متعلق مل کر شرط ف جزائیہ لا یقربن فعل ضمیر فاعل مسجدنا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معلل، ف تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل الملائکہ اسم تتأذی فعل ضمیر فاعل من جار ما اسم موصول تتأذی فعل منہ جار مجرور متعلق الانس فاعل۔ فعل فاعل اور متعلق مل کر صلہ۔ موصول صلہ مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر، اسم وخبر مل کر تعلیل۔ معلل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
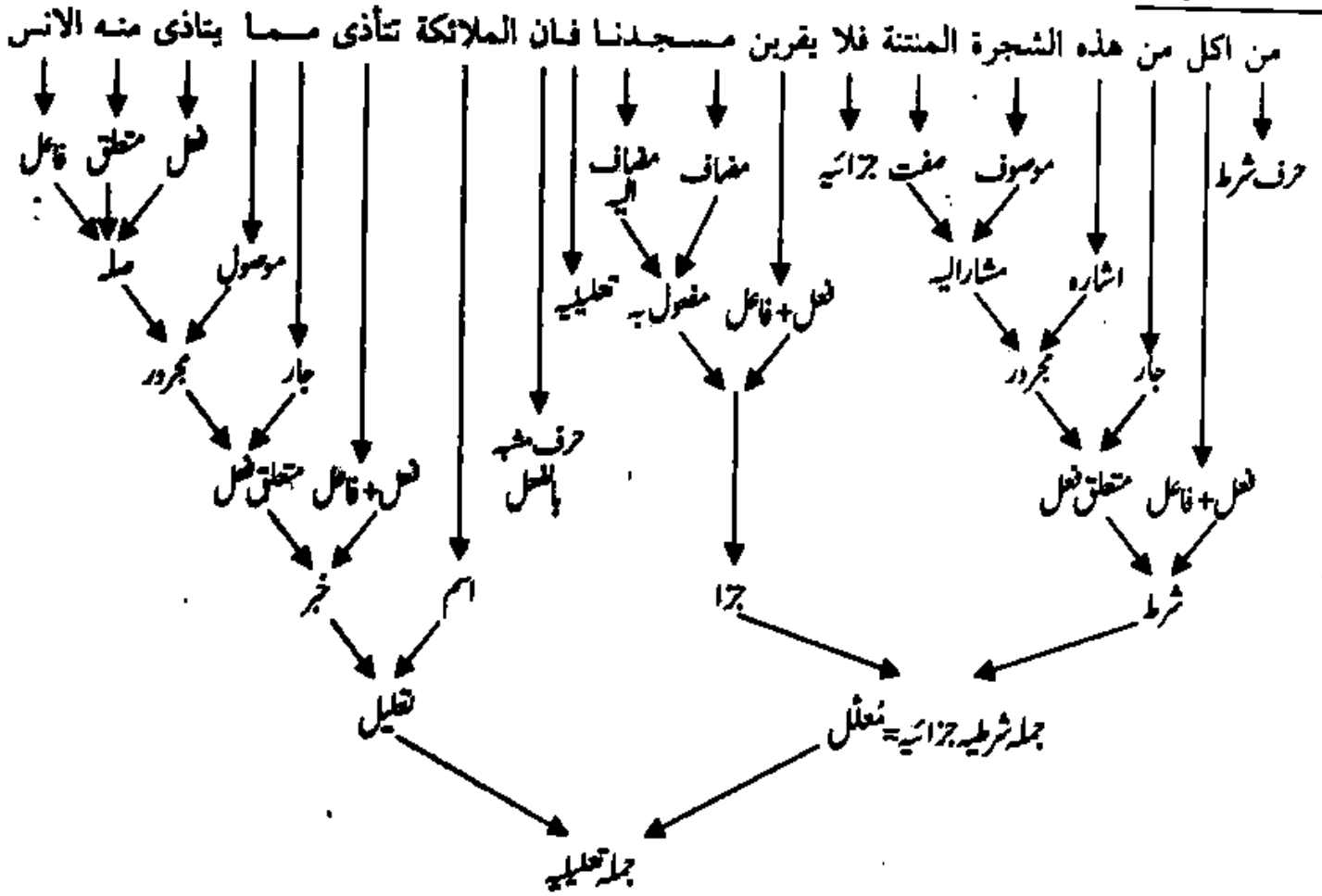
تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۰۱۴

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۲۸۰، باب نہی من اکل ثوما او بصلاً او کراثا، کتاب المساجد۔

***

۳۳۲ عہدہ قضاء کی ذمہ داری

مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ

ترجمہ:

"جس شخص کولوگوں کے درمیان قاضی بنادیا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔"

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ قاضی بننا کوئی ایسی نعمت نہیں جس کے لیے تنافس اور خواہش کی جائے بلکہ قاضی بننا تو ایک ابتلاء آزمائش اور امتحان ہے کیونکہ جب قاضی بن گئے تو اب دوہری دوہری ذمہ داریوں اور آزمائشوں کا سامنا ہوگا، ایک طرف لوگوں، معاشرے، خاندان، دوستوں اور عزیزوں کے تعلقات، دنیا کی چمک دمک رشوت کی کشش ہے اور دوسری طرف خدا کا حکم انصاف کا تقاضا اور اخلاق کا داعیہ ہے۔ ایک امتحان تو یہی ہے اور یہ بہت بڑا امتحان ہے کیونکہ اگر حکم خدا کو پورا کرے تو دوسرے کام نہیں ہوں گے اور اگر دوسری طرف جاتا ہے تو خدا کا حکم ٹوٹتا ہے۔ گویا ایک طرف دنیا کی کمی اور خرابی ہے تو دوسری طرف آخرت کی تباہی ہے ایسی مشکل صورت حال سے جو دوچار ہو وہ واقعتاً کند چھری سے ہی ذبح ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کام ذبح سے بھی مشکل ہے کیونکہ اس میں تھوڑی دیر کی تکلیف ہے اور یہاں تو ہر روز نفس کے تقاضوں کا ذبح ہے، ہر روز جذبات کی قربانی ہے۔ ع

ہمیں کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ عہدہ خواہ کوئی بھی ہو اسے طلب کرنا حرام ہے۔ الا یہ کہ حقوق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس طالب سے زیادہ یا برابر یا قریب قریب کا کوئی اہل بھی نہ ہو۔

ترکیب:

من حرف شرط جعل فعل مجہول ضمیر نائب فاعل قاضیا صیغہ اسم فاعل ضمیر فاعل بین الناس مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ۔ اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر مفعول بہ ہوا فعل کا فعل مفعول سے مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق ذبح فعل مجہول ضمیر نائب فاعل ب جار غیر مضاف سکین مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۳۵۷۲، باب فی طلب القضاء، کتاب القضاء۔

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۱۳۲۵، باب ما جاء فی القاضی، ابواب الاحکام۔

(۳) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۰۸، باب ذکر القضاء، کتاب الاحکام۔

***

⑭ غیر اللہ کی قسم کھانے پر وعید

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ

ترجمہ:

''جس آدمی نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔''

تشریح:

قسم درحقیقت کسی عام بات کو پختہ کرنے اور پکا کرنے کے لیے ہوتی ہے یعنی آدمی قسم کے ذریعے دوسرے کو یہ احساس اور یقین دلانا چاہ رہا ہوتا ہے کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں یہ بات سچ ہے یا آئندہ آنے والے وقت میں میں یہ کام ضرور کروں گا۔ دونوں صورتوں میں قسم سے مقصود اپنی بات کی اہمیت کا احساس دلانا ہے۔ اور اس اہمیت کا احساس تب ہی ہو سکتا ہے جب بات کے ساتھ کوئی ایسی چیز یا حوالہ ذکر کیا جائے جس کے لحاظ میں آدمی غلط بات سے رک جائے۔ اس حوالے کی عظمت اور تقدس بات کرنے والے کے دل میں انتہا درجے کا ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے ہر ملت و معاشرے والے قسم کھانے کے لیے اپنے اپنے نظریے کے مطابق محترم اور مقدس ترین چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اسلام میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انتہاء درجے کی تعظیم اور حد درجے کا تقدس صرف ایک ہی ذات کے لیے خاص ہے اور وہ ذات خداوندی ہے۔ اس لیے یہ حکم ہے کہ قسم جب بھی کھاؤ اللہ کی کھاؤ غیر اللہ کی نہ ہو کیونکہ غیر اللہ کی قسم کا مطلب ہوگا اسے حقیقی تعظیم اور انتہائی تقدس کا مستحق سمجھنا اور یہ یقیناً شرک کی بات ہے۔ اس لیے قسم جب بھی کھائی جائے خدا کی کھائی جائے۔

ترکیب:

من حرف شرط حلف فعل ضمیر فاعل ب جار غیر مضاف لفظ اللّٰہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ قد حرف تحقیق اشرک فعل ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
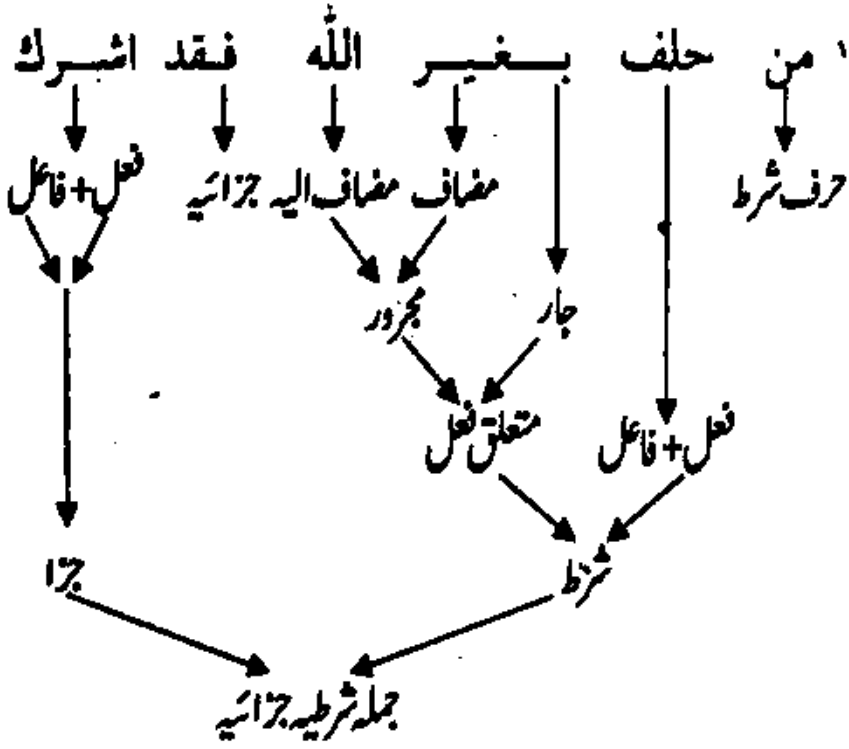
تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۵۳۵، باب، ابواب النذر و الایمان

***

۱۳۳ چند اہم اور زریں ہدایات

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ

ترجمہ:

''جو آدمی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو آدمی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو آدمی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔''

تشریح:

معلوم ہوا کہ مہمان کا اکرام ایمان کا تقاضا ہے اس لیے یہ کام بے لوث ہونا چاہیے اگر کسی غرض یا مفاد کی وابستگی کی وجہ سے مہمان کا اکرام ہو تو یہ تقاضائے ایمانی اور بلند اخلاق کے منافی ہے۔ اسی طرح پڑوسی کو تکلیف سے بچانا بھی ایمانی تقاضا ہے۔ ذاتی مفاد یا قانون کا ڈر نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام میں اخلاقی معاملات کی بنیاد ظاہری چاپلوسی اور مفاد کے ساتھ وابستہ نہیں جیسا کہ آج کل کے مادی دور میں ہے بلکہ اسلام ان چیزوں کو دل کے سچے داعیے اور نظریئے کی بنیاد پر کرواتا ہے اور ظاہر ہے سب سے مضبوط اور مؤثر عامل ایمان و اعتقاد ہی ہے۔ اس لیے ان چیزوں کو اسی سے منسلک کیا گیا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط کان فعل ناقص ضمیر اسم یومن فعل فاعل با جار لفظ اللّٰه معطوف علیہ و الیوم الآخر موصوف صفت مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل۔ فعل فاعل و متعلق سے مل کر خبر کان کی۔ کان اسم و خبر سے مل کر شرط ف جزائیہ لیکرم فعل ضمیر فاعل ضیفہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر معطوف علیہ و عاطفہ من کان یومن باللّٰه و الیوم الآخر پچھلی ترکیب کی طرح شرط ف جزائیہ لا یوذ فعل ضمیر فاعل جارہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف و عاطفہ من کان یومن باللّٰه و الیوم الآخر سابقہ ترکیب کی طرح شرط ف جزائیہ لیقل فعل ضمیر فاعل خیرا مفعول بہ۔ فعل فاعل و مفعول بہ مل کر معطوف علیہ او عاطفہ لیصمت معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر معطوف، تمام معطوفات مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
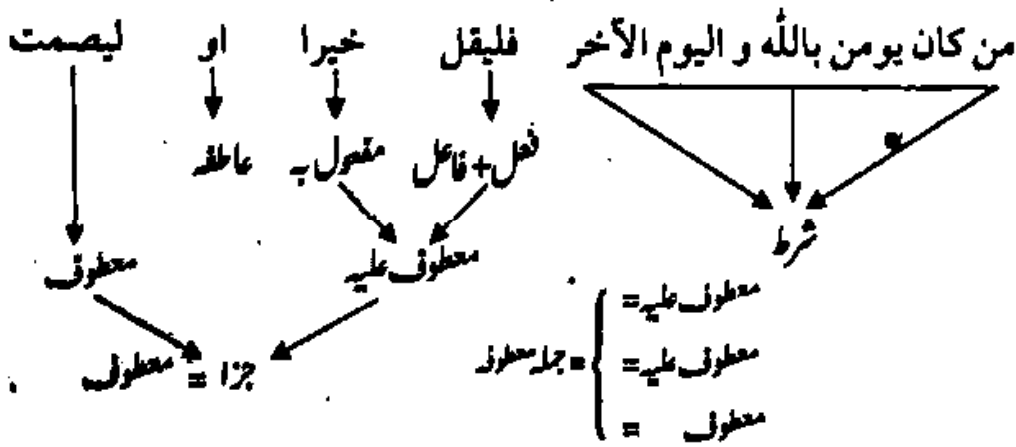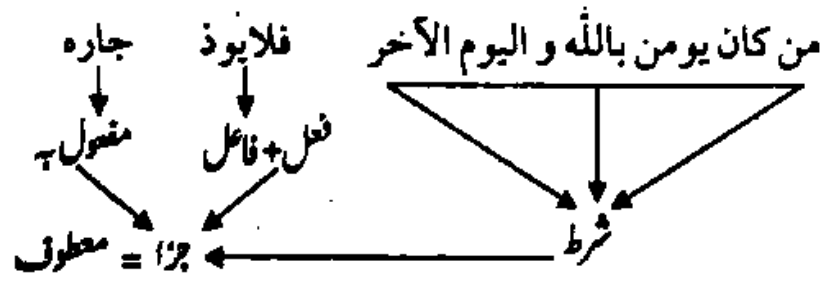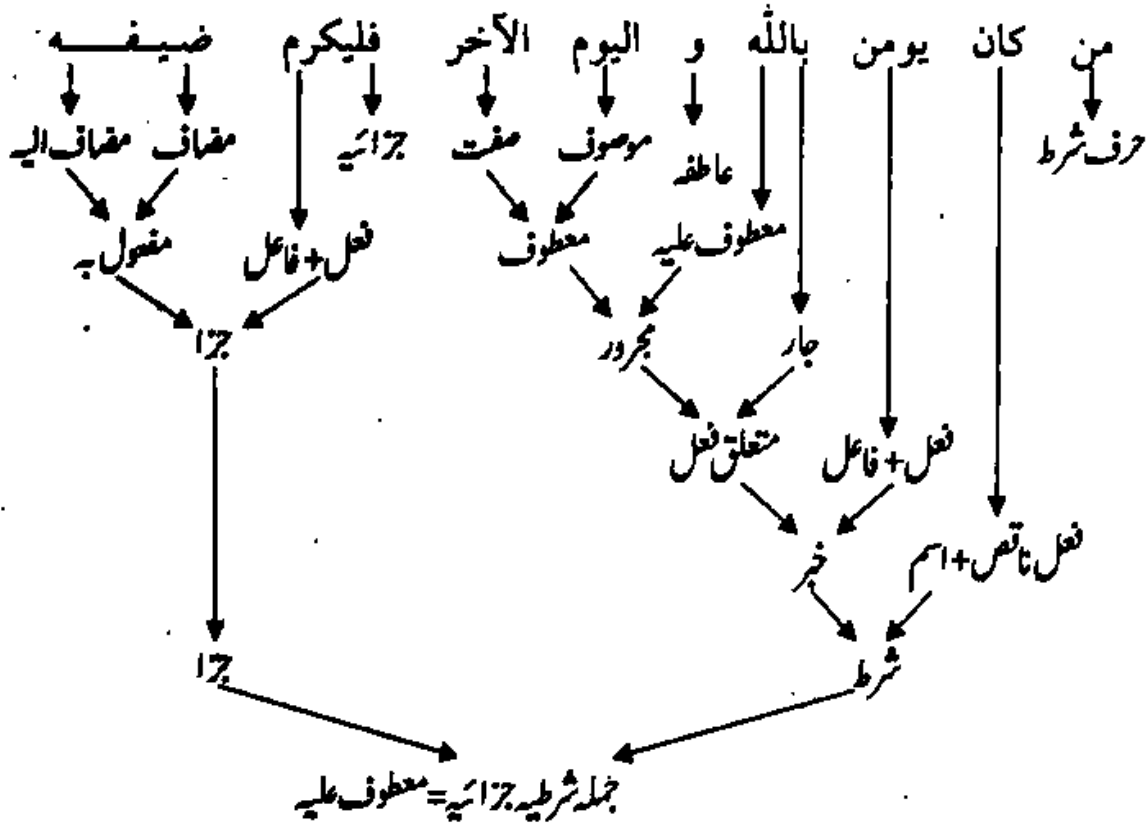
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۷۴۸، باب من كان يومن الخ، كتاب الادب

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۸۳، باب الحث على إكرام الجار، كتاب الايمان

***

۲۷۴ عشاء اور صبح کی نماز باجماعت کی فضیلت

مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ

ترجمہ:

"جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اس نے گویا ساری رات قیام کیا۔"

تشریح:

اس حدیث سے مقصود عشاء کی نماز اور فجر کی نماز باجماعت کی اہمیت بیان کرنا ہے۔ فرمایا اگر تم رات بھر عبادت خداوندی میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز باجماعت ادا کر لو اس سے پوری رات قیام اور عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ اس سے یہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ ایک طرف عشاء و فجر کی فرض نماز باجماعت ہو اور دوسری طرف رات بھر کی عبادت ہو اور آدمی بآسانی ان میں سے ایک ہی کر سکتا ہے تو اس کو چاہیے کہ فرض نماز کو ترجیح دے۔ کیونکہ فرض بہرحال مقدم اور اہم ہیں۔ واضح رہے کہ ایسی تمام احادیث جن میں کسی عمل کا ثواب دوسرے عمل کے برابر ہونے کا کہا گیا ہوتا ہے اس میں صرف ثواب کا ذکر ہوتا ہے جو کہ کسی وجہ سے انعام خداوندی ہوتا ہے باقی رہا اصل عمل تو اس کے کرنے سے جو ثمرات و فوائد اور اضافی درجات اور اجر ملتا ہے وہ مراد نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ مل سکتا ہے۔ مثلاً یہاں عشاء و فجر باجماعت ادا کرنے سے قیام اللیل اور تہجد کا ثواب تو مل جائے گا لیکن خود تہجد میں جاگنے، وضو کرنے، مشقت برداشت کرنے کے جو اثرات و نتائج ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ بقول بعض حضرات عمل کیے بغیر ثواب ملنے اور عمل کرنے میں وہی فرق ہے جو لے پالک بچے اور ماں کے لیے مشقتوں کے ساتھ اپنے جنے ہوئے بچے کے درمیان ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط صلی فعل فاعل العشاء مفعول بہ فی جماعۃ جار مجرور متعلق فعل۔ فعل فاعل مفعول اور متعلق مل کر شرط ف جزائیہ کانّ حرف مشبہ بالفعل ما کافہ ملغی عن العمل قام فعل ضمیر فاعل نصف اللیل مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ۔ فعل فاعل و مفعول فیہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ من صلی الصبح فی جماعۃ سابقہ کی طرح شرط ف جزائیہ کانّ حرف مشبہ بالفعل ما کافہ صلی فعل ضمیر فاعل اللیل موکد کلہ تاکید، موکد تاکید مل کر مفعول فیہ۔ فعل فاعل اور مفعول فیہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۵۲۳، باب فضل الجماعۃ، کتاب المساجد۔

***

۲۲۹ حسب ونسب عمل کی کمی پوری نہیں کر سکتا

مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

ترجمہ:

"جس شخص کے عمل نے اس کو پیچھے رکھا اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جائے گا۔"

تشریح:

اسلام میں معیار فضیلت نسلی، لسانی، قومی یا علاقائی برتری اور امتیاز نہیں بلکہ یہاں عمل کا سکہ چلتا ہے جس کا عمل خدا کے ہاں محبوب ہے، اخلاص موجود ہے، وہ ادنی نسب والا ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ درجات لے اڑے گا۔ کتنے سرداران قریش ہیں جو قیامت کے دن اولاد اسماعیل وابراہیم علیہم السلام میں سے ہونے کے باوجود جہنم میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے اور بلال حبشی، صہیب رومی رضی اللہ عنہما جیسے غلام اعزاز واکرام اور خدم وحشم کے جلو میں جنت کے دروازوں سے مرحبا مرحبا کہہ کر کے پکارے جائیں گے۔

نبی علیہ السلام نے خود اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا "اعملی یا فاطمة فانی لا املك من اللّٰہ شیئا" اے فاطمہ! عمل کرو قیامت کے دن عمل کا سکہ چلے گا صرف میری رشتہ داری اور تعلق کام نہیں آئے گا۔

ترکیب:

من حرف شرط بطأ فعل بہ جار مجرور متعلق فعل عملہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور متعلق مل کر شرط لم یسرع فعل بہ جار مجرور متعلق فعل نسبہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۷۰۲۸، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن والذکر، کتاب الذکر و الدعاء

۱۲۹ مقبول حج کا ثواب

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ

ترجمہ:

''جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں نہ صحبت کی اور نہ گناہ کا کام کیا وہ ایسے واپس آئے گا جیسے کہ اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہو۔''

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اللہ کے لیے خلوص کے ساتھ حج کرے اور اس دوران اس نے اپنی بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو اور کوئی کبیرہ گناہ نہ کیا ہو۔ ایسا حج، حج مبرور ہے اور ایسے مقبول حج کا بدلہ یہ ہے کہ آدمی اپنے سابقہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو۔ یہ حج کی فضیلت بہت بڑی فضیلت ہے دوسری طرف وسعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کے لیے وعید بھی بہت سخت ہے چنانچہ آپ نے فرمایا جس شخص نے وسعت کے باوجود حج نہ کیا میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں، چاہے تو وہ یہودی ہو کر مرے اور چاہے تو عیسائی ہو کر مرے۔ (اللہ محفوظ فرمائے۔ آمین)

ترکیب:

من حرف شرط حج فعل ضمیر اس کا فاعل للہ جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل اور متعلق معطوف علیہ ف عاطفہ لم یرفث فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ لم یفسق فعل ضمیر اس کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر شرط، رجع فعل ضمیر اس کا فاعل ک حرف جار یوم موصوف ولدت فعل ہ ضمیر مفعول بہ امہ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت، موصوف صفت سے مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
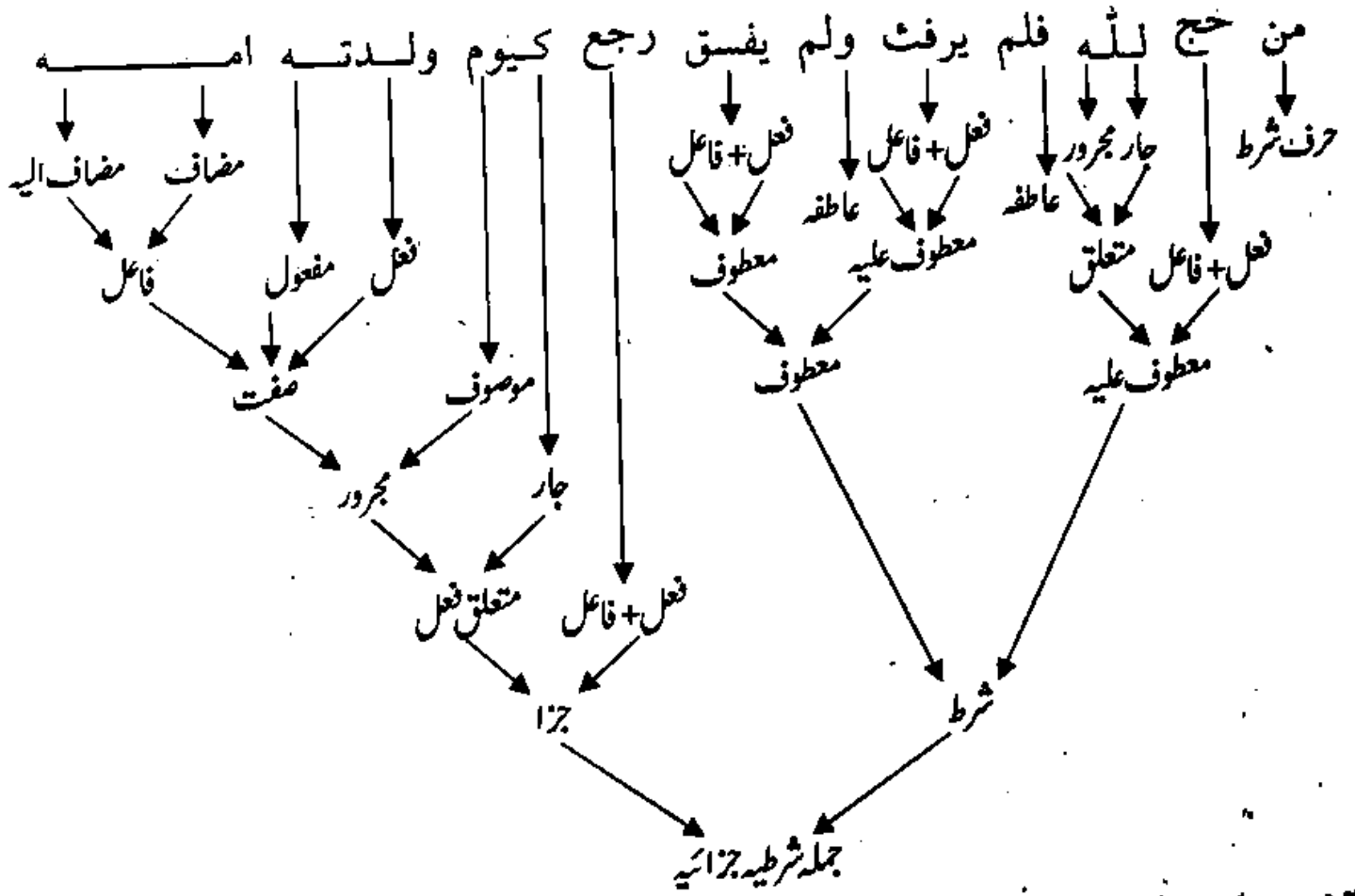
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱٤٤۹، باب فضل الحج المبرور، کتاب المناسک

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۲۳۵۷، باب فضل الحج و العمرۃ، کتاب الحج

***

۲۵۰ شہادت کی تمنا کرنے کا انعام

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَ اِنْ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ

ترجمہ:

''جو آدمی سچی نیت سے اللہ سے شہادت کی موت مانگتا ہے اللہ اس کو شہداء کے درجے میں پہنچاتے ہیں اگر چہ اس کا انتقال اس کے بستر پر ہی ہوا ہو۔''

تشریح:

جو آدمی سچے دل سے شہادت کی طلب اور تڑپ رکھتا ہو اور سچی نیت کا مطلب یہ ہے کہ محض خواہش ہی خواہش نہ ہو بلکہ اگر حالات تقاضا کریں اور اس کے پاس استطاعت ہو تو وہ موت کو اس کی جگہوں میں تلاش کرنے کے لیے میدان جہاد میں کود بھی پڑے۔ اگر ایسا موقع ہی میسر نہ آئے یا موقع میسر آئے لیکن اس کے پاس استطاعت نہ ہو یا کوئی شرعی عذر ہو جس کی وجہ سے اسے عملاً جہاد میں جانے اور لڑنے مارنے کا موقع نہ ملا تو اس شخص کو مجبوری کی وجہ سے نیت پر ہی شہداء جیسا اجر مل جائے گا۔ اسی لیے حدیث میں ہے ''نية المؤمن خير من عمله'' یعنی بہت سے معاملات میں نیت سے وہ ثواب مل جاتا ہے جو عمل کرنے سے ملتا ہے۔

ترکیب:

من حرف شرط سأل فعل ضمیر فاعل لفظ اللہ مفعول بہ اول الشهادة مفعول بہ ثانی ب جار صدق مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل متعلق اور دونوں مفعولوں سے مل کر شرط بلغ فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم لفظ اللہ فاعل منازل مضاف الشهداء مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ فعل فاعل اور مفعول سے مل کر جزا مقدم و وصلیہ ان حرف شرط مات فعل ضمیر فاعل علی جار فراشہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط مؤخر، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر جزا ہوئی پہلی شرط کی، شرط جزا مل کر جملہ پھر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۰۳۹، باب استحباب طلب الشهادة، کتاب الأمارة

***

⑮۱ جہاد کے لیے گھوڑا پالنے کا اجر

مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ وَ تَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَ رِیَّهٗ وَ رَوْثَهٗ وَ بَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

ترجمہ:

''جس نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے پر یقین اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لیے گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا پینا، لید اور پیشاب بھی قیامت والے دن اس کے نامۂ اعمال میں ہوگا۔''

تشریح:

جہاد ایک مقدس فریضہ ہے جس سے اسلام کا غلبہ ہوتا ہے اور کفار کی شوکت ٹوٹتی ہے۔ اس فریضے کا اللہ کے ہاں کیا مقام ہے اس بات کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی ابھی عملی طور سے چاہے لڑے نہ بھی، مگر لڑنے کی نیت سے اپنے ایمانی جذبے کی بنیاد پر گھوڑا پالتا ہے تو اس گھوڑے کا چارہ، پانی، لید اور پیشاب جیسی حقیر چیز بھی قیامت کے دن نامۂ اعمال میں رکھی جائے گی...... آج کل چونکہ گھوڑے کی جگہ دیگر آلات جہاد نے لے لی ہے تو اب ان کے بارے میں یہی حکم ہوگا۔ جیسے سواری کی دعا پہلے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھتے ہوئے پڑھی جاتی تھی اور اب گاڑی پر بیٹھتے ہوئے پڑھی جاتی ہے۔ آج کل کے دور میں ٹینک بکتر بند گاڑیاں ہوائی جہاز اس حکم میں آئیں گے۔

ترکیب:

من حرف شرط احتبس فعل ضمیر ذوالحال فی جار سبیل اللہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے ایمانا مصدر بمعنی اسم فاعل با جار لفظ اللہ مجرور، جار مجرور متعلق مصدر کے۔ مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ تصدیقا مصدر ب جار وعدہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق مصدر کے۔ مصدر اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر حال، حال ذوالحال مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور متعلق مصدر سے مل کر شرط ف جزائیہ ان حرف مشبہ بالفعل شبعہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ ریہ معطوف علیہ و عاطفہ روثہ معطوف علیہ و عاطفہ بولہ معطوف تمام معطوفات مل کر اسم فی جار میزانہ مجرور، جار مجرور متعلق کائن محذوف کے کائن اسم فاعل ضمیر فاعل یوم مضاف القیامۃ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

شرط+ جزا= جملہ شرطیہ جزائیہ
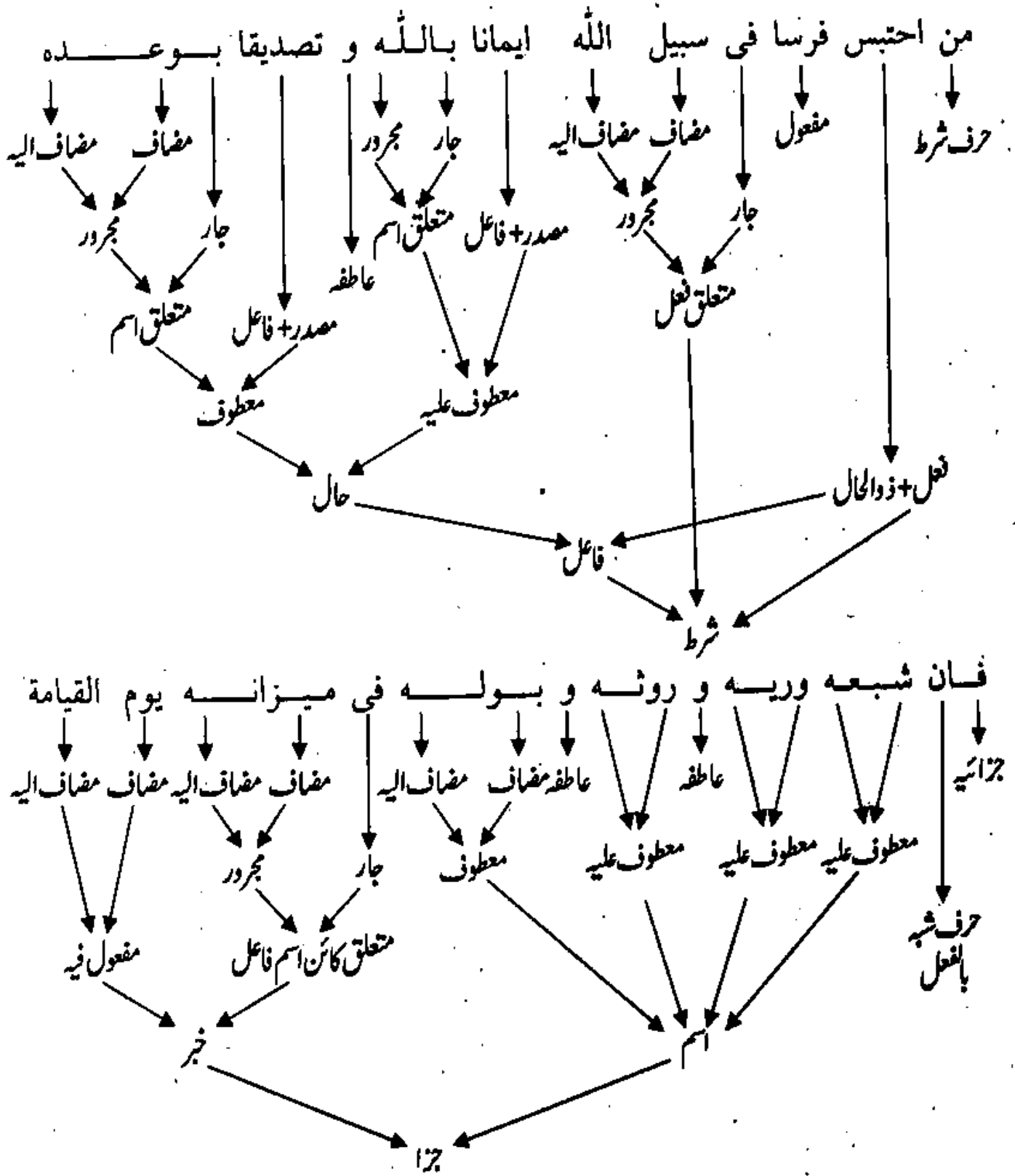
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۶۹۸، باب من احتبس الخ، کتاب الجهاد۔

***

⑭ بالوں کا اکرام کرو

مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ

ترجمہ:

''جس کے بال ہوں اسے ان کا اکرام کرنا چاہیے۔''

تشریح:

اکرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا خیال اور نگہداشت رکھے ان کو دھونے کا اہتمام کرے ان میں تیل لگائے۔ان کو سنوار کر رکھے تا کہ وہ پراگندہ ہو کر برے نہ لگیں اور ان میں گندگی کی وجہ سے جوئیں نہ پڑیں۔

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔بالوں کا خیال رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت بس انہی میں لگا رہے......

یہی دھن ہے رہوں سب سے اعلیٰ
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا

ہر وقت آئینہ ہی دیکھتا رہے اور بال سنوارتا رہے، کبھی کوئی کریم لگ رہی اور کبھی کوئی سے تیل کا استعمال ہو رہا ہو، کبھی جیل لگ رہی ہو تو کبھی کوئی رنگ، یہ ساری چیزیں اول تو ایسے تکلفات اور لایعنی ہیں جن میں لگنا وقت اور مال کا ضیاع ہے دوسرے یہ کام مردانگی کی شان کے خلاف ہیں کیونکہ مردوں کی اصل چیز حسن اور جمال نہیں بلکہ قوت اور کمال ہے۔مرد کی شکل ایسی ہونی چاہیے جو بارعب و باوقار ہو زیب و زینت عورتوں کے لیے ہے۔مرد کی تو ایک اپنی شان ہے اور اس کے مناسب وہی ہے۔اسی لیے ہر روز کنگھی کرنے اور آئینہ دیکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

ترکیب:

مَنْ حرف شرط کَانَ فعل ناقص لَهٗ جار مجرور متعلق کائنا خبر محذوف کے شَعْرٌ اسم موخر کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط فَ جزائیہ لیکرم فعل ضمیر اس کا فاعل ہ ضمیر مفعول بہ۔فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
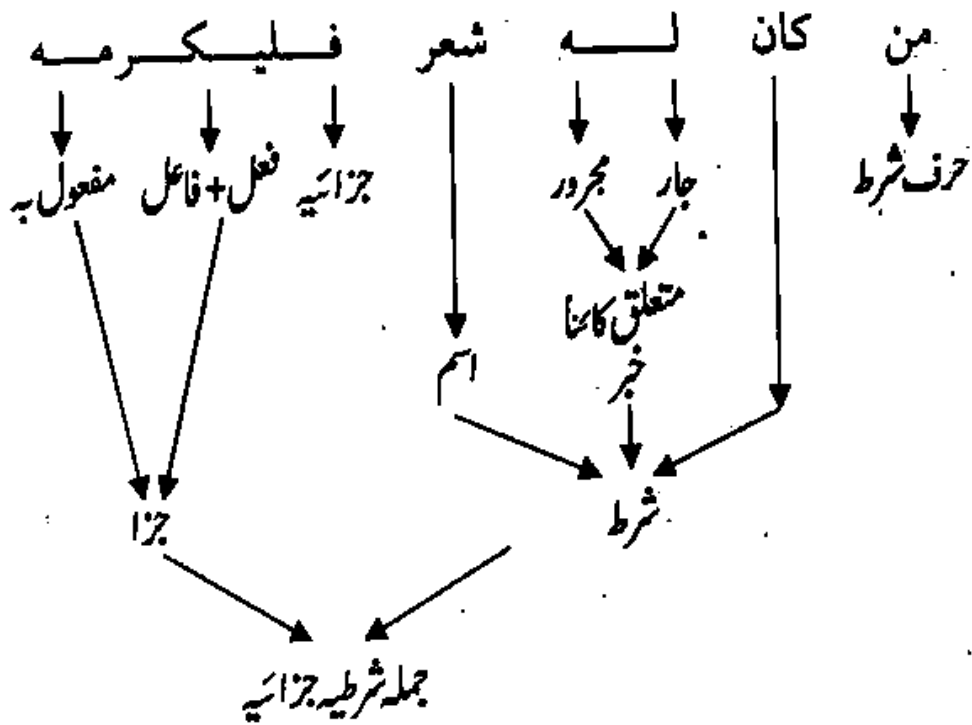
(۱) ابو داوٗد، حدیث نمبر۴۱۶۳، باب فی اصلاح الشعر، کتاب الترجل۔

***

نوع آخر منہ

جملہ شرطیہ کی ایک دوسری قسم، جس میں حرف شرط "من" کی بجائے "اذا" ہے۔

⑮۲ ایمان کی ایک نمایاں علامت

اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَ سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ

ترجمہ:

"جب تمہیں تمہاری نیکی اچھی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو تم مومن ہو۔"

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں ایمان کا ایک درجہ اور علامت بتائی گئی ہے اور وہ علامت بہت سادہ اور عام فہم ہے جسے ہر کوئی جان سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے اور جانچ پرکھ سکتا ہے کہ میرا ایمان کہاں کھڑا ہے اور میں کتنے ایمان کا حامل ہوں۔ مذکورہ بالا ارشاد آپ ﷺ نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا جس میں انہوں نے ایمان کے بارے میں سوال کیا تھا۔

مذکورہ علامت ایک ایسا وصف ہے جس کے پھر بے شمار درجات اور مراتب ہو سکتے ہیں کوئی ایسا ہی شخص ہوگا جسے نیکی کرنے سے اتنی خوشی ہوتی ہوگی جتنا کوئی دوسرا کام کر کے نہیں ہوتی اور گناہ کرنے کا خیال اس کے دل میں اتنا برا ہوگا کہ جیسے آگ میں جانا یا متعفن چیز سے کراہت، اطاعت شعاری کی زندگی گزارنے کے لیے یہ وصف بہت ضروری ہے اور اس وصف کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) کسی کامل شیخ کی راہنمائی میں کثرت ذکر الٰہی (۲) کامل شیخ کی ہمہ دم صحبت و ہم نشینی۔

ترکیب:

اذا حرف شرط سرت فعل ك ضمیر مفعول بہ حسنتك مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ سائت فعل ك مفعول بہ سیئتك مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل اور مفعول مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط، ف جزائیہ انت مبتدا مومن خبر۔ مبتدا خبر مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
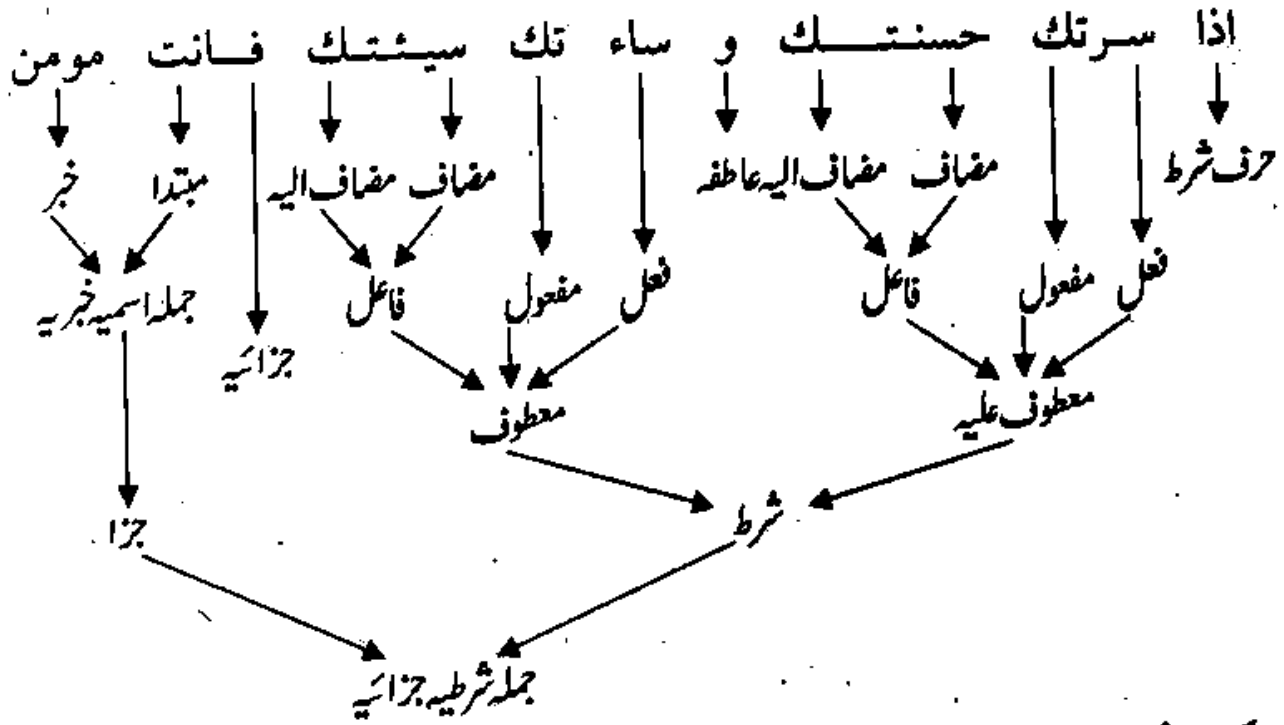
تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۱۶۶

***

۱۴۷ نااہل لوگوں کی قیادت کے اثرات

اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

ترجمہ:

''جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کردیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔''

تشریح:

معاملات سے مراد تمام وہ اہم امور اور معاملات ہیں جو اجتماعی اثرات کے حامل ہوتے ہیں جیسے حکومت، امامت، قضاء، فتویٰ اور تدریس وغیرہ۔ ان سب میں سے بھی زیادہ اہم حکومت اور اس کے متعلقہ انتظامی امور ہیں۔ جب یہ شعبہ نااہل لوگوں کے پاس چلا جائے تو پھر کام آئے روز خراب سے خراب تر ہی ہوتا جائے گا۔ قیامت کا انتظار کرنے سے مراد دو باتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) واقعۂ قیامت کا قرب مراد ہو۔ اس صورت میں یہ حدیث علامات قیامت میں سے ہوگی کہ جب مسلمانوں کے حکمران اور ارباب اقتدار نااہل قسم کے لوگ ہوں وہ زمانہ قرب قیامت کا ہوگا۔

(۲) قیامت سے مراد معاملات کی خرابی اور بدنظمی اور ٹوٹ پھوٹ ہو۔ اس صورت میں مطلب ظاہر ہے کہ چاہے قرب قیامت کا زمانہ ہو یا نہ ہو جب معاملات نااہل لوگوں کے حوالے ہوتے ہیں تو پھر بدنظمی اور نقصان ہی نقصان کے علاوہ کچھ نہیں بچتا۔ پھر ہر طرف پریشانی ہی پریشانی ہوتی ہے۔ اس کی مثال ہمارے آج کل کے ارباب اقتدار ہیں کہ جن کی وجہ سے خیر اور نظم وضبط دن بدن گھٹتے چلے جارہے ہیں۔

ترکیب:

اذا حرف شرط وسد فعل مجہول الامر نائب فاعل الی جار غیر مضاف اھلہ مضاف الیہ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوا فعل کے فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ انتظر فعل ضمیر فاعل الساعۃ مفعول بہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
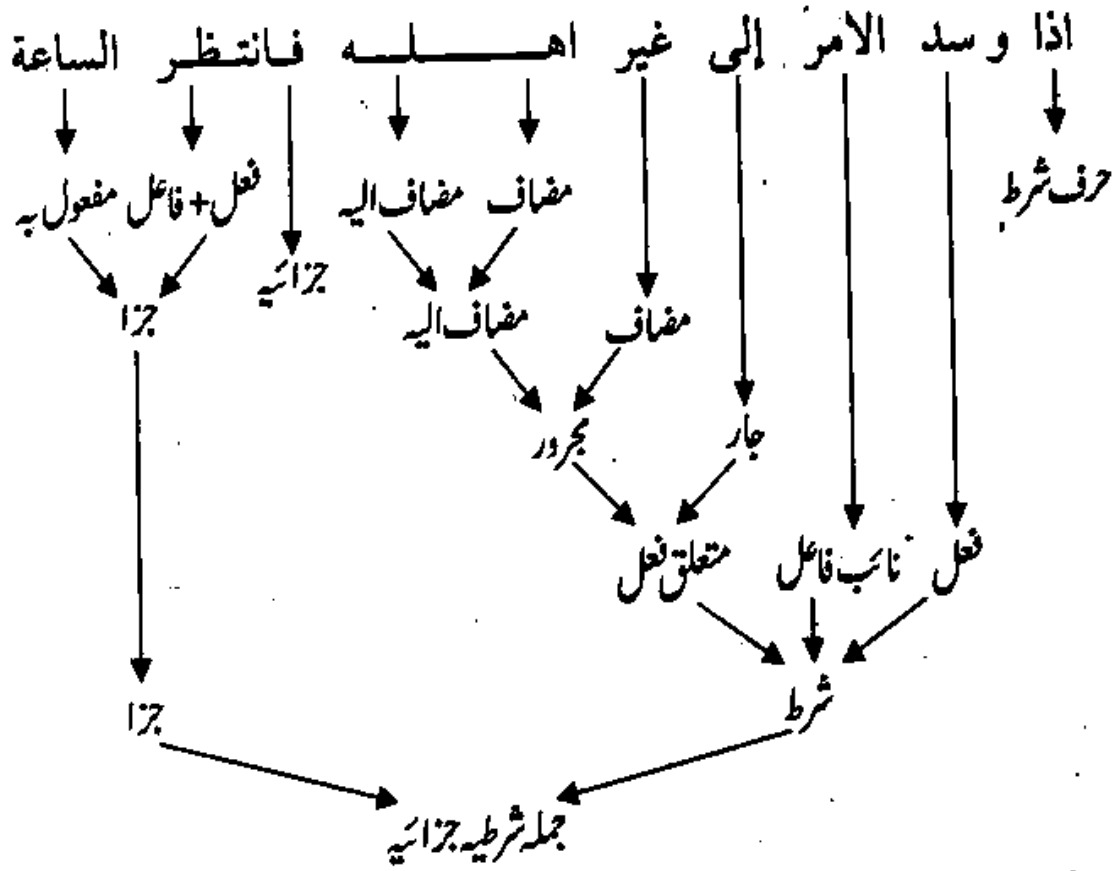
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۹، باب من سئل علماً و ھو مشتغل فی حدیث

***

۱۵۵ ایک اہم معاشرتی اصول

اِذَا کُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يُحْزِنَهٗ

ترجمہ:

''جب تم تین آدمی علیحدہ ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر کوئی سرگوشی نہ کریں۔ یہاں تک کہ تم لوگوں میں مل جاؤ تا کہ یہ اس تیسرے کو پریشان نہ کرے۔''

تشریح:

مذکورہ حدیث میں معاشرت کا ایک نہایت اہم اصول بتایا گیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب کسی جگہ تین ساتھی اکٹھے ہوں اور وہ صرف تین ہی ہوں تو ایسی صورت میں ان تین میں سے دو آدمی علیحدہ ہو کر سرگوشی اور چپکے چپکے باتیں شروع نہ کردیں۔ کیونکہ ایسے میں وہ تیسرا بیچارہ یہ سمجھے گا کہ پتہ نہیں کیا بات کر رہے ہیں اور ہوسکتا ہے وہ یہ سمجھے کہ یہ لامحالہ میرے خلاف بات کر رہے ہیں۔ ایسا سمجھنے سے پھر غلط فہمیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں سرگوشی سے اجتناب ضروری ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب تین ساتھی علیحدہ ہوں اگر دوسرے لوگ بھی موجود ہوں اور پھر دو علیحدہ ہو کر بات شروع کردیں تو ایسا کرنے میں حرج نہیں کیونکہ اب غلط فہمی کا اندیشہ موجود نہیں۔ کیونکہ تیسرا یہ سمجھے گا کہ یہ بات میرے سے نہیں چھپا رہے بلکہ دیگر لوگوں سے چھپا رہے ہیں۔ قربان جائیے رسول خدا ﷺ پر کتنے دقیق اصول معاشرت بتائے ہیں۔ **اللّٰھم صل علی محمد الف الف مرۃ**

ترکیب:

اذا حرف شرط کنتم فعل ناقص ضمیر اسم ثلثۃ خبر۔ فعل اسم اور خبر سے مل کر شرط ف جزائیہ لا یتناجی فعل اثنان فاعل دون الآخر مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ حتی جار تختلطوا فعل ضمیر فاعل بالناس جار مجرور متعلق فعل کے من جار اجل مضاف ان مصدریہ یحزنہ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل مفعول فیہ اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۹۳۲، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثة الخ، کتاب الاستیذان۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۸۲۵، باب تحریم مناجاة الأثنین، کتاب السلام۔

***

⑯ موت مقررہ جگہ پر ہی آتی ہے

اِذَا قَضَی اللّٰہُ لِعَبْدٍ اَنْ یَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَہٗ اِلَیْہَا حَاجَۃً

ترجمہ:

''اللہ رب العزت جب کسی بندے کے بارے میں یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ فلاں جگہ مرے گا تو اس آدمی کی اس زمین میں کوئی حاجت اور ضرورت بنا دیتے ہیں۔''

تشریح:

موت کا جیسے وقت متعین ہے اور موت اپنے وقت معین سے ایک لمحہ پہلے یا بعد میں نہیں ہو سکتی اس طرح موت کی جگہ اور مقام بھی متعین ہے اس سے ایک بالشت بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی...... چنانچہ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ اپنے مرنے کی جگہ پر ہے یا نہیں اگر ہو تو فبہا۔ عزرائیل علیہ السلام اور ان کی جماعت اس کی روح قبض کر لیتی ہے اور اگر وہ اپنی مقررہ جگہ پر نہ ہو تو اللہ ایسے اسباب پیدا فرماتے ہیں کہ وہ بندہ از خود چل کر یا کسی بھی بہانے سے اس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں اس کی جان نکلنی ہوتی ہے۔ اس بارے میں متعدد قصے مشہور ہیں ایک قصہ یہ ہے کہ ایک آدمی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اپنے گھر سے بہت دور تھا۔ عزرائیل کو حکم ہوا کہ اس کی جان گھر پہ نکالنی ہے۔ اب موت کا وقت قریب آ رہا ہے مگر وہ شخص وہیں ہے عزرائیل پریشان ہوئے اور اس شخص کو گھورنے لگے وہ ڈر گیا اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے فوراً ہوا کے ذریعے گھر پہنچا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جونہی وہ گھر پہنچا اس کی جان نکال لی گئی۔

ترکیب:

اذا حرف شرط قضی فعل لفظ اللہ فاعل لِ جار عبدٍ مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے اَنْ مصدریہ یموت فعل فاعل بارض جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل فاعل و متعلق مل کر بتاویل مفرد مفعول بہ قضی فعل کا۔ فعل فاعل، متعلق اور مفعول بہ سے مل کر شرط جعل فعل ضمیر فاعل لہ جار مجرور متعلق الیہا جار مجرور متعلق حاجۃ مفعول بہ۔ فعل فاعل متعلق اور مفعول بہ مل کر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۱٤۷، باب ما جاء ان النفس تموت حیث ما کتب لہ، ابواب القدر۔

***

۱۵۷ کھانے میں بھی پڑوسیوں کا خیال

اِذَا طَبَخْتَ مِرْقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَ هَا وَ تَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ

ترجمہ:

''جب تم شوربہ (سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا بھی خیال کیا کرو۔''

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ کھانے جیسی بنیادی ضرورت اور لذت والی چیز کے بارے میں بھی آپ نے یہ ہدایت دی کہ اس وقت میں بھی تم نے اپنے مسلمان بھائیوں کو نہیں بھولنا، بلکہ کوشش کرو کہ سالن زیادہ ہو جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سالن میں پانی زیادہ ڈال دو تا کہ شوربہ زیادہ ہو جائے اور پھر خود بھی کھاؤ اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے تم بھنا ہوا سالن کھا رہے ہو اور ان بیچاروں کو پیاز بھی میسر نہ ہو لہٰذا اس بات کا خیال رکھو اور اس میں غفلت نہ برتو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندگی میں عمدہ چیزوں سے تمتع اور فائدہ اٹھانے، خوب سے خوب تر کی تلاش کرنے اور اپنا معیار زندگی بلند کرنے سے زیادہ ضروری ہے کہ دوسرے ناداروں کا خیال رکھا جائے۔ ہاں جب تمہارے آس پاس کوئی غریب نہ بچے تو پھر علیحدہ بات ہے اور قابل غور بات یہ ہے کہ یہ حدیث جس میں عمدہ سالن کھانے پر پڑوسیوں کو ترجیح دی گئی ہے یہ زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ ہے۔ اچھے خاصے دیندار لوگوں میں ایک عام تصور یہ ہے کہ اگر آپ زکوٰۃ دیتے ہیں قربانی اور صدقہ فطر دیتے ہیں تو اس کے بعد آپ اپنے پیسے کو جو چاہے کرو۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنو، عالی شان مکان بناؤ، چمکتی دمکتی گاڑیاں رکھو، کچھ حرج نہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ مسلمان سے صرف زکوٰۃ اور واجبات ہی مطلوب نہیں۔ اگر یہی ہو تو مسجد کون بنائے گا؟ مدرسے کی تعمیر میں کیا لگے گا اپنے کمزور دوستوں اور رشتہ داروں کی ضروریات پڑوسیوں کی ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔

ترکیب:

اذا حرف شرط طبخت فعل ضمیر فاعل مرقة مفعول۔ فعل فاعل ومفعول مل کر شرط ف جزائیہ اکثر فعل ضمیر فاعل ماء ها مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل ومفعول بہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ تعاهد فعل فاعل جیرانك مفعول بہ۔ فعل فاعل مفعول بہ مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
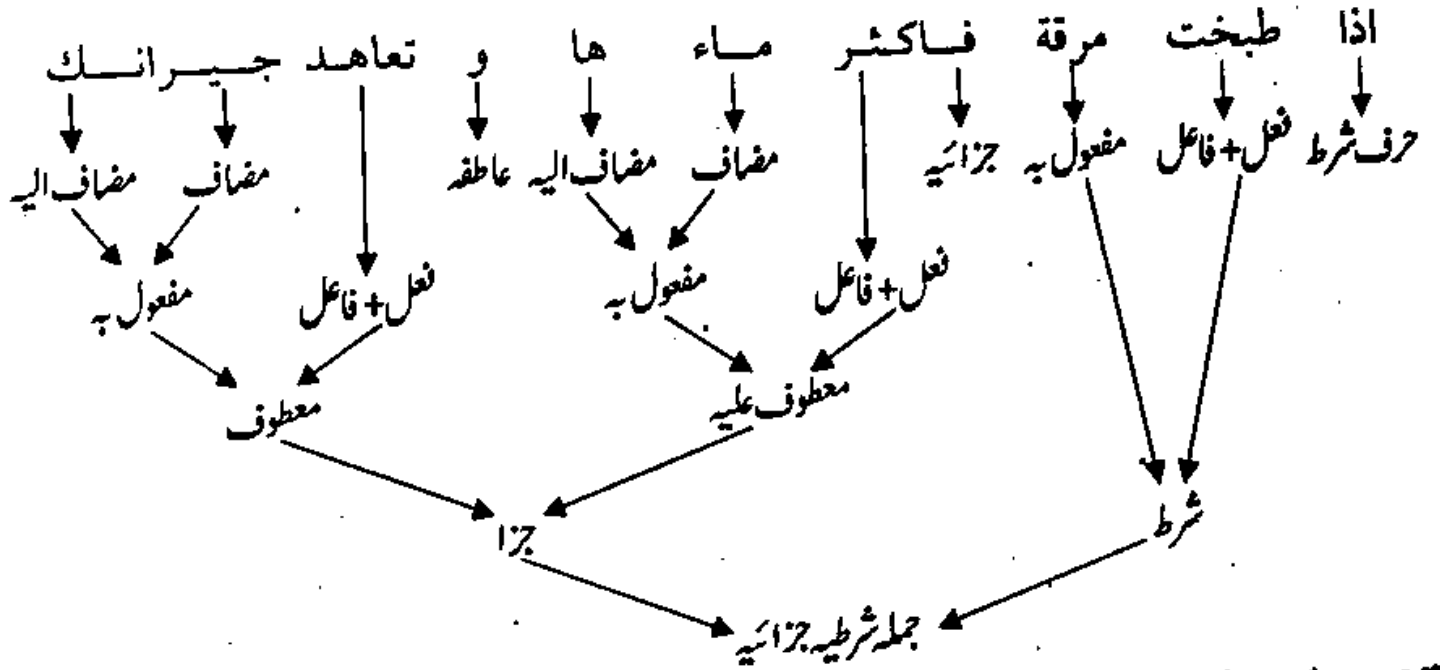
(۱) مسلم، حدیث نمبر ۶۸۵۵، باب الوصیة بالجار و الاحسان الیہ، کتاب البر و الصلة۔

***

۵۷ دائیں جانب سے ابتدا کا حکم

اِذَا لَبِسْتُمْ وَ اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُا بِمَيَامِنِكُمْ

ترجمہ:

''جب تم کوئی چیز پہنو اور جب تم وضو کرو تو اپنے دائیں جانب سے شروع کرو۔''

تشریح:

ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام ہر چیز میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے ''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن ما استطاع فی شأنہ کلہ فی طھورہ و ترجلہ و تنعلہ......''

مذکورہ حدیث اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر فرمودات اور طرز عمل سے علماء نے یہ اصول بنایا ہے کہ جو چیز بھی شرافت اور فضیلت والی ہوگی اس کی ابتدا دائیں طرف سے ہوگی جیسے کپڑا پہننا، چادر اوڑھنا، وضو کرنا، کوئی چیز تقسیم کرنا، سونا، کچھ کھانا، پینا، جوتا پہننا، ناخن کاٹنا، مسواک کرنا، لکھنا، کوئی چیز پکڑنا، مصافحہ کرنا، راستے پر چلنا وغیرہ......اور جو چیز ایسی ہو کہ اس میں شرافت وفضیلت کا پہلو نہیں اس میں ابتدا بائیں جانب سے ہوگی جیسے بیت الخلاء میں جانا، بازار میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، کپڑا اتارنا، جوتا اتارنا، ناک سڑکنا، استنجا کرنا وغیرہ......

ترکیب:

اذا حرف شرط لبستم فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل مل کر معطوف علیہ و عاطفہ اذا حرف شرط توضأتم فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر شرط ف جزائیہ ابدؤوا فعل ضمیر اس کا فاعل ب جار میامن مضاف کم ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
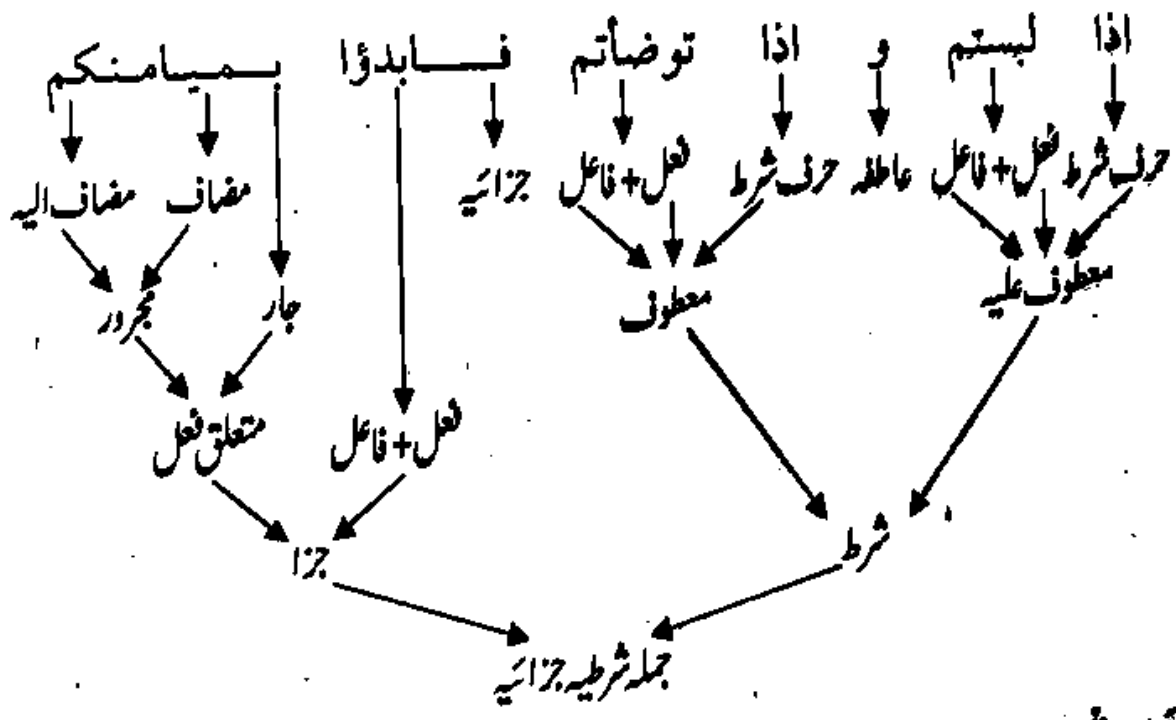
تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ٤١٤١، باب فی النعال، کتاب اللباس۔

***

⑩⑨ وضو میں انگلیوں کا خلال

اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

ترجمہ:

"جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔"

تشریح:

وضو میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے اور یہ خلال ہر حال میں سنت ہے، چاہے انگلیوں کے بیچ میں پانی داخل بھی ہو جائے تب بھی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی تمام انگلیوں میں خلال کرنا سنت ہے۔

ہاتھ کی انگلیوں میں خلال کے دو طریقے ہیں (۱) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے جس طرح پنجہ کرتے ہیں۔ (۲) ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے۔ پھر دوسرے ہاتھ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے۔

پاؤں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) سے شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے۔ (دیکھئے مسائل بہشتی زیور: ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم)

ترکیب:

اذا حرف شرط توضأت فعل ضمیر فاعل ف جزائیہ خلل فعل ضمیر فاعل اصابع يديك مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ و عاطفہ رجليك معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی: حدیث نمبر ۳۹، ابواب الطهارت، باب فی تخلیل الاصابع

***

(۳۶) کھانے کے وقت جوتے اتارنا

اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِكُمْ

ترجمہ:

''جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو کیونکہ یہ تمہارے پاؤں کے لیے آرام دہ ہے۔''

تشریح:

نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے ایسا دین دے کر بھیجا ہے جو ہر اعتبار سے جامع اور کامل و مکمل ہے آپ ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے راہنمائی عطا فرمائی ہے اور ہر شعبے کے مختلف احکام بیان فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ کی ان تعلیمات میں سے بعض چیزیں فرض اور انتہائی ضروری درجے کی ہیں اور بعض اس سے کم درجے کی اور بعض مستحسن درجے کی ہیں اور بہت ساری اشیاء ایسی ہیں جو آپ نے ہماری راحت اور آسانی کے لیے بطور مشورہ کے فرمائی ہیں۔ ان اشیاء میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا کہ کھانے کی کوئی بھی چیز جب سامنے آجائے تو اس وقت جوتے اتار دینے چاہئیں کیونکہ اس سے آدمی تسلی اور آرام سے کھاتا ہے۔

ترکیب:

اذا حرف شرط وضع فعل الطعام نائب فاعل۔ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر شرط ف جزائیہ اخلعوا فعل ضمیر فاعل نعالکم مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر معلل ف تعلیلیہ انّ حرف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اسم اروح صیغہ اسم تفضیل لِ جار اقدامکم مجرور، جار مجرور متعلق صیغہ تفضیل کے، صیغہ تفضیل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر۔ انّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جزا۔ شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

اذا وضع الطعام فـاخلعوا نـعالـكم فـانـه اروح لاقـدامـكم

حرف شرط فعل نائب فاعل مضاف مضاف الیہ حرف مشبہ بالفعل مضاف مضاف الیہ

فعل+ فاعل مفعول بہ تعلیلیہ جزائیہ جار مجرور

صیغہ تفضیل+ فاعل متعلق صیغہ تفضیل

اسم خبر

معلل تعلیل

شرط جزا

جملہ شرطیہ جزائیہ

تخریج حدیث:

(۱) دارمی، حدیث نمبر ۲۰۸۰، باب فی خلع النعال عند الطعام، کتاب الاطعمۃ۔

***

۳۱ چوں بے حیا باشی ہر چہ خواہی بکن

اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

ترجمہ:

"جب تم حیاء کا وصف کھو دو تو پھر جو چاہے کرو۔"

تشریح:

مذکورہ بالا جملہ ضرب المثل اور عام گفتگو میں روز مرہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ حدیث بڑے اہم اصول پر مشتمل ہے کیونکہ انسان زندگی میں جتنے اچھے کام کرتا ہے ان میں سے بعض اعمال و افعال اور برے کاموں سے بچنے میں اس کی ایمانی کیفیت اور خوف خدا کے علاوہ ایک بہت بڑا لاشعوری داعیہ وہ حیا اور شرم بھی ہوتی ہے جو لوگوں کے اعتبار سے اس کے دل میں آتی ہے کہ اگر فلاں کام کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ اچھا نہیں لگے گا۔

یہ حیا لوگوں کا بھی ہو سکتا ہے اور اللہ کا بھی۔ اصل حیا تو اللہ رب العزت کا ہے کہ اس سے شرم کر کے اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے آدمی اس کی نافرمانی سے بچے۔ جب یہ وصف ہو تو دل خیر کی باتیں کرتا ہے اور اگر یہ ختم ہو جائے تو پھر آدمی کے لیے کوئی قانونی ظاہری رکاوٹ نہیں رہتی پھر جو اس کے جی میں آئے کرتا ہے۔

ترکیب:

اذا حرف شرط لم تستحی فعل ضمیر اس کا فاعل ف جزائیہ اصنع فعل ضمیر اس کا فاعل ما موصولہ شئت فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر صلہ موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:
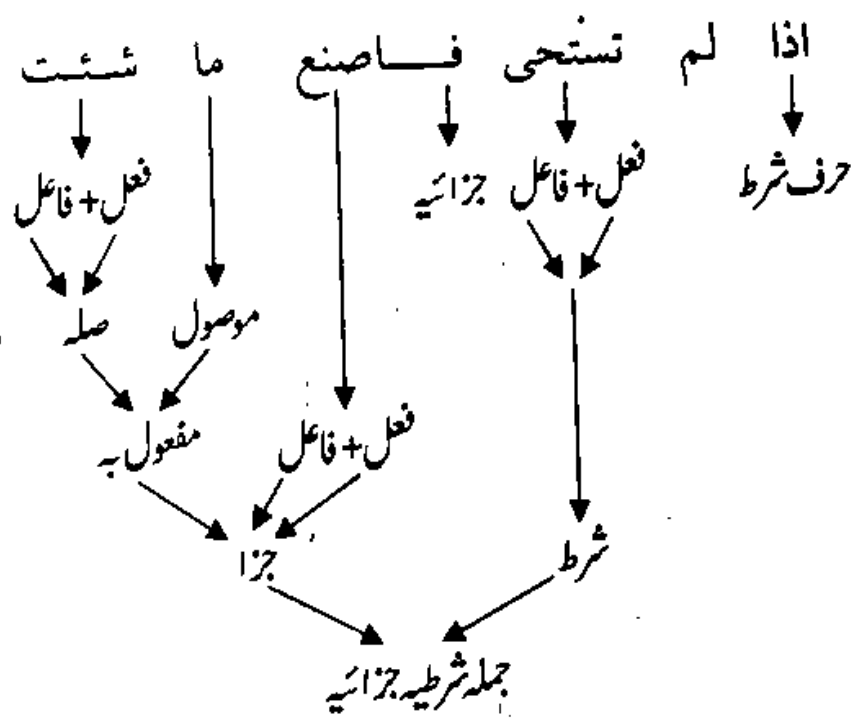
(۱) بخاری، حدیث نمبر ٣٢٩٦، باب اذا لم تستحی الخ، کتاب الادب۔
(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ٤١٨٣،

***

۴۴ دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم

اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَاْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ

ترجمہ:

''جب تم کوئی چیز کھاؤ تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پیو تو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے پیو۔''

تشریح:

اس معنی اور مفہوم کی حدیث ابھی ابھی پیچھے گزر چکی ہے۔ یہاں دو چیزوں یعنی کھانے پینے کا خاص طور سے ذکر ہے، کیونکہ ان دونوں باتوں کی انسانی زندگی میں باقی امور کی نسبت اہمیت اور ضرورت زیادہ ہے۔ کھانے پینے کے بغیر انسانی زندگی محال ہے۔ کھانے پینے جیسے ضروری اور بنیادی کام، جو کہ ایک اعتبار سے اضطراری کی حد میں آتا ہے اس میں بھی جب دائیں ہاتھ کے استعمال کرنے کی تاکید ہے تو باقی امور میں اس کی اہمیت اور تاکید بآسانی سمجھی جا سکتی ہے۔

ترکیب:

اذا حرف شرط اکل فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ فعل فاعل سے مل کر شرط ف جزائیہ لیاکل فعل ضمیر فاعل ب جار یمینہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ اذا حرف شرط شرب فعل ضمیر اس کا فاعل۔ فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ یشرب فعل ضمیر فاعل ب جار یمینہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق ہوئے فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
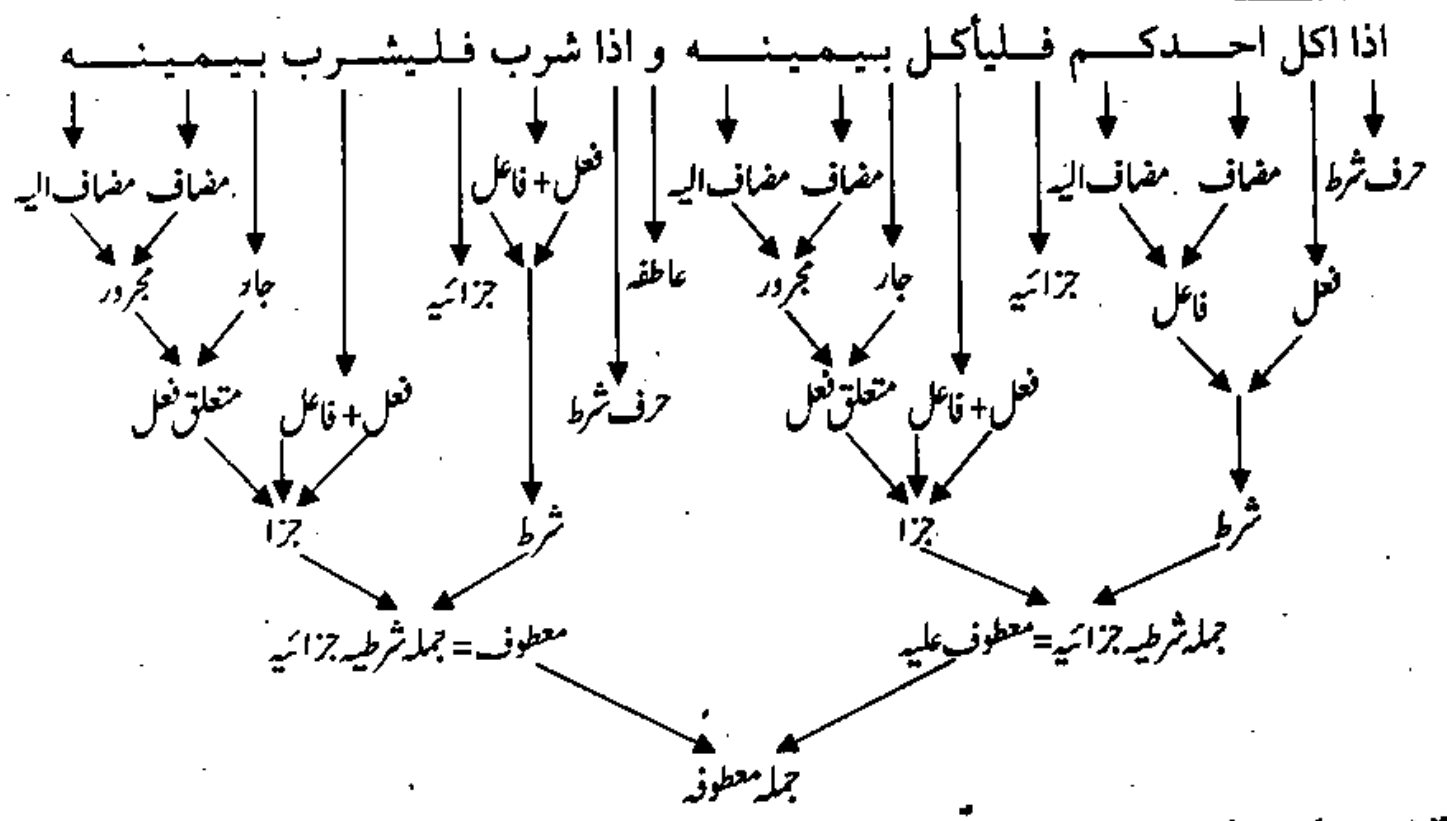
تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۵۳۸۴، باب آداب الطعام و الشراب و احکامھما، کتاب الاشربۃ۔

(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۷۷۶

***
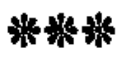
۳۴ تحیۃ المسجد کا حکم

اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ

ترجمہ:

''جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔''

تشریح:

اس نماز کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں آدمی جب بھی مسجد میں آئے یہ دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اور ان کی اصل فضیلت تب ہے کہ کسی اور کام میں مشغول ہونے اور بیٹھنے سے پہلے ادا کرے۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ وقت ایسا نہ ہو کہ جس میں نماز پڑھنا درست نہیں ہوتا جیسے عین سورج طلوع اور غروب ہونے کا وقت، نصف النہار کا وقت، اسی طرح فجر کی اذان کے بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت کیونکہ اس وقت فجر کی نماز اور سنتوں کے علاوہ دوسری کوئی نماز مستحب نہیں اور فجر کی نماز ہو جانے کے بعد تو طلوع آفتاب تک فجر کی قضاء شدہ سنتیں ادا کرنا بھی درست نہیں۔ اسی طرح عصر کے بعد بھی تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل کی اجازت نہیں کیونکہ یہ تمام اوقات وہ ہیں جن میں یا تو نماز پڑھنا سرے سے ممنوع ہے یا اپنی مقررہ نماز کے علاوہ نوافل مکروہ ہیں۔ اسی طرح جمعہ کے دن جب خطیب صاحب آجائیں اور خطبہ ہو رہا ہو اس دوران بھی یہ نماز پڑھنا درست نہیں کیونکہ ایسے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''لا صلاۃ و لا کلام'' کہ نہ نماز پڑھو اور نہ باتیں کرو۔

ترکیب:

اذا حرف شرط دخل فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل المسجد مفعول بہ۔ فعل فاعل اور مفعول مل کر شرط ف جزائیہ لیرکع فعل ضمیر فاعل رکعتین مفعول بہ۔ قبل مضاف ان مصدریہ یجلس فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل مل کر بتاویل مصدر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جزاء، شرط جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:
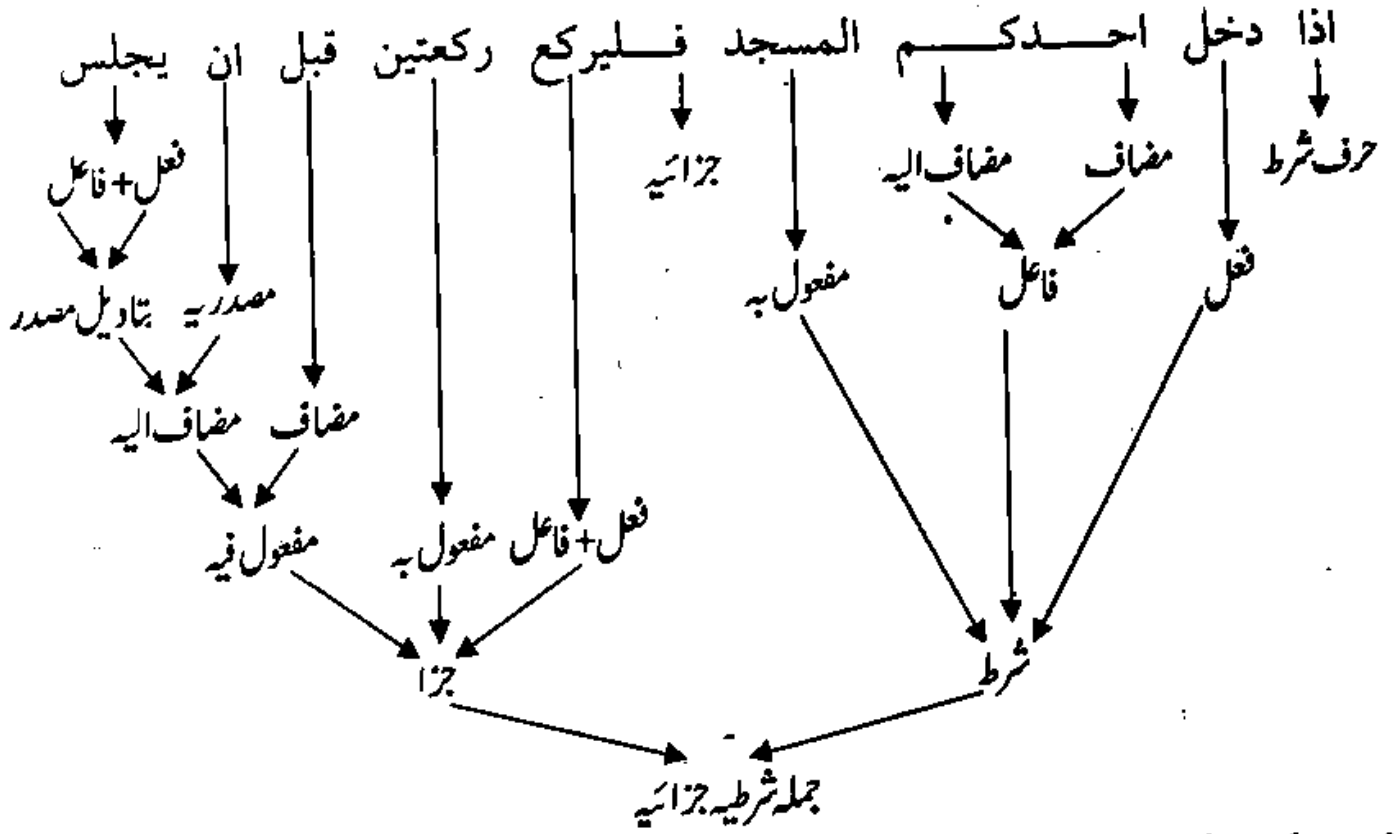
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۹۲۲، باب اذا دخل احدکم المسجد الخ، کتاب الصلوۃ۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۶۸۷، باب استحباب تحیۃ برکعتین، کتاب صلوٰۃ المسافر و قصرھا۔

***

۴۳ جوتا پہننے اور اتارنے کا طریقہ

اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیُمْنٰی وَ اِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَ آخِرَهُمَا تُنْزَعُ

ترجمہ:

”جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے ابتدا کرے اور جب اتارے تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرے تا کہ دایاں پاؤں پہننے میں پہلے اور اترنے میں بعد میں رہے۔“

تشریح:

دائیں طرف سے کام شروع کرنے کی فضیلت اور حکم کے بارے میں پیچھے تفصیل سے آچکا ہے اور یہ ضابطہ بھی کہ شرف و فضیلت والے کاموں کی ابتدا دائیں سے ہونی چاہیے۔ یہ حدیث اس اصول کی بنیاد ہے۔ یہاں یہ فرمایا کہ جب جوتا پہننے لگو تو جوتا پہننا چونکہ اچھا اور شرافت والا کام ہے اس لیے اس کی ابتدا دائیں طرف سے کرو اور جب اتارو تو پہلے بایاں جوتا اتارو پھر دایاں۔ اس طرح کرنے سے دایاں پاؤں زیادہ دیر جوتے میں رہے گا کیونکہ پہننے میں وہ پہلے تھا اور اترنے میں بعد میں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب جوتا پہننے اور اتارنے جیسے عمل میں جس کی عام طور سے اتنی اہمیت بھی نہیں، دائیں بائیں کا اس قدر اہتمام ہے تو دیگر چیزوں میں کیا حال ہوگا۔

ترکیب:

اذا حرف شرط انتعل فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ لیبدأ فعل ضمیر فاعل با جار الیمنی مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ و عاطفہ اذا حرف شرط نزع فعل ضمیر فاعل۔ فعل فاعل مل کر شرط ف جزائیہ لیبدأ فعل ضمیر فاعل با جار الشمال مجرور، جار مجرور متعلق فعل کے فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جزا، شرط جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر معلل۔ ل تعلیلیہ تکن فعل ناقص الیمنی اس کا اسم اولھما مضاف مضاف الیہ مل کر ذوالحال تنعل حال، حال ذوالحال مل کر معطوف علیہ و عاطفہ آخرھما مضاف مضاف الیہ مل کر ذوالحال تنزع حال، حال ذوالحال مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر۔ تکن اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تعلیل۔ معلل تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۵۱۷، باب ینزع النعل الیسری، کتاب اللباس۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۶۱۶، باب استحباب لبس النعال فی الیمنی اولا، کتاب اللباس و الزینۃ۔

***

۲۹۵ سفر سے واپس آتے وقت کا ایک اصول

اِذَا اَطَالَ اَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقْ اَهْلَهٗ لَيْلًا

ترجمہ:

"جب تم میں سے کوئی ذرا لمبے عرصے کے بعد گھر آئے تو رات کو گھر والوں کے پاس اچانک نہ آئے۔"

تشریح:

اس حدیث میں ویسے تو عمومی ہدایت ہے کہ ہر آدمی چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ غیر متوقع طور پر رات کو گھر نہ جائے تا کہ گھر والے لوگوں کی ایک تو نیند نہ خراب ہو اور دوسرے وہ لوگ خوفزدہ نہ ہوں کہ یہ کون آ گیا ہے؟ اور ایسا نہ ہو کہ کوئی ناخوشگوار بات پیش آ جائے۔ البتہ شادی شدہ حضرات کے لیے اس حدیث میں خصوصی اہتمام اور تاکید ہے کہ وہ لوگ اگر زیادہ دنوں کے لیے کہیں گئے ہوں تو اچانک اطلاع کیے بغیر نہ آ جائیں کیونکہ ایسی صورت میں اوپر والے مسائل تو ہیں ہی اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ بیوی کو اطلاع نہیں تو وہ بیچاری پراگندہ اور میلی کچیلی حالت میں نہ ہو۔ ایسی صورت میں باہمی تنفر اور قلت رغبت کا اندیشہ ہے۔ ایک صحابی نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے مدینے کے پاس پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ فوراً گھروں کو نہ جاؤ بلکہ پہلے اطلاع بھیج دو تا کہ بیویاں تیار ہو جائیں اور بناؤ سنگھار کر لیں اور انتظار کی وجہ سے رغبت و محبت میں بھی اضافہ ہو۔ یہ حکم تب تھا جب اطلاع کے ذرائع موجود نہیں تھے آج کل چونکہ اطلاع کرنے کے ذرائع موجود ہیں چنانچہ اگر اطلاع کر دی جائے تو اس صورت میں مذکورہ علت نہ ہونے کی وجہ سے یہ ممانعت بھی نہ ہوگی۔

ترکیب:

اذا حرف شرط اطال فعل احدکم مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل الغیبۃ مفعول بہ۔ فعل فاعل و مفعول بہ مل کر شرط ف جزائیہ لا یطرق فعل ضمیر اس کا فاعل اھلہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لیلا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ۔

نقشہ ترکیب:
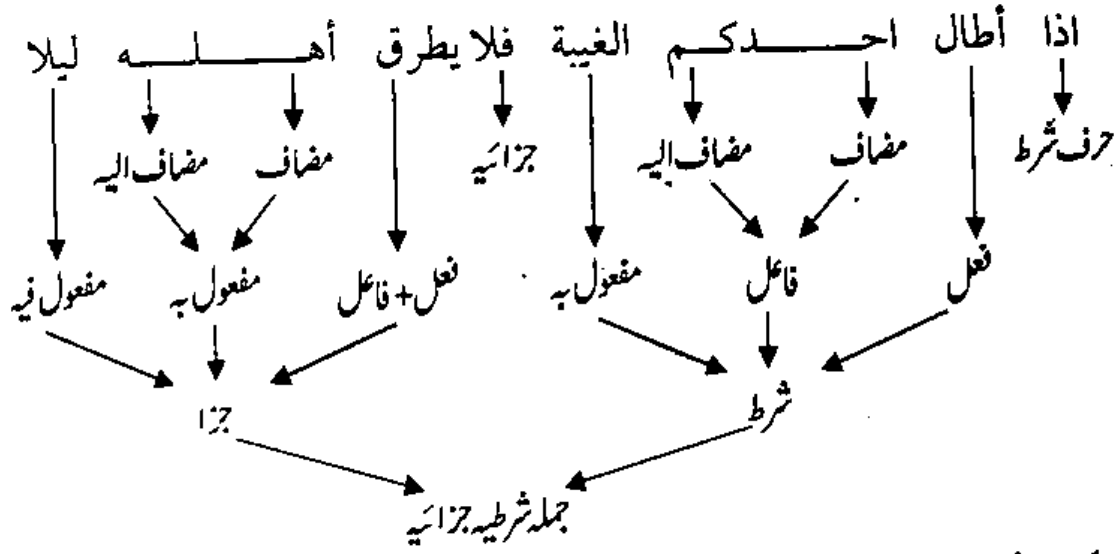
تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٤٩٤٦، باب لا یطرق اھلہ لیلًا الخ، کتاب النکاح۔

***

۳۶ عیادت کا ایک ادب

إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّ يَطِيبُ بِنَفْسِهِ

ترجمہ:

"جب تم کسی مریض کے ہاں جاؤ تو اسے موت کے بارے میں تسلی کی بات کہو کیونکہ یہ چیز کسی بات کو ٹال تو نہیں سکتی البتہ اس کا دل خوش ہو جائے گا۔"

تشریح:

اس حدیث میں مریض کی عیادت کے آداب کے حوالے سے ایک اخلاقی ادب سکھایا گیا ہے، اور ادب یہ ہے کہ جب کسی مریض کے پاس جاؤ اور تمہیں آثار وغیرہ سے چاہے یہ معلوم بھی ہو رہا ہو کہ اس کی موت قریب ہے اس کے باوجود بھی تم وہاں اس کے پاس بیٹھ کر حقیقت بیان کرنے اور بے لاگ تبصرے نہ کرنے لگو بلکہ اسے تسلی دو کہ کچھ نہیں "لا بأس" اللہ فضل کرے گا، وہ شفاء دینے والا ہے۔ تم ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ایسا کہنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ تقدیر کا کسے کیا پتہ ممکن ہے وہ ٹھیک ہی ہو جائے کتنے لوگ ہیں موت کے منہ سے واپس آتے ہیں۔ اور اگر اس نے مرنا ہی ہے تو کم از کم ابھی سے اس کو پریشان تو نہ کرو۔ موت تو اپنے وقت پر آئے گی ہی۔ لیکن تمہاری اچھی بات سے اس کا دل خوش ہوگا اور مسلمان کا دل خوش کرنا یہ باعث ثواب ہے اور اسے پریشان کرنا، ناپسندیدہ ہے۔ ہاں اگر وہ آدمی کسی گناہ میں مبتلا ہو تو ذرا طریقے سے اسے توبہ کے بارے میں کہنا مناسب ہے۔

ترکیب:

اذا حرف شرط دخلتم فعل ضمیر فاعل علی المریض جار مجرور متعلق فعل کے، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر شرط ف جزائیہ نفسوا فعل ضمیر فاعل لہ جار مجرور متعلق فعل کے فی جار اجلہ مجرور، جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلقات سے مل کر جزا، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معلل، ف تعلیلیہ ان حرف مشبہ بالفعل ذلک اسم لا یرد فعل ضمیر فاعل شیئا مفعول بہ، فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ و عاطفہ یطیب فعل ضمیر فاعل بنفسہ جار مجرور متعلق فعل، فعل فاعل اور متعلق سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل، معلل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

نقشہ ترکیب:

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۰۸۷

(۲)ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۴۳۸، باب ما جاء في عيادة المريض، كتاب الجنائز۔

بعض پیش گوئیوں کا ذکر

ذکر بعض المغیبات الّذِیْ اَخْبَرَ النَّبِیُّ بِهَا وَ ظَهَرَتْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ ﷺ

ترجمہ:

"کچھ ایسی پیش گوئیوں کا ذکر جن کے بارے میں آپ نے اطلاع دی اور وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئیں۔"

ایسی پیش گوئیاں، علامت نبوت اور معجزہ کی قبیل سے ہوتی ہیں کیونکہ اتنی برمحل اور درست بات نبی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں بتا سکتا اور یہ پیش گوئیاں آپ ﷺ کے زمانے میں بھی پوری ہوئیں بعد میں بھی ہوئیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی اور آمنہ کے لال، عبداللہ کے دریتیم، مدینے کے سردار، رحمۃ للعالمین کی نبوت ورسالت کو مزید روشن سے روشن کرتی رہیں گی۔

***

۷۰ تاقیامت حق پر قائم رہنے والی جماعت

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَ هُوَ سَیِّدُ الصَّادِقِیْنَ، لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ طَائِفَةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ وَ لَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ

ترجمہ:

"میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم یعنی حق پر قائم رہے گی اور ان کو ذلیل کرنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا اور نہ ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ سکے گا اور یہ تب تک ہوگا کہ جب تک اللہ کا حکم یعنی قیامت نہ آجائے اور وہ اس حکم کے آنے تک اسی حق کی روش پر قائم ہوں گے۔"

تشریح:

چونکہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور آپ کا لایا ہوا دین روئے زمین کے انسانوں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے ہے اس لیے اس دین کا اصل حالت میں محفوظ رہنا ضروری ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ اس حدیث میں اس ذمہ حفاظت کی عملی شکل واضح کی گئی ہے کہ اللہ رب العزت ایک حق پرست جماعت کو ہر دور میں باقی رکھیں گے جس سے دین محفوظ

بھی ہوگا اور اگلی نسلوں تک منتقل بھی۔ یہ جماعت حق پر ایسی قائم ہوگی کہ باد مخالف کی تندی و تیزی انہیں نیچے گرانے کی بجائے اوپر لے جائے گی۔ اس جماعت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں متعدد آراء ہیں کسی نے محدثین کا طبقہ مراد لیا، تو کسی نے صوفیاء کا گروہ، کسی نے علماء دین مراد لیے تو کسی نے مجاہدین اسلام، یہ سارے اقوال اور آراء درست ہیں ان میں باہم تعارض و تناقض نہیں بلکہ یہ تمام حضرات ہی مراد ہیں کیونکہ دین کی حفاظت ان سب کی مرہون منت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ اس جماعت سے اہل سنت والجماعت کے لوگ مراد ہیں یعنی جن کے عقائد و نظریات صحابہ و تابعین اور سلف کے مطابق و موافق ہیں۔ ان میں حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی بھی آ گئے، اسی طرح اشعری و ماتریدی بھی، اسی طرح محدثین بھی اور وہ مجاہدین بھی جو صحیح نظریات اور علماء حق کی راہنمائی میں اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے کوشاں ہوں۔ اللہ ہمیں مرتے دم تک اسی حق پرست جماعت کے دامن سے وابستہ رکھے۔ آمین

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۴۴۲، باب قوله لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علي الحق، كتاب الاعتصام و المناقب۔
(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۰۶۴، باب قوله لا تزال الخ، كتاب الامارة۔

***

۴۸ آخری زمانے کے جھوٹے دجالوں کا تذکرہ

وَقَالَ النَّبِيُّ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَائُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ

ترجمہ:

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آخری زمانے میں بہت سے دجل وفریب والے اور پرلے درجے کے جھوٹے ہوں گے وہ تمہارے پاس ایسی ایسی احادیث/باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباءواجداد نے، تم ان سے بچو وہ تم سے دور رہیں، وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔''

تشریح:

اس حدیث میں کس زمانے کا ذکر ہے اور ان جھوٹے لوگوں کا ظہور کب ہوگا؟ اس کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جب صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے زمانے کے بعد فتن وفساد شروع ہوئے اور لوگ جھوٹی حدیثیں گھڑ گھڑ کر دین میں داخل کرنے کے درپے ہو گئے۔ ان کی وجہ سے دین کا فساد ظاہر تھا۔ یہ پیش گوئی بعینہٖ پوری ہوئی اور ایسا ہوا لیکن اللہ جزائے خیر دے محدثین کو کہ انہوں نے اپنی زندگیاں کھپا کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا اور ان تحریفی کوششوں کو دین سے یوں علیحدہ کردیا جیسے مکھن سے بال نکالا جاتا ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد بعد کا زمانہ ہے جب قیامت کا قرب ہوگا تو لوگ دین کے بارے میں نت نئے فلسفے اور طرح طرح کی لگی لپٹی باتیں اور خوشنما دعوے لائیں گے ایسے لوگ محض فتنہ ہوں گے۔

یورپ کے مادی غلبے اور استعماری اہداف کے لیے کی جانے والی ہمہ جہت کوششوں کے نتیجے میں عالم اسلام میں دانشوروں کا ایک ایسا طبقہ وافر مقدار میں پایا جاتا ہے جو آئے روز نئے نئے مسائل اور فلسفے بکھیرتے ہیں۔ ان میں سے ہر آدمی اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کر کے مارکیٹ میں بیچنے کے لیے لاتا ہے۔ مگر اللہ کا فضل ہے کہ یہ لوگ چند گاہکوں کو ساتھ لیے آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے گوشۂ گمنامی میں چلے جاتے ہیں۔ ان کا نظریہ تو کیا نام بھی صرف تاریخ کے صفحات اور دھندلے نقوش کے طور پر رہ جاتا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۶

***

۲۹ بہترین زمانہ کون سا ہے؟

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ یَمِیْنَهٗ وَ یَمِیْنُهٗ شَهَادَتَهٗ

ترجمہ:

’’نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ایسی قوم آئے گی جن کی گواہی ان کے قسم سے اور ان کی قسم ان کی شہادت سے سبقت لے جائے گی۔ (یعنی گواہی دینا اور قسم کھانا ان کے ہاں کوئی بڑی بات نہیں ہوگی بات بات پر قسم کھاتے پھریں گے)‘‘

تشریح:

قرن کا اطلاق سو سال، اسی سال، چالیس سال سب پر ہوتا ہے۔ مراد ہے ایک زمانے کے وہ لوگ جن کی عمریں قریب قریب ہوں جسے ’’پیڑھی‘‘ کہہ سکتے ہیں۔ جیسے دادا کا زمانہ ایک پیڑھی پھر باپ کا زمانہ ایک پیڑھی ہے اور پھر بیٹے کا زمانہ ایک پیڑھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں یعنی نبوت کے تیئس سال اس کے بعد میرے صحابہ کا زمانہ اچھا ہوگا بعد کے زمانوں سے اور اس کے بعد تابعین و تبع تابعین کا زمانہ ہوگا۔ ان تین زمانوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں خیر غالب ہوگی اور شر مغلوب ہوگا یعنی لوگوں کی اکثریت ایمان دار، دیانت دار اور سچ کی عادی ہوگی۔ البتہ اکا دکا فاسق و فاجر تو ان زمانوں میں بھی ہوں گے۔ جیسے حجاج بن یوسف، یزید اور ابن زیاد وغیرہ۔

یہاں ایک بات کی وضاحت مناسب ہے کہ صحابی کے لیے تو یہ ضابطہ ہے کہ صحابہ تمام کے تمام اعلیٰ کردار اور اوصاف کے اہل ہیں ان میں تو اچھائی کا معیار قائم کرنے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی زیارت ایمان کی حالت میں کی ہو۔ آپ کی زیارت و صحبت ایسی اکسیر تھی کہ وہ لوگ کندن بن گئے تھے۔ وہاں کسی مزید قید کی ضرورت نہیں ہاں البتہ تابعین و تبع تابعین میں معیار فضیلت یا دوسرے لفظوں میں تابعی کہلانے کے لیے محض اتنا کافی نہیں کہ ایمان کی حالت میں کسی صحابی کو دیکھا ہو بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے اخلاق و کردار پر پرکھا جائے کیونکہ قرآن میں جہاں تابعین کا ذکر ہے وہاں احسان کی قید ہے۔ جیسے ﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ (التوبة: ۱۰۰) اسی وجہ سے حجاج بن یوسف وغیرہ جیسے لوگ تابعی کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ ان کی طرف سے احسان کے ساتھ اتباع نہیں پائی گئی۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۶۰۶۵، باب لا یشهد علی شهادة جور اذا شهد، کتاب الشهادات۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۲۵۳۵

۲۷۰ سود کی کثرت کی پیش گوئی

وَ قَالَ النَّبِیُّ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلُ الرِّبٰوا فَاِنْ لَّمْ یَاْکُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ[۱]

ترجمہ:

''آپ علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی آدمی بھی سود خوری سے بچ نہیں سکے گا اگر وہ براہ راست اور بعینہ سود نہ بھی کھائے تو اس کا دھواں تو اس کو پہنچ ہی جائے گا۔''

تشریح:

آپ ﷺ نے جو بھی پیش گوئیاں فرمائی ہیں ان میں بعض ایسی ہیں جو خوش آئند ہیں اور ان کی بابت آدمی کو تحصیل کی خواہش بھی رکھنی چاہیے ورنہ اکثر و بیشتر پیش گوئیاں ایسی ہیں کہ ان میں تنبیہ کی گئی ہے اور ڈرایا گیا، اگرچہ ان کاموں نے حسب تقدیر اور خبر نبی واقع تو یقیناً ہونا ہے تاہم ان میں آدمی کو بچنے کی دعا مانگنی چاہیے۔ اس قسم کی پیش گوئیوں میں سے ایک یہ پیش گوئی بھی ہے جو پہلے ادوار میں تو پوری ہوتی رہی ہے یا نہیں آج کل سو فیصد پوری ہو رہی ہے۔ پیش گوئی یہ ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر آدمی کو سود کا کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا اگر آگ نہیں تو دھوئیں سے کم از کم نہیں بچ پائے گا۔

آج کل اکثر دنیا میں جو معاشی نظام چل رہا ہے چاہے غیر مسلم ممالک ہوں یا اسلامی ممالک ان کا معاشی نظام سرمایہ دارانہ ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد بینکنگ پر ہے اور بینک یہودی ذہنیت کا شاخسانہ اور سود کا ایسا بڑا اور گندہ جوہر ہے کہ اس سے نکلنے والا پانی پورے معاشرے کی رگوں تک پہنچتا ہے اور ایسے شاطرانہ طریقے سے پہنچتا ہے کہ اگر کوئی ہزار بچنا چاہے تب بھی ممکن نہیں کیونکہ آخر کار اس نے چیزیں تو اس بازار سے خریدنی ہیں وہاں مصنوعات ان کمپنیوں کی ہیں جن کا لین دین سودی ہے۔ نوٹ جتنے بھی ہیں بنک سے جاری ہوتے ہیں اسی طرح سودی اداروں مثلاً بنک، انشورنس وغیرہ کے ملازمین کے ساتھ تعلقات رکھے جائیں تو ان کی آمدن کا مسئلہ مستقل پریشانی ہے۔ اس لیے آدمی کسی نہ کسی حد تک ملوث ہو جاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسی معاشرے کے گرداب میں گھومنے لگیں بلکہ یہ ہماری انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے کہ سود کو معاشرے میں سے اس کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں۔ ہر قدم پر مشتبہ کمائی اور سود سے بچنے کی کوشش کریں اور لوگوں کو سود کے نقصانات اور گناہوں کے بارے میں بتائیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۳۳۳۱، کتاب البیوع۔

(۲) شعب الایمان، حدیث نمبر ۵۹۱۰

***

⑰ دین کے اوپرا ہونے کی پیش گوئی

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ الدِّیْنَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ

ترجمہ:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ دین شروع بھی اجنبی ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور عنقریب اجنبی بن جائے گا۔ ایسے اجنبی دیندار لوگوں کے لیے خوشخبری ہے۔ یہ غرباء اور اجنبی لوگ وہ ہیں جو میرے بعد میری سنت اور میرے طریقے میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو ختم کرنے والے ہیں۔''

تشریح:

غریب اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے وطن اور دیس میں آیا ہوا ہو۔ پردیسی، اوپرا، اجنبی جس کا کوئی خاص حمایتی نہ ہو۔ فرمایا کہ دین کی ابتدائی حالت بھی یہ تھی کہ عین مرکز توحید یعنی مکہ میں ہی اس کا کوئی نام لیوا نہ تھا اور تیرہ سال تک یہ اس کسمپرسی کے عالم میں رہا اور پھر اللہ نے دین کو ایک شوکت اور غلبہ دیا۔ اس کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا دین پر وہ پہلے والی کسمپرسی طاری ہو جائے گی اور لوگ دین سے دور ہو جائیں گے۔ عملی سستی اور عملی نفاق عام ہو جائے گا چاہے نام کے مسلمان ہوں گے لیکن عمل میں دین سے اتنی دوری ہو گی کہ بھری بستیوں میں دین کے شعار اور سنت کے طریقے کا عالم کوئی ایک آدمی بھی مشکل سے ملے گا ایسی حالت میں دین معاشرے میں ایک اجنبی اور پردیسی مہمان ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن ایسے حالات میں بھی کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوں گے جو دین پر عمل پیرا ہوں گے اور دین کی وضع قطع اور شکل وصورت کو مضبوطی سے تھامے ہوں گے۔ جیسے دین غریب اور اجنبی ہو گا ویسے ہی یہ لوگ بھی اوپرے اوپرے لگیں گے کیونکہ یہ لوگ زمانے کے چلن سے ہٹ کر چلنے کی کوشش کریں گے لیکن یہ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ایسے کٹھن حالات میں ایک ایسا کام کر رہے ہوں گے جسے کرنا سو شہیدوں کا ثواب ہے یعنی میرے طریقے اور سنت کو زندہ کر رہے ہوں گے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۳۰۸۹، کتاب الایمان۔

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۲۹۔

***

۲۶۲ دین کی حفاظت کا مضبوط نظام

قال النبی ﷺ: يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَاْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ

ترجمہ:

''اس علم کو ہر آنے والی نسل میں سے دیانت دار لوگ حاصل کریں گے جو اس علم دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف اور اہل باطل کی اختراع پردازی اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے۔''

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث ویسے تو پیش گوئی کے تناظر میں ہے مگر اس میں ساتھ ساتھ ایک ذمہ داری اور تقاضا بھی ہے اور وہ یہ کہ اہل دین اور اہل علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دین کے علوم کا وارث ان لوگوں کو بنائیں جو دیانت دار، اہل تقویٰ و عادل ہوں اور پھر جب یہ لوگ علوم شریعت کے حامل اور وارث بن جائیں تو پھر ان کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دین پر ہونے والے تمام فکری و نظریاتی حملوں کا مقابلہ کریں۔ اور نظریاتی و فکری طور سے دین کی مکمل حفاظت کریں اور اس کی وہی شکل جو رسول خدا کے دور میں تھی اس کو بعینہ باقی رکھیں۔

نظریاتی حملے یا دین میں بگاڑ کے اسباب یا شکلیں تین بیان فرمائی گئیں ہیں۔ (۱) غالی لوگوں کی تحریف، جیسے مذہب نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنانا، یا مسلمانوں میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیا کچھ مرتبہ دے دیا، الوہیت وغیرہ کے حوالے سے۔ یہ غالی لوگوں کی تحریف ہے کیونکہ اس سے دین کی بنیادوں یعنی عقائد کا حلیہ بگڑتا ہے۔ (۲) انتحال مبطلین، اہل باطل جیسے خواہش پرست لوگ وہ دین میں اپنی خواہش پرستی کا جواز پیدا کرنے کے لیے طرح طرح کے نئے طریقے اور حیلے بہانے تلاشتے رہتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ (۳) تاویل جاہلین، جو لوگ دین کے نظام اور علوم سے پورے واقف نہیں وہ نصوص شریعت میں اپنی جہالت کی بنیاد پر ایسے ایسے معنیٰ پیدا کرتے ہیں جو غلط ہوتے ہیں ایسے غلط معنیٰ کو تاویل فاسد کہتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو دین میں نظریاتی فتنے خواہ کیسے بھی ہوں انہی تین راہوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے علماء کی ذمہ داری ہے کہ ان چور راستوں کو بند کریں اور ان راہوں سے آنے والے فتنوں کا بھرپور تعاقب کریں۔

تخریج حدیث:

(۱) کنز العمال، حدیث نمبر ۲۸۹۱۸

***

۶۲۳ اندھے قتل اور خانہ جنگی کا ذکر

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَّا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَ لَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ: اَلْھَرَجُ، اَلْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ

ترجمہ:

آپ نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو پتہ ہوگا کہ اسے کیوں موت کی آغوش میں سلایا گیا۔ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بڑے وسیع پیمانے پر قتل اور خانہ جنگی ہوگی اور اس حالت میں قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔“

تشریح:

فتنے سے شریعت میں پناہ مانگی گئی ہے فرمایا ”وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ“ کہ فتنہ سیدھے سیدھے قتل سے زیادہ سخت ہے اصطلاح میں فتنے سے مراد وہ حالت اور وہ عبوری دور لیا گیا ہے کہ جس میں ایک عام آدمی بلکہ اچھے خاصے سمجھدار آدمی کے لیے بھی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ عرصے بعد معلوم ہوتا ہے کہ فلاں سچا تھا یا فلاں غلط تھا۔ لیکن تب تک دونوں طرف سے لاشوں کے ڈھیر لگ چکے ہوتے ہیں اور بے پناہ انسانوں کا خون بے دریغ بہہ چکا ہوتا ہے۔ اوپر کی حدیث میں بھی اسی طرح کی صورت حال کا ذکر ہے کہ دنیا میں اور مسلمانوں کے درمیان قتل اور خانہ جنگی کا اتنا شیوع ہو جائے گا کہ آئے روز لاشیں گریں گی مگر نہ گرانے والے کو پتہ ہوگا کہ اس کو مارنے سے میرا مقصد کیا تھا؟ یعنی کوئی بڑا مقصد سامنے نہیں ہوگا اور نہ مرنے والے کو پتہ ہوگا کہ مجھے کیوں مارا گیا، میرا جرم کیا تھا۔ اس فتنے کی بابت شریعت کا حکم یہ ہے کہ تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں ٹھہرو اور کسی ایک فریق کا بھی ساتھ نہ دو کیونکہ ایسے میں اگر کسی بھی فریق کا ساتھ دو گے تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے کیونکہ ایسی بے مقصد کی لڑائی میں نہ مارنے والے کو ثواب ہے اور نہ مرنے والے کو بلکہ دونوں سیدھے جہنم میں جائیں گے۔ ویسے تو ہر دور کے حالات میں فتنے سخت سے سخت رہے ہیں تاہم ہمارے موجودہ دور میں اس فتنے کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں انسانی خون اور انسانی جان اتنی ارزاں اور سستی ہوگئی ہے کہ انسان کا خون بہانا اتنا اہم بھی نہیں کہ کسی کے ماتھے پر شکن ہی آجائے۔ ”اعاذنا اللّٰہ من الفتن و الشرور“

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۷۴۸۸، کتاب الفتن۔

***

۱۴۷ علم اٹھ جانے اور فتنوں کے ظہور کا ذکر

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَ تَظْهَرُ الْفِتَنُ وَ يُلْقَى الشُّحُّ وَ يَكْثُرُ الْهَرَجُ قَالُوْا: وَ مَا الْهَرَجُ قَالَ: الْقَتْلُ

ترجمہ:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا وقت آنے والا ہے کہ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھالیا جائے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ بخل مسلط کر دیا جائے گا اور ''ہرج'' واقع ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قتل۔''

تشریح:

یہ حدیث بھی ان پیش گوئیوں میں سے ہے جو پہلے اگر نہیں بھی ہوئیں تو آج کے زمانے میں حرف بحرف صادق آرہی ہیں۔ اس میں پہلی بات یہ فرمائی کہ زمانہ قریب ہو جائے گا۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ذرائع آمد و رفت اور وسائل نقل و حمل اور ذرائع مواصلات کی اتنی کثرت ہوگی کہ فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے اور جو کام سالوں میں ہوتے تھے وہ مہینوں ہفتوں بلکہ دنوں میں ہونے لگیں گے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی فضولیات اور لایعنی مشغولیات اتنی ہو جائیں گی کہ وقت گزرنے کا احساس ہی کم ہو جائے گا۔ آدمی کہے گا یار اتنا وقت گزر گیا ہے؟ فلاں کام تو ابھی کل کی بات ہے؟ دوسری پیش گوئی یہ فرمائی کہ علم اٹھ جائے گا مطلب یہ ہے کتابوں میں اور اوراق میں تو حروف لکھے ہوں گے، لیکن وہ علمائے ربانیین اور للّٰہیت و اخلاص والے حضرات دنیا سے ایک ایک کر کے اٹھتے جائیں جن کی صحبت قرن اول کی یاد دلا دے اور جن کو دیکھتے ہی خدا یاد آنے لگے اور جن کے نوک زبان نہیں قرآن و حدیث ان کے رگ و ریشے میں سمایا ہوا ہو۔ ایسے علماء اٹھ جائیں گے اور فتنوں کا ظہور ہوگا حق و باطل کی تمیز ختم ہوتی جائی گی اور لوگوں نے اپنا معیار زندگی اتنا بلند کر لیا ہوگا کہ ان کے سامنے زیادہ سے زیادہ مال بھی اپنی ضروریات سے کم ہوگا اور اس کی وجہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے، فقراء و مساکین کو دینے، رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا رجحان ختم ہو جائے گا اور عملاً بخل ان پر مسلط ہو جائے گا۔ اچھا بھلا کھاتا پیتا آدمی ہوگا لیکن کسی فقیر کو پانچ روپے بھی نہیں دے گا۔ پھر آپ ﷺ نے آخری بات وہی فرمائی جو ابھی پچھلی حدیث میں ذکر ہوئی کہ قتل کا بازار گرم ہو جائے گا یہ باقاعدہ جنگ کی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ آپس میں خانہ جنگی ہوگی۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٦٦٥٢

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٦٩٦٤

***

۱۶۵ سخت آزمائش کا دور

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَ لَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ

ترجمہ:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک ایسی حالت نہ ہو جائے کہ ایک آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے گا اور اس پر لوٹ پوٹ ہوگا اور یہ کہے گا کاش! کہ اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور یہ کیفیت اس پر اس وجہ سے نہیں ہوگی کہ اسے دین کے بارے میں پریشانی ہے بلکہ یہ دنیاوی مصائب ہوں گے۔''

تشریح:

یہ حدیث بھی اس سے پہلے گزرنے والی احادیث کا تتمہ اور اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے...... جس میں قربِ قیامت میں فتنوں پریشانیوں اور آزمائشوں کی کثرت شدت اور ہولناکی کا تذکرہ ہے۔ اس حدیث میں ان فتنوں کی اتنی شدت کا ذکر ہے کہ آدمی جیتے جی مرنے کی خواہش کرے گا۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی قبر کے پاس سے گزرے گا تو اس قبر والے کو اس میں پڑا دیکھ کر اسے اتنی حسرت اور خواہش ہوگی کہ کاش کہ اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، تا کہ مجھ پر جو مصائب آ رہے ہیں ان سے آج میں دور ہوتا...... اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آدمی جب کسی بڑی مصیبت خاص طور سے گناہ وغیرہ کی بدنامی یا کسی سختی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ کاش میں آج کے دن سے پہلے مر چکا ہوتا۔

تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر ٤٠٣٧

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٧٤٨٦، کتاب الفتن۔

***

۷۶ علامات قیامت کا بیان

وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَ لَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ

ترجمہ:

نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: ''عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے ویران ہوں گی۔ ان کے علماء روئے زمین کی سب سے بری مخلوق ہوں گے، انہیں سے فتنے پیدا ہوں گے اور انہیں میں لوٹ آئیں گے۔''

تشریح:

یہ حدیث بھی ان پیش گوئیوں میں سے ہے جو آج کے زمانے میں ہی حرف بحرف صادق آ رہی ہیں کیونکہ لوگ مسلمان صرف نام کے رہ گئے ہیں۔ حقیقت اسلام اور روح اسلام سے آشنا نہیں اور قرآن پاک کے الفاظ اور حروف تو موجود ہیں مطالب نہیں۔ ع

رہ گئی رسم اذان روح بلالی رضی اللہ عنہ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

تیسری بات یہ بتائی کہ مساجد میں نمازی تو موجود ہوں گے لیکن وہی مساجد جو صدر اسلام میں رشد و ہدایت اور دین کی سمجھ کا مرکز و محور ہوتی تھیں اب اس وصف سے خالی ہو جائیں گی اور اس دور میں اہل علم اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائیں گے۔ بلکہ وہ شیطان کے ہاتھوں میں ایسے لٹو بنیں گے کہ شیطان فتنوں کے لیے انہیں ہی استعمال کرے گا۔ اعاذنا اللہ منہم

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی، حدیث نمبر ۱۹۰۸

***

⑰ آخری زمانے میں منافقت کا دور دورہ ہوگا

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِیَۃِ وَ اَعْدَاءُ السَّرِیْرَۃِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ ذٰلِکَ بِرَغْبَۃِ بَعْضِھِمْ اِلٰی بَعْضٍ وَ رَھْبَۃِ بَعْضِھِمْ مِّنْ بَعْضٍ

ترجمہ:

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں بھائی بھائی ہوں گے اور اندر سے دشمن ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ ان کے ایک دوسرے سے مفادات بھی وابستہ ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے ڈرتے بھی ہوں گے۔''

تشریح:

آج کے زمانے میں جہاں اخلاص اور حسن نیت عنقاء ہو چکی ہے اور مادیت اور دنیا کی محبت کا غلبہ ہے پورے کا پورا معاشرہ ہی تقریباً اسی صورت حال سے دوچار ہے کہ عملی نفاق لوگوں میں گھر کر چکا ہے ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ داریاں بھی ہیں، دوستیاں بھی ہیں مگر اندر سے ایک دوسرے پر غیظ وغضب سے دانت پیستے رہتے ہیں۔ ہمارے موجودہ زمانے کے جمہوری نظام کے سیاستدان اور جماعتیں اس کی واضح مثال ہیں کہ صبح کو دشمن ہوتے ہیں اور رات کو اپنے اپنے مفادات سمیٹنے کی خاطر ایک ہی میز پر اپنے دلوں میں بغض ونفرت لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۱۰۸

***

۴۸ نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے جائیں گے

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :یَذْھَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَ تَبْقٰی حُفَالَۃٌ کَحُفَالَۃِ الشَّعِیْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا یُبَالِیْھِمُ اللّٰہُ بَالَۃً

ترجمہ:

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''نیک لوگ رخصت ہوتے چلے جائیں گے ایک کے بعد ایک اس کے بعد بھوسہ بچ جائے گا جیسے کھجور اور جو کا بھوسہ ہوتا ہے اللہ ان لوگوں کی بالکل پرواہ نہیں کریں گے۔''

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت اور خیر القرون سے بعد بڑھتا جائے گا اس درجے کی نیکی اور تقویٰ نہیں رہے گا اور اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نیک لوگ ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور پیچھے سے ان کا بدل اور قائم مقام کوئی نہیں ہوگا بلکہ پیچھے بچنے والے لوگ ایسے ہی بے کار ہوں گے جیسے کسی چیز کا فضلہ اور بھوسہ ہوتا ہے جو پیسنے اور چھاننے کے بعد ان کا بھوسہ اور نخالہ بن جاتا ہے اور اصل کام کی چیز یعنی آٹا نکالنے کے بعد باقی وہ بچ رہتا ہے اسی طرح نیک لوگوں کے جانے کے بعد جو لوگ بچ رہیں گے وہ ایسے ہی بے کار اور فضول ہوں گے کہ نہ دنیا کے کام کے اور نہ دین کے کام کے اور اللہ کو بھی ان کی پرواہ نہیں ہو گی یعنی اللہ ان کی دعاؤں کے قبول کرنے اور مدد کرنے کے حوالے سے کچھ توجہ نہیں دیں گے۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۹۲۵، باب ذھاب الصالحین، کتاب الرقاق

***

(۵۹) کمینے لوگ عزت کے مناصب پر فائز ہوں گے

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِالدُّنْیَا لُکَعَ ابْنَ لُکَعٍ

ترجمہ:

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سب سے معزز آدمی وہ لوگ ہوں گے جو خود بھی کمینے ہیں اور ان کے باپ بھی کمینے تھے۔''

تشریح:

شرافت اور سرداری کا ایک معیار وہ ہے جو پہلے زمانے میں ہوتا تھا اور جس کو اسلام نے تھوڑی بہت اصلاح کے ساتھ باقی رکھا تھا۔ اس میں شریف آدمی وہ ہوتا تھا جو غلط کاموں سے بچتا ہو اس کی ظاہری زندگی راست بازی کی ہو۔ اس کے اخلاق عمدہ ہوں لیکن فرمایا کہ اخیر زمانے میں اس معیار میں زمین آسمان کا تفاوت آ جائے گا اور جو لوگ پہلے زمانے میں معزز سمجھے جاتے تھے وہ ذلیل اور پہلے زمانے کے ذلیل اور بے کار لوگ معزز اور باعزت قرار پائیں گے۔ جیسے آج کل یہ بات عام دیکھنے میں آ رہی ہے کہ گانے، گانے والے، بہروپیے (ایکٹر) اور اس طرح کے میراثی وغیرہ اب معاشرے میں اچھے خاصے نمایاں مقام پر ہیں اور لوگ خواہش کرتے ہیں کہ ہم ان جیسے ہو جائیں۔ جبکہ اصل شرافت اور عفت وعزت والے لوگ طعنوں سے منہ چھپانے پر مجبور ہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۰۹، باب ما جاء فی اشراط الساعة، ابواب الفتن

***

⑱٠ دین پر چلنا، انگارہ پکڑنا ہوگا

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْهِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمَرِ

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں دین پر مضبوطی اور ثابت قدمی سے قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا کہ اپنے ہاتھ میں دہکتا ہوا انگارہ تھامنا۔ یعنی اس دور میں اسلام کے مکمل احکامات اور تعلیمات پر عمل کرنے میں کہیں قانونی رکاوٹیں ہوں گی کہیں معاشرتی دباؤ ہوگا، کہیں طعنے ہوں گے کہیں لالچ ہوگا اور کہیں برائی کی ترغیبات کا بازار گرم ہوگا، ایسے حالات میں یقیناً دین پر چلنا ایک ''کارے دارد'' ہوگا ایسے ہی دور میں دین پر چلنے والا سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۹۰۶۰۹

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۶۰، ابواب الفتن۔

***

(۲۸۱) کافروں کا غلبہ اور مسلمانوں کی پستی کے اسباب

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَةُ اِلٰی قَصْعَتِھَا فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَ لٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَ لَیَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ وَ لَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَ کَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ وتشریح:

آپ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب اقوام تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے اپنے کھانے کے برتن پر پڑتے ہیں۔ ایک سوال کرنے والے نے پوچھا کیا ایسا ہماری تعداد تھوڑی ہونے کی وجہ سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن تمہاری حالت وہی ہوگی جو سیلاب کی جھاگ کی ہوتی ہے اور اللہ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیں گے اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ''دنیا کی محبت اور موت کا خوف''، یعنی دنیا کی محبت اور موت کے خوف کی وجہ سے جب تم میدان جہاد میں نکلنا چھوڑ دو گے تو تمہارے دشمن تمہیں تر نوالہ سمجھ کر نگلیں گے اس ذلت کی صورت حال سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہوگا کہ دنیا کی محبت دل سے نکالو اور موت کو تلاش کرتے ہوئے میدان قتال کا رخ کرو۔ پھر اللہ تمہارا رعب دشمن کے دلوں میں ڈالیں گے اور فتح تمہارے قدم چومے گی۔

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ٤٢٩٧، کتاب الملاحم۔

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر ٢٢٤٥٠

***

۶۷ زبان کی کمائی کھانے والے لوگ

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَأْکُلُوْنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ کَمَا تَأْکُلُ الْبَقَرَةُ بِأَلْسِنَتِهَا

ترجمہ وتشریح:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایسے لوگ نمودار نہ ہو جائیں جو اپنی زبانوں کی بدولت ایسے کھائیں گے جیسے گائے کھاتی ہے۔

یعنی ان لوگوں کی کمائی کا ذریعہ ان کی زبان ہوگی۔ زبان سے وہ کسی کی تعریف کریں گے اور اس سے مال بٹوریں گے۔ اسی طرح کسی کی مذمت کر کے یا مذمت کا ڈراوا دے کر مال حاصل کریں گے یہ پرانے دور میں شعراء کا طریقہ ہوتا تھا۔ اور آج کل کے دور میں صحافیوں کا یہ ذریعہ ہے کہ وہ لوگوں کو بلیک میل کرتے اور ان سے پیسے لیتے ہیں اور یہ لوگ وہ مال ایسے کھائیں گے جیسے گائے کھاتی ہے جیسے وہ خشک وتر کا خیال نہیں کرتی ایسے ہی یہ لوگ بھی حلال وحرام کی تمیز نہیں کریں گے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۱۵۱۷

***

۴۷۳ حلال وحرام کی تمیز کا ختم ہونا

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ

ترجمہ وتشریح:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آ جائے گا کہ اس میں آدمی کو اس بات کی مطلق پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے جو مال کمایا اور حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام ہے؟

یہ حدیث آج کل حرف بحرف صادق آ رہی ہے۔ کیونکہ آج کل لوگوں نے کافروں کے دیکھا دیکھی اپنی زندگی کا معیار اتنا بلند کر لیا ہے کہ اس کے لیے اب انہیں بہت سا مال اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ حلال ذریعے سے ہو یا حرام سے اس سے غرض نہیں۔ بس مال آنا چاہیے تاکہ اچھا بنگلہ ہو۔ اچھی سے اچھی گاڑی ہو...... اور زرق برق لباس ہو۔ چاہے سود کا مال ہے کوئی بات نہیں، رشوت ہے کوئی بات نہیں، جھوٹ کی کمائی ہے کوئی بات نہیں، ملاوٹ کا پیسہ ہے کوئی بات نہیں بس مال آنا چاہیے کیونکہ مال سے ہی عزت ہے کامیابی ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۹۵۴، باب من لم یبال من حیث کسب الحلال، کتاب البیوع۔

***

۶۳ قیامت کی ایک علامت

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یَّتَدَافَعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا یَجِدُوْنَ اِمَامًا یُّصَلِّیْ بِهِمْ

ترجمہ وتشریح:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قیامت کی علامتوں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ مسجدوں والے لوگ ایک دوسرے کو آگے کریں گے اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے کوئی امام میسر نہیں آئے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جہل اور دینی احکام سے غفلت اتنی پھیل چکی ہوگی کہ مسجد نمازیوں سے بھری ہوگی اور کوئی آدمی نماز کا امام بننے کے لے تیار نہیں ہوگا کیونکہ ہر آدمی اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے اس بات سے بخوبی واقف ہوگا اس کے اندر نماز کی صلاحیت نہیں۔ یا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ امام جیسا مقدس منصب لوگوں کی نظر میں قابل رفعت وعظمت نہیں رہے گا جس کی وجہ سے لوگ اس سے گریز کریں گے اور کوشش کریں گے کہ یہ کام مجھے نہ کرنا پڑ جائے۔

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۵۸۱، باب کراهیة التدافع عن الامامة، کتاب الصلوة

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۷۱۸۲

***

۴۲۵ نبی علیہ السلام سے محبت کرنے والے لوگ

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

ترجمہ وتشریح:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں سے سب سے زیادہ میرے سے محبت ان لوگوں کو ہوگی جو میرے بعد آئیں گے۔ان کی محبت کی حالت یہ ہوگی کہ ان میں سے ہر آدمی کی یہ خواہش ہوگی کہ کاش وہ اپنے اہل وعیال اور مال کے بدلے میری زیارت کرلے۔''

یعنی ان کو مجھ سے اتنی شدید محبت ہوگی کہ اگر انہیں یہ اختیار دیا جائے کہ ایک طرف تمہارا سارا مال اور دولت اور اہل وعیال ہیں اور دوسری طرف صرف رسول خدا ﷺ کی ایک جھلک اور آپ سے ملاقات ہے تم کس کو پسند کرتے ہو؟ تو وہ لوگ بلا تامل کہہ دیں گے کہ اہل وعیال کیا پوری دنیا بھی اگر اس مقصد کے لیے فدا ہو جائے تو سودا ستا ہے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ای
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۷۳۲۳، کتاب الجنة۔

(۲) مسند احمد، حدیث نمبر ۹۳۸۸

***

۳۷۱ ایک خاص طبقے کی پیش گوئی

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّهٗ سَیَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

اس امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جن کو ان سے پہلے والوں جتنا اجر ملے گا۔ وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور فتنہ پردازوں سے قتال کریں گے۔

اللہ ہم سب کو اس خوش قسمت جماعت میں شامل فرمائے اس جماعت کی علامت اور شرائط تین ہیں (۱) اچھی باتوں کا حکم کرنا، (۲) بری باتوں سے روکنا (۳) فتنہ پردازوں، امن میں رخنہ ڈالنے والوں اور دین کے خلاف سازشیں کرنے والوں کے خلاف مسلح قتال کرنا۔

تخریج حدیث:

(١) دلائل النبوة للبيهقي، حديث نمبر ٢٨٧٤

***

⑯ مال سب سے بڑی طاقت ہوگی

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنْفَعُ فِیْهِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَ الدَّرَاهِمُ

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں صرف درہم و دینار ہی کام آئے گا۔یعنی اس زمانے میں کسی کا کام اس کے حاجت مند ہونے کی بنیاد پر نہیں ہوگا بس جس کے پاس پیسہ ہے اس کا سب کچھ ہے ہر جگہ اس کی پذیرائی ہے،عزت ہے،شہرت ہے اگر وہ کسی سے بات کرتا ہے تو لوگ کان دھرتے ہیں اگر کہیں رشتہ کرنا چاہتا ہے تو لوگ فوراً ہاں کرتے ہیں اگر وہ کہیں چلا جائے تو پیسے کی وجہ سے کام فوراً ہو جاتا ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں رشوت خوری کے عام ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آدمی جس محکمے یا شعبے میں چلا جائے اگر وہ متعلقہ لوگوں کی مٹھی گرم کردے گا تو کام ہو جائے گا ورنہ لٹکا رہے گا۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۲۴۰

***

⑱ بے پردہ عورتوں کے بارے میں سخت وعید

وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَ هُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ نے فرمایا:

جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے (معراج کی رات) نہیں دیکھا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان سے لوگوں کو مارتے پھریں گے۔ اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے کے باوجود ننگی ہیں۔ وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہیں ان کے سر ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کی کوہانیں۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے سے آتی ہوگی (ایک روایت میں یہ ہے کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے)

مراد وہ عورتیں ہیں جو ایسے کپڑے پہنیں گی جن سے جسم کی ہیئت اور رنگت نظر آتی ہو اور وہ مٹک مٹک کر چلتی ہوں گی اور سروں پر چوٹیاں ایسے بنائے ہوں گی جیسے اونٹ کی کوہانیں ہوتی ہیں۔ پہلے زمانے میں تو یہ باتیں صرف کتابوں میں تھیں اب یہود و نصاریٰ کی تقلید میں ہماری مسلمان عورتیں بھی بے پردگی کی لعنت والے سیلاب میں بہتی جارہی ہیں۔ اور پردہ جو شرافت وعزت کی علامت تھی ایک فرسودہ روایت بنتا جارہا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۷۳۷۳، باب النساء الكاسيات العاريات، كتاب اللباس۔

(۲) دلائل النبوة، بيهقي، حديث نمبر ۲۹۰۸

***

⑲ علم اٹھالیا جائے گا

وَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَ لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا

ترجمہ وتشریح:

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اللہ رب العزت اس علم کو ایسے نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ لے یا چھین لے البتہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ علم اٹھائیں گے علماء کی موت کی صورت میں (حتی کہ راسخ علماء ایک ایک کر کے ختم ہوتے جائیں گے اور ان کے خلفاء اہل نہیں ہوں گے)۔ اس وقت صحیح معنوں میں کوئی عالم نہیں بچے گا تو لوگ جاہل لوگوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے دین کے مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے ان کا جواب اور فتویٰ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں (ظاہر ہے) وہ خود بھی راہ راست سے ہٹیں گے اور لوگوں کو بھی گمراہی کی وادیوں میں دھکیل دیں گے۔ (اعاذنا اللہ من ہذہ الصورۃ)

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۱۰۰، باب کیف یقبض العلم، کتاب العلم۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٦٩٧٤، باب رفع العلم بقبضه، کتاب العلم۔

***

(۲۹۰) علم بچانے کی ترغیب اور ایک اندیشہ

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوْهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّی امْرُءٌ مَقْبُوْضٌ وَ الْعِلْمُ سَیَنْقَبِضُ وَ یَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِیْ فَرِیْضَۃٍ لَا یَجِدَانِ اَحَدًا یَفْصِلُ بَیْنَهُمَا

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

خود بھی علم سیکھو اور لوگوں کو بھی علم سکھاؤ خود بھی فرائض سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ خود بھی قرآن سیکھو اور لوگوں کو بھی قرآن سکھاؤ کیونکہ میں تو ایک ایسا شخص ہوں جس نے دنیا سے جانا ہے اور عنقریب علم بھی دنیا سے اٹھنے لگے گا اور فتنے نمودار ہونے لگیں گے۔حتی کہ (جہالت سے یہ صورت حال ہو جائے گی کہ) دو آدمی کسی فرض مسئلے میں جھگڑیں گے لیکن انہیں کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر سکے یعنی علم کی قلت اور بے رغبتی کی وجہ سے یہ صورت حال بن جائے گی کیونکہ لوگوں کی ترجیحات بدل جائیں گی۔لوگ! علم خاص طور سے علم دین سیکھنے کو ایک بے کار اور فضول مشغلہ سمجھ کر اس کی طرف توجہ ہی نہیں کریں گے جس کی وجہ سے عمدہ عمدہ صلاحیتوں والے لوگ دین کا علم حاصل نہیں کریں گے کم صلاحیت والے لوگ علم حاصل کریں گے اور نتیجے میں علم کا ضیاع شروع ہوگا۔

آپ ﷺ نے اس حدیث میں اس خطرناک صورتحال سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے بچاؤ کی صورت اور طریقہ بھی تجویز فرمادیا اور وہ یہ کہ علم کا فروغ ہونا چاہیے کیونکہ علم جب محدود ہاتھوں کا خزینہ بن کر رہ جاتا ہے تو وہ بالآخر جلد ہی دفینے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) سنن دار قطنی، حدیث نمبر ٤٦

(۲) شعب الایمان، حدیث نمبر ١٦٦٨

***

۲۹۱ قرآن پاک کو سنوار کر پڑھنے کا حکم

وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا وَ اِیَّاکُمْ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْکِتٰبَیْنِ وَ سَیَجِیْءُ بَعْدِیْ قَوْمٌ یُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِیْعَ الْغِنَاءِ وَ النَّوْحِ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ یُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ

ترجمہ وتشریح:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن پاک کی تلاوت عربوں کے لہجوں اور ان کی آواز میں کرو اور تم لوگ اہل عشق اور اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے لہجوں سے بچو اور عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن میں آواز کو یوں گھمائیں گے جیسے گانے اور نوحے میں آواز گھمائی اور چڑھائی جاتی ہے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ خود ان قاریوں کے دل اور جن کو یہ اچھے لگتے ہیں سب کے دل فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔

خوش الحانی اور راگ میں فرق:

متعدد احادیث میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار کر پڑھو اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو قرآن میں خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہاں اس کی مزید وضاحت کر دی کہ شریعت کو قراءت قرآن میں جو خوش الحانی مطلوب ہے وہ صرف اتنی ہے جتنی سادہ اور خالص عرب رکھا کرتے تھے اور اس لہجے میں صرف حزن اور قلق ہوتا تھا۔ باقی رہے غزل خوانوں اور یہود ونصاریٰ کے لہجے اور طریقے تو ان میں قرآن کی تلاوت کی قطعاً گنجائش نہیں یعنی نہ گانے والوں کی طرح قرآن پڑھو اور نہ ایسے پڑھو جیسے اہل کتاب اپنی کتاب گاتے ہیں۔ ایک طرف یہ ہدایات دیں اور دوسری طرف یہ خبر بھی دی کہ عنقریب ایسے لوگ سامنے آئیں گے جو قرآن میں ایسے راگ لگائیں گے اور ایسے ایسے طریقے سے آواز کو گھمائیں پھرائیں گے اور اس اس انداز سے آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کریں گے کہ جیسے گانوں اور مرثیوں میں ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی علامت یہ ہوگی کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی دل میں قرآن کا اثر نہیں ہوگا۔ اور عملی لحاظ سے یہ لوگ فاسق ہوں گے۔ خود یہ لوگ بھی اور ان کے چاہنے والے اور مداح سب آواز اور خوش الحانی کے فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔

مروجہ محافل قراءت:

آج کل ایک نئی خطرناک بات عالم عرب سے یہ سامنے آ رہی ہے کہ وہاں کے معروف اور پیشہ ور قراء سُر، تال درست کرنے کے لیے باقاعدہ موسیقی اور گانے کا فن سیکھتے ہیں اور پھر مجمع اور سامع کو لطف اندوز کرنے اور بھڑ کانے کے لیے اس سے فائدہ

اٹھاتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ الفاظ کی ادائیگی مخارج کا لحاظ، اوقاف وسکون کا خیال بالکل نہیں کرتے بس سُر ہونی چاہیے۔ایسے لوگ سخت گناہ گار اور واجب تعزیر ہیں۔ایسے قراء کی تلاوتوں کو سننا اور محافل میں شرکت کرنا ثواب کی بجائے الٹا وبال کا باعث ہے۔
(اللہ ہمیں گمراہیوں سے محفوظ فرمائے)

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر ٢٦٤٩

***

تَمَّ الْبَابُ الْاَوَّلُ وَ يَلِيْهِ الْبَابُ الثَّانِيْ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ حُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ فِي الْوَاقِعَاتِ وَالْقِصَصِ وَ فِيْهِ اَرْبَعُوْنَ قِصَّةً

''اللہ کی توفیق اور شکر کے ساتھ پہلا باب پورا ہو گیا ہے۔اب آگے دوسرا باب آ رہا ہے اور یہ باب حدیث میں بیان کردہ واقعات اور حکایات پر مشتمل ہے۔اس باب میں بیان کردہ حکایات کی تعداد چالیس ہے۔''

اَلْبَابُ الثَّانِیْ

۲۹۲ حدیث جبرئیل علیہ السلام

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَ لَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَ وَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْہَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ تُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْاَلُہٗ وَ یُصَدِّقُہٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِھَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَ اَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک آدمی نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بال بالکل سیاہ۔ اس کی ظاہری حالت سے سفر کے کوئی آثار اس پر دکھائی نہیں دیتے تھے (جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید وہ یہاں کا باشندہ ہے لیکن) ہم میں سے کوئی شخص اسے جانتا نہ تھا۔ وہ آیا اور آ کر نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا اور (اتنا قریب ہو کر بیٹھا کہ) اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ دیئے اور پھر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں بیان کیجیے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے

کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا صدقت (آپ نے سچ فرمایا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کی یہ بات سن کر ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور یہ کہ تو اچھی بری تقدیر کو بھی مانے۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا صدقت (آپ نے سچ فرمایا)

پھر اس نے کہا مجھے احسان کے بارے میں بتایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس احساس سے کرے کہ تو گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر (یہ احساس پیدا نہ ہو تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ سمجھے) اگر میں اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے قیامت کے (وقت کے) بارے میں بتایئے آپ نے فرمایا اس بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے (یعنی میں) اس کا علم سوال کرنے والے (یعنی تم) سے زیادہ نہیں رکھتا۔ (یعنی اس سوال کا جواب جیسے تمہارے پاس نہیں ایسے ہی میرے پاس بھی نہیں۔ کیونکہ قیامت کے وقت کا علم نہ تیرے پاس ہے نہ میرے پاس۔ وہ تو ان خاص چیزوں میں سے ایک ہے جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا) پھر اس نے کہا مجھے قیامت کی علامات بتا دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کی علامات یہ ہیں کہ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تو بھوکے ننگے بکریوں کے چرواہے لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ ایک دوسرے سے عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ آدمی چلا گیا اور میں سوچ میں گم تھا کہ آپ نے فرمایا عمر! تمہیں معلوم ہے یہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

''باندی مالکہ کو جنے گی'' اس کے مختلف مطلب بیان کیے گئے ہیں ایک مطلب جو زیادہ واضح ہے یہ ہے کہ قیامت کے قریب ماؤں کی عزت وقدر باندیوں کے برابر ہوگی اور بیٹیاں آقائیں بن بیٹھیں گی اور ان پر حکم چلائیں گی۔ ان کو بات بات پہ ڈانٹیں گی۔ اماں تجھے کیا پتہ ہے، تو نہ بول ''تو خاموش رہ'' تو پرانے دور کی ہے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے فیشن بدل گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ماں بیچاری بیٹی کے سامنے ایسے ہی ہوگی جیسے زرخرید باندی ہوتی ہے۔

''بھوکے ننگے لوگ عمارتیں بنائیں گے'' یعنی پیسہ اور مال و دولت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجائے گا جو خاندانی شرافت اور سخاوت جیسے اوصاف سے محروم ہوں گے۔ اور وہ لوگ پیسے کو اس کے صحیح مصارف میں خرچ کرنے کے بجائے اس کا مصرف یہی تلاش کریں گے کہ بس اونچی اونچی عمارتیں بناؤ یہی سب کچھ ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۰۲

***

۲۹۳ وضو خوب اچھی طرح کیا کرو

وَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ مَّکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِیْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّأُوْا وَھُمْ عُجَّالٌ فَانْتَھَیْنَا اِلَیْھِمْ وَ اَعْقَابُھُمْ تَلُوْحُ لَمْ یَمَسَّھَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صلی اللہ علیہ وسلم وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم راستے میں ایک جگہ پانی پر پہنچے تو کچھ لوگ جلدی جلدی عصر کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں یعنی انہیں پانی بالکل نہیں لگا تھا۔ (اس موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایڑیوں کے لیے آگ کی تباہی ہے۔ وضو اچھے طریقے سے پورا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ جلدی میں کوئی عضو خشک رہ جائے اور پھر عذاب کا باعث بن جائے۔ اسی لیے ہر عضو کو تین دفعہ دھونا مسنون ہے تا کہ ایک بال بھی خشک رہنے کا احتمال باقی نہ رہے۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۶۰، باب غسل الرجلین و لا یمسح علی القدمین، کتاب الوضوء۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۹۳، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما، کتاب الطھارۃ۔

***

۲۹۳ نماز سے گناہ جھڑتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَاذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُبِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتُ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا تَھَافَتُ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام ایک دفعہ سردی اور جاڑے کے موسم میں باہر تشریف لائے اس موسم میں درختوں سے پتے گر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دوٹہنیاں پکڑیں تو پتے اور بھی جھڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی جب اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

سبحان اللہ! نماز کے عمل میں کتنی برکت ہے کہ گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں کے پتے۔ پھر سردی کے موسم میں بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے تمام پتے جھڑ جاتے ہیں۔ ایسے ہی بعض آدمیوں کی نماز اتنی کامل اور اخلاص والی ہوتی ہے کہ اس کی برکت سے ان کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ویسے بھی اس بارے میں اصول ہے "اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ" (سورۃ:... آیت ...) بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۵۹۶

***

۴۹۵ جنت میں رفاقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخہ

وَ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ رضي الله عنه قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَ حَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں رات نبی علیہ السلام کی خدمت میں گزارا کرتا تھا ایک دن میں آپ کی خدمت میں وضو وغیرہ کا پانی لایا۔ تو آپ نے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی معیت اور ساتھ مانگتا ہوں...... آپ نے فرمایا اس کے علاوہ بھی کوئی خواہش ہے؟ میں نے عرض کیا بس وہی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر بکثرت سجدے کرکے میری اس بارے میں مدد کرو۔

سبحان اللہ! صحابہ کا کیا کمال عشق تھا کہ جب مانگنے کا وقت آیا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت ہی ان کا مطمع نظر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روایت میں یہ فرمادیا کہ میری شفاعت اور دعا اثر کرے گی، ضرور کرے گی، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اپنی طرف سے مقدور بھر سعی کر کے نیک اعمال کا ذخیرہ ساتھ لانا اور نیک اعمال میں سب سے اہم، قیمتی اور مقدم کام نماز ہے لہٰذا نماز کی کثرت کرو اور بکثرت سجدے کرو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لمبے قیام کے مقابلے میں زیادہ رکعات بہتر ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۱۲۲، باب فضل السجود و الحث علیه

***

⑲ صفوں کی درستگی کی اہمیت

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَوِّىْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ صفوں کو اس طرح درست کیا کرتے جس طرح گویا تیر کی لکڑی سیدھی کی جارہی ہو۔ یہاں تک کہ آپ کا خیال ہوا کہ اب ہم لوگ اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن آپ ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ آپ کھڑے ہوئے اور بالکل تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ ایک آدمی پر نظر پڑ گئی جس کا سینہ صف سے نکلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندو! صفوں کی درستگی کا خوب اہتمام کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری اعمال میں تم اہتمام نہیں برتو گے اور لاپرواہی برتو گے تو تمہاری زندگی کے دیگر معاملات حتیٰ کہ معاشرتی تعلقات بھی حد اعتدال سے نکل کر مخالفت کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۱۰۰۷، باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا۔

***

۶۷ جنت میں جانے کا نسخہ

وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام (ہجرت کے بعد) مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے غور سے آپ کا چہرہ دیکھا تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہے۔ اس موقع پر آپ نے جو سب سے پہلی بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی "اے لوگو! سلام کو رواج دو اور کھانا کھلاؤ اور رشتوں ناطوں کو جوڑو اور رات کے اس حصے میں نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں۔ (یہ سارے کام کرو اور) جنت میں سلامتی اور سہولت سے داخل ہو جاؤ۔"

اس حدیث میں بیان کردہ تمام اشیاء اپنی جگہ اہم ہیں۔ یہاں مصنف نے بظاہر تہجد کی نماز کی اہمیت بتلانے کے لیے اس روایت کو لکھا ہے۔ تہجد کی نماز واقعتاً ایسی شاندار نماز ہے جو آدمی کے دین کی رونق اور آبیاری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اہل معرفت حضرات فرماتے ہیں "ولایت اور قرب خداوندی کی پہلی سیڑھی تہجد کی نماز ہے۔" اور اس منزل کا کوئی راستہ ایسا نہیں جو اس سے ہٹ کر گزرتا ہو۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲٤۸۵، باب، ابواب صفة القیامة۔

(۲) دارمی، حدیث نمبر ۱٤٦۰، باب فضل صلوة اللیل۔

***

۱۹۸ اپنا مال وہی ہے جو راہ خدا میں دے دیا

وَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اِنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے اہل خانہ نے بکری ذبح کی (اور بکری کا سارا گوشت صدقہ کردیا) آپ ﷺ نے پوچھا بکری کے گوشت میں سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ نے عرض کیا اس میں سے صرف ایک دستی بچی ہے۔ آپ نے فرمایا دستی کے علاوہ سارا بچ گیا ہے۔

بکری کا گوشت ذبح کرنے کے بعد صدقہ کر دیا گیا تھا اور صرف ایک دستی بچ گئی تھی آپ ﷺ نے صدقے کی اہمیت اور فائدہ بتانے کے لیے یہ سوال فرمایا کہ کیا کچھ گوشت تمہارے پاس بچا ہے جسے تم یہ کہہ سکو کہ وہ ہمارا ہے اور ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معمول کے مطابق جواب دیا کہ باقی سارا تو صدقے میں چلا گیا اور ہمارے پاس تو صرف ایک ران یا دستی بچی ہے۔ یعنی صرف ایک ٹانگ باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا درحقیقت سارا گوشت تمہارا باقی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے خزانے میں چلا گیا ہے جس خزانے میں کبھی کمی نہیں آتی اور جس خزانے سے بہتر کوئی خزانہ نہیں۔ اس لحاظ سے درحقیقت تمہارا اصل گوشت اور مال وہی ہے جسے تم نے راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ باقی مال کی حقیقت کیا ہے؟ وہ تو اگر تمہاری آنکھ بند ہو جائے تو کس کا اور کس کام کا؟

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۷۰، باب، ابواب صفة یوم القیامة۔

***

⑲ مومن اور بدکار کی موت کا فرق

وَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَیْہِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُسْتَرِیْحُ وَ الْمُسْتَرَاحُ مِنْہُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نُصُبِ الدُّنْیَا وَ اَذَاھَا اِلٰی رَحْمَةِ اللّٰہِ وَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَ الْبِلَادُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَابُّ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ بات بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت پائی گئی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ راحت پانے والا یا راحت پائی گئی سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت کے ذریعے مومن آدمی تو دنیا کی مشقت اور تکلیف سے راحت پاتا ہے اور اسے رحمت خداوندی ملتی ہے اور گناہ گار آدمی کی موت سے دنیا کی ہر چیز راحت پاتی ہے۔ بندے بھی اور شہر بھی، درخت بھی اور جانور بھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد دو ٹھکانوں اور دو انجاموں میں سے ایک انجام لامحالہ ہونے والا ہے یا تو یہ آدمی دنیا کی مشقتوں سے راحت پا کر آخرت کی دائمی راحتوں میں گم ہوگا یا پھر اس کے ناپاک وجود سے دنیا کی ہر چیز چھٹکارا پائے گی کیا چرند پرند اور کیا جن وبشر، جو سب اس کے گناہوں سے تنگ تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے انسان کے نیک یا برے اعمال سے دنیا کی ہر چیز متاثر ہوتی ہے اور نیک اعمال سے ہر چیز خوش اور برے اعمال سے تنگ ہوتی ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاري، حديث نمبر ٦١٤٧، باب سكرات الموت، كتاب الرقاق۔

(۲) مسلم، حديث نمبر ٢٢٤٥، كتاب الجنائز۔

***

⑳ روزے دار کا اجر

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاْكُلُ رِزْقَنَا وَ فَضْلَ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اِنَّ الصَّائِمَ لَيُسَبِّحُ عِظَامُهٗ وَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلٰئِكَةُ مَا اُكِلَ عِنْدَهٗ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: بلال! کھانا کھالو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا روزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اپنا رزق یہاں کھارہے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ کا رزق جنت میں جمع ہورہا ہے۔ اے بلال! کیا تمہیں معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ابن ماجه، حديث نمبر ۱۷۴۹، باب في الصائم اذا اكل عنده۔

***

⑳ گھر میں داخل ہونے کا ایک ادب

وَ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے والد پر قرض کے سلسلے میں نبی علیہ السلام کے گھر حاضر خدمت ہوا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا کون؟ میں نے عرض کیا: میں'۔ آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا''میں، میں''۔

یعنی میں میں کیا ہوتا ہے سیدھے طریقے سے اپنا نام بتاؤ تا کہ گھر والوں کو معلوم ہو کہ دروازے پر کون آیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے امت کو کتنے آداب زندگی سکھلائے ہیں۔''جزی اللہ عنا محمدا ما ھو اہلہ''

تخریج حدیث:

(۱) بخاري، حديث نمبر ٥٨٩٦، باب كراهة قول المستاذن انا، كتاب الاستيذان۔

***

⑫ نہ جانے رزق کن کن اسباب سے ملتا ہے

وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَکَانَ اَحَدُهُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ ﷺ وَ الْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِهٖ۔[1]

ترجمہ وتشریح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دو بھائی تھے۔ جن میں سے ایک (علم دین اور تعلیمات نبوی ﷺ کے حصول کے لیے) نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جبکہ دوسرا کام کرتا تھا۔ اس کام کرنے والے نے (ایک دن) نبی علیہ السلام سے (اپنے دوسرے بھائی کے کام نہ کرنے اور اپنے اوپر گویا بوجھ ہونے کی) شکایت کی۔ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہوسکتا ہے تجھے جو رزق اور روزی مل رہی ہے وہ اسی کی برکت سے ہو۔ کیونکہ وہ ظاہر ہے بے کار تو نہیں بیٹھا وہ دین کے کام اور دین کے علم کی تحصیل میں لگا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ رب العزت نہ جانے کتنے خوش ہوتے ہوں گے اور اس خوشی کی وجہ سے تمہارے رزق میں برکت اور اضافہ ہوتا ہوگا، اس لیے اس درویش کو نہ چھیڑو۔ تم تو اپنا کام کرے جاؤ، وہ اپنا کام کر رہا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۴۵، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، ابواب الزهد۔

***

۴۴۳ آنے والے کے لیے مجلس میں جگہ بنانی چاہیے

وَ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَّتَزَحْزَحَ لَهٗ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ اس کی خاطر تھوڑا سا سرک گئے۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جگہ کی گنجائش تو تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان آدمی کا یہ حق بنتا ہے کہ جب اپنے بھائی کو آتا ہوا دیکھے تو تھوڑا سا سرک جائے یعنی مجلس میں چاہے کافی وافی جگہ موجود ہو پھر بھی یہ بات آؤ بھگت کا حصہ ہے کہ کسی کے لیے جگہ بنائی جائے۔

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی، حدیث نمبر ۹۹۳۳

***

۶۴ کھانا کھانے کا ایک ادب

وَ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ کَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَمِّ اللّٰهَ وَ کُلْ بِیَمِیْنِكَ وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْكَ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا بچہ تھا (ایک دفعہ کھانے کے موقع پر) میرا ہاتھ رکابی میں گھوم رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (بیٹا!) بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

قربان جائیں! رسول خدا ﷺ کے انداز تربیت پر کہ کیسے موثر شفیق اور یادگار انداز میں ایک بچے کے لوح ذہن پر نصیحت نقش فرمادی۔ نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا نہ مارا بس نرم لہجے میں سمجھا دیا اور دو تین جملوں میں کھانے کے تمام کے تمام آداب سمیٹ کر رکھ دیئے چاہے انفرادی کھانے کے ہوں یا اجتماعی کھانے کے ہوں۔ **اللّٰھم صل علی محمد ﷺ**

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۵۰۶۱، باب ما یقول علی الطعام، کتاب الاطعمة۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۳۸۸، باب آداب الطعام و الشراب و احکامهما، کتاب الاشربة۔

***

۲۰۵ کھانے پر بسم اللہ کی برکت

وَ عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِى رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَاْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اِسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا لیکن اس نے ابتدا میں بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ حتی کہ اس کے کھانے کا جب ایک لقمہ رہ گیا تو وہ لقمہ منہ کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے "بسم اللّٰہ اولہ و آخرہ" پڑھ لیا (یہ دیکھ کر) نبی علیہ السلام مسکرا پڑے پھر آپ نے (اپنے مسکرانے کی وجہ بتاتے ہوئے) فرمایا پہلے شیطان اس کے ساتھ کھانا کھا تا رہا لیکن جب اس نے بسم اللہ پڑھ لی تو شیطان نے کھائے ہوئے کھانے کی قے کر دی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کی کیا اہمیت ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ شروع میں ہی بسم اللہ پڑھی جائے لیکن اگر شروع میں یاد نہ رہے تو آخر میں پڑھ لینی چاہیے۔ تا کہ شیطان اور اس کے اثرات کھانے میں نہ آنے پائیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۳۷٦۸، باب التسمیة علی الطعام۔

***

(۳۶) شان نبوت کا ایک عجیب مظہر

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنَّا یَوْمَ بَدْرٍ کُلُّ ثَلٰثَۃٍ عَلٰی بَعِیْرٍ فَکَانَ اَبُوْ لُبَابَۃَ رضی اللہ عنہ وَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ زَمِیْلَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَکَانَتْ اِذَا جَاءَ تْ عُقْبَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَا نَحْنُ نَمْشِیْ عَنْکَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰی مِنِّیْ وَ مَا اَنَا بِاَغْنٰی عَنِ الْاَجْرِ مِنْکُمَا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر والے دن (سواریوں کی قلت کی وجہ سے) ہم لوگ ایک ایک سواری پر تین تین سوار تھے (جو باری باری سوار ہوتے تھے) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی باری آتی تو وہ حضرات یہ عرض کرتے یا رسول اللہ آپ کی بجائے ہم چلتے ہیں۔ لیکن آپ علیہ السلام ان سے فرماتے تم دونوں میرے سے زیادہ قوت والے نہیں اور میں تم سے زیادہ اجر وثواب سے بے نیاز نہیں یعنی میں جب چل سکتا ہوں تو راہ خدا میں پیدل چلوں گا کیونکہ مجھے بھی اجر کی ضرورت ہے اور اس عمل میں حق تعالیٰ شانہ غیر معمولی اجر عطا فرماتے ہیں۔ اس لیے میں اپنی باری میں ضرور پیدل چلوں گا۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۳۹۶۵

***

⑨ نجات کی صورت کیا ہے؟

وَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَ لْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَ ابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات! (یعنی نجات حاصل کرنے اور دنیا کے فتنوں اور گناہوں سے بچنے) کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان قابو میں رکھو (لایعنی اور فضول کاموں سے اسی طرح گناہ کی باتوں سے زبان کو بچاؤ) اور چاہیے کہ تمہارا گھر تمہارے لیے کشادہ ہو (یعنی تمہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ وقت اپنے اہل خانہ کے ساتھ گزارو اور اپنے گھر سے سوائے کسی دینی ضرورت مثلاً جمعہ و جماعت یا دنیاوی ضرورت مثلاً کسب معاش وغیرہ کے نہ نکلو، تاکہ باہر کے فتنوں سے محفوظ رہو) اور (اس کے ساتھ ساتھ) اپنے گناہوں پر اشک ندامت بہاتے رہا کرو۔

حضور اقدس ﷺ نے یہ ہدایات اگرچہ ان کو دی ہیں لیکن درحقیقت یہ ہر طرح کے انسان کے لیے بہترین اصول زندگی ہیں۔ اگر انسان ان پر عمل کرلے تو اس کی زندگی انتہائی پرسکون ہوسکتی ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ٢٤٠٦، باب حفظ اللسان، ابواب الزهد۔

(۲) مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ٢٢٢٨٩

***

۴۷ بچھو کے کاٹے کا دم

وَ عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَ لَا غَيْرَهٗ اَوْ قَالَ نَبِيًّا وَّ غَيْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَ مَاءٍ فَجَعَلَهٗ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهٗ عَلٰى اِصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَ يَمْسَحُهَا وَ يُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک رات نبی علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک زمین پر رکھا تو آپ ﷺ کو ایک بچھو نے ڈس لیا، آپ ﷺ نے اسے پکڑ کر جوتے سے مار دیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بچھو پر لعنت کرے یہ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نمازی کو۔ یا یہ فرمایا کہ یہ نہ کسی نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی غیر نبی کو۔ پھر آپ نے نمک اور پانی منگوایا اور اسے ایک برتن میں ڈال دیا پھر آپ اس کو اپنی انگلی پر جہاں اس نے ڈسا تھا ڈالنے لگے اور اس کو ملنے لگے اس دوران آپ معوذتین (سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھ رہے تھے۔

مذکورہ حدیث میں نماز کے دوران کسی موذی جانور کو مارنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآنی آیات کے ذریعے سے دم کرنے کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیھقی، حدیث نمبر ۲۵۷۵

***

۴۰۹ دل کا حال اللہ ہی جانتا ہے

وَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰى اُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ فَاَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَهَبْتُ اَطْعَنُهُ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَقَتَلْتُهُ فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَقَتَلْتَهُ وَ قَدْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے کچھ لوگوں سے قتال کرنے کے لیے روانہ فرمایا میں ان میں سے ایک آدمی کے قریب پہنچ گیا جب میں اسے مارنے لگا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ میں نے اس کو نیزہ مارا اور اسے مار ڈالا۔ پھر میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کے باوجود قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے یہ کام جان بچانے کے لیے کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل کھول کر کیوں نہ دیکھ لیا؟

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ صحابہ کی یہ عادت اور تربیت تھی کہ وہ ہر بات نبی علیہ السلام کو بتایا کرتے تھے تا کہ ہر گوشے میں راہنمائی حاصل کریں۔

۲۔ لا الہ کا کلمہ چاہے کوئی ظاہری حالت میں اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھی پڑھے تب بھی اس کلمے کا احترام اور تقدس اتنا ہے کہ چاہے ہمیں وجدانی طور سے 100 فیصد بھی یہ معلوم ہو کہ یہ تقیۃً اور جان بچانے کے کلمہ پڑھ رہا ہے تب بھی اس کی بات پر اعتماد کیا جائے گا۔ جیسے بعض پکے منافقین تھے جن کے بارے میں صحابہ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 100 فیصد یقین تھا مگر پھر بھی آپ نے ان سے تعرض نہیں فرمایا۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ٦٤٧٨، باب بعث النبی ﷺ، کتاب المغازی۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ٢٨٨، باب تحریم قتل الکافر معه ان قال لا اله الا الله، کتاب الایمان۔

***

⑯٠ حق دار کو بات کرنے کا حق ہے

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ رَجُلًا تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَ اشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اِشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک آدمی (جس کا آپ کے ذمے ایک اونٹ قرض تھا اس) نے آپ ﷺ سے اپنے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور تقاضا کرنے میں سخت الفاظ کہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ حق دار کو بات کرنے کا حق ہوتا ہے اور اس کے لیے ایک اونٹ خریدو اور وہ اونٹ اس کو دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو بھی اونٹ ملتا ہے وہ اس کے اونٹ سے عمر میں بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لیے وہ خرید کر اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرض کی ادائیگی اچھے طریقے سے کرے۔

سبحان اللہ! یہ اخلاق نبوت اور معجزانہ اوصاف ہیں کہ اتنی بڑی ہستی ہونے اور ساتھ میں جاں نثار صحابہ کے ہونے کے باوجود اسے کوئی سخت کلمہ بھی نہیں کہا بلکہ اس کو اس کے حق سے بڑھ کر دے دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم صل علی محمد

تخریج حدیث:

(١) بخاری، حدیث نمبر ٢٣٩٠، کتاب استقراض الاہل۔

(٢) مسلم، حدیث نمبر ٤٠٦٧، باب جواز استقراض الحیوان، کتاب المساقاۃ و المزارعۃ۔

***

(۳۱۱) اجنبی مرد کو (بلا وجہ) دیکھنے کی ممانعت

وَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ مَيْمُوْنَةَ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفَعَمْيَا وَ اِنِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ.

ترجمہ وتشریح:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھیں اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) آپ کے پاس آنے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں امہات المؤمنین سے فرمایا کہ ان سے اوٹ میں ہو جاؤ اور پردہ کرلو۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں؟ جو ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم انہیں دیکھ نہیں رہی ہو؟

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جیسے مرد کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں اسی طرح عورت کے لیے بھی مرد کو کسی صورت میں دیکھنا جائز نہیں۔ لیکن بعض حضرات نے اس ممانعت کو احتیاط پر محمول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حکم تب ہے جب عورت شہوت کی نظر سے دیکھے۔ اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ البتہ مرد کے لیے یہ بات بالاتفاق ہے کہ اس کے لیے عورت کا چہرہ دیکھنا درست نہیں۔ کیونکہ عورتیں اپنے حسن کی وجہ سے مردوں کی نسبت زیادہ محل فتنہ ہیں۔ اس لیے وہاں مظنہ شہوت (شہوت کے اندیشے) کو حقیقت شہوت کے قائم مقام کر کے مطلقاً منع فرما دیا۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۷۷۸، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال، ابو اب الادب۔

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۱۱۲، باب قوله تعالیٰ قل للمؤمنات یغضضن الخ، کتاب اللباس۔

***

۲۶۴ ماں کی ممتا اور اس کا اظہار

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ کَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اَحَدِهِمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰی اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاکَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضَا بِهٖ لِلْکُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ اَشُقُّهٗ بَیْنَکُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰی لَا تَفْعَلْ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰی لِلصُّغْرٰی.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا دو عورتیں تھیں جن کے پاس ان کے بچے بھی تھے، بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو لے گیا۔ اس عورت نے دوسری سے کہا یہ بچہ میرا ہے بھیڑیا تو تمہارا بچہ لے گیا، دوسری نے بھی اسے یہی کہا۔ وہ دونوں فیصلہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کو بچہ دینے کا فیصلہ فرمادیا۔ وہ حضرت سلیمان کے پاس آئیں تو انہوں نے فرمایا میرے پاس ایک چھری لاؤ میں اسے کاٹ کر تم دونوں کو دے دوں گا۔ چھوٹی نے یہ سن کر کہا اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کیجیے یہ اسی بڑی کا بچہ ہے۔ آپ نے اس بچے کا چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسئلے اور ایک ہی صورت میں دو اہل علم وبصیرت کی رائے مختلف ہو سکتی ہے چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۳۴۲۷، باب اذا ادعت المرأة ابنا، کتاب الفرائض۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۴۵۹۲، باب اختلاف المجتهدین، کتاب الاقضیة۔

***

۴٣ پہلی نشست پر بیٹھنا سواری والے کا حق ہے

وَ عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِيْ اِذْ جَاۤئَهٗ رَجُلٌ مَعَهٗ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِرْكَبْ وَ تَاَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا اَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَاۤبَّتِكَ اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهٗ لِيْ قَالَ جَعَلْتُهٗ لَكَ فَرَكِبَ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ پیدل چل رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کے پاس سواری تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! سوار ہو جائیے۔ اور اتنا کہہ کر خود وہ پیچھے ہو گیا (اور آپ ﷺ کو بیٹھنے کے لیے سواری کا اگلا حصہ پیش کیا) آپ ﷺ نے فرمایا نہ! اپنی سواری کے اگلے حصے کے تم زیادہ حقدار ہو۔ ہاں! اگر تم اس کو (معلوم ہونے اور اپنا حق سمجھ لینے کے بعد) میرے لیے کر دو تو درست ہے۔ اس نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) میں نے (یہ جاننے کے بعد بخوشی) آپ کے لیے کر دیا۔ پھر آپ سوار ہو گئے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۷۷۳، باب ما جاء فی الرجل احق بصدر دابته، ابواب الادب۔

(۲) ابو داوٗد، حدیث نمبر ۲۵۷۴، باب رب الدابة احق بصدرها، کتاب الجهاد۔

***

۴۳ مزاح نبوی کی ایک لطیف مثال

وَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ هَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے سواری کے لیے کوئی جانور مرحمت فرمائیں۔ آپ نے ان سے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ اس نے کہا میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا (بڑا) اونٹ بھی تو اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ دل لگی اور مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، لیکن یہ مزاح ایک حقیقت اور سچ کے دائرے میں ہوتا تھا اور دوسرا یہ بہت شاذ و نادر ہے اکثر اوقات یا ہر وقت مزاح نہیں فرماتے تھے۔ ایک بامقصد انسان کی زندگی میں ہنسی مزاح کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہیے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۹۱

***

⑭ ایک جامع نصیحت نبوی ﷺ

وَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ عِظْنِیْ وَ اَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَ لَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذَرُ مِنْهُ غَدًا وَ اَجْمِعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یا رسول اللہ!) مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجیے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو ایسے نماز پڑھو جیسے یہ زندگی کی آخری نماز ہو اور کوئی بھی ایسی بات نہ کرو جس پر کل کو معذرت کرنی پڑے۔ اور لوگوں کے پاس جو کچھ (مال دنیا) ہے اس سے ناامیدی کو اپنے دل میں پختگی سے جما لو۔

تخریج حدیث:

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۵۴۵

***

⑯ مشفقانہ انداز تربیت

وَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ، فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَ الْقَذَرِ وَ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ الصَّلٰوةِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَ اَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا اور کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ نے اسے کہا او بھائی! ٹھہرو، ٹھہرو۔ آپ نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو اسے چھوڑ دو صحابہ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے اسے طلب فرمایا اور اسے کہا یہ مسجدیں پیشاب اور اس جیسی گندگی کے لیے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہوتی ہیں۔ (اوکما قال) پھر آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ وہ ایک ڈول پانی کا لایا اور اس پیشاب پر بہا دیا۔ یہ حدیث جہاں اخلاق نبوی کا اعلیٰ نمونہ اور مثال ہے، وہاں ساتھ ہی ارباب دعوت کے لیے ایسے مواقع اور جگہوں میں جہاں لوگ دین سے ناواقف ہوں یا نومسلم ہوں ان کی تربیت اور ان کے ساتھ چلنے کا اصول بھی فراہم کرتی ہے کہ ناواقف آدمی سے کیسے معاملہ کیا جائے گا۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۶۸۷، باب وجوب غسل البول، کتاب الطہارات۔

***

۴۷ متبرک پانی میں دوسرا پانی ملانے کا حکم

وَ عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَ صَلَّيْنَا مَعَهُ وَ اَخْبَرْنَاهُ إِنَّ بِأَرْضِنَا بِيْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طُهُوْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَ تَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهُ لَنَا فِيْ إِدَاوَةٍ وَّ اَمَرَنَا فَقَالَ اُخْرُجُوْا فَإِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَ انْضِحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ وَ اتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا إِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَ الْحَرَّ شَدِيْدٌ وَ الْمَاءُ يُنْشِفُ فَقَالَ مُدُّوْهُ فَإِنَّهُ لَا يَزِيْدُهُ إِلَّا طِيْبًا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ہم نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ہماری زمین میں ایک کنیسہ ہے، چنانچہ ہم نے آپ ﷺ سے (تبرکاً) آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی طلب کیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو فرمایا اور کلی فرمائی......اور پھر ہمارے ایک چمڑے کے برتن میں ڈال دیا اور ہمیں روانہ ہونے کا حکم دیا اور فرمایا جاؤ اور جب تم اپنی زمین میں پہنچ جاؤ تو اپنا کنیسہ توڑ دو اور اس کی جگہ پر اس پانی سے چھڑکاؤ کرو اور اس کو مسجد میں تبدیل کر دو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا علاقہ بہت دور ہے اور گرمی بہت سخت ہے اور ظاہر ہے پانی خشک ہوتا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور بھی ملا لو کیونکہ جتنا بھی پانی ملاؤ گے اس کی خوبی میں فرق نہیں آئے گا بلکہ بڑھتا جائے گا۔ کیونکہ جتنا پانی بڑھتا جائے گا اس کی خوبی بڑھتی جائے گی۔

مذکورہ بالا روایت سے متعدد امور معلوم ہوتے ہیں مثلاً

(۱) تبرک کے لیے نیک آدمی سے کوئی چیز حاصل کرنا درست ہے۔

(۲) نصاریٰ کے کنیسہ کی جگہ پر جب کسی شرعی اصول یا معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو تو مسجد بنانا جائز ہے۔

(۳) متبرک پانی میں مزید پانی ملانے سے برکت ختم نہیں ہوتی بلکہ جس قدر پانی بڑھتا جائے اس کے ساتھ ہی برکت بڑھتی جاتی ہے۔ اس سے بظاہر آب زمزم میں دوسرا پانی ملانے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس کی برکت پانی ملانے کے باوجود قائم رہتی ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) نسائی، حدیث نمبر ۷۰۱، کتاب المساجد۔

***

⑲ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا ذوق عبادت

وَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَ هِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَ هِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مِرَارٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ الْيَوْمَ لَوَزَنَتْهُنَّ. سُبْحَانَ اللهِ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

ترجمہ وتشریح:

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام ایک دن آپ کے پاس سے صبح کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں تھیں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو چاشت کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ابھی تک اسی جگہ بیٹھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا جب سے میں گیا ہوں کیا تم یہاں ہی بیٹھی ہوئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین دفعہ کہے ہیں اگر ان کلمات کا تمہارے آج کے سارے اذکار سے مقابلہ کروایا جائے تو وہ کلمات ان سب سے وزن میں بڑھ جائیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَ رِضَا نَفْسِهٖ وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

پاک ہے وہ اللہ اپنی اس تعریف کے ساتھ جو اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر ہے اور اس کی رضامندی اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی تعداد کے برابر۔

مذکورہ حدیث سے متعدد امور معلوم ہوتے ہیں:

(۱) امہات المومنین کا عبادت میں اس قدر انہماک اور جذبہ تھا کہ گھنٹوں مصلے پر بیٹھی رہتیں۔

(۲) آدمی کو اپنی بیوی کو مفید چیز اور دینی تعلیم اور مسئلہ ضرور بتانا چاہیے۔

(۳) صحابیات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی اپنے گھروں میں اپنی نماز کے لیے علیحدہ مخصوص جگہ بنا رکھی تھیں جہاں وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اور وہ نبی علیہ السلام کے پیچھے نماز کی فضیلت معلوم ہونے کے باوجود مسجد میں حاضر نہیں ہوتی تھیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام تو نماز کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا گھر پر ہی رہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر گنجائش ہو تو نماز کے لیے گھر میں ایک جگہ مخصوص رکھنی چاہیے

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۷۰۸۹، باب التسبیح اول النهار و عند النوم، کتاب الذکر و الدعاء۔

۲۹ شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے؟

وَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاہُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِکَ قَالَ جِبْرَئِیْلُ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا فرماتے ہیں آپ ﷺ اگر میں اللہ کے راستے میں صبر کے ساتھ ثواب کی نیت سے آگے بڑھتے ہوئے نہ کہ پیچھے ہٹتے ہوئے شہید ہو جاؤں تو کیا اللہ میری غلطیاں اور میرے گناہ معاف فرما دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! (معاف فرما دیں گے) جب وہ آدمی واپس پلٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں معاف فرما دیں گے مگر قرض نہیں (کیونکہ) جبرائیل علیہ السلام نے یوں ہی فرمایا ہے۔

چونکہ دین اور قرض کا معاملہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کی معافی کا وعدہ نہیں ہاں اگر اللہ قرض دار کو اپنی جناب سے راضی فرما دیں تو اور بات ہے مگر وعدہ نہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) نسائی، حدیث نمبر ۳۱۵۸، کتاب الجهاد۔

***

⑲ چند زریں نصائح نبوی ﷺ

وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ اِلٰی اَنْ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّہٗ مَطْرَدَۃٌ لِّلشَّیْطَانِ وَ عَوْنٌ لَّکَ عَلٰی اَمْرِ دِیْنِکَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ اِیَّاکَ وَ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ فَاِنَّہٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَ یُذْھِبُ بِنُوْرِ الْوَجْہِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَ اِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لَا تَخَفْ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لِیَحْجِزْکَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِکَ۔

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد انہوں نے طویل گفتگو ذکر کی۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے یعنی تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے تمام معاملات کی زینت اور رونق ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ کچھ اضافہ فرمادیجیے آپ ﷺ نے فرمایا تم تلاوت قرآن اور ذکر خداوندی کا اہتمام کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں تمہاری یاد اور ذکر ہیں آسمانوں میں اور زمین میں تمہارے لیے نور ہیں۔

میں نے عرض کیا مزید ارشاد فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لمبی خاموشی کو لازم پکڑو (یعنی اکثر خاموش رہنے کی عادت بناؤ) کیونکہ خاموشی شیطان کو دفع کرنے والی اور تمہارے دینی کاموں میں تمہاری معاون ہے۔

میں نے عرض کیا مزید ارشاد فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کردیتی ہے۔ اور اس سے چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا مزید ارشاد فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا حق بات کہو چاہے کسی کو کڑوی لگے۔

میں نے عرض کیا مزید ارشاد فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔

میں نے عرض کیا مزید ارشاد فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اپنی جو کمیاں اور برائیاں معلوم ہیں ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے بارے میں کچھ کہنے سے باز رہو۔

یعنی جب تم کسی کی کوئی ذاتی برائی دیکھو اور اس کی بابت تمہارے دل میں خیال آئے تو اس پر کچھ سوچنے یا کہنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لو کہ اس دامن میں کتنے چھید اور داغ دھبے ہیں اور کیا ان کی موجودگی میں میں کسی پر انگلی اٹھا سکتا ہوں؟

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیہقی، حدیث نمبر ٤٩٤٢

***

⑭ غیبت اور بہتان میں فرق

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوْا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَ اِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تمہیں معلوم ہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں (صحابہ کا یہ کمال ادب ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح کوئی بات نہیں سنی تو اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس انداز سے کرو جو اسے اچھا نہ لگے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہمارے بھائی میں وہ بات ہو تو پھر؟ فرمایا اگر اس میں وہ بات ہو تبھی تو غیبت ہے اگر اس میں وہ بات نہ ہو تو پھر تو (سیدھا سیدھا) بہتان اور الزام ہے۔

غیبت ایک سنگین گناہ اور اخلاقی جرم ہے جو بہت سی دیگر اخلاقی کمزوریوں حسد، کینہ، وغیرہ کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ غیبت کے بارے میں تفصیلی بات شروع کتاب میں "الغیبة اشد من الزنا" کے تحت گزر چکی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ ہمیں ان سب باتوں کو جاننے سے زیادہ ماننے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ عمل ہی سب علموں کی جان ہے، اور عمل کے بغیر علم کی ایک پھوٹی کوڑی برابر بھی قدر نہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ابوداؤد، حدیث نمبر ٤٨٧٦

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ١٩٣٤

***

۳۴۲ محض عبادت سے نجات ممکن نہیں

وَ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ علیہ السلام اَنْ اَقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَ كَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ اَقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِىْ سَاعَةٍ قَطُّ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ فلاں فلاں بستی کو مکینوں سمیت پلٹادیں۔ (یعنی اس کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کردیں) انہوں نے عرض کیا باری تعالیٰ! اس بستی میں تیرا فلاں آدمی بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا پوری بستی کو اٹھا کر اس کے اوپر پلٹو کیونکہ (بستی میں گناہ وجرم اور صبح وشام میری نافرمانیاں ہوتی رہیں اور یہ عابد وزاہد شخص اپنی عبادت میں ہی مشغول رہا۔ اس نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ان کو نافرمانی سے روکوں اور ان کو اچھائی کی دعوت دوں بلکہ یہ کرنا تو دور کی بات ہے) اس کے چہرے پر میری خاطر کبھی پریشانی کے آثار بھی نہیں آئے۔ یعنی اسے اپنی عبادت وزہد کی فکر تو ہے لیکن میرے دین کی اور میرے احکامات کے ٹوٹنے اور میری نافرمانی کی کوئی فکر نہیں ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) شعب الایمان بیهقی، حدیث نمبر ۷۵۹۵

***

۴۳ مجھے دنیا سے کیا لینا

وَ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَ قَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَکَ وَ نَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَ لِلدُّنْیَا وَ مَا اَنَا وَ الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جب آپ اٹھے تو چٹائی کے نشانات آپ کے جسم پر موجود تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں حکم فرمائیں تو ہم آپ کے لیے اچھا سا بچھونا اور بستر تیار کریں اور آپ کے لیے مال و دولت کمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا......؟ میری اور دنیا کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک سوار اور راہ مسافر کسی درخت کے نیچے سایہ کے لیے آئے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے کو رواں دواں ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا گزارے اور بقدر ضرورت استعمال کرنے کے لیے ہے۔ عیش اور آسائش اور آرام کے لیے نہیں کیونکہ یہ اصلی ٹھکانہ اور گھر نہیں کہ جس کی زیب و زینت سے دل لگایا جائے۔ یہاں صرف ضروریات پوری کرنے پر دھیان رکھو۔ اور اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی انس اور تعلق رکھو جتنا ایک مسافر کو راہ چلتے کسی درخت یا کسی سرائے وغیرہ کی عمارت سے ہوتا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۷۷

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۱۰۹، باب مثل الدنیا۔ کتاب الزھد۔

***

۳۳ غلاموں کے حقوق

وَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُ اَوْ قَالَ لَمَسَّتْکَ النَّارُ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ایک دن اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی اے ابومسعود! جتنا تمہیں اس غلام پر اختیار ہے اللہ کو تم پر اس سے کہیں زیادہ اختیار ہے۔ میں پیچھے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ آج سے اللہ کی رضا کی خاطر آزاد ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ کام نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جھلسا کر رکھ دیتی یا فرمایا تمہیں جہنم کی آگ پہنچ جاتی۔

اسلام نے غلاموں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کو بالکلیہ ختم فرما دیا اور غلاموں کو معاشرے کا ایک حصہ بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان معاشرے کی گود میں پلنے والے غلاموں نے جہاں ایک طرف علم و ہنر میں امامت کے درجے پائے وہیں حکومت و فوجی قیادت کے بھی اعلیٰ مناصب سنبھالے یہ سارا اثر تھا نبی علیہ السلام کی غلاموں کے بارے میں نصائح کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفاۃ میں بھی دو وصیتیں کیں، ایک نماز کا اہتمام اور دوسرے غلاموں سے حسن سلوک۔

تخریج حدیث:

(۱) مسلم، حدیث نمبر ۴۳۹۸، باب صحبة المماليك

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۵۱۶۱، باب فی حق المملوك، كتاب الادب۔

***

⓺⓶ نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ اعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَ لَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جَفَّتِ الصُّحُفُ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بچے! اللہ (کے احکامات وحدود) کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اللہ کی حفاظت ورعایت کرو تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب تم کوئی چیز مانگو تو اللہ سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ اگر پوری کائنات بھی تمہیں کسی بات میں نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو وہ تمہیں صرف اسی بات کا نفع پہنچا سکتے ہیں جو تمہارے لیے اللہ نے لکھ دی ہے اور اگر یہ لوگ تمہیں کچھ بھی نقصان پہنچانے پر اکٹھ کرلیں تو وہ تمہیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا تمہارے لیے خدا نے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر کو لکھنے والی) قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور (تقدیر کے) نوشتے خشک ہو چکے ہیں۔

اللہ کی حفاظت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے تمام احکامات اور حدود وقوانین پر عمل کرو اور اس کی رعایت کرو، فرمایا کہ اللہ رب العزت کے ہاں عدل کا قانون ہے اور اللہ کسی کی نیکی ضائع نہیں فرماتے اگر تم اللہ کی رعایت کرو گے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ ضرور دیں گے اور تمہیں اپنا اتنا قرب بخشیں گے کہ تم گویا اللہ کے آمنے سامنے کھڑے ہو۔ مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تمہارا ایمان اور اعتقاد اللہ پر اتنا پختہ ہو کہ اس میں شرک کی ذرا بھی بو اور ضعیف الاعتقادی کی تھوڑی سی بھی جھول نہ ہو۔

تخریج حدیث:

(١) ترمذی، حدیث نمبر ٢٥١٦، باب، ابواب صفة القیامة۔

(٢) مسند احمد، حدیث نمبر ٢٧٦٣

***

⑳ جانوروں کے حقوق کی رعایت

وَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفَرَّشُ فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَ رَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں ہم ایک دفعہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کسی ضرورت سے باہر گئے ہم نے وہاں ایک چڑیا دیکھی جس کے دو بچے بھی تھے ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے۔ جب چڑیا آئی تو وہ پھڑ پھڑانے لگی جب نبی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس چڑیا کو بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی ہے؟ اس کے بچے واپس کر دو۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی ایک بل دیکھی جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگ کا عذاب دینا آگ کے خالق یعنی اللہ ہی کے لیے مناسب ہے۔

مذکورہ بالا حدیث آپ ﷺ کی رحمت وشفقت کا ایک نمونہ ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت صرف انسانوں یا مسلمانوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ دنیا کی تمام چیزوں اور مخلوقات کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ کسی موذی جانور کو مارنے کے لیے بھی آگ سے جلانا درست نہیں کوئی اور ذریعہ اختیار کرنا چاہیے۔

تخریج حدیث:

(۱) ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۶۷۷، باب فی کراھیۃ احراق العدو بالنار، کتاب الجھاد۔

***

۷۶ علم کی اہمیت اور فضیلت

وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَ اَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَ يَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَ اِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوْ قَالَ الْعِلْمَ وَ يُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں دوطرح کی مجالس کے پاس سے گزرے اوران کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں ہی بھلائی اور خیر پر کاربند ہیں البتہ ان میں سے ایک دوسرے سے بہتر ہے۔ (پھر ایک مجلس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ لوگ اللہ سے مانگتے ہیں اوراس کی طلب وشوق رکھتے ہیں پس اگر اللہ چاہیں گے تو انہیں عطا فرمادیں گے اور اگر چاہیں گے تو نہیں کریں گے۔ باقی رہے یہ (دوسری جماعت والے) لوگ تو یہ فقہ یا فرمایا علم حاصل کرر ہے ہیں اور علم سے ناواقف لوگوں کو علم سکھا رہے ہیں اس لیے یہ دوسروں سے افضل اور بہتر ہیں اور مجھے بھی اللہ نے معلم بنا کر بھیجا ہے۔ پھر آپ ﷺ اس جماعت میں بیٹھ گئے......

مذکورہ بالا حدیث علم کی فضیلت میں ہے اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم سکھانے اور تعلیم وتدریس کا عمل یہ مقدس عمل ہے جس کے لیے سید المرسلین کی بعثت ہوئی اس لیے اس منصب میں دنیا کی آمیزش نہیں ہونی چاہیے۔ تا کہ یہ منصب اپنے اس تقدس پر رہے جواس کو اللہ نے بخشا ہے۔ تاریخ عالم میں ہمیشہ علم سکھانے کو ایک مقدس فرض کے طور پر ہی دیکھا اور لیا جا تا رہا ہے۔ البتہ موجودہ دور میں مادیت اور دنیا کی طلب اس کام سے ایسی جڑی ہے کہ اب تعلیم ایک وسیع کاروبار و بزنس کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

(اللہ بچائے۔ آمین)

تخریج حدیث:

(۱) سنن دارمی، حدیث نمبر ۳۴۹، باب فضل العلم و العالم

***

۳۹ غلاموں سے عدل وانصاف یا عفوودرگذر؟

وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ مَمْلُوْکِیْنَ یُکَذِّبُوْنَنِیْ وَ یَخُوْنُوْنَنِیْ وَ یَعْصُوْنَنِیْ وَ اَشْتِمُھُمْ وَ اَضْرِبُھُمْ فَکَیْفَ اَنَا مِنْھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ یُحْسَبُ مَاخَانُوْکَ وَ عَصَوْکَ وَ کَذَّبُوْکَ وَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ فَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِھِمْ کَانَ کِفَافًا لَا لَکَ وَ لَا عَلَیْکَ وَ اِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِھِمْ کَانَ فَضْلًا لَّکَ وَ اِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِھِمْ اُقْتُصَّ لَھُمْ مِنْکَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّی الرَّجُلُ وَ جَعَلَ یَھْتِفُ وَ یَبْکِیْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَاُ قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی "وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا وَ کَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ" فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَجِدُ لِیْ وَ لِھٰؤُلَاءِ شَیْئًا خَیْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِھِمْ اُشْھِدُکَ اَنَّھُمْ کُلُّھُمْ اَحْرَارٌ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں ایک صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میرے غلام ہیں جو میرے سے جھوٹ بولتے ہیں خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں انہیں برا بھلا بھی کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ میرا ان کے ساتھ یہ سلوک کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کی خیانتیں جھوٹ اور تمہاری سرزنش اور مارپیٹ کا باہم موازنہ کیا جائے گا۔ اگر تمہاری سرزنش ان کی غلطیوں کے برابر ہوئی تو تمہاری برابر سرابر چھوٹ ہو جائے گی۔ نہ تمہیں کچھ ملے گا اور نہ کچھ دینا پڑے گا۔ اور اگر تمہارا عقاب ان کی خطاؤں سے کم ہوا تو یہ تمہارے لیے فائدہ مند ہوگا اور اگر تمہاری مارپیٹ ان کے گناہوں سے زیادہ ہوگئی تو پھر تم سے اضافہ لے کر ان کو بطور بدلہ دے دیا جائے گا۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر) وہ آدمی ایک طرف ہو کر اونچی اونچی آواز سے رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم نے یہ ارشاد خداوندی نہیں پڑھا'' کہ قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے، چنانچہ کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے۔ ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔''

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر اس آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنے اور ان کے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ میں ان کو اپنے سے جدا کر دوں۔ چنانچہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۳۱۶۵، باب تفسیر سورۃ الانبیاء، کتاب التفسیر۔

***

۴۹ دین ہر معاملے میں اعتدال کا نام ہے

وَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّى اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَمَّا اَنَا فَاَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَ لَا اُفْطِرُ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّىْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اُصَلِّىْ وَ اَرْقُدُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رات کی) عبادت کے بارے میں سوال کریں جب انہیں اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے اپنے خیال میں اسے کم سمجھتے ہوئے کہا ہماری نبی علیہ السلام سے کیا نسبت؟ کیونکہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ اللہ نے معاف کردیئے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات میں سے ایک نے اپنا یہ عزم ظاہر کیا کہ میں تو ساری رات عبادت کروں گا اور دوسرے نے کہا میں تو ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور کبھی بے روزہ نہ رہوں گا اور تیسرے نے یہ کہا کہ میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ (ان کی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں) نبی علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں۔ دیکھو خدا کی قسم! میں تمہاری نسبت سب سے زیادہ خوف خدا اور تقوے والا ہوں۔ لیکن (میرا معمول یہ ہے) میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ ترک بھی کرتا ہوں۔ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں شادی بھی کرتا ہوں۔ پس جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔

یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ حقوق اللہ یعنی عبادت میں اعتدال سے کام لینا چاہیے اپنے اوپر بے جا سختی کرنا اور بلا وجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں۔ بس اعتدال سے چلو۔ روزانہ کا ایسا معمول بناؤ جو تم مرتے دم تک یا کم از کم بڑھاپے میں بھی نبھا سکو۔ ایسا نہ ہو کہ شروع شروع میں شوق اور طلب میں اپنے اوپر زیادہ عبادت کا التزام کرلو اور بعد میں پھر مشقت کی وجہ سے بالکل ہی چھوڑ دے۔ کچھ عرصہ سو رکعات نفل پڑھنے سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی دو رکعت پڑھے لیکن ساری عمر پڑھے۔ اللہ رب العزت کو بھی وہ عمل پسند ہے جو پابندی کے ساتھ کیا جائے بھلے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۴۷۷۶، باب الترغیب فی النکاح، کتاب النکاح۔

***

㊴ بدعات سے بچنے کی تاکید

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضي الله عنه قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ اِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

ترجمہ وتشریح:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایسی پر اثر اور بلیغ نصیحت فرمائی کہ آنکھیں چھلک پڑیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک صحابی نے (موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے) عرض کیا یا رسول اللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ الوداعی اور آخری نصیحت ہے۔ ہمیں کچھ وصیت فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور فرمانبرداری اور اطاعت کا حکم کرتا ہوں چاہے تمہارا امیر کوئی حبشی غلام ہی ہو...... جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے (ایسے موقع پر) تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقے کو لازم جاننا، اس کو مضبوطی سے تھام لینا اور دانتوں سے اس کو پکڑ لینا اور خبردار تم لوگ نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ (دین کے معاملے میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

مذکورہ حدیث میں صرف زمانہ رسالت کے فوراً بعد تک ہی نہیں بلکہ قیامت تک کے زمانے اور اس میں رہنے والے لوگوں کے لیے نہایت بیش قیمت اور بنیادی اصول کو نصیحت بلکہ وصیت کی شکل میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ دین کامل ہو چکا ہے۔ اب دین کے معاملے میں کوئی بھی بات ہو اس کے دین ہونے نہ ہونے کا ایک ہی معیار ہے کہ وہ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے زمانے میں موجود تھی یا نہیں تھی۔ اگر اس دور میں اس بات کو بطور دین لیا گیا ہو تو ٹھیک ورنہ ہر ایسی نئی بات، نئی قید، اور التزام دین نہیں بلکہ بدعت ہے جو کہ ایک سنگین گناہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کا طریقہ اور ان کی سنت درحقیقت نبی علیہ السلام کی سنت ہی کی تشریح اور تفصیل ہے اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے خلافت راشدہ کے دور کو دور نبوت کا تتمہ کہا ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۷۶، باب الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة، ابواب العلم۔

(۲) ابو داؤد، حدیث نمبر ۴۶۰۷

۳۳ ہر حقیقت کا اظہار ضروری اور مفید نہیں

وَ عَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

ترجمہ وتشریح:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھا (اور میں آپ کے اتنا قریب تھا کہ) ہمارے دونوں کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی حائل تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے اس کو معاف فرمائیں۔ (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا، کیا میں اس بات کی لوگوں کو خوشخبری نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی خوشخبری نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھروسہ اور تکیہ کر کے بیٹھ جائیں۔

مذکورہ حدیث میں بندوں پر خدا تعالی کے حق کی نسبت تو بلا شبہ درست ہے البتہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کام کرنا اللہ کے ذمے لازم ہو جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے فضل اور عدل سے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ جو یہ کام کرے گا اس کا یہ بدلہ دیا جائے گا۔ ایسا نہیں کہ خدا کوئی معاذ اللہ مجبور ہو جائے...... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات ایک حق اور صحیح بات بھی عام لوگوں کے سامنے کسی معقول اندیشے کی وجہ سے نہ لائی جائے تو حرج نہیں۔ کیونکہ جب کسی بات کے غلط استعمال ہونے اور غلط مطلب لیے جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں اس بات کو عوام کے سامنے نہ لانا ہی مقاصد شریعت کے مطابق ہوگا۔ البتہ یہ کہ کون سی بات کرنے کی ہے اور کون سی نہیں؟ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے عوام کے مزاج، حالات کی نزاکت کے ساتھ ساتھ دین کی گہری سمجھ اور فقاہت کی ضرورت ہے۔

تخریج حدیث:

(۱) بخاری، حدیث نمبر ۲۸۵۶، باب اسم الفرس و الحمار، کتاب الجهاد۔

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۱۵۳، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة، کتاب الایمان۔

***

و هذا اخر الاحاديث من هذا الباب و بتمامه تم الكتاب و الحمد لله رب العلمين و الصلوة على سيد رسله محمد و اله و صحبه اجمعين قال المؤلف عفا الله عنه و شكر سعيه فرغت من تسويد هذا الكتاب بحمد الله و حسن توفيقه في شهر رمضان المبارك سنة اربع و سبعين بعد الف و ثلثمائة (۱۳۷۴ ھ) من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوة و التحية.

مولای صل و سلم دائما ابدا — على حبيبك خير الخلق كلهم
هو الحبيب الذى ترجى شفاعته — لكل هول من الاهوال مقتحم

تاریخ تکمیل تالیف:

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور شکر کے ساتھ ۱۳۷۴ھ رمضان المبارک کے مہینے میں مذکورہ کتاب کی تسوید سے مصنف رحمہ اللہ کو فراغت حاصل ہوئی۔

تاریخ تکمیل ترجمہ و تشریح:

آج بروز جمعہ بعد از عشاء مورخہ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
بمقام دار الافتاء والتحقیق لاہور زیر نظر شرح کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی۔

و قد شرعت في التاليف يوم الثلاثاء ۲۳ ربيع الثاني ۱۴۳۲ھ فهكذا قد قضيت في التسويد زهاء شهر و نصف و لله الحمد و له المنة، و بنعمته تتم الصالحات

کتبہ

شعیب احمد

جامعہ دار التقویٰ چوبرجی پارک

لاہور

***